تجلیات

حقیقتِ محمدیہ

پروفیسر الحاج شاہ عبد الغنی قادری چشتی نظامی نیازی

ادارۂ نور العرفان رجسٹرڈ ● کراچی

نام کتاب ——— تجلیاتِ حقیقتِ محمدیؐ

مُصنّف ——— الحاج پروفیسر شاہ محمد عبدالغنی (علیگ) قادری، چشتی، نظامی، نیازی

کاتب ——— محمود اختر

تعداد ——— ۱۰۰۰

ھدیہ ——— 45/-

سال طبع اوّل ——— ۸۰ - ۱۹۷۹ء

مطبع ——— مشہور آفسٹ پریس۔ کراچی

ناشران ——— مدینہ پبلشنگ کمپنی۔ کراچی
ادارۂ نور العرفان۔ رجسٹرڈ۔ کراچی ۲۹

مالکان ——— فرزندانِ مُصنف

پتہ ——— ۲/۱۳۲۔ ڈی
پی۔ای۔سی۔ایچ۔ایس
کراچی نمبر ۲۹

اِنتساب

اُن تمام

عشاقِ نبیؐ محترم۔ نُورِ مجسم سیّد المرسلین۔ رحمتہ اللعلمین

حضرت احمد مجتبیٰ محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّمؐ

کے نام

جن کے عشق وخلوص اور عرفانِ عظمتِ محمدیؐ

کی روشنی کی بدولت، جاں نثارانِ اُمّت محمدیؐ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے دل منوّر ہیں

اور

جنھوں نے برادرانِ اسلام کو محض رسمی ایمان، رسمی اِسلام،

رسمی توحید اور ہر قسم کے شرک سے بچانے کی

ہمیشہ انتھک کوشش کی ہے

گزارش

فہرست عنوانات

چونکہ زیرِ نظر کتاب کی مفصّل فہرست دینا مقصود ہے جو فی الوقت چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر تیار نہیں ہے اور نصف مسودہ پریس کو دیا جارہا ہے۔ لہذا مبسوط ومفصل فہرست عنوانات کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

ناچیز مُصنّف

حضرت الحاج شاہ محمد عبدالغنی صاحب (علیگ) مدظلہ العالی (ڈبل ایم اے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

صورت و معنیٰ

سرکارِ دو عالم۔ نورِ مجسّم۔ صلی اللہ علیہ وسلّم کے سوانح حیات۔ ظاہری معاملات۔ جنگ و غزوات۔ خانگی و بیرونی زندگی کے حالات۔ مکّی و مدنی واقعات۔ احادیث و خطبات۔ فرمودات و احکامات۔ وغیرہ وغیرہ پر بے شمار کتابیں لکھی اور طبع ہو چکی ہیں۔ وہ سب ہمارا بیش بہا دینی سرمایہ ہے۔

لیکن

حضور سراپا نور، محبوبِ خدا۔ خاتم الانبیار۔ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نوری حقیقت، اور اُس کی بے مثل ازلی و ابدی عظمتوں کا تفصیلی بیان۔ اولیائے کرام، محققین ذوالاحترام۔ اور مشہور و مستند پیرانِ عظام کے عقائد و تعلیمات کی روشنی میں

یک جا۔ ضروری عنوانات کے تحت مدوّن و مرتّب کیا ہوا کہیں نہیں ملتا۔ جو کچھ ہے ضخیم دفاتر مکتوبات یا اُلجھے ہوئے بیانات، یا مشکل و مبہم اشعار و فقرات پر مشتمل ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں

حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ کی محبوبیت۔ آپؐ کا برزخِ کبریٰ ہونا۔ آپؐ کی شان میں باری تعالیٰ کا ارشاد لولاک لما اظہرت الربوبیتی فرمانا آپؐ کا صاحبِ معراج ہونا اور مقاماتِ قاب قوسین و دنیٰ پر فائز ہونا۔

آپ کا اوّل و آخر و ظاہر و باطن ہونا۔ آپؐ کے خطابات مثلاً یٰسین و طٰہٰ۔ رحمۃ اللعٰلمین وغیرہ۔ آپؐ کا کلمۂ طیبہ کی جان اور توحید کی امان ہونا۔ آپؐ کی رسالت و عبدیت و بشریت کی حقیقت، وغیرہ نیز حضورؐ کی صدہا دیگر عظمتیں مذکور ہیں جو تمام قرآن واحادیث سے ثابت ہیں اور جن کا نہ صرف جاننا ہر مُسلم پر فرض ہے بلکہ ذرّہ برابر شک وشبہ کے بغیر اُن کی صحت پر یقین رکھنا تکمیلِ ایمان کے لئے ضروری ہے۔

اس کتاب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی اکثر مذکورہ عظمتوں کے بیان کے علاوہ کلمۂ توحید کی بے مثل عارفانہ شرح بڑے پیارے انداز اور عام فہم زبان میں کی گئی ہے۔

اُمید ہے کہ شافع محشر صلّی اللہ علیہ وسلم کے گنہگار اُمتی جن کی بخشش کا انحصار رحمۃ اللعٰلمینؐ کی سفارش و شفاعت پر ہے۔ کم ازکم اِس کتاب میں مندرج عظمتوں کو اچھی طرح پڑھیں اور سمجھیں گے تاکہ اُن کے دل منوّر ہوجائیں اور وہ مرتے دم تک حضورؐ کا نہ صرف صدقِ دل سے اَدب واحترام کریں بلکہ آپؐ کے پُرخلوص عشق کے ساتھ منزلِ مقصود تک پہنچ سکیں۔

اس کتاب کا تاریخی نام سِرُّ الظّاہر ہے لیکن عام فہم نام "تجلیاتِ حقیقتِ محمدیؐ" تجویز کیا گیا ہے

حضورؐ شرفِ قبولیت عطا فرمائیں۔

○

مختصر گزارشات

اِس کتاب میں

- ازروئے قرآن و احادیث۔ صحیح توحید اسلامی کا (جو ہر قسم کے شرک سے نجات دیتی ہے) بیان ہے ــــــ جس سے کلمہ درست ہوتا اور مسلمان رسمی اسلام و رسمی توحید سے محفوظ رہتا ہے۔
- اس میں محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت، آپؐ کی حقیقت، آپؐ کے نوری کمالات حقی و خلقی۔ آپؐ کے برزخِ کبریٰ، صاحبِ لولاک۔ شہنشاہ معراج، صاحب دنیٰ و تدلیٰ۔ یٰسین و طٰہٰ، رحمۃ اللعٰلمین وغیرہ ہونے کے متعلق نہایت اہم عارفانہ نکتے اور ایمان افروز وضاحتیں مع دلائل و تائیدات محققین اولیاء اللہ مذکور ہیں۔ جن کا جاننا ہر مسلم و مومن اور ہر عاشقِ صادقِ خدا و محبوبِ خدا کے لئے ضروری ہے۔
- اس کتاب میں حضورؐ کی "رسالت" و "عبدیت" کی عظیم الشان اور بے حد اہم خصوصیات مذکور ہیں جن سے مسلمانوں کی اکثریت نابلد ہے۔
- اس میں کلمۂ توحید کی شرح میں ایسی اہم باتیں مذکور ہیں جو بالعموم برادرانِ اسلام سے پوشیدہ رکھی جاتی ہیں۔ اسی طرح "نورِ خدا کی بشریت" کی وضاحت لاجواب ہے۔
- اس بے مثل کتاب کا ہر صفحہ بے مثال ایمانی و روحانی نکات کا انمول خزانہ ہے۔ شمع محمدیؐ کے پروانے اس کے مطالعے سے آتشِ عشقِ

محمدیؐ کو تیز تر کریں۔

- کتاب ہذا میں مندرج حقائق پر ایمان نہ لانے والوں کا کلمۂ توحید۔ توحید پر نہیں بلکہ شرک پر مبنی رہتا ہے خدا نہ کرے کہ شرک پر ان کی موت واقع ہو۔
- طوطے کی طرح اللہ و محمدؐ رٹتے جانے سے بہتر یہ ہے کہ مومن بن کر ان کی صحیح باہمی نسبت دل نشیں کی جائے اور مرنے سے پہلے عاشق رسولؐ بن کر دُنیا سے رُخصت ہوں کیونکہ سچا عشقِ حقیقتِ محمدیؐ ہی ضامن وصالِ حقیقی ہے۔

غنیؔ بے محمدؐ نہ کچھ ہاتھ آئے
کیے جائے کوئی ہزار اللہ اللہ

حق اندر شانِ تشبیہی محمدؐ نام خود خوانده
محمدؐ غیر حق نبود بحکمِ ذوقِ عرفانی

قطب عالم مدار اعظم حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی قدس سرہٗ۔

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے اُسی سے اس کی طرف گئے تھے

حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حرفِ آغاز

حمد در نعت و نعت در حمد

حمد اُس کی جس کو حمد کی پروا نہیں ذرا
اُس کی ثنا کہ جس کو نہیں حاجتِ ثنا

تمام حمد، قولی، فعلی وحالی، اُس ذاتِ غنی و بے نیاز کے لئے ہے جسے کسی حمد وثنا کی حاجت مخلوق سے نہیں ہے۔ جس نے سب سے پہلے سورہ الحمد میں اپنی حمد آپ کی۔ جو خود حامد ہے۔ خود محمود جو وجودِ مطلق ہے۔ جہاں وہم وخیال اور عقل و خرد رسائی سے قاصر ہیں۔ اور جس کی ذات حصر و مکان اور اشارہ کے حدود سے باہر ہے۔ جو بے چوں و بے چگوں، بے شبہ و بے نموں ہے۔ جو ساری حقیقتوں کی حقیقت اور تمام قابلیات و کمالاتِ اسمائی وصفاتی کی جامع ہے۔

اِس تقدس و تنزہ کے باوجود وہ ہر شکل، ہر رنگ میں۔ ہر جوہر ہر عرض میں بموجب حدیث اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ، بلا تغیر موجود، تمامی اشیائے کونیہ مجردہ و مادیہ میں جلوہ نما اور جملہ موجوداتِ خارجیہ و ذہنیہ اور جمیع اشیائے حسیّہ و عقلیہ میں ساری و متصرف ہے، ھُوَ الاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیئٍ عَلِیم ٥

وہ ایسا وجودِ مطلق ہے جو خود بخود اپنی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اور

باقی تمام موجودات، اُس کے شیونات ہیں اور اُسی کے ساتھ قائم ہیں۔ درحقیقت اُس کا غیر خارج میں موجود نہیں ہے ورنہ دو وجودوں کا ہونا لازم آئے گا جو شرکِ عظیم ہے توحید کی گواہی اُس نے قرآنِ پاک میں خود دی ہے فرمایا: شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (یعنی اللہ شہادت دیتا ہے کہ اُس کے سوا کوئی موجود نہیں ہے) پس خود شاہد اور خود ہی مشہود۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ط اور اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے۔

خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست

اور درود و لا محدود و سلام بلا اختتام اُس ذاتِ قدسی صفات پر جو قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ ـــــ اور نُوْرُهٗ مِنْ نُّوْرِ اللّٰهِ کا پیکرِ خصوصی ہے۔ جو بموجب حدیثِ قدسی۔ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُكَ يَا مُحَمَّدُ۔ کا مظہرِ حقیقی۔ تمامی حقائقِ الٰہیہ وکونیہ (یعنی احدیت، وحدت، واحدیت، ارواح، مثال، اجسام،) کا جامع انسانِ کامل۔ اللہ کی ذات اور صفاتِ کمالیہ کا مظہرِ اتم۔ برزخِ کبریٰ کی خصوصیات کے ساتھ عالمِ حس و شہادت میں نزولِ اجلال فرمانے والا، لولاک لما کا تاج زیبِ سر کئے ہوئے جملہ انبیا و مرسلین، مومنین صادقین رض و عشاق رض کاملین کا ملجا و ماویٰ اور مقصود و منتہیٰ، رحمۃ للعٰلمین بن کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہُوا۔ آج اس وقت بھی ہے اور ہمیشہ تا قیامت رہے گا۔ اسی لئے اللہ اور اُس کے فرشتے اُس ذاتِ اقدس و اطہر پر ہر وقت صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں اور تمامی مومنین کو اس خاص الخاص نیکی میں شرکت کا حکم دیا گیا ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِیْ شَانِ حَبِيْبِهٖ، اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ)

بعد از شمۂ حمد و نعت جو اوپر مذکور ہوئی بندۂ حقیر، فقیر ابن فقیر مصنف کتاب ہذا، (حاجی الحرمین) شاہ محمد عبد الغنی عفاء اللہ عنہ مرید و خلیفۂ مجاز سیدی و مولائی حضرت ڈاکٹر شاہ میرزا مرتضیٰ حسین قدس سرہ العزیز قادری چشتی نیازی نظامی، صابری، سراجی، سہروردی، نقشبندی قدیمہ، آغائی، مرتضوی ثم خلیفہ حضرت شاہ حسن سجاد صاحب تاج العرفا مدظلہ العالی ، زینت آرائے مسند نیاز بے نیاز حضرت قطب عالم مدار اعظم شاہ نیاز احمد بریلوی قدس سرہ العزیز عرض پرداز ہے کہ حقیقی توحید اسلامی کے سمجھنے کے لئے انتہائی ضروری ہے بلکہ توحید اسلامی کا جزو لاینفک ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ سے زیادہ عرفان حاصل کیا جائے کیوں کہ جس حد تک عرفانِ محمدیؐ ناقص ہوگا اُسی حد تک توحید پر عقیدہ بھی ناقص رہے گا اور جس حد تک توحید پر عقیدہ ناقص ہوگا اُسی حد تک ایمان غائب اور عمل نامقبول ہوگا ؎

غنیؔ بے محمدؐ نہ کچھ ہاتھ آئے

کئے جائے کوئی ہزار اللہ اللہ

یہی وجہ ہے کہ اسلام کا کلمۂ توحید صرف لا الٰہ الّا اللہ پر مشتمل نہیں ہے۔ یعنی جب تک محمدٌ الرّسول اللہ پر بھی ایمان مکمل نہ ہو فقط لا الٰہ الّا اللہ کہنے سے ایمان کامل نہیں ہوتا۔ نہ توحید مکمل ہوتی ہے۔ یہاں یہ اشتباہ پیدا ہوسکتا ہے کہ کلمۂ توحید میں دو ہستیوں (اللہ اور محمدؐ) کا ذکر کیوں ہے، اور ان میں بھی دوسری ہستی زیادہ اہم کیسی؟ اس سے تو (نعوذ باللہ) اللہ ہر لحاظ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج ثابت ہوتا ہے لیکن ایسا اشتباہ حقیقتِ محمدیؐ — اور آپؐ کے کمالاتِ حقی و خلقی کی جامعیت کو اچھی طرح نہ جاننے اور اُس پر ایمان نہ رکھنے کا نتیجہ ہے اسی لیے ظاہر پرستوں کا کلمہ دُرست نہیں ہوتا اور وہ معناً مُشرک ہی رہتے ہیں۔ جب تک محمدؐ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی حقیقت وجودی و ذاتی اور آپؐ کے کمالاتِ حقی و خلقی کی جامعیت، اور اُس کی امتیازی عظمت و شانِ منزلت کے متعلق اُن کے عقیدے اولیاء اللہ اور مشائخ کرام کی طرح صحیح نہ ہو جائیں۔ اُن کا ایمان تقلیدی رہے گا حقیقی نہیں ہو سکتا اور اُن کی توحید محض رسمی اور مشرکانہ رہے گی۔ حقیقت تک اُن کی رسائی ناممکن ہے۔

چنانچہ ایسے ہی لوگوں کی رہنمائی کی نیت سے آئندہ صفحات میں کلمۂ توحید کی شرح، علمائے حق رضؓ، اولیائے کرام رضؓ، مشائخ عظام رضؓ، مفسرینؒ، محدثینؒ، اور محققینؒ (حقیقی) کے عقائد کی روشنی میں بیان کی گئی ہے جو محض ظاہر یعنی الفاظ اور ان کے سطحی معنوں تک محدود نہیں ہے بلکہ معنوی حقائق کا اظہار ہے۔ اسی طرح محبوبِ خدا، خواجۂ دوسرا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت گرامی اور آپؐ کے کمالات حقی و خلقی سے متعلق عاشقین صادقینؒ کے عقائد بیان کیئے گئے ہیں اُنھیں میں بعض صحابۂ کرام رضؓ اور عاشقانِ رسولؐ کے ایسے کلمات بھی ملیں گے جو انھوں نے وفورِ محبّت میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کیئے اور آپؐ نے اعتراض نہیں فرمایا۔ نیز بعض ایسے افعال کا ذکر بھی ملے گا جو انھوں نے حضورؐ کے سامنے کیئے لیکن حضورؐ نے منع نہیں فرمایا جیسے آبِ وضو زمین پر نہ گرنے دینا بلکہ پی جانا۔ لیکن آج بہت سے "ذی علم حضرات" اور "محققین" ان الفاظ کو سنتے ہی، اور ایسے افعال کو دیکھتے ہی جو غلبۂ محبّت میں کیئے جائیں کفر و شرک یا خلافِ شریعت ہونے کا فتویٰ صادر کر دیں گے کیونکہ اُن کا اصل مقصد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عام سطح بشریت پر ہی رکھنا، اور آپؐ کے ادب و احترام کو ختم کرنا ہے۔ ہم اللہ تبارک و تعالےٰ سے ایسے تمام منافقین کے مظالم سے پناہ مانگتے ہیں جو اُمتِ محمدیؐ کی فوج میں شامل رہ کر اُس کے کمان دارِ اعلیٰ و اعظم کی شخصیت،

اُس کے اعزاز و مراتب، اور اُس کے اختیاراتِ اعلیٰ کے قلعہ میں اندر سے سُرنگ لگائیں اور اُمت کے دوسرے سپاہیوں کو بھی بغاوت میں اپنا شریک کار بنانے کی کوشش کرتے ہوں۔

اس کے بعد ایمان والوں (یَاایھا الذین اٰمنوا) سے درخواست ہے کہ وہ "محمدی سرکار" کے باغیوں کی زہریلی تقریروں اور تحریروں کو خطرناک ناگوں کے زہر سے بھی زیادہ خطرناک قاتل زہر سمجھیں کیوں کہ سانپ کا زہر جان لیتا ہے لیکن بدعقیدہ باغیوں کا زہر ایمان کو ختم کر دیتا ہے۔ اُن سے عرض ہے کہ وہ اس کتاب کے مطالعہ سے اپنی آتش عشق محمدیؐ کو تیز کریں اور اپنے ایمان کو اُن ہی کے عشق کے آبِ حیات سے غسل دے کر اہلبیتؓ کرام، خلفائے راشدینؓ، عشرۂ مبشرہؓ اور لاکھوں کروڑوں جاں نثاران عشاق محمدیؐ کے ایمان کے رنگ میں اپنے ایمانوں کو رنگ لیں تاکہ دین و دنیا کی بلندیاں بھی نصیب ہوں اور آخرت میں خدا و رسولؐ کے سامنے سُرخرو بھی رہ سکیں۔

یہ عاشقانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی غفلت کا نتیجہ ہے کہ "باغیانِ محمدؐ" کی اندرونی یلغار نے قلعۂ ایمانی اور اُس کے حفاظتی حصار کی بنیادوں کو خطرناک حد تک متزلزل کر دیا ہے اور وہ اپنی منافقانہ کوششوں کو "توحید پرستی" قرار دے کر ہمارے کم علم برادرانِ اُمت کو غفلت کی نیند میں مبتلا رکھنا چاہتے ہیں۔ ان کی اصل کوشش یہی ہے کہ لوگ "عظمت محمدیؐ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھول جائیں اور ان کے دل سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی والہانہ محبت، بے پناہ تعظیم و تکریم اور آپؐ کی راہ میں سب کچھ قربان کر دینے کے جذبات سے خالی ہو جائیں۔

لہٰذا یہ مکتبہ بن خلائق مدترین محبتِ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلّم

محض اپنے جذباتِ عشق سے مجبور ہو کر چند ابواب سرکار رحمۃ اللعٰلمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نعت میں سپُردِ قلم کر رہا ہے تاکہ اگر "حق نمک" ادا کرنے کی کوشش کرنے والوں میں نہیں تو اُن کے کفش برداروں ہی میں اس کا شمار ہو جائے اور مطالعہ کنندگان اس سے روشنی حاصل کر کے "بغاوت" کے خلاف، اپنے قلعہٴ ایمانی کے حصارِ مدافعت کو مضبوط و مستحکم بنا سکیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی شانِ محبوبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے صدقہ میں اس حقیر خدمت کو عاصی و خاطی مصنّف، اس کے والدین مرحومین اور سلسلے کے جملہ اشیاخ کرام کی، نیز تمام محبان و عشاق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نجات و ترقی درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلّم۔

امام العارفین حضرت مولائے روم رحمۃ اللہ علیہ

مغزِ قرآں، رُوحِ ایماں۔ جانِ دیں
ہست حُبِّ رحمۃ اللعالمیںؐ

شاہ دیں را منگر اے ناداں بطیں — کیں نظر کرد ست ابلیسِ لعیں
گر ترا چشمِ یقیں باشد ولا — اندرونِ ذاتِ احمدؐ بیں خدا

امام العاشقین حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ:۔

خُدا را کس نمی داند کجا ست
محمدؐ مصطفےٰ ظاہر خدا ست

★

دیباچہ

زیر نظر کتاب کے تین حصے ہیں۔

حصہ اول - دس باب پر مشتمل ہے۔ تفصیل فہرست عنوانات میں دیکھئے۔

حصہ دوم - کلمۂ توحید کی عارفانہ شرح پر مشتمل ہے۔ جو اپنی آپ مثال ہے۔

حصہ سوم - میں توحید حقیقی کا بیان ہے جو ہر نوعیت کے شرک یعنی شرک ذاتی صفاتی، فعلی، حالی، جلی، خفی اور اخفٰی وغیرہ۔ غرضیکہ ہر قسم کے شرک کا مانع و قاطع ہے اور یہی دین اسلام اور کلمۂ توحید کا حقیقی مقصود ہے۔

ناچیز مصنف نے اس کتاب میں بیشمار نکات و دلائل۔ قرآن پاک۔ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال اولیاء اللہ محققین، مفسرین، محدثین، صوفیہ و مشائخین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر مشتمل کئے ہیں جو دین و ایمان کی جان ہیں البتہ لولاک لما خلقت الافلاک کی بابت بعد میں معلوم ہوا کہ وہ حدیث نہیں ہے لیکن صوفیہ نے اکثر اسے نقل کیا ہے۔ تاہم انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری اور لولاک لما اظہرت الربوبیتی وغیرہ سے وہی بات ثابت ہے جو لولاک لما خلقت الافلاک میں کہی گئی ہے لہٰذا میں نے اسے کتاب سے حذف نہیں کیا ہے۔ ناظرین بھی جذبۂ عشق رسول ؐ کے ساتھ مطالعہ فرمائیں

گزشتہ سال مجھے مدینۂ منورہ کی حاضری کے دوران میری پیہم التجاؤں پر حضور سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مستند تائیدی رہنمائی سے نوازا۔ جس کی پوری تفصیل میں نے عنوان نور، علیٰ نور کے تحت قلم بند کی ہے مجھ عاصی و خاطی کی نظر میں حضور ؐ کی تائیدی رہنمائی بیحد جامع، مستند و مقدس ہے۔ گویا میری کتاب کا تاج ہے۔ لہٰذا اب اسے مذکورہ تینوں حصّوں سے پہلے بطور حصّۂ خصوصی شامل کیا جا رہا ہے۔ اس طرح کتاب ہٰذا کے چار حصّے ہو گئے ہیں۔

تمام حصّوں کا مرکزی خیال عظمت شانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے لہٰذا جو کچھ جس حصّہ میں مذکور ہے ایک ہی نقطے کی داستان — ایک ہی شجر

کے پھل پھول اور ایک ہی حقیقت کی۔ بے شمار شاخیں ہیں۔ سب رنگا رنگ۔ سب جاذب دل ونگاہ۔ سب ایمان کے سوتے اور آبحیات کے جرعے ہیں محبوبِ خدا کی محبوبیت کا چمن ہے جس کی کلی کلی سدا بہار اور غنچہ غنچہ کیف بار ہے۔ سمندر کو مختصر کوزوں میں بھرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ اہلِ نظر واہلِ دل حضرات نہ صرف خود لطف اندوز ہوں بلکہ ان سے حاصل کردہ سرمدی کیف کو دیگر رندانِ میخانۂ عشقِ محمدیؐ تک پہنچاتے رہیں۔ تاکہ ان کے کیف وسرور میں اضافہ ہوتا رہے۔

اِن صفحات میں بعض نکات چونکا دینے والے ہیں کاش الفیں دلنشیں کیا جائے کیونکہ معاملہ دین وایمان اور درستی عاقبت کا ہے۔ موت سر پر سوار ہے۔ موت سے پہلے عقیدوں کی درستی اور صحیح عمل کا موقع ہے بعد موت یہ موقع ہمیشہ کے لئے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ چنانچہ جن اشخاص کے دل میں خدا اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی ذراسی چنگاری بھی ہوگی وہ ضرور ان اوراق کو پورے اشتیاق اور غور کے ساتھ پڑھیں گے۔ ممکن ہے اُن کی آتشِ محبت کی وہ چنگاری بڑھ کر شعلہ بن جائے۔ اور وہ "رسمی" ایمان و اسلام کے بجائے حقیقی ایمان اور اسلام اختیار کرلیں کیونکہ یہی مقصود حیات ہے۔ جب تک ایمان واسلام حقیقی نہ ہوں اعمال شرفِ قبولیت حاصل نہیں کر سکتے۔

عاشقانِ حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ حضور رحمتہ اللعٰلمینؐ کی حیاتِ طیبہ، کمالاتِ نوری وحقی اور کمالاتِ خلقی و اخلاقی پر مشتمل ہے۔ تاہم عام مسلم مورخین اور قدر دان حضرات، حضور ختمی مرتبتؐ کے کمالاتِ خلقی واخلاقی کا بیان کرتے ہیں۔ لیکن حضورؐ کے کمالاتِ نوری وحقی صرف اولیاء اللہ اور مشائخ کرام کی زبانوں پر آتے ہیں۔ کمالاتِ مذکور کو اتنی شرح وبسط کے ساتھ اردو میں کہیں بیان نہیں کیا گیا جیسا کہ

زیرِ نظر کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔ نہ کہیں ایسی آسان زبان ہی استعمال کی گئی ہے۔ تقریباً تمام مشائخ کرام رضٰ اشاروں کنایوں میں بات کرتے ہیں یا اُن کا بیان تشنہ رہ جاتا ہے جس سے حضور محبوبِ خدا، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کمالاتِ نوری و حقی کما حقہٗ ظاہر نہیں ہو پاتے حالانکہ وہی حصّہ آپؐ کی ذاتِ مبارکہ کا بہترین حصّہ ہے اور جب تک عظمتِ محمدیؐ کے اِن روشن پہلوؤں کو اچھی طرح واضح نہ کیا جائے نہ حضورؐ سے دلی محبت پیدا ہو سکتی ہے، نہ حضورؐ کا پورا ادب و احترام ہو سکتا ہے۔ نہ ایمان کامل ہو سکتا ہے نہ مسلمان شرک سے بچ سکتا ہے۔

حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کمالات کے اُن روشن پہلوؤں کی، جو اِن اوراق میں مذکور ہیں حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تنقیصِ شان کرنے والوں نے ہمیشہ مخالفت کی ہے۔ اس کی وجہ خواہ کچھ ہو اس بات سے ہمیں مطلب نہیں ہے۔ ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو ہرگز وہ بات پسند نہیں ہو سکتی جس سے اُس کے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذرّہ برابر بھی تنقیصِ شان ہوتی ہو۔ لہٰذا مخالفین کی مخالفت انھیں مبارک رہے۔ لیکن نورِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عشاق اس کتاب میں مذکور "عقائد" کو دلوں میں اُتار لیں اس سے اُن کے دل منوّر ہوں گے۔ اُن کا کلمۂ توحید درست ہو جائے گا، عشقِ محمدیؐ میں اضافہ ہو گا۔ اسی نسبت سے اُن کا ایمان مکمل ہو گا اور اسی نسبت سے حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی رحمتوں سے انھیں دونوں جہاں میں نوازیں گے۔

علمی یا عقلی اُدھیڑ بُن میں عمر رائیگاں جاتی ہے لیکن عشقِ محمدیؐ کا سودا کھرا سودا ہے، اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے۔ ناظرین اگر سرکارِ دوعالمؐ نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار اُمتی ہیں تو اپنے علم و عقل پر حضور ختمی مرتبتؐ

کے عشق کو غالب کریں۔ جناں وچنیں کے چکروں سے نکل کر عشق محمدیؐ کے پیکر بن جائیں۔ جو کچھ ان اوراق میں مذکور ہوا ہے قرآن و احادیث سے باہر نہیں ہے، نہ وہ عشقِ صحابہ کرامؓ و محبت سلف صالحینؒ کے خلاف ہے۔ اسے بزرگانِ دین کے کشف و الہام اور اُن کے علم لدنی کی تائید بھی حاصل ہے۔ واضح رہے کہ بزرگوں کا علم محض علم اکتسابی نہیں ہوتا بلکہ وہ منجانب اللہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض قرآنی آیات کے معانی و مفاہیم میں ظاہر بینیوں اور تائید ربانی سے خالی سینوں نے کثیر اختلافات پیدا کر دیئے ہیں جن سے خدا کے بشمار بندے گمراہ ہو چکے اور ہو رہے ہیں شاید اسی صورتِ حال سے پریشان ہو کر علامہ اقبال نے یہ فرمایا ہے :-

قلندر جز دو حرفِ لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہہِ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

قارون تو خود اپنے خزانہ کے ساتھ ڈوبا تھا لیکن جن "قارونوں" کا ذکر علامہ اقبال نے اس شعر میں کیا ہے وہ دیگر بندگانِ خدا کو ساتھ لے کر ڈوبتے ہیں۔ اللہ، حضور رحمتہ اللعٰلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں اپنے بندوں کو ان "قارونوں" کے خزانے سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ یہی علامہ اقبال جب ۱۹۰۵ء میں عازمِ انگلستان ہوئے تو پہلے دلی پہنچ کر حضرت محبوبِ الٰہیؒ کے آستانۂ مبارک پر حاضر ہوئے اور ایک نظم آنجناب کی بارگاہ میں پیش کی جس کے ہر شعر سے حقیقت اور محبت کی خوشبو آتی ہے صرف دو شعر لکھتا ہوں۔

تری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی	مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا
نہاں ہے تیری محبت میں رنگِ محبوبی	بڑی ہے شان، بڑا احترام ہے تیرا

ہم اولیاء اللہ کے مقلد ہیں جن کی شان میں سب سے بڑی قرآنی شہادت یہ ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (۱۰-۶۲)

اس میں دوہری تاکیدیں ہیں۔ ترجمہ یہ ہے۔ خبردار ہو جاؤ اور تاکید جانو کہ اولیاء اللہ کے لئے نہ خوف ہے اور نہ رنج و ملال۔

علامہ اقبالؒ جیسا عالم و فاضل شخص بھی اسی زمرہ میں داخل ہونا چاہتا ہے چنانچہ ایک قطعہ میں وہ فرماتے ہیں :-

عطا اسلافؒ کا سوزِ دروں کر   شریکِ زمرۂ "لایحزنون" کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں   مرے مولا مجھے صاحبِ جنوں کر

ہم اِسی زُمرے کے قائل ہیں کیونکہ یہی حضرات پیکرِ عشق محمدیؐ مغزِ قرآں، اور روحِ دیں ہوتے ہیں۔ بقولِ مولانائے رومؒ رحمۃ اللہ علیہ :-

مغزِ قرآں، روحِ ایماں، جانِ دیں   ہست حُبِّ رحمۃ اللعٰلمینؐ

اولیاء اللہ اسی حُبِّ رحمۃ اللعٰلمینؐ کے پیکر اور دوسروں کے لئے صحیح ترین نمونے ہوتے ہیں۔ انھیں کی تعلیمات اور انہی کے مسلک کی دعوت ہم آپ کو دے رہے ہیں ہماری نیت خیر پر ہے۔ لیکن واضح رہے کہ ایسے اشخاص "اولیاء اللہ" نہیں ہوسکتے نہ ہم اُن کے قائل ہیں جن کی توحید اثنینیت (دوئی) پر قائم ہو نہ ہم اُن کے کمالاتِ علمی کو عشق محمدیؐ کا ہم پلہ قرار دے سکتے ہیں کیونکہ علمی کمالات شیطان کو بھی حاصل تھے۔ لیکن اُس نے نور محمدیؐ کو (یا روحِ سرمدی باری تعالےٰ کو) جس کے حامل آدم علیہ السلام تھے سجدہ نہیں کیا حالانکہ خود اللہ نے اس کا حکم دیا تھا۔ نہ ہی عشق کے کوچہ میں حسب و نسب کی فضیلت کی کوئی قیمت ہوتی ہے کیونکہ یہ فضیلت بعض انبیاء و رسل کی نافرمان اولاد کو بھی حاصل تھی یہ چیزیں اضافی ہیں۔ اصلِ ولایت توحید حقیقی اور عشقِ محمدیؐ میں فنائیت ہے۔ جس کی وضاحت سے زیرِ نظر کتاب پُر ہے بغور مطالعہ کیجیئے۔ اگر اللہ و رسولؐ کو منظور ہوگا تو اس کے مطالب دلنشیں ہو جائیں گے اور عقیدہ درست ہو جائے گا۔ ورنہ خدا و رسولؐ بے نیاز ہے اُسے

کسی کے انکار سے نہ کوئی نقصان پہنچتا ہے نہ اقرار سے فائدہ۔

اے غنی ذاتِ تو از اقرار و از انکار ما
بے نیاز از ما و از پیدائی و اظہار ما (حضور قبلہ شاہ نیاز احمد قدس سرہ العزیز)

ہمارے پاس کسی سے اُلجھنے کا وقت نہیں ہے اور نہ کوئی ہم سے اُلجھے۔ بات سمجھ میں آجائے تو مان لیجئے، ورنہ اپنی راہ چلئے۔ لیکن اتنا ضرور سمجھ لیجئے کہ اگر راستہ صحیح نہیں ہے تو منزلِ مقصود تک پہنچنا قطعاً ناممکن ہے۔ مدینہ منورہ جانے والے کسی شہر جاپان کا ٹکٹ لے کر غلط ہوائی جہاز میں سفر کریں تو وہ مدینہ منورہ کس طرح پہنچ سکتے ہیں؟

ہم نے مدینہ منورہ کے راستے خدا تک پہنچنے کا تمام سامان مفت فراہم کر دیا ہے۔ سفر کرنا آپ کا کام ہے لیکن معاملہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ ابھی "پائلٹ" (یعنی مرشد) کی جگہ خالی ہے۔ اس کے بغیر آپ ایک انچ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ نہ محفوظ سفر نصیب ہوگا۔ نہ منزل پر پہنچیں گے۔ قرآنی حکم وَابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ میں جس "وسیلہ" کا ذکر ہے اس میں یہی تمام اُمور شامل ہیں۔ بالخصوص "مرشد" کا حصول اور اُس کی بے چون و چرا اطاعت ہے۔

اللہ پاک اُن تمام حضرات کو اپنے بے پایاں انعامات سے سرفراز فرمائے جن کی معاونت سے کتابِ ہذا طبع ہوئی ہے آمین بجاہِ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

ہیچمداں
خادم عشاق النبیؐ
محمد عبد الغنی عفا اللہ عنہ

"اس معاونت میں مدینہ پبلشنگ کمپنی کے کارپردازاں فریدالدین صاحب اور محمد مبین صاحب کا خاص الخاص حصہ ہے۔"

مُقدّمہ
(حصّہ الف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

مُقدّمہ (الف)

از مُصنّفِ کتاب

ارشادِ حق تعالیٰ ہے: وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ۔

ترجمہ۔ اور آپؐ (اے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم) انھیں (یعنی منکرین ومشرکین کو) دیکھتے ہیں کہ وہ آپؐ کو دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ آپؐ کو نہیں دیکھتے۔

اس آیت کریمہ میں دیکھنے کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ (اوّل) منکرین و مشرکین کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے صرف ظاہر کو دیکھنا اور اُسے بھی محض ایک معمولی انسان کا ظاہر سمجھنا۔ (دوم) حبیبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نظر۔ یعنی آپؐ کا دیکھنا منکرین ومشرکین کو بحالت مذکورہ۔ (سوم) ایمان و بصیرت کی نظر سے حبیبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شانِ باطن کو دیکھنا۔ (اور اس طرح دیکھنے کی ضرورت واہمیت)

اس آیت کی تفسیر میں صاحب تفسیر روح البیان، عارف باللہ علّامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

"نقل ہے کہ سلطان محمود غزنوی حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں زیارت کے لئے حاضر ہوا ایک ساعت بیٹھ کر عرض کی کہ یا شیخ آپ حضرت ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں کیا فرماتے ہیں شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ ایسا مرد ہے کہ جس نے اُسے دیکھ لیا ہدایت پائی اور سعادت حاصل کی جو مخفی نہیں۔ محمود نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ ابوجہل نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا اور سعید نہیں ہوا اور شقاوت سے خلاصی نہ پائی۔ تو شیخ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ ابوجہل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز نہیں دیکھا بلکہ اُس نے ابوطالب رضؓ کے یتیم کو دیکھا اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتا تو شقاوت سے نکل کر سعادت میں داخل ہو جاتا۔ پھر شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے مصداق اللہ تعالےٰ کا یہ قول ہے وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔ (ترجمہ اُوپر دے دیا گیا ہے)..... پس سر کی آنکھ سے دیکھنا اس سعادت کا موجب نہیں ہے بلکہ باطن اور دل کی آنکھ سے دیکھنا اس سعادت کا باعث ہے۔ تو جس نے بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کو دل کی آنکھ سے دیکھ لیا وہ سعادت سے مشرف ہوا۔

برائے دیدنِ روئے تو چشمِ دیگرم باشد
کہ ایں چشمے کہ من دارم جمالت را نمی شاید

یعنی آپؐ کا چہرہ دیکھنے کے لیے مجھے دوسری آنکھ چاہیے۔ کیونکہ یہ آنکھ جو میں رکھتا ہوں آپؐ کے دیدار کے لائق نہیں ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ خوشخبری ہے واسطے اُس شخص کے جس نے مجھے دیکھا اور واسطے اُس کے جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور واسطے اُس کے جس نے میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا۔ جیسا کہ رسالہ علیہ مصنفہ کاشفیؒ میں ہے"۔[1]

ناچیز مصنّف کتاب ہٰذا عرض کرتا ہے کہ باطن کی آنکھ سے دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلّم کے کمالاتِ حقیقت باطنی کو سمجھ کر اُن پر ایمان محکم رکھا جائے محض ظاہری کمالات کو نہ دیکھا جائے۔ چنانچہ ہر دور کی طرح آج بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو نگاہِ بصیرت سے دیکھنے

[1] ۔ تحقیق العارفین ۔ حصّہ اوّل ۔ صد ۸۱ ۔

والے کم اور آپؐ کو "ابو طالبؓ کے یتیم کی حیثیت سے دیکھنے والے زیادہ ہیں۔ اگر وہ ذرا بلند اُڑے تو آپؐ کو "کمالاتِ بشری" کی اعلیٰ ترین منزل پر دکھا کر ٹھہر گئے۔ گویا کمالاتِ بشری ہی آپؐ کے کمالات کی انتہا ہے۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ آپؐ کے کمالات بشری کے قائل تو کثیر التعداد کفّار و مشرکین اور ذی علم مستشرقین بھی ہیں۔ البتہ وہ آپؐ کی رسالت اور ما وراء البشری حیثیت کے منکر ہیں جسے اولیائے کاملین اور مشائخ عاشقین نے حقیقت محمدیؐ کہا ہے۔ ابو جہل اور اُس کے ساتھی بھی حضورؐ کے اخلاقِ حسنہ اور سیرتِ مقدسہ کے تو قائل تھے مگر آپؐ کو نہ رسول اللہ مانتے تھے نہ آپؐ کے نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰہ ہونے کے قائل تھے۔ اسی لئے نہ معجزات دیکھ کر ایمان لائے نہ معراج مبارک کو حق سمجھا۔

چنانچہ اس معاملہ میں مذکورۂ بالا منکرین و مشرکین اور اُن "مسلمانوں" میں کیا فرق و امتیاز رہ سکتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف "کمالاتِ بشری" کے قائل ہیں۔ کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللّٰہ محمدٌ الرسول اللّٰہ کے صحیح مفہوم پر[1] ایمان رکھنے والوں کی رُوحانی بلندیاں تو عالم ملکوت سے بھی اُوپر پہنچتی ہیں، یعنی وہ تمام "عوالم" سے گزر کر اللہ سے واصل ہوتے ہیں تو پھر وہ اپنے اور تمامی مخلوق کے آقا و مولا۔ سیّد النّبیین والمرسلین، رحمۃ للعٰلمین، نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات کو عالم ناسوت تک ہی کس طرح محدود سمجھ سکتے ہیں۔ "آپؐ کی حقیقت کاملہ، جملہ اوصافِ کمالی کے ساتھ موصوف، جلال و جمال کی جامع، اللہ بزرگ و بلند کی صفتوں

---

[1] یوں تو کلمۂ توحید سے متعلق مختلف نکتے آئندہ صفحات میں جا بجا موجود ہیں لیکن کتاب ہذا کے حصّہ دوم میں اس پر مفصل بحث اور کلمہ کی مکمل شرح بغور پڑھی جائے۔ تاکہ محض سرسری و تقلیدی ایمان کی جگہ حقیقی عرفان محمدیؐ اور ایمانِ قلبی کی نعمتیں حاصل ہو سکیں۔

سے آراستہ، ذاتِ الٰہی کے نور سے ازل سے ابد تک مشرف یعنی خود نورِ حق، کمالاتِ حقی و خلقی پر محیط، اور وجود میں ہر فضیلت کو صورت و معنیٰ، حکم و عین، غیب و شہادت اور ظاہر و باطن میں پورے طور پر حاصل کرنے والی ہے۔"[1]

تفصیل بموجب قرآن و احادیث، ملفوظات و تحریرات متقدمین علمائے حق و اولیاء اللہ و دیگر علماء و محققین رضوان اللہ علیہم اجمعین صفحات آئندہ میں بغور مطالعہ کریں تاکہ ایمانِ حقیقی کی دولت نصیب ہو۔

کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ عالم انسانیت کو ایک مرکزِ امن پر مجتمع رکھنے اور اُسے ایک راہِ امن پر چلا کر عاقبت درست کرنے کے لئے جو دین آیا اُسے اختیار کرنے والوں نے رفتہ رفتہ اُس کی رُوح ہی ختم کر دی اور جو برگزیدہ ترین ہستی، سیّد الانبیاء والمرسلین بن کر اُس دینِ امن و سلامتی کا تحفہ لے کر آئی اُس کے بعض غلاموں نے اُس محسنِ اعظم انسانیت، علمبردار امن و سلامتی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن اوصاف و محامد کو جو خود اللہ تبارک تعالیٰ کے بیان کردہ ہیں، دُنیا سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش ہی کو ایمان سمجھا اور اُس محبوبِ ربّ العالمین کے ادب و احترام کو ختم کر دینے کے لیے اپنا تن من دھن قربان کیا اور آج بھی کر رہے ہیں۔

یہ بے ادب اتنا بھی نہیں سوچتے کہ بعض اقوام اپنے پیشواؤں کو (جن کے نام قرآن پاک کے پیغمبروں کی فہرست میں نہیں ہیں) "پیغمبر" کہہ کر انھیں آسمان پر چڑھا رہے ہیں اور ان میں کسی عیب یا نقص کے قائل نہیں (بلکہ اکثر "فراخ دل مسلمان" بھی اُن کی ہمنوائی کرتے ہیں) لیکن مقامِ عبرت ہے کہ مسلمانوں ہی کے بعض فرقے اپنے نبیِ برگزیدہ اور کامل و اکمل نبی بلکہ انبیاء و

---

[1] الناموس الاعظم ۔ از عارف حقانی سید عبدالکریم الجیلانی قدس سرہٗ

مرسلینؐ کے سردارؐ صلی اللہ علیہ وسلّم کو "آسمان عظمت" سے "زمین عمومیت" پر لانے، اُنؐ کے ادب و احترام کو ختم کرنے' اور انھیں صرف ایک "بشر" بلکہ کمزور سی "مخلوق" ثابت کرنے میں اپنی تمام قوتیں صرف کررہے ہیں اور قدم قدم پر اُس ذاتِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کو "بدعتی" اور "پرستارانِ کفرو شرک" کہتے نہیں تھرماتے۔

ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ اپنے حبیبِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی اور بے حرمتی کو ہرگز برداشت نہیں کرسکتا بالخصوص اگر ایسی بے ادبی یا بے حرمتی خود ان افراد کی زبان یا قلم یا افعال سے ہورہی ہو جو اپنے آپ کو عساکر اسلام کے سپاہی اور شافعِ محشرؐ کے امتی بھی کہتے ہوں۔

لہٰذا انھیں (اور ان کی بدولت تمام ملتِ اسلامیہ کو) فی الحال تو یہی سزا ملی ہے کہ وہ دنیاوی علوم وفنون میں بھی دیگر اقوام سے نہ صرف پیچھے کردیئے گئے ہیں بلکہ ہر شعبۂ زندگی میں اُن کے محتاج و دست نگر بنا دیئے گئے ہیں۔ اور "دینی علوم" میں وہ مختلف فرقوں میں منقسم ہیں اور آپس میں دست وگریباں بھی۔ اب رہی آخرت۔ تو وہاں بھی اس کی سزا یقینی جانیں کیونکہ اللہ نے جس کے سر پر لولاک لما خلقت الافلاک کا تاج رکھا ہو اور جس کی شان میں مارمیت اذ رمیت ولکنّ اللہ رمٰی ہی نہیں پورا قرآن پاک نازل فرمایا ہو وہ اپنے اس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو کس طرح معاف کرسکتا ہے۔ انھیں معاف کرنا یقیناً اُس کے عدل کے خلاف ہوگا۔

ہاں اگر اُس کی رحمت بخش دے تو بعید نہیں۔ تو پھر ایسے لوگ اُس کی رحمتِ مجسم (یعنی رحمۃ اللعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلّم) کے عشق کا سہارا ہی کیوں نہیں لیتے اور یہیں اُن کے قدموں پر سر کیوں نہیں رکھتے؟ لولاک

لماخلقت الافلاک کے بموجب صرف وہیؐ اصلِ کائنات اور بموجب
وما ارسلنٰک الا رحمۃ اللعٰلمین ، تمام عالمین کیلئے رحمت ہیں ۔ پھر کیوں اِن
"احسان فراموش" "بے ادبوں" کا حال یہ ہے کہ اسلامی اخوت ومساوات
سے لے کر ان کا ہر بنیادی عقیدہ و عمل حتیٰ کہ توحید و عبادت تک، سب
کچھ محض رسمی، سطحی اور بے رُوح ہے ۔ کیونکہ اُن کی ہر بات محبت رسولؐ
اور ادب واحترام نبویؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی ہے ۔ وہ محبوبِ خُدا
صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خود حق تعالےٰ کے کامل ترین مظہر اور نور ذاتی ہیں ۔
(جیساکہ آئندہ اوراق میں بخوبی ثابت کردیا گیا ہے) زندۂ جاوید نہیں سمجھتے
نہ آپؐ کو نورحق سمجھ کر ۔ انھیں ہر جگہ حاضر و ناظر یقین کرتے ہیں حالانکہ قرآن
اس کا شاہد ہے ۔ نہ وہ بے ادب، ادب واحترام کے ساتھ کھڑے ہو کر
صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے قائل ہیں ۔ حالانکہ روزانہ نماز میں التحیات پڑھتے
وقت کہتے ہیں السلام علیک ایھا النبی ۔ اور جب مدینۂ منوّرہ جاتے
ہیں تو مزارِ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر بالمواجہ صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں ۔
انھوں نے متقدین علمائے اہل سنّت ومشائخ کرام، بالخصوص عاشقانِ
محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی طریقوں کو "ناقابلِ عمل"، "خلاف شرع"،
"زندگی سے فرار"، "افیون"، "بدعت"، اور "کفر وشرک" وغیرہ کے
خطابات دیئے ہیں ۔ حالانکہ وہ سب علماء ربانی تھے ۔ وہ ذرا اُن کی
بیش قیمت خدمات اور اُن کے عملی طریقوں کے خلاصے پر جو درج ذیل ہے ۔
انصاف کی نظر ڈالیں اور ایمان کو تازہ کریں ۔

(۱) اُن بزرگانِ سلف بالخصوص مشائخ کبارؒ نے حقیقت محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم
کا صحیح مقام سمجھایا

(۲) آپؐ کی ذاتِ اقدس سے صحیح نسبت عشق قائم کرنے کے طریقوں کو "فن"

کی حیثیت دی۔

(۳) توحید حقیقی کے اسرار و غوامض از روئے قرآن و سنت ثابت کر کے اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو شرکِ حقیقی سے محفوظ رکھنے کا سامان قدم قدم پر کیا۔

(۴) توحید حقیقی پر حق الیقین کی حد تک ایمان رکھنے کو "رُوحِ دین" قرار دیا اسی کو عمل صالح اور عبادات کی اصلی بنیاد قرار دے کر "صراطِ مستقیم"، "راہ نجات" اور "خدا رسی" کی وضاحت کی۔

(۵) مساوات و اخوت۔ عقائد و معاملات۔ عبادات و روحانیت سب کو عشقِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں ڈبو کر مختلف جماعتوں اور فرقوں میں یک رنگی پیدا کرنے کی ہمیشہ کوشش کی۔

یہ اصول اولیاءؓ اللہ اور مشائخ کرامؒ کے تھے۔ چنانچہ وہ ان پر صدق دل سے عمل کر کے عشاقِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو بواسطہ عشقِ محمدیؐ ایسا "خدامست" بنا دیتے تھے کہ انھیں مذہبی اور فرقہ وارانہ مناقشات سے نفرت پیدا ہو جاتی تھی اور وہ آخری سانس تک مذکورۂ بالا اصولوں پر عمل پیرا رہ کر اپنی روحوں کو نور کے سانچوں میں ڈھالنے کی کوشش میں مصروف رہتے تھے اور عشقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند لے کر سرخروئی کے ساتھ اللہ کے حضور میں حاضر ہوتے تھے۔

چنانچہ لاکھوں کروڑوں بندگانِ خدا ہر دور میں اسی راہ پر چلے اور آج بھی کسی نہ کسی سلسلۂ طریقت سے وابستہ ہو کر اسی راہ کے نشیب و فراز طے کرتے ہیں۔

لیکن ہر دور میں ایسے افراد بھی رہے ہیں جنھوں نے مذکورۂ بالا اصولوں کی پیروی نہیں کی۔ انھوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نورٌ من نور اللہ

اور حق تعالیٰ کا ظہور اکمل سمجھنے کے بجائے آپ کو صرف ایک بشر اور وقتی پیغام رساں سمجھا اور آپ کی دائمی حیات و امتیازی صفات، آپ کی جاودانی حقیقت جامعہ اور کمالات الٰہیہ کے ساتھ آپ کے وسیلہ کی جاودانی ضرورت و اہمیت کو بالکل فراموش کر دیا۔ اور صرف اپنے ناقص علم اور رسمی عبادت پر مغرور ہو کر اللہ سے براہِ راست رابطہ پیدا کرنا چاہا۔ ظاہر ہے کہ یہ راستہ اللہ کا پسندیدہ نہیں ہے۔ ورنہ وہ اپنے محبوب اقدسؐ کی اس قدر تعریف و توصیف کیوں کرتا جتنی اُس نے کی ہے۔ اور آپؐ کو اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان "وسیلہ" و "برزخِ کبریٰ" کیوں بناتا۔ لہٰذا عشق محمدیؐ کو نظر انداز کر کے براہ راست خدا تک پہنچنے کی کوشش کرنے والے نہ صرف خدا رسی میں ناکام رہے بلکہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوئے۔

؎ نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن چھوڑ کر خدا کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے بے ادبوں کو کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ اُن کا اسلام طبعی (یعنی ان کی طبیعت کے فیصلوں کے مطابق)، رسمی و بے روح (یعنی جس پر حقیقتاً ان کا ایمان باقی نہ ہو) اور مقصد حقیقی سے دور لے جانے والا بن گیا اُن کی روحانی ترقی (جو انسان کی اصل ترقی ہے) رُک گئی۔ کیونکہ کڑوی نیم کا درخت لگانے والوں کو شیریں آم کبھی نہیں مل سکتے۔ جہنم کا راستہ اختیار کرنے والا جنت کیوں کر پا سکتا ہے محبت نبوی صلعم کو خیر باد کہہ دینے والے سے خدا کس طرح خوش رہ سکتا ہے؟ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والا خدا کی نظرِ کرم کا مستحق کس طرح ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اللہ کی خفگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان سے عقل سلیم، سلامتی طبع اور

صحتِ فکر و نظر کی نعمتیں بھی چھین لی گئیں۔ انھوں نے دنیاوی علوم و فنون کے دروازے خود اپنے اُوپر بند کر لیے اور مذہبی مناقشات و فرقہ وارانہ منافرت کو ہوا دیتے رہنے ہی کو اپنی زندگی کا خاص نصب العین بنالیا۔ [ان میں جن افراد نے بطور استثنار دنیاوی[1] علوم و فنون میں مہارت پیدا کی اُن کی اکثریت عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رہی حتیٰ کہ ان میں اور غیر مسلم اقوام میں عشقِ محمدیؐ کی حد تک کوئی فرق نہ رہ گیا۔ تاہم یہ حضرات تنگ نظر دینی رہنماؤں سے ضرور بہتر ہیں کیونکہ وہ فرقہ واریت اور باہمی مناقشات مذہبی سے دور رہتے ہیں۔ کاش یہ حضرات اولیار اللہ کا مسلک اختیار کر کے روحانی ترقی کی کوشش بھی کرتے۔]

غیر عاشق تنگ نظر، فرقہ پرست، "علماء" نے ایک ستم اور زیادہ خطرناک ڈھایا وہ یہ کہ انھوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپؐ کے ادب و احترام کو عوام الناس کے دلوں سے ختم کرنے کی منظم کوششیں شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ آپؐ کے محامد کے بیان اور آپؐ کی تعظیم و تکریم کو اُن کی خباثت باطنی نے "شرک" قرار دیا۔ اور اس کا جواز ثابت کرنے کے لیے انھوں نے اکثر آیاتِ قرآنی کے معنی تک بدل دیئے۔ کہیں ترجمہ میں ایسے الفاظ استعمال کئے جس سے صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان اور تحقیر منزلت لازم آتی ہے حالاں کہ ان

[1] واضح رہے کہ "دنیاوی علوم و فنون" سے میری مراد وہ علوم و فنون ہیں جو خدا اور رسولؐ کی محبت سے ہمیں غافل رکھیں۔ یہ قصور بھی دراصل علوم و فنون کا نہیں ہوتا بلکہ خود ان افراد کے دلوں کا ہے جو خدا اور رسولؐ کی محبت کو فراموش کر دیتے ہیں اور یہ بیشک خدا کی خفگی کا اثر ہے۔ اللہ پاک بحق حبیب صلعم محفوظ رکھے۔

آیات میں بظاہر آپ مخاطب ہیں لیکن حقیقتاً اُمتِ محمدی مراد ہے[1] کہیں ایسے معنے لکھے جو صریحاً قرآن و احادیث کے بیان کردہ اوصافِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہیں یعنی اُن کے بیان کردہ معنے قرآن و احادیث کی تردید کرتے ہیں[2] کہیں ایسے معنی بتائے جو صحابۂ کرام رض، تابعین رض، تبع تابعین رض، اولیاء اللہ رض، ائمہ کرام رض، متقدمین علماء و مشائخ، اکابر محدثین و مفسرین کے عقائد و اجماع، سب کے خلاف ہیں۔ کہیں اُن آیات کو مومنین صادقین پر چسپاں کرتے ہیں جو کفّار و مشرکین کے لئے نازل ہوئی ہیں بتوں اور اُن کے باطل معبودوں کے لئے جو الفاظ ہیں انھیں اولیائے کرام اور مشائخ عظام پر چسپاں کر کے اُن کے متبعین پر طعن کرتے ہیں[3]۔ مختصر یہ ہے کہ وہ محض تنگ نظری اور فرقہ وارانہ تعصب میں مبتلا رہتے اور اصل مدعا کو فراموش کر جاتے ہیں بعض آیات کا مفہوم صاف ہے مگر اُن لوگوں نے قبول نہ کیا انھیں آیات متشابہات کی فہرست میں شامل کر کے مطلب کو خدا کے حوالہ کر دیا۔ خود بھی متقدمین علماء و مشائخ کی وضاحت قبول نہیں کی اور دوسروں کو بھی یہ کہہ کر باز رکھا کہ ان کی بات ہرگز نہ مانو۔ یہ سب نعوذ باللہ "شرک" ہے۔ وغیرہ وغیرہ

ایسے لوگ اپنی کور فہمی اور کج بحثی کی شدت میں اس بات کو بھول

---

[1] اس کی متعدد مثالیں متن میں اپنے مقام پر ملیں گی۔ علاوہ بریں علامہ سید علی محتشم صاحب مدفیوضہٗ کے رسائل میں بھی کافی مثالیں موجود ہیں۔ یہ رسائل مندرجہ ذیل پتہ سے ملیں گے:
حاجی سید عبدالعزیز صاحب شیرانی مکان ۶۴۵ھ فاطمہ جناح کالونی، جمشید روڈ۔ کراچی ۵

[2] ان مثالوں سے ہمارے علماء و مشائخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

[3] دیکھو (۱) اطیب البیان (فی التردید تقویت الایمان) مولفہ صدر الافاضل حضرت مولوی حکیم محمد نعیم صاحب رح مرادآبادی
(۲) جاء الحق و زھق الباطل مولفہ مفتی احمد یار خاں صاحب۔

گئے ہیں کہ جو راستہ انھوں نے اختیار کیا ہے وہ خالص ابلیس کا راستہ ہے۔ ابلیس کو بھی اپنے سطحی "علم" اور کثرت عبادت پر ناز تھا۔ اُس نے بھی نہ نورِ محمدیؐ کو پہچانا نہ اللہ کی خوشنودی کو (اور جان بوجھ کر نورِ محمدیؐ کے ساتھ بے ادبی کی) اسی لئے اللہ کی فرماں برداری کے بجائے حجت و استدلال بے جا کو پسند کیا۔ اور رضائے حق پر طوقِ لعنت کو ترجیح دی۔ واضح رہے کہ ابلیس نے تمام عمر عبادت کی تھی لیکن اس کی نامقبولیت، اُس وقت ظاہر ہوئی جب کہ اُس نے نورِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام کرنے سے انکار کیا اور سجدہ نہ کیا۔ پس ثابت ہو گیا کہ مقبولیت، کی دلیل صرف عبادت الٰہی نہیں ہے بلکہ اُس کے ساتھ خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبّت اور آپؐ کا انتہائی ادب واحترام بھی ضروری ہے۔ ورنہ خالی عبادت خواہ کتنی ہی زیادہ ہو اگر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے سرشار ہو کر نہ کی گئی ہو۔ اور اگر ایسا عابد، نورِ حقیقتِ محمدیؐ کو غیر ذات حق سبحانہ مانتا ہے (یا بالفاظ دیگر وہ کلمۂ توحید کو کلمۂ ثنویت مانتا ہے) تو وہ نہ مسلمان ہے نہ مومن نہ عاشق نہ مقرب۔ اور اُس کا ایمان و اسلام اور اُس کی عبادات و اعمال سب منھ پر مارے جائیں گے۔ ابلیس کا واقعہ عشق محمدیؐ کی کسوٹی ہے۔ جس کا جی چاہے اس کسوٹی پر کس کر اپنے سونے کو خود پرکھ لے۔ ابلیس یہ نہ سمجھ سکا کہ خدا اپنے غیر کو سجدہ کرنے کا حکم کس طرح دے سکتا ہے۔ دراصل ابلیس نے جو استدلال پیش کیا اُس میں "توحید پرستی" کی آڑ میں نورِ محبوبیؐ کی تحقیر و توہین تھی۔ آدم علیہ السلام کا وجود دراصل نورِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور تھا اور وہی نورِ حق تھا۔ ابلیس یہ بھول گیا کہ اللہ کو وہی توحید پسند ہے جو نورِ محبوبیؐ کے انتہائی ادب واحترام پر مبنی ہو۔ لیکن اُس نے اللہ کی پسندیدہ توحید اور اُس کے محبوبؐ کے احترام کو مسترد

کر کے خود اپنی پسندیدہ توحید پیش کی تھی۔ اور اُسے استدلال منطقی یا اپنی "زیرکی" سے صحیح ثابت کرنا چاہا تھا۔ (جیسا کہ عظمتِ محمدیؐ کے مخالف بے ادب اشخاص آج بھی کرتے ہیں) اس شیطانی "زیرکی" پر حق تعالیٰ ناراض ہوگیا۔ (عشق و اطاعت کی جگہ منطق، حجت اور استدلال بے جا کو "زیرکی" کہا جاتا ہے۔) کیا عظمتِ حقیقت محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے خبر اور آپ کے عشق و احترام سے روکنے والے علمائے سوء اور اُن کے پیچھے چلنے والے افراد اُنہی باتوں پر کاربند نہیں ہیں جو سطور بالا میں خط کشیدہ عبارت سے واضح ہیں؟

"زیرکی" کے متعلق عارفِ رومیؒ فرماتے ہیں:۔

زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم است ۔۔۔ داند او کو نیک بخت و محرم است
زیرکی ظن است و حیرانی نظر ۔۔۔ زیرکی بفروش و حیرانی بخر

گرچہ بنماید کہ صاحب سِر بود ۔۔۔ عقل جزوی عشق را منکر بود
تا فرشتہ لا نشد اہریمنی ست ۔۔۔ زیرک و داناست اما نیست نیست

لہٰذا ایسی عقل اور ایسا علم، جو عشقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع نہ ہو اور جو آنحضرتؐ کے ادب و احترام کو دنیا میں فروغ دینے کے بجائے اُس کی مخالفت کرے، مسلمان کو دائرۂ اسلام ہی سے خارج کر دیتا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے شاید ایسے ہی مسلمانوں کے لئے کہا ہے:۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

دل و نگاہ کے مسلمان ہونے کا مطلب بہ اصطلاح قرآنی، انسان کا "مومن" بن جانا ہے۔ چند عربوں نے کہا ہم ایمان لے آئے لیکن وہ اس دعویٰ

میں سچے نہیں تھے[1]۔ ان کے لئے باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔ اے میرے حبیبؐ۔ آپؐ اُن سے فرمادیں کہ ابھی تم ایمان نہیں لائے البتہ اسلام لائے ہو۔ دیکھو سورہ الحجرات آیات ۱۴ و ۱۵ (تفسیر نور العرفان میں ان آیات بالخصوص آیۃ نمبر ۱۶ کے تحت یہ عبارت ہے:-

(حضورؐ سے عرض معروض اللہ سے عرض ومعروض ہے ..... اللہ کو دیکھنا ہے تو حضورؐ کو دیکھو، اگر ربّ کے ساتھ بیٹھنا ہے تو حضور کی بارگاہ میں بیٹھو۔)

اسلام محض زبانی اقرار ہے۔ ایمان، اقرار باللسان کے ساتھ تصدیق بالقلب بھی ہے۔ اس درجہ سے بلند احسان یعنی عبادت بالمشاہدہ کا درجہ ہے۔ (دیکھو حدیث احسان) مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے لیکن اللہ کا ولی خود اللہ سے دیکھتا اور اللہ سے سُنتا ہے یعنی اللہ اُس کی آنکھیں اور اس کے کان بن جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے سُنتا ہے۔ اللہ اُس کے ہاتھ بن جاتا ہے جن سے وہ کام کرتا ہے وغیرہ وغیرہ (دیکھو حدیث قرب نوافل اور حدیث قرب فرائض) لیکن اس درجہ پر پہنچنے کے لئے پہلے فانی فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ضروری ہے۔ یہاں "زیرکی" نہیں عشق کی ضرورت ہے (عشق محمدیؐ ہی عشقِ خدا ہے۔ خدا، پردہ محمدؐ ہی میں ظاہر ہے۔)

جہاں عقل کی ختم ہوتی ہے سرحد
(زیرکی)
وہاں عشق پڑھتا ہے ایماں کی ابجد
(عشق محمدیؐ)

کہاں فہم انساں کہاں شانِ احمدؐ
یہ قمریِ بے پر، وہ سروِ سہی قد
محمدؐ محمدؐ محمدؐ محمدؐ[2]

---

[1] یہ آیات بنی اسد کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئیں جو دل سے ایمان نہیں لائی تھی۔ سورہ ۴۹: ۱۴/۱۵

[2] کمترین کا یہ خمسہ اور چند دیگر نظمیں (اُردو فارسی) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا وصفت میں، قابلِ مطالعہ ہیں۔ نغماتِ عشق میں ملاحظہ ہوں۔ اس کا دوسرا حصہ آیاتِ عشق زیرِ کتابت ہے۔

لیکن فانی فی الرسولؐ ہونا عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر منحصر ہے۔ اور آپؐ کا عشق اسی وقت کامل ہو سکتا ہے جبکہ آنحضرتؐ کی حقیقت اور آپؐ کے کمالاتِ باطنی وحقی پر بھی ایمان کامل ہو۔ اور آپؐ کی "عبدیت" و "رسالت" کا صحیح مفہوم[1] بھی دل نشیں ہو کیونکہ آپؐ کی شان آپؐ ہی کے لئے مخصوص و ممتاز ہے۔ جو لفظ جن معنیٰ میں آپؐ کے لئے استعمال کیا جائے گا وہ کسی نبی یا رسول کے لئے بھی استعمال نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ عام انسان کے لیے ہو لہذا عبدہٗ ورسولہٗ کے بھی مخصوص معنے ہیں جو فقط آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہیں۔ دیکھو حصہ سوم کتاب ہذا کے باب ۱ میں نکات ۱۰۔ ۱۳۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸ وغیرہ۔ ان کے علاوہ پوری کتاب میں جابجا ایسے ہی نکات مذکور ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت یہ ہے کہ آپؐ نورٌ من نور اللہ ہیں، اور آپؐ حق تعالےٰ کے کمالات ذاتی واسمائی وصفاتی کے مظہر اتم و اکمل ہیں۔ ان امور کی تصدیق قرآن پاک اور احادیث نبویؐ سے ہو رہی ہے۔ متعلقہ آیات قرآنی، واحادیث نبویؐ کی وضاحت جو متقدمین یا دیگر اکابر محدثینؒ وعلماء محققینؒ ومشائخؒ وعارفینؒ نے کی ہے اُن کے مختصر اقتباسات سے زیرِ نظر کتاب کے اوراق مزین ہیں۔

لیکن سطحی علم پر مغرور ہو جانے والوں کے حق میں ان کا علم وتکبر ہی حجابِ اکبر بن گیا۔ اور وہ مذکورہ بالا حقائق کے منکر ہو گئے۔ خود اسلام و ایمان کا بنیادی کلمہ یعنی کلمۂ توحید، وہ کوزہ ہے جس میں اوصاف محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا بحرِ بیکراں ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ لیکن سطح بین "اہل علم" اس کلمۂ توحید کے صحیح عرفان سے محروم ہیں۔ انھوں نے کلمۂ توحید کو کلمۂ ثنویت بنا رکھا ہے

[1] آپؐ کی "عبدیت" اور "رسالت" کی وضاحت آگے کسی باب میں مذکور ہے۔

اور یہی شرک حقیقی ہے ان کا اقرار زبانی ہے اور وہ بھی ناقص و نامکمل مفہوم توحید سے متعلق ہے۔ نہ اُن کے قلب کی آنکھ کھلی۔ نہ معارف حقیقت محمدیؐ انھیں نظر آئے نہ اُن کا ایمان مکمل ہوا نہ انھیں عشق و عرفان کی دولت نصیب ہوئی۔ چنانچہ عارفینؒ کاملین کی نظر میں وہ مشرک ہیں اور مشرک ہی مریں گے جب تک کہ فضل الٰہی اور رحمتہ اللعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت شامل حال نہ ہو۔ اور ان کے عقیدے دُرست نہ ہو جائیں۔

باب ۲ میں کلمۂ توحید اور اس میں مقام محمدؐ الرسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شمّہ وضاحت کی کوشش کی گئی ہے۔ کاش منکرین کی سمجھ میں آجائے۔ اس کے علاوہ شائقین کرام حضرت عطار علیہ الرحمتہ کی مثنوی کا مطالعہ بھی کریں جو تذکرۂ غوثیہؒ (قلندریہ میں) موجود ہے۔ نیز کتاب کلمتہ الحق از حضرت شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی بھی موجود ہے جس کا جواب آج تک علمائے مخالفین نہ لکھ سکے، سیّد علی محتشم نقوی مدفیوضہٗ کے رسائل جو کتاب ہذا کے مصنف سے مل سکتے ہیں اور ان کے علاوہ کتاب دلیل العارفین فی حقیقت سیّد المرسلینؐ ہر دو حصص۔ جو محمد یار رولوڑ۔ چک نمبر ۲۱۴۔ رکھ برانچ۔ ڈیڈی والا کلاں۔ ڈاک خانہ طارق آباد تحصیل و ضلع لائل پور سے مل سکتی ہیں۔ ان تمام کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔ اِن کتب کے علاوہ درجنوں کتابوں کے حوالے دیئے جا سکتے ہیں اور زیرِ نظر کتاب میں بھی دیئے جا رہے ہیں۔ بشرطیکہ تعصب اور ہٹ دھرمی کا چشمہ نظر سے ہٹا کر اُن کا مطالعہ کیا جائے۔ ورنہ، نہ کلمۂ توحید و کلمۂ شہادت کے حقیقی معنے سمجھ میں آئیں گے نہ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح نسبت سمجھ میں آئے گی۔ نہ ایمان مکمل ہوگا۔ نہ کلمۂ شہادت میں دی جانے والی شہادت صحیح ہوگی۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ لہٰذا ضروری ہے کہ وہ کسی استاد روحانی کا ہاتھ پکڑ کر ایمان و روحانیت کا راستہ طے کریں۔ بڑے بڑے بزرگوں نے

مرشد کا وسیلہ پکڑا ہے اور وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ پر دل سے عمل کیا ہے تب کہیں خدا و حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل ہوئی ہے اور وہ مراد کو پہنچے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ منکرین کے "ایمان" کے پلّے میں انکار و اعتراض کے سوا کچھ نہیں ہے لہٰذا وہ اعتراضات ہی کریں یہ بھی ممکن ہے کہ کافر و مشرک ہونے کے فتوے دے ڈالیں۔ لیکن وہ پہلے خود اپنے شرک بالذات کی اصلاح کریں اور یہ بھی خیال رکھیں کہ ان کا اعتراض یا فتویٰ اولیاء اللہ اور اکابر علماء و محققین کے خلاف ہوگا۔ ہم تو صرف اُن بزرگوں کے عقائد و ارشادات کی وضاحت کر رہے ہیں۔

لہٰذا ان بزرگوں کو بُرا کہہ کر معترضین اپنا نامۂ اعمال اور زیادہ سیاہ کرنے کی کوشش نہ فرمائیں بلکہ اُن کا راستہ اختیار کریں تاکہ رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارانِ کرم کے چھینٹوں سے اُن کی فردِ گناہ دُھل سکے۔ کیونکہ اُس سرچشمۂ رحمت کی طرف بہ ہزار عاجزی و انکساری رجوع کرنے کے سوا کوئی دوسرا چارۂ کار ہے ہی نہیں۔ خدائے باطن غیب الغیب ہے۔ تمھیں پہلے "خدائے ظاہر" سے واسطہ درست کرنا ہے اور بموجب قرآن پاک یہی صحیح راستہ ہے۔ وَابْتَغُوا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ۔ (خدائے ظاہر ظہور اسماء و صفاتِ باطن "جسے خود اللہ نے "محمدؐ" کہا)

خود باری تعالیٰ نے اپنے حبیبِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم کو گنہگاروں کی بخشش کی شرط قرار دیا ہے۔ چنانچہ صاف الفاظ میں ارشاد ہو رہا ہے:۔

وَلَوْ اَنَّہُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَہُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَہُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۝

(پارہ ۵۔ سورۂ نساء رکوع ۹)

ترجمہ: "اور اگر اُنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے تو اے محبوبؐ تمھارے حضور

میں حاضر ہوں۔ پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسولؐ بھی اُن کی شفاعت فرمادیں تب کہیں وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔"

اس آیتِ کریمہ میں گناہ معاف کروانے کی تین شرطیں ہیں جن میں شرط اوّل سرکارِ محبوبیؐ میں حاضر ہونا ہے۔ اس کے علاوہ چند دیگر معارف بھی یہیں لکھ دوں تو بہتر ہے (حالانکہ مقدمہ طویل ہو چکا ہے مگر عاقبت کی دُرستی کے لئے طوالت اختیار کرنا بُرا نہیں ہے۔) ان معارف پر بھی (اسی آیت کریمہ کے پیشِ نظر) ایمان کامل رکھنا ضروری ہے۔ یعنی:-

(۱) آیتِ کریمہ کا حکم قیامت تک کے لئے ہے لیکن حاضری کی واحد صورت مدینۂ منورہ میں حاضری بالصراحت مذکور نہیں ہے نہ ہر شخص اس کی استطاعت رکھتا ہے۔ پھر گنہگار کس طرح آپؐ کے حضور میں حاضر ہوں۔؟ جواب یہ ہے کہ پہلے مندرجۂ ذیل نمبر ۲ و ۳ پر ایمان لائیں یعنی ـــــ

(۲) سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن امتیازی اوصاف پر ایمان لائیں کہ حضورؐ اللہ کی اکمل شانِ ظاہر ہونے کی حیثیت سے نہ صرف زندۂ جاوید ہیں بلکہ قیامت تک ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر بھی ہیں اور

(۳) دِلی اور ایمانی توجّہ کے ذریعہ روحانی رابطہ پیدا ہوجانا یقینی ہے۔ حضورؐ علیہ السلام کے پردۂ ظاہری فرما لینے کے بعد ہماری حضوری و حاضری کی یہی صورت باقی ہے۔ اور بہ لحاظ طریقت اپنے مرشد کے برزخ کے ذریعہ فوراً رابطہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ مرشد نائب رسولؐ ہوتا ہے پھر بعد ریاضت و مجاہدہ اصالتاً دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری بھی نصیب ہوسکتی ہے بشرطیکہ حضورؐ پسند فرمائیں ورنہ اُنؐ کی رحمت گنہگار فریادی کی دستگیری فرماتی ہے۔ ان عقائد کے بعد مدینۂ منوّرہ

کی حاضری بھی با اثر بن جاتی ہے ورنہ محض رسمی رہتی ہے۔

؎ کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو　　تم ایسے رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْن ہو
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلَّم

(۴) جو اشخاص مدینۂ منورہ حاضر ہو سکیں وہ وہاں حاضر ہوں اور مؤدب ہو کر نہایت عاجزی کے ساتھ معافی طلب کریں کیونکہ ہم گنہگاروں کے لئے تو سب کچھ آپؐ ہی ہیں۔ اوّل بھی آپؐ۔ آخر بھی آپؐ۔ ظاہر بھی آپؐ باطن بھی آپؐ۔ آپؐ ہی حق تعالیٰ کے اوّلین ظہور ہیں اور تخلیق کائنات تو آپؐ کے باعث ہوئی ہے (اوّل ما خلق اللہ نوری۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔ لولاک لما اظہرت الربوبیتی) آپؐ ہی ربّ کی ربوبیت۔ اور تمام کائنات کے ظہور کا باعث ہیں۔ آپ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے (وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ الآیۃ) ہمیں آپ جو عطا فرمائیں اُسے لے لینے اور جس سے آپؐ منع فرمائیں اس سے باز رہنے کا حکم خود اللہ دے رہا ہے۔ (وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا الآیۃ) وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ رَمٰى۔ یعنی وہ خاک جو آپ نے پھینکی تھی (اے حبیبؐ) وہ آپؐ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی (الآیۃ) اور من رآنی فقد رای الحق۔ (حدیث) جس نے مجھے دیکھا اُس نے یقیناً اللہ کو دیکھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ اور اسی طرح کی متعدد آیات و احادیث (جو زیرِ نظر کتاب میں مع شرح و تفسیر ارشادات علمائے حق، جابجا مذکور ہیں) وجود و ذاتِ مبارکہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت، آپؐ کی عظمتِ شان اور لزوم ادب و احترام کو کما حقہٗ ثابت کر رہی ہیں۔ کاش عشقِ محمدیؐ کی آگ غافلوں کی "ابوجہلیت" اور اُن

کے سطحی علوم و عقائد اور نفسانیت کی آلائشوں کو جلا کر خاک کر دے اور دلوں کو نورِ محمدیؐ سے منور فرما دے۔ تا کہ ان کی عاقبت بخیر ہو۔ آمین

حقیقت محمدیؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپؐ کی بے مثل ولازوال عظمتوں سے عام لاعلمی اور علماء سوء کے پیدا کردہ طوفانِ جہل و بے ادبی کے خطرات سے مجبور ہو کر، ہم نے بعض ایسے حقائق سے پردہ اُٹھا دیا ہے جنھیں بصیغہ راز (عوام سے پوشیدہ) رکھا جاتا تھا خواص کے لئے یہ معارف کبھی پوشیدہ نہیں تھے۔ ان کی کتابیں، اس کی گواہ ہیں۔ البتہ اُن کی عبارت پیچیدہ رکھی جاتی تھی لیکن ناچیز مصنّف کے خیال میں اب عام اہل علم تک آسان زبان میں ان حقائق و معارف کا پہنچانا ضروری ہے تاکہ وہ علمائے سوء کے زہریلے پروپیگنڈے اور ایمان سوز بے ادبیوں سے محفوظ رہ سکیں ممکن ہے بعض مشائخ کرام کی نظر میں یہ اقدام غلط ہو۔ لیکن مصنّف کی نیت خیر پر ہے۔ عملی سلوک بعد ارادت تعلیم کئے جائیں لیکن سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی ولازوال عظمتوں کو دورِ حاضر میں جس قدر پوشیدہ رکھا جائے گا اسی قدر تیزی کے ساتھ لوگ ابوجہلی ذہنیت والوں کے جال میں پھنستے جائیں گے۔

لہٰذا متعدد نکات کو، جو قرآن و احادیث میں مذکور ہیں۔ ذرا زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔

وَاللہ غفورٌ الرّحیم و نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم۔

وما علینا الا البلاغ۔

ہیچمداں محمد عبد الغنی غفرلہٗ
قادری چشتی نیازی نظامی

کراچی
۱۹۷۸ء

مُقدّمہ
(حصہ ب)

مُقدمہ (حصّہ ب)

فصل - ۱

ہستی حقیقی کی تنزیہہ و تشبیہہ

یعنی حقیقت محمدیؐ اور ظہورِ محمدیؐ

حق اندر شانِ تشبیہی محمدؐ نام خود خواندہ
محمدؐ غیرِ حق نبود بحکمِ ذوقِ عرفانی

(حضرت نیاز بے نیاز رح بریلوی قدس سرّالعزیز)

حق سبحانہٗ و تعالےٰ کی دو شانیں ہیں (۱) تنزیہہ (۲) تشبیہہ - یا غیب و شہادت۔ دونوں شانوں کے متعلق قرآنِ پاک میں مختلف آیات موجود ہیں جن کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ اللہ خود فرماتا ہے "عالم الغیب والشہادۃ" اس سے دونوں شانیں ثابت ہیں۔

لفظ الٰہ العالمین میں الٰہ اسم ذات، جامع جمیع صفاتِ کمالیہ ہے اور عالمین اُسکے اسمار وصفات کی ضروری تفصیل ہے۔ ھوالاولُ و الاٰخرُ والباطنُ والظاھرُ - یعنی اللہ ہی باطن ہے اور وہی ظاہر ہے۔ظاہر و باطن صفاتِ الٰہیہ بلحاظ مکان ہیں۔ وہی اوّل و آخر بھی ہے یہاں اوّل و آخر بلحاظِ زماں ہیں۔

اللہ ظاہر ہے اس سے کوئی انکار نہیں کرتا لیکن کس پر۔ کہاں کس طرح اور کیوں ظاہر ہے، اِن امُور میں اختلاف ہے یعنی ہر سوال کے جواب میں اختلاف ہے۔ زیر نظر کتاب میں ان نکات پر ازروئے قرآن و احادیث

وعقائد اولیاء اللہ، روشنی ڈالنے کی امکانی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تبارک و تعالےٰ ہادیِ حقیقی ہے۔

ظہورِ ذاتِ حق سبحانہٗ و تعالےٰ کا بیان عرفائے محققین اور اولیائے کاملین نے مختلف "مراتب ظہور" کے تحت کیا ہے جس کی کچھ تفصیل آگے بیان ہوگی۔

توحیدِ اسلامی، اللہ ہی کی توحید ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کامل کے بغیر توحید کا عقیدہ بھی کامل نہیں ہوتا۔ اس کی تفصیل "کلمۂ توحید" کی شرح میں ملے گی جو اس کتاب کے حصّہ دوم میں مذکور ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی جگہ اس کے اشارے ملیں گے۔ چنانچہ اس سلسلے میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اور آپؐ کا ظہور، دونوں وضاحت طلب ہیں اور دونوں حالتوں میں آپؐ کو واصل بحق ماننا تکمیل ایمان کے لیئے لازمی ہے ورنہ ہر قدم پر" دوئی "توحید کو ختم کر دے گی۔ ہم نے ابھی تک ان ہی امور پر روشنی ڈالی ہے لیکن اس کی اہمیت کے پیش نظر ایک نئے انداز سے (بطورِ آموختہ سمجھ لیجیے) پھر اہم نکات دہرائے جا رہے ہیں۔ چنانچہ عرض ہے کہ کائنات کے مظاہر اور ان کی نیرنگیاں، یہ صفات و شیون، جو ازل سے ابد تک ہر آن ظاہر فی المظاہر ہیں اور کُلَّ یَوْمٍ ہُوَ فِیْ شَانٍ کی صورت میں ہر آن باطن سے ظاہر ہوتیں اور پھر باطن میں غائب ہو جاتی ہیں، یہ سب کس کی صفات و شیون ہیں ان اسرار کو اس کتاب کا مطالعہ سمجھا دے گا۔ بشرطیکہ مطالعہ تعصّب سے خالی ہو کیونکہ کنوئیں کی مٹی جب تک باہر نہ پھینک دی جائے صاف وشفاف پانی نہیں مل سکتا ــــ ہماری نظر حقیقت پر رہنی چاہیئے کیونکہ وہی اصل ہے۔ جب تک اصل نہ مل جائے کوشش جاری رہنا چاہیئے۔ بادام کا روغن اصل چیز ہے۔ حالانکہ مغز بادام،

پوستِ بادام، درختِ بادام، کاشتِ درخت، لوازم کاشت وغیرہ سب اپنی اپنی جگہ اہم ہیں لیکن ہیں فروعی امور۔ سب کو، بلحاظِ اہمیت، اپنی اپنی جگہ دیکھ کر بھی اصل شے (روغنِ بادام) حاصل کرنے کی کوشش سب امور پر فوقیت رکھتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح کائنات میں رہتے ہوئے اصلِ کائنات کو تمام جزئیات پر فوقیت دینا اور خود اپنی "حقیقت" سے واصل رہنا، (اس طرح کہ وہی وہ رہ جائے اور ہمارا وہم اپنے وجود کو حقیقی سمجھنے سے متعلق اُس کے عشق میں ختم ہو جائے، ہمارا کام ہے۔

فصل - ۲

مقدمہ حصہ (الف) کی ابتدائی آیت[1] مع ترجمہ پھر پڑھیے۔ اور اس نکتے کی اہمیت پر غور کیجیے کہ آخر حق تعالیٰ یہ کیوں چاہتا ہے کہ اُس کے مومن بندے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی "جہتِ باطنی" کو بھی آپؐ کے "ظاہر" کے ساتھ بلکہ اس سے زیادہ پیشِ نظر رکھیں؟

وجہ یہ ہے کہ حضورِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی "حقیقتِ کاملہ" کو کما حقہ، سمجھے بغیر نہ آنحضورؐ پر ایمان کامل ہو سکتا ہے نہ آپؐ سے محبت کامل ہو سکتی ہے۔ نہ آپؐ کی پیروی کا حق ادا ہو سکتا ہے اور نہ خدا تک رسائی حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ بنیادی حقِ رسولؐ ہے اور ہر مسلم کا (جسے اُمتِ محمدیؐ میں ہونے کا دعویٰ ہے) یہ فرض ہے کہ وہ اس کو ادا کرے۔ یعنی حضورؐ کی حقیقتِ کاملہ پر کامل ایمان رکھے۔

چنانچہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی "جہتِ باطنی" یا حقیقتِ کاملہ" کو سمجھنے کے لئے حسبِ ذیل حقائق کا ذہن نشین کرنا اور اُن پر

---

[1] آیۃ وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝

کامل ایمان رکھنا ازحد ضروری ہے :۔

(الف) وجود حقیقی یعنی ہستی حق تعالےٰ کی کاملیت واکملیت، اس امر کی مقتضی تھی کہ وہ صرف "باطن" و "مطلق" نہ رہے بلکہ تمام کمالاتِ ذاتی وصفاتی واسمائی وفعلی کے ساتھ، اپنے آپ سے، اپنے آپ پر، اپنے آپ کے لئے "ظاہر" بھی ہو۔ کیونکہ ہر باطن کا ظاہر اور ہر ظاہر کا باطن ہوتا ہے۔ لہٰذا کاملیت وجود اور تحقق موجودیت۔ کے لیے باطن وظاہر، دونوں جہات یا دونوں شانوں کا ہونا ضروری ہے۔ واضح رہے کہ ظاہر وباطن سے ایک وجود دو وجودوں میں تقسیم نہیں ہوجاتا۔ ازروئے قرآن پاک وہی ظاہر ہے وہی باطن ھو الاولُ والاخرُ والظاھرُ والباطنُ اس پر شاہد ہے۔ مختصر یہ ہے کہ وہی وہ تھا۔ وہی وہ ہے اور وہی وہ رہے گا۔ کیوں کہ اُس کی توحید ذاتی، صفاتی، اسمائی وفعلی کی اکملیت کا یہی تقاضا ہے کہ وہی وہ رہے اور اس کے برابر یا مقابل کوئی دوسرا وجود یا ذات نہ ہو حضور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ دونوں باتوں کی تصدیق میں فرمایا ہے۔ کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ (یعنی تھا اللہ اور نہ تھی اُس کے ساتھ کوئی شے اور فرمایا کان اللہ ولم یکن معہٗ شیئاً غیرہٗ (یعنی تھا اللہ اور نہ تھی کوئی شے اُس کے ساتھ اس کی غیر) نیز فرمایا اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ (یعنی وہ اس وقت بھی ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا) ان احادیث کا خلاصہ یہی ہوا کہ وہ اپنی شانِ باطن اور شانِ ظاہر کے ساتھ اِس وقت بھی یکتا ویگانہ ہے۔ اور اُس کے سوا اُس کا غیر موجود نہیں ہے۔ لا موجود غیراللہ۔ لا موجود الا اللہ۔

(ب) حدیث قدسی ہے۔ کُنْتُ کَنْزًا مَّخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُکَ یَا مُحَمَّدُ۔ (یعنی تھا میں ایک خزانہ مخفی۔

پس چاہا میں نے کہ پہچانا جاؤں۔ لہذا ظاہر کیا میں نے تمھیں اے محمدؐ۔ صلی اللہ علیہ وسلم) اوپر کہا گیا ہے کہ وہی ایک ذات باطن بھی ہے اور ظاہر بھی۔ اور اس حدیث قدسی سے معلوم ہوا کہ ظاہر ہونے والی ذات کو محمدؐ کہا جا رہا ہے پس ثابت ہوا کہ اللہ و محمدؐ ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو یعنی اگر اللہ و محمدؐ دو مختلف ذوات ہوں تو محمدؐ کے پہچانے جانے سے اللہ کی پہچان کیونکر ممکن ہو گی۔

پس ایمان یہی ہونا چاہیے کہ حق تعالے خود ہی محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے ظاہر ہوا۔ اور اُس نے خود اپنے آپ کو، اپنی ہی انتہائی محبوب شان میں دیکھا۔ اُسی پر یعنی اپنی ہی شانِ محمود و محبوب پر آپ ہی فریفتہ ہوا۔ آپ اپنی ہی انتہائی تعریف کی۔ اور اس "انتہائی تعریف کی گئی اپنی ہی محبوب شانِ ظاہر" کو "محمدؐ" صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نام و لقب سے یاد فرمایا۔ اور اُس "شانِ محبوبیؐ" نے اول ما خلق اللہ نوری فرما کر اس "رازِ ظاہر" پر مزید روشنی ڈالی — نکتہ — لفظ "محمدؐ" کے لغوی معنے بھی "بے انتہا تعریف کرنے والا — اور بے انتہا تعریف کیا گیا — ہیں۔ اس لحاظ سے، خدا و محمدؐ۔ دونوں "محمدؐ" ہوئے۔

دوسرا نکتہ :۔ واضح رہے کہ تمام حمد خدا ہی کو زیبا ہے نہ کہ اُس کے سوا کسی دیگر ہستی کو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ اس پر شاہد ہے۔ مقام غور ہے کہ جو ذات، جامع جمیع صفات کمالیہ، خود اَلْحَمْدُ (یعنی ہر قسم کی انتہائی حمد قولی، صفاتی، فعلی اور حالی) کی سزاوار ہو وہ اپنے سوا کسی دوسری ذات یا ہستی کو "الحمد" کی سزاوار (محمدؐ۔ احمدؐ۔ محمودؐ) کس طرح قرار دے سکتی ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ کوئی دوسری (حامد وغیرہ) ہستی اللہ یا اُس کے سوا

اوّل ما خلق اللہ نوری کہنے والی نہ تھی بلکہ خود ذاتِ حق تھی۔ فرق صرف باطن و ظاہر کا تھا۔

(ج) یہی نور ظہورِ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہلاتا ہے اسے تبارک و تعالیٰ نے اپنی ذاتی و صفاتی اکملیت کا مظہرِ کامل یا آئینہ اکمل بنایا اور خود اس آئینہ میں ظاہر ہوا ؎

صورتِ معنیٰ کہ در حرفِ مشدّد آمدہ[1]
ذات، در آئینۂ حسنِ محمدؐ آمدہ

(ناچیز مصنف)

ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نہ اپنے سے کم تر اور ناقص وجود پر عاشق ہو سکتا تھا نہ کوئی دوسرا وجود موجود ہی تھا کہ اُسے "محبوبِ خدا" کہا جائے۔ اس بنا پر اولیائے کرام رضؓ کا یہ عقیدہ ہے کہ نورِ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم خود اللہ کی شانِ ظاہر کا نام ہے۔ وہی رحمۃ للعالمین صؐ ہے۔ وہی نورِ خدا ہے اور اسی کی ہر عالم میں جلوہ گری ہے۔ بلکہ وہ اللہ کا مظہرِ اکمل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے انا احمدؐ بلا میم میں احمد بے میم یعنی احد ہوں ——— اس حدیث کو اکثر علمائے ظاہر تسلیم نہیں کرتے۔ اس بنا پر کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود نہیں ہے۔ لیکن حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحؒ مشکوٰۃ شریف کے مقدمہ میں فرماتے ہیں ——— "احادیثِ صحیحہ صرف صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں منحصر نہیں ہیں اور نہ ہی حضرات محدثین میں سے کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اُس کی کتاب میں تمام احادیث موجود

---

[1] سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اہم شان۔ برزخ کبریٰ ہونے کی بھی ہے۔ اسی حرف مشدّد سے تشبیہ دی گئی ہے۔ برزخ کبریٰ ہونے کی عارفانہ وضاحت آگے ایک باب میں

کتب صوفیائے کرامؓ و اولیائے عظامؒ میں یہ حدیث جا بجا مذکور ہے۔ علاوہ بریں امام قسطلانیؒ مواہب لدنیہ کے صفحہ ۱۸۲ پر فرماتے ہیں (ترجمہ) احَدٌ۔ جبّار۔ غفور۔ مختار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ سے ہیں۔[1]

سیدنا حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز نے اپنے ایک مشہور مکتوب میں (جو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو لکھا گیا ہے) یہ حدیث نقل کی ہے۔ (یہ خط ہر مشہور کتاب میں موجود ہے۔)

حضرت شیخ عطارؒ اپنے مشہور قصیدے میں لکھتے ہیں ؎

گفت انا احمد بلا میم — از زبانِ پاک احمدِ مختار
قل ھو اللہ وصفِ احمدِ اوست — از میانش ولیک میم برآر

سیّد محمد کالپوریؒ رسالہ علمِ حقیقت میں فرماتے ہیں ــــ
فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ــــ میں احمدِ بے میم ہوں اور فرمایا میرا نام زمین پر محمدؐ ہے۔ آسمانوں میں احمدؐ۔ ثریٰ میں محمود اور عرش پر احَد ہے۔

لہٰذا ہمارا ایمان اُسی وقت صحیح اور کامل ہوسکتا ہے جب ہم بھی یہ عقیدہ رکھیں کہ اللہ نے خود اپنی ہی "شانِ ظاہر" کو "محبوب" قرار دے کر اُسی کو "محمدؐ" فرمایا ہے۔ صلی اللہ علیہ وبارک وسلم۔ (یہی اولیائے کرام کا عقیدہ ہے اور یہی ان کی تعلیم ہے۔ آئندہ اوراق میں متعدد حضرات کے اقوال اور مختلف کتب کے اقتباسات دیئے

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ کے ذکر کے لیے دیکھو انسانِ کامل از حضرت عبدالکریم الجیلی اور مدارج النبوت۔ از شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔

گئے ہیں اس مختصر سی بحث کے ثبوت میں بہ کثرت آیات و احادیث اور اقتباسات تائیدی موجود ہیں جو آئندہ صفحات میں مناسب مقامات پر ملیں گے۔ ان کے علاوہ ان تمام آیات و احادیث کی "روح" اسلام کے بنیادی کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ میں موجود ہے جس کی وضاحت زیر نظر رسالہ میں الف سے ے تک پھیلی ہوئی ہے۔

کلمۂ توحید کی وضاحت یکجائی بھی کتاب کے حصہ ۲ میں کی گئی ہے جس میں بے شمار عارفانہ نکات زیر بحث آئے ہیں۔ انشاءاللہ عاشقین صادقین کو "قند مکرر" کا لطف آئے گا۔

جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے، شانِ باطن کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شان برزخ کبریٰ ہونے کی بھی ہے۔ اس پر بھی حصہ اول کے ایک باب میں روشنی ڈالی گئی ہے تکرار مباحث سے بچنے کے لیے۔ یہاں بیان حقیقت محمدیؐ اور ظہور محمدیؐ کو مختص رکھنا انسب ہے۔

"برزخ کبریٰ" کی وضاحت کی طرح رسالتِ محمدیؐ کی وضاحت کے لئے بھی ایک باب حصہ اول میں مختص کیا گیا ہے جس میں ناظرین چند نئے نکات سے متعارف ہوں گے

لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا حصہ شروع کرنے سے قبل ایک شق نور محمدیؐ اور کائنات کے ضمن میں یہیں کچھ عرض کر دیا جائے۔

(د) نور محمدیؐ اور کائنات

گزشتہ صفحات میں واضح کر دیا گیا ہے کہ حقیقت محمدیؐ و نور محمدیؐ، ہوالباطن و الظاہر کے ہم معنیٰ ہیں۔ نیز یہ کہ حضورؐ کی ایک شان برزخ کبریٰ ہونے کی بھی ہے جس کی ایک جہت واصل بحق ہونے

کی نا قابلِ شرح ہے، دوسری جہت بہ طرف مخلوق ہونے کی بہت تفصیل طلب ہے۔ کیوں کہ حضورؐ کا وجود یا نور تخلیق کائنات کا باعث ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک اور انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری دلائل قطعی ہیں۔

اب یہ عرض کرنا ہے کہ (۱) کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مُبارک کائنات میں جاری وساری ہے اور اُسی کی بدولت جملہ عالمین کی ہر شے کو استحکام و استقرار نصیب ہے، یعنی اُسی کی بدولت نقوش حیات و ممات کا وہ تسلسل برقرار ہے جسے اصطلاح میں تجدد امثال کہتے ہیں اور جسے عارفین کاملین (اولیاء اللہؒ واکابرین مشائخؒ) نے مراتب نزول ذات کے تحت بیان کیا ہے۔

(۲) اس کے بعد تعین۔ تجسم اور صورتِ نور محمدیؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں بھی کچھ ہدیۂ ناظرین کیا جائے گا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

شق (۱)
نور محمدیؐ کی بدولت کائنات کا قرار واستحکام

پہلے سنیئے کہ عقل سلیم کیا کہتی ہے۔ عقلِ سلیم کہہ رہی ہے کہ جب کائنات من کل الوجوہ ہماری آنکھوں کے سامنے برقرار اور موجود ہے تو ماننا پڑے گا کہ اس کا سبب "تخلیق" (نور محمدیؐ) بھی اُس میں جاری وساری ہے۔ بالفاظ دیگر جب فرع موجود ہے تو اس کی اصل (نور محمدیؐ) یقیناً فرع میں۔ اُس کے ساتھ ہی۔ موجود ہے۔ کیوں کہ کوئی فرع اپنی اصل کے بغیر۔ موجود نہیں رہ سکتی۔ فرع درحقیقت اصل ہی کا کوئی تعین یا اُس کی کوئی صورت ہوتی ہے۔ یہ تعینات اور صورتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن اصل برقرار رہتی ہے۔ ہم زید کو تمام عمر زید ہی سمجھتے اور کہتے ہیں حالانکہ زید کا جسم اور اس کی صورت وغیرہ ہر لحظہ بدلتی ہے۔ یہ زید کیا ہے؟

زید اپنی "اصل" کا نام ہے۔ زید کی صورت اور اُس کا جسم، اصل زید کی علامات یا نشانیاں ہیں۔ نشانیوں سے اُن میں پوشیدہ (یا اُن سے ظاہر) اصل کو ہم پہچان لیتے بلکہ پا لیتے ہیں۔ نشانیاں مٹ جائیں لیکن اصل کو مٹانا محال ہے (کیوں؟ عقلمند را اشارہ کافیست)۔

اب خدائے تبارک و تعالےٰ کی شہادت سنیئے۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے: یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ○

(یعنی) ارادہ کرتے ہیں مخالفین کہ بجھائیں نور اللہ کا اپنے منہ سے (یا اپنی پھونکوں سے) اور اللہ اپنے نور کو ضرور پورا کرتا ہے (یعنی اس کی نیرنگیوں کو ظاہر کرتا ہے) اگرچہ انکار کریں کافر۔

یہ کائنات تمام نور محمدی یعنی نور حق تعالےٰ جل شانہ، کی نیرنگیوں کا ظہور ہے۔ نیرنگیاں بدلتی رہیں گی۔ لیکن نور حق جو سب کی اصل ہے اُسے مخالفین کیا بجھا سکتے ہیں۔

حضرت جامیؒ فرماتے ہیں :-

در کون و مکاں نیست عیاں جز یک نور\
ظاہر شدہ آں نور بہ انواع ظہور\
حق نور و تنوع ظہورش عالم\
توحید ہمیں است وگر وہم و غرور

شق (۱)
نور محمدیؐ کے تعینات تجسمات اور اُس کی صورتیں

دراصل اس کا کچھ ذکر شق (۱) میں موجود ہے۔ پھر بھی چند مزید نکات برائے وضاحت ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہیں :- اولیائے کرامؒ نے

"مراتب ظہور" کے تحت "تعینات نور محمدیؐ" (عالم لاہوت، ملکوت، جبروت، ناسوت، عالم مثال، اور انسان وغیرہ کے تحت) ان ہی نکات کی وضاحت کی ہے اور اس کے لئے ایک جامع اصطلاح "وحدت الوجود" کی وضع کی ہے۔ لیکن اس کی توضیح میں بعض تحریرات گنجلک ہیں۔ یا۔ موجودہ اذہان کی گرفت سے باہر ہیں اور بعض تشنہ یا جزوی ہیں۔ بیان کرنے والے بھی مجبور ہیں۔ بقول شاعر

تمھیں غمزوں میں آساں ہے معانی کا ادا کرنا
مجھے لفظوں میں مشکل ہے بیانِ مدعا کرنا

حضرت جامیؒ نے نور محمدیؐ (یا نور ذات جو چاہو کہو) اور اس کے "تنوعات ظہور" سب کی جامعیت کو مندرجۂ بالا اشعار میں توحید فرمایا ہے اور حدیث جابرؓ میں بھی یہی حقائق مذکور ہیں۔ حدیث شریف آگے حصہ اول - باب ۳ - فصل ا میں درج ہے۔ یہی بہترین ماحصل - یا مغز بیان یا کسوٹی یا "مقصود اصلی حقیقی" ہے۔ اسے گرہ میں باندھ لیں۔ کافی ہے۔ ویسے ہر جزوی موضوع پر طویل بحثیں بھی موجود ہیں اور ہم نے بھی آئندہ صفحات میں توحید اسلامی اور شرک کے ضمن میں بہت کچھ لکھا ہے نیز نور محمدیؐ کے تعینات اور صورتوں کا بیان ان مضامین کا جزو لاینفک ہے۔ یہ تمام تفصیلات ناظرین کے زیرِ مطالعہ آئیں گی کیونکہ توحید و رسالت اور عبد و عبادہ وغیرہ کی بحث - برزخیت نور محمدیؐ - وحدت و کثرت، نور حق یا نور محمدیؐ - دین و دنیا سب کی روح رواں توحید ہے اور کچھ نہیں اگر ناظرین اصل اصول سے وابستہ رہتے ہوئے مطالعہ کریں گے تو ہر قدم پر عشقِ نور محمدیؐ (یعنی عشقِ حقیقی) بڑھے گا اور آپ حقیقی شرک

فی الذّات سے محفوظ رہیں گے۔ لیکن اگر مذکورہ بالا اصول کو فراموش کر کے کچھ پڑھنا لکھنا ہے تو ایسے "پڑھنے لکھنے" سے باز رہنا ہی اچھا ہے کیونکہ ایسے پڑھنے لکھنے سے گوہر مقصود کے گم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

قرآن پاک نے بھی اسی اصول کی تعلیم دی ہے۔ سورۂ مزمّل کے آغاز میں فرمایا گیا ہے وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلاً ۔ یعنی سب سے توڑ۔ صرف اُس سے جوڑ۔ اور اسی اصول کو عشاق عارفین نے یوں پیش کیا ہے ؎

غرض ز مسجد و میخانہ ام ۔ وصالِ شما
جُز ایں خیال نہ دارم۔ خدا گواہِ من است

چنانچہ ساری کائنات اللہ اور اُس کے نور محبوبؐ کی نیرنگیوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے اس کی کوئی خاص صورت نہیں ہے اور سب صورتیں اُسی کی ہیں۔

؎ صورت از بے صُورتی آمد بروں
باز شد اِنّا اِلیہ راجعون

حضرت علاء الدّین (یا علاء الدّولہ) سمنانی رحمتہ اللہ علیہ نے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تین صورتیں بتائی ہیں۔ (۱) صورتِ حقی۔ بحیثیت نور ذات ۔ (۲) دوسری ملکوتی۔ جب کہ آدمؑ کے وجود سے قبل آپؐ نے نبوت فرمائی تھی۔ بموجب حدیث کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمَ بَیْنَ الْمَاءِ وَ الطِّیْنِ ۔ (۳) سوم۔ ناسوتی۔ جس صورت میں آپؐ عالمِ ناسوت میں تشریف لائے۔ کہ جسم بظاہر مادّی لیکن حقیقتاً نوری تھا اور صورت میں متمثّل بصورتِ بشری تھے۔ لیکن حقیقتاً بشر نہ تھے۔ اس موضوع پر آگے کافی سے

زیادہ بحث ملے گی اس سلسلہ میں میری ایک نظم "صورت و حقیقت محمدیؐ" نغماتِ عشق میں مطبوعہ ہے اُس کے حاشیہ میں بہت اہم مواد موجود ہونے کے باعث پوری نظم مع حاشیہ من وعن یہاں نقل کی جاتی ہے۔ تاکہ ناظرین فوری طور پر لطف اندوز ہو سکیں اور تلاش کی زحمت سے بچ جائیں۔

صورت و حقیقت محمدیؐ

صلی اللہ علیہ وسلم

زہے ارشاد و آلائے علاء الدّولہ سمنانیؒ*
وہ شیخِ راہِ رحمانی، وہ رکنِ دینِ صمدانی
حبیبِؐ پاک کی صورت حقیقت میں ہے سہ نوعی
بشر سی اک، فرشتوں کی سی دیگر، تیسری حقی
"بشر سی" کہہ کے اہمیت تمثّل کی جتائی ہے
تمثّل کو "حقیقت" مان لینا کور فہمی ہے
نہ بدلی شکل انسانی میں آکر اصلِ جبریلیؑ
حبیبِ حق کی پھر نوری حقیقت کیوں بدل جاتی
اِسی باعث ملی تھی اک فرشتوں کی سی صورت بھی
کہ ان کے واسطے بھی تھی نبوت ذاتؐ والا کی
کہا کُنتُ نبیّاً[1] جس نے آقا تھا وہ آدمؑ کا
فرشتوں نے اُسی "نوری حقیقت" کو کیا سجدا

---

* دیکھو "تحقیق العارفین فی حقیقت سید المرسلینؐ" مطبوعہ اشرف پریس۔ لاہور

[1] حدیث شریف۔ کنت نبیا وآدم بین الماء والطین ہ یعنی تھا میں نبی اور آدم درمیان پانی اور مٹی کے تھے۔ دوسری حدیث یہ ہے کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد ہ یعنی تھا میں نبی اُس وقت بھی جبکہ آدمؑ روح اور جسم کے درمیان تھے۔

"اَنَا نُورٌ مِنَ اللہ" تھی خبر ذاتی تجلّی کی
تجلّی ذات کی جو ہے وہی ہے "صورتِ حقی"
بموجب "صورتِ" "بنوی"[۱]، کلامِ حق کی "صورت" ہے
کہیں حٰمٓ و طٰہٰ ہے کہیں پوری عبارت ہے
مقطع ہیں حروفِ قدس قرآنی اشاروں میں
مخاطب صورتِ مِلکی احمد ہے معموں میں
مقامِ وصل میں کہہ کر فَاَوْحٰی[۱] سب رکھا مبہم
یہاں توحید خالص ہے، نہیں گنجائش "تم ہم"
حقائق ہیں عقائد ہیں یہ ایمانی و عرفانی
انھیں حاصل ہے تائیدات، معقولی و منقولی
کہیں ہے مِثْلُکُمْ[۲] آیا کہیں ہے اَیُّکُمْ مِثْلِی[۳]
نوید لِی مَعَ اللہ[۴] بھی اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّی بھی

---

۱ مقامِ وصل میں صورتِ حقی کا ظہور ہے لہٰذا کلام مبہم رکھا گیا کیونکہ اس مقام کی گفتگو بصیغۂ راز ہوتی ہے اور اس وقت من و تو کی گنجائش بھی نہیں رہتی۔ چنانچہ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی (قرآن پاک) یعنی اللہ نے اپنے "بندے" کی طرف وحی کی۔ جو کی۔ فرمایا گیا۔ (یہاں بندہ معمولی بندہ نہیں بلکہ واصل بہ حق ہے)

۲ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ اس کا ترجمہ عموماً یہ کیا جاتا ہے (کہہ دیجئے کہ میں تمھارے مانند یا تمھاری مثل بشر ہوں) مگر اس سے اصل مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ بلکہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اقوال کفار و مشرکین کی تائید ہوتی ہے۔ حالانکہ پورا قرآن پاک کفار و مشرکین کے عقائد و اقوال کی تردید میں ہے۔ کفار کا عقیدہ انبیاء کرامؑ کے متعلق بشر ہونے کا تھا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انھوں نے کہا کیا "بشر ہماری ہدایت کرے گا" تو فرمان فکفر و اللہ کا

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

غنیؔ کہتا ہے صورت دو ہیں تنزیہی و تشبیہی
ہو الظاہر ہے تشبیہی، ہو الباطن ہے تنزیہی
بشکلِ "نورِ تشبیہی" اُنھیںؐ کا نور " آفاقی"
عیاں ہے ذرہ ذرہ سے حقیقت نورِ احمدؐ کی

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) نازل ہوا (یعنی قرآن نے انھیں کافر کہا) لہذا پوری آیت مذکورۂ بالا کا ترجمہ ایسا ہونا چاہیے جس سے عقائدِ کفار کی تردید بھی ہوتی ہو، جو بَشَرٌ میں تنوین کے پیشِ نظر، حضورؐ کی عظمت شان پر مستلزم ہو، اور جو قرآن پاک کی دیگر آیات و احادیثِ نبویؐ کے خلاف نہ ہو۔ (اس مسئلہ کی مفصل بحث سے میری زیر نظر کتاب پُر ہے۔

لہ حدیث ہے اَیُّکُمْ مِثْلِیْ = ترجمہ: تم میں کون ہے میری مثل۔ (یعنی کوئی نہیں ہے)

کہ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ..... الخ بہت مشہور ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ میرا وقت اللہ کے ساتھ ہے جہاں نہ کسی نبی مرسل کا گزر ہے نہ کسی فرشۂ مقرب کا یعنی جبرئیلؑ کی پہنچ بھی وہاں نہیں ہے۔ (یہی مقام وصل ہے۔)

سہ میانِ عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

شہ حدیث ہے اِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ۔ یعنی تم میں سے کسی ایک کی بھی مثل نہیں ہوں۔ میں اپنے رب کے ساتھ رات گزارتا ہوں (یعنی واصل بحق رہتا ہوں) اور اسی حیثیت میں وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے یعنی تم جیسی ظلمت کا شائبہ بھی مجھ میں نہیں ہے۔ میں سراسر نورِ حق ہوں۔ لہذا میرا کھانا پینا اور نہ کھانا پینا۔ سب کچھ اسرار الہٰیۃ ہیں جنھیں بقدرِ بصیرت ہی سمجھا جا سکتا ہے۔)

ھہ دیکھو دیباچہ مدارج النبوت از مولانا عبدالحق محدث دہلوی، رسالہ عین الوجود و میلاد شریف یعنی رازِ تخلیق از حضرت قبلہ امام السالکین شاہ محمد تقی عرف عزیز میاں صاحب

شہادت پختہ و کامل ہے اس کی کُلَّ یَوْمٍ[1] بھی
کہ ہیں تنزیہہ سے وابستہ کل اشکال تشبیہی
ہر اک صورت کو آئینہ بنایا مَنْ رَآنِی[2] کا
ہر اک صورت کے پردہ میں اُٹھایا میم کا پردہ
بحکمِ حق ہے پوشیدہ وہ شکلِ خاصِ انسانی[3]
رہے گا تا قیامت نورِ حق در شکلِ آفاقی
وہی ہے رحمتِ عالم، اُسی سے عظمتِ آدم
وہی لولاک منصب، جانِ عالم، صورتِ عالم
حقیقت ہو چکی اہلِ نظر پر صاف یہ ظاہر
وہی باطن وہی ظاہر وہی اوّل وہی آخر
غنی بے صورتی سے نقش و صورت تک حقیقت ہے
بشکلِ نورِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم جانِ وحدت، سِرِّ کثرت ہے

اس بیان کو ختم کرنے کے بعد ایک پُر لطف نکتہ ذہن میں آیا جس کا مطالعہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مدظلہ العالی سجادہ نشین خانقاہِ نیازیہ رح بریلی شریف۔ شانِ حبیب الرحمٰن از مفتی احمد یار خاں صاحب۔ توحیدی تجلیاتِ کلمہ اور تعلیمات بابِ توحید از علامہ سید علی محتشم نقوی الواسطی قادری۔ وغیرہ وغیرہ

[1] کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ (ہر شان اُسی کی شان ہے (یا اُس ذات کے ہر مرتبہ میں ایک نئی شان ہے۔ (دیکھو تعلیمات باب توحید۔ از علامہ سید علی محتشم نقوی القادری)

[2] مَنْ رَآنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ یعنی جس نے مجھے دیکھا اُس نے یقیناً خدا کو دیکھا۔

[3] مصرعہ اوّل میں "انسانی"، عام انسان کے لئے نہیں بلکہ "انسانِ کامل" یعنی حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آیا ہے جو مجسم نورِ حق" تھے۔

فائدے سے خالی نہیں - لہٰذا درج کیا جاتا ہے :-

کلمۂ توحید لا اِلٰہ اِلَّا اللہُ - محمد رسول اللہِ - میں جزو اول کا ماحصل لا موجود الا اللہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے - چنانچہ اس مفہوم کے رہتے ہوئے جزو دوم کی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی - اگر حقیقت محمدیؐ - نورِ ظہورِ محمدیؐ (یا ظہورِ نورِ محمدیؐ) اور رسالت محمدیؐ کو "غیر حق" مانا جائے -

لیکن سرکاری حکم کے بموجب یہی فقرہ پورے کلمہ کا جزو لاینفک ہے یعنی فقرۂ اول کے ساتھ جب تک فقرہ دوم کو نہ ملایا جائے "اسلامی کلمۂ توحید" پورا نہیں ہوتا -

لہٰذا یہ تسلیم کئے بغیر (بلکہ اس امر پر ایمان لائے بغیر) چارہ نہیں ہے کہ حقیقت محمدیؐ - ظہورِ نورِ محمدی اور رسالت محمدیؐ - سب مل کر "ہستی حقیقی سے باہر" یا "اُس کی غیر" نہیں ہیں - نہ کلمۂ توحید - محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو "غیر حق" کی حیثیت سے منوانے کے لئے ہے - بلکہ اس لئے ہے کہ رسالت محمدیؐ کے ساتھ الوہیت کا اقرار - صحیح توحید اسلامی کا اقرار ہوتا ہے - ورنہ دو ہستیوں کا اقرار ہوگا اور یہی شرک ہے -

لیکن ناواقفوں یا مخالفوں نے "غیریت محمدیؐ" یا "اثنینیت" کو خود اپنے ذہن سے، دانستہ یا نادانستہ، پیدا کر کے "محمدؐ رسول اللہ" کی حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی - اس لئے ان کا کلمۂ توحید بھی کلمۂ کفر یا کلمۂ شرک ہے - اور جب تک وہ توبہ کر کے صحیح مفہوم کو اختیار نہیں کرتے - کفر و شرک سے نجات اور توحید اسلامی پر موت و حیات ممکن نہیں - بقول حضرتِ شیخ اکبرؓ - "حق تعالیٰ محسوس ہیں اور خلق معقول ہے" -

یعنی حق تعٰ کی شیون و صفات ہی بصورت کائنات محسوس ہیں۔ اور اس کا خارج نہیں ہے کیونکہ وہ ہر جگہ ہے۔ لہٰذا "حق محسوس اور خلق معقول ہے"

(یہ فقط "بنیاد" ہے۔ ابھی توحید۔ بالخصوص ظہورِ نور محمدیؐ اور رسالت محمدیؐ کی گوناگوں رنگینیوں کا ذکر بہت باقی ہے۔ جو آئندہ صفحات میں حتی الامکان بیان کیا گیا ہے)۔

بقول کسے بہ ادنیٰ تصرف ؎

دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر
مداحیاں در اوّلِ وصفِ تو ماندہ اند

در کون و مکاں نیست عیاں جز یک نور
ظاہر شدہ آں نور بہ انواع ظہور
حق نور و تنوعِ ظہورش عالم
توحید ہمیں است دگر وہم و غرور

جامیؒ

حصۂ خصوصی

نُورٌ عَلٰی نُور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ

حصۂ خصوصی

نورٌ علیٰ نور

(آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تائیدی رہنمائی)

(مدینۂ منورہ میں مسلسل کئی دن حاضریوں اور التجاؤں کے بعد)

یہ حصہ مسودۂ کتاب کی تکمیل کے بعد۔ سرکار سیّد المرسلین، رحمۃ اللعٰلمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاص تائیدی رہنمائی اور غیبی اشارات کے شرفِ حصول کے بعد تحریر کیا گیا تھا۔ لیکن اسے تقدساً و تبرکاً ترتیب ابواب کتاب میں سب سے پہلے جگہ دی جا رہی ہے، کیونکہ معناً اب یہ حصّہ باقی حصص کتاب کے سر کا تاج ہے۔

اس "تائیدی رہنمائی" کی شانِ نزول یہ ہے کہ مجھے شوال ۱۳۹۷ھ میں۔ مدینۂ منورہ میں تقریباً تین ہفتے قیام کا شرف حاصل رہا۔ اس سے قبل بھی کئی سال (کبھی ایک ماہ۔ کبھی ڈیڑھ ماہ) وہاں حضورؐ کے قدموں میں عبادت کرنے، صلوٰۃ وسلام پیش کرتے رہنے اور بسا اوقات اپنے بعض دینی عقائد یا ان سے متعلق اپنی کسی تحریر کی تائید یا تردید کے بارے میں اشارۂ مبارک کی درخواست کرنے اور الحمدللہ جواب پانے کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ اس مرتبہ (۱۳۹۷ ہجری میں بھی) زیرِ نظر کتاب کے مسودے اور اس کے مقاصد تصنیف۔ سے متعلق کچھ یوں عرض کرتا رہا کہ:۔

(دوسری طرف)

"اس ہیچمداں نے اپنی کتاب

"حقیقتِ محمدؐی

اور آپؐ کے امتیازی فضائل وکمالات

مع

عارفانہ شرح کلمۂِ توحید

کے مسودے میں جو کچھ لکھا ہے۔ حضورؐ کو اس کا علم ہے

اس گنہگار کی نیت کا بھی حضورؐ کو علم ہے

چنانچہ یہ ناچیز اب اپنے اطمینانِ قلب میں اضافہ کی خاطر۔ یا اگر کہیں غلطی ہے تو اس کی تصیح کے لئے۔ سرکارِ رحمتؐ کی جانب سے کوئی واضح اشارہ یا ہدایت، تائید یا تردید کے طور پر۔ مرحمت فرمائے جانے کی التجا کرتا ہے۔

یہ گنہگار ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ

اس کی تحریر یا تقریر میں ایک لفظ بھی۔ حضورؐ کے ادب یا مقام عظمت کے خلاف ہو۔ یا کوئی عقیدہ حضورؐ کی حقیقتِ کاملہ کے منافی بیان کیا جائے۔"

یہی التجا کم وبیش الفاظ میں۔ کبھی آنسوؤں کے ساتھ اور کبھی ان کے بغیر۔ لیکن پورے خلوص دل کے ساتھ روزانہ پیش کرتا رہا۔ چنانچہ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ کریمی ورحیمی اس گنہگار کی اِلتجا قبول فرمائی۔ اور ایسے واضح ومستند اشارات بلکہ تحریروں تک میری رہنمائی فرمائی جن سے میرے مسودۂ کتاب میں بیان کردہ تمام عقائد ونکات کی تائید وتصدیق ہو گئی بلکہ اس سے کچھ

زیادہ ہی مل گیا۔ اپنی خوش قسمتی پر جس قدر فخر کروں کم ہے۔
یہ رہنمائی۔ متعدد لیکن مربوط غیبی اشارات کا مجموعہ ہے جن کی بدولت میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب مدارج النبوت کی جلد دوم کے مندرجۂ ذیل تین اقتباسات تک پہنچا۔ اقتباس نمبر(۱) (جلد مذکور صفحہ ۵۵) میں بہ سلسلۂ "مراتب وحی" حضرت دحیۂ کلبی رضؓ کی صورت میں جبرئیل علیہ السلام کے آنے کا ذکر ہے۔ شروع میں چند دیگر حضرات کے خیالات ہیں جن میں حضرت جبرئیلؑ کی روح اور دحیۂ کلبیؓ کی صورت اختیار کرنے کی بابت کچھ شکوک و شبہات وغیرہ درج ہیں جنھیں میں طوالت کے خوف سے حذف کرتا اور صرف حضرت محدث صاحبؒ کا تحقیقی جواب نقل کرتا ہوں کیونکہ اسی میں میرے مباحث کتاب کے متعدد بنیادی نکات کی تائید موجود ہے۔ جن کی وضاحت اقتباس کے بعد کر دی گئی ہے ؎

خدا کی دین کا موسیٰؑ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

اقتباس نمبر ۱

اہلِ تحقیق کے نزدیک دحیۂ کلبیؓ کی صورت اختیار کرنے کی یہ صورت ہوگی کہ جبرئیل علیہ السلام کے ذہن میں دحیہؓ کی جو صورت علمیہ تھی اسے اپنی اس صفتِ کاملہ اور ارادۂ شاملہ کے سبب اُس صورتِ علمیہ پر اپنی ذاتی صفات کو ظاہر کرتے اور خود کو دحیہؓ کی صورت میں ظاہر

فرماتے، اور اُس صورت علمیہ کو اپنی موجودہ صفات کے ساتھ شامل کرتے تھے۔ اور جبرئیلؑ اپنے مقام میں۔ اپنی ملکی ذات وصفات کے ساتھ ثابت و برقرار رہتے تھے۔ جس طرح ظہور حق سبحانہٗ تعالےٰ اور اس کا تمثل بصورت عالم ہے۔ یہی طریقۂ تمثلِ روحانیت۔ بصورت جسمانیات۔ اور تمثل حق بصورت بشر۔ اور تمثل بعض کامل اولیائے کرام بصورت متعددہ ہے۔ اسے خوب سمجھ لو۔"

" اور حضرت جبرئیلؑ غیر صورت دحیہؓ میں بھی آتے تھے۔ جیساکہ اسلام۔ ایمان اور احسان کے بیان میں حدیث جبرئیل علیہ مروی ہے۔"

ماخوذ از کتاب مدارج النبوۃ۔ جلد دوم

صفحات ۵۵۔۵۶۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی۔ کراچی

اِس عبارت سے وحدت الوجودی مسلک کی تائید میں جتنے حقائق ثابت ہوتے ہیں وہ اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ سب سے اہم حقیقت یہ واضح ہوگئی کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ اپنی حقی ذات وصفات کے ساتھ اپنے حقیقی مقام پر قائم و برقرار رہتے ہوئے نہ صرف صورت محمدیؐ[1] میں ظاہر ہوا بلکہ متمثل بصورت عالم ہو کر ظاہر ہے یعنی حق سبحانہٗ تعالےٰ باطن رہتے ہوئے ظاہر بھی ہے اور اس کے ظاہر ہونے کی صورت " تمثل بصورت عالم" ہے۔

---

[1] اقتباس میں بالراست صورت محمدیؐ کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن مفہوم موجود ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے اقتباسات نمبر(۲) و (۳) دیکھیے۔

یہ بھی واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ روحانیات بصورت جسمانیات ظاہر ہوتی ہیں اور فرشتوں نیز بعض اولیاء اللہ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ عالم ناسوت کی متعدد صورتوں میں (اپنی اصلِ حقیقت پر قائم اور برقرار رہتے ہوئے) ظاہر ہو سکتے ہیں۔ (تو کیا "نورِ ذاتِ حق" کو یہ قدرت حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی حقیقت پر قائم رہتے ہوئے کائنات کی صورتوں میں ظاہر ہو۔ یقیناً ہے۔ چنانچہ یہی بات اقتباس نمبر ۱ میں کہی جا رہی ہے اور یہی اولیاء اللہ کا عقیدہ بھی ہے کہ رب العالمین کی قدرتِ کاملہ کی بدولت جملہ عالمین نورِ حق ہی کی جلوہ گاہیں یا نمود کی صورتیں ہیں۔ بقول حضرت شاہ نیاز بے نیاز رح قدس سرہ العزیز :۔

ے دید اپنی کی تھی اسے خواہش
آپ کو ہر طرح بنا دیکھا

زیرِ بحث اقتباس میں ایک حقیقت یہ بھی صاف طور پر واضح کر دی گئی ہے کہ جسمانیات میں خواہ کتنی ہی تبدیلیاں ہوتی رہیں لیکن وہ "تمثل روحانیات" ہی کہلائیں گی۔ اس کا مطلب یہی تو ہوا کہ عالم میں خواہ کتنی ہی تبدیلیاں اور کتنے ہی تغیرات ہوتے رہیں لیکن وہ ظہورِ حق سبحانہ، کا تمثل ہی کہلائے گا۔ یعنی تغیرات "فعلِ حق" یا "صفتِ فعلیہ" کا نتیجہ ہیں۔ لہٰذا ہر نتیجہ، حق کی نئی شان کہلائے گا۔ کل یوم ھو فی شان۔

نوٹ: ایک نکتہ یہاں ناچیز مصنف اپنی طرف سے واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہے کہ "تمثل[1]" کے بغیر "حقیقی ذات" ظاہر ہو ہی نہیں سکتی۔ لہٰذا اسے "حقیقت" کا "لازمی عین" ماننا پڑتا ہے۔۔ ایسا "عین" جس

[1] یہ لفظ اسماء و صفات الٰہیہ کے ساتھ "ہستی حقیقی" کے ظہور کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ وہم یا دھوکے کے لئے نہیں۔ ما ھٰذا خلقت باطلا (قرآن پاک) واللہ اعلم

کے تغیّرات سے اصل حقیقت نہیں بدلتی۔ جیسے جسم و روح یا صورت اور روح۔ تغیّرات جسم یا صورت (تمثّل) سے تعلق رکھتے ہیں لیکن روح (حقیقت) اپنے حال پر قائم رہتی ہے۔ ناظر کی نظر یا توجّہ دونوں میں سے (یعنی حقیقت اور تمثّل میں سے) جس پر مرکوز ہوتی ہے اس پر حکم لگتا ہے۔ مثلاً "بُت پرست" کے دل و دماغ پر "بُت" چھایا رہتا ہے۔ یعنی وہ صفات الٰہیہ کو "پتھر کے بت" سے منسوب کر کے اسی کو اللہ و معبود سمجھتا ہے۔ اس لئے مجرم ہے۔ ہمارے سامنے بھی مسجد میں پتھر کی دیوار ہوتی ہے لیکن ہمارے دل و دماغ پر حق سبحانہٗ تعالیٰ اور اس کی صفات کماحقہ چھائی رہتی ہیں۔ لہٰذا ہم نہ "بت پرست" ہوتے ہیں نہ "دیوار پرست" نہ مجرم۔ مختصر یہ ہے کہ انسان کی توجّہ جس چیز پر مرکوز ہوگی اسی پر حکم لگے گا۔ تاہم خود انسان کی حقیقت اور اس کے جسم و صورت پر بلحاظ مرتبۂ انسانی (عام۔ خاص۔ شہدار۔ اولیا۔ انبیاء اور محبوبؐ خدا) حکم لگایا جاتا ہے۔ ان حقائق کی بحث اصل کتاب میں جا بجا موجود ہے۔ (بالخصوص اقتباس نمبر۴ کی وضاحت میں زیادہ صراحت ملے گی) ایک نکتہ اور توضیح طلب ہے۔ وہ یہ کہ جبرئیلؑ امین دحیۂ کلبیؓ کی صورت میں آئے لیکن وہ شکم مادر سے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اور حضورؐ (بموجب عقیدۂ عوام) شکم مادر سے پیدا ہوئے تھے۔ ممکن ہے مخالفین کہیں کہ اس سے حضورؐ کی شان حضرت جبرئیلؑ کے مقابلے میں کم ہو جاتی ہے اور یہ امر حضورؐ کی عظمت شان کے منافی ہے؟ چنانچہ عرض ہے کہ یہ عقیدہ کہ حضورؐ عام انسان کی طرح شکم مادر سے پیدا ہوئے نظر فریبی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ حضور غوث پاکؓ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضورؐ عام بشر کی طرح پیدا ہوئے وہ کافر ہے ـــــ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

لوگوں نے دیکھا کہ پھانسی دے دی گئی۔ لیکن درحقیقت انھیں اللہ نے اٹھالیا اور ان کی جگہ حق تعالےٰ نے ایک دوسرا شخص پیدا بھی کر دیا اور اُسے مصلوب بھی کر دیا گیا۔ لیکن اس فوری اور انوکھی تبدیلی کو لوگ سمجھ بھی نہ سکے۔ وہ نظر فریبی ہی میں مبتلا رہے اور اس شخص کو جسے سولی پر چڑھایا گیا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہی سمجھتے رہے اور آج تک سمجھتے ہیں۔ تو کیا عالمِ ناسوت میں نورِ محمدیؐ کے لئے تمثّلِ صورتِ بشری اختیار کرتے وقت مذکورۂ بالا نوعیت کی فوری اور انوکھی نظر فریبی ممکن نہیں ہوسکتی ؟ یقیناً ممکن ہے لیکن ان کے لئے جو حضور صلعم کی شان امتیاز برقرار رکھنے کے قائل ہیں۔ دوسروں کے لئے نہیں۔

ایک دوسری وضاحت یہ ہے کہ بعض بزرگانِ دین اس حقیقت کے قائل ہیں (اسے متن کتاب میں بالتفصیل بیان کیا گیا ہے) کہ ظہورِ ذات کے ہر عالم میں اُس عالم کے لئے مقررہ قوانین الٰہیہ کے بموجب ظہورِ حقیقت ہوا ہے۔ چنانچہ حضور معظّم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صورت حقّی ہے دوسری ملکی اور تیسری بشریؔ[1]۔ چنانچہ تمثّل بشری کے لئے جو قوانین مقرر تھے ان پر عمل ہوا۔ اور اقتباس نمبر (۱) نے تو متعدد حقائق سے پردے ہٹا دیئے ہیں۔ ان کے تحت غور کیجئے۔ بہر حال اس مسئلے میں زیادہ اُلجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ حقیقت کیا ہے۔ لیکن ہمیں یہی عقیدہ رکھنا چاہیئے کہ حضورؐ کی پیدائش عالمِ ناسوت میں عام آدمیوں کی طرح نہیں ہوئی۔ اس سلسلے میں حضور غوث الاعظمؓ کا قول اوپر درج ہوچکا ہے۔ دوسرا قول حضرت مجدد الف ثانیؒ کا بھی سُن لیجئے۔ فرماتے ہیں جاننا چاہیئے کہ محمدؐ علیہ السلام کا ظہور تمام انسانوں کے افراد کی پیدائش کے رنگ میں نہیں ہے بلکہ مخلوقاتِ عالم کے تمام افراد میں سے کسی بھی فرد

[1] بقول حضرت علاءالدین سمنانیؒ

کی پیدائش سے مناسبت نہیں رکھتا۔ کیونکہ آپؐ باوجود عنصری اظہار کے اللہ جلّ و علاؐ کے نور کے اظہار ہیں۔ جیسا کہ خود فرمایا کہ "میں ظاہر ہوا ہوں اللہ کا نور بن کر۔" (انا من نور اللہ)

بحوالہ کتاب تعلیمات باب توحید از علامہ سید محمد علی محتشم نقوی الواسطی ص۱۰۱

نکتہ:

بموجب حدیث انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات کی اصل ہے اور کل کائنات اس اصل کی فرع ہے۔ حدیث لولاک لما خلقت الافلاک بھی اسی کی تائید کر رہی ہے۔ چنانچہ تمام تعینات ناسوتی یعنی تمام اجسام اور صورتوں کو لازماً بحرِ نور محمدیؐ کی موجیں یا اصل کی مختلف فروع ماننا ہوگا۔ حدیث مذکور کی دوسری کوئی توضیح نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں بھی جسم محمدیؐ اور صورتِ محمدیؐ کو دوسرے انسانوں کے اجسام اور صورتوں سے ممتاز ماننا لازمی ہوگا۔ اور امتیاز کی صورت یہی ہے کہ آنحضورؐ کے جسم پاک اور صورتِ مبارکہ کو محدود نظر آنے کے باوجود محض نوری اور لامحدود مانا جائے۔ اور دیگر تمام انسانوں کے جسموں اور صورتوں کو محدود مانا جائے یہی عقیدہ سلفِ صالحینؒ بالخصوص عشاقِ محمدیؐ کا رہا ہے اور ہر مومن کو یہی عقیدہ رکھنا چاہیئے نیز شاہ عبدالحق محدثؒ دہلوی کے الفاظ میں یہی صورت "تمثل حق بصورتِ بشر" اور "تمثلِ حق سبحانہٗ بصورت عالم" ہونے کی ہے۔

جن جماعتوں یا افراد نے نور محمدیؐ کے سمندر کو بطور اصل موجودات لازماں و لامکاں نہ مانا یا حضورؐ کی شکل و صورت اور آپؐ کے جسم پاک کو نوری نہ مانا یا انھیں دیگر تمام افرادِ انسانیہ سے منفرد و ممتاز نہ سمجھا وہ

یقیناً صراطِ مستقیم سے ہٹ گئے اور ورطۂ ہلاکت میں جاگرے۔ اللہ و رسولؐ کا صحیح مفہوم وہی ہو سکتا ہے جو اوپر بیان ہوا۔ کیونکہ تمام اولیائے کرامؒ و عرفا و محققین کے یہی عقائد تھے۔ لہٰذا ان ہی کے عمل و عقائد کی پیروی صحیح راہِ عمل ہے۔ اللہ و رسولؐ ہم سب کو صحیح راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ وہی اعلم ہیں۔

اس کے بعد مندرجۂ بالا اقتباس کی حد تک مجھے یہاں کچھ نہیں لکھنا ہے۔ حضرت محدثؒ صاحب کا قلم بہت محتاط ہے۔ اس کے باوجود انھوں نے ظہورِ حق سبحانہٗ تعالیٰ اور عالم کی باہمی نسبت و نوعیت۔ روحانیات و جسمانیات کا باہمی تعلق اور اُن کی اہمیت (ضمناً نورِ محمدیؐ کی تنزلیہ و تشبیہ۔ اور آپؐ کی خدمت میں جبرئیلؑ کی حاضری کی صورتیں وغیرہ) بیان کر کے کوزے میں سمندر کو جس طرح بھرا ہے وہ ان ہی کا حصّہ ہے۔

اس کی جانب حضورِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی۔ میرے لئے خصوصی نعمت و رحمت کی نشانی ہے۔ میں نے اپنی کتاب میں توحیدِ حقیقی اور عظمتِ کمالاتِ حقیقتِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق جو کچھ تحریر کیا ہے اب وہ میرا نہیں رہا بلکہ اس پر نہ صرف ایک مشہورِ عالم، محدث، عاشقِ رسولؐ کی تصدیق بلکہ خود سید المرسلین، رحمۃ للعالمین محبوبِ خدا، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی "واضح تائید" کی مُہر لگ گئی ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے، سمجھے یا نہ سمجھے میرے لئے یہ نورٌ علیٰ نور ہے اور یہی مُہرِ تائید — ھوالاول والاٰخر والظاھرُ والباطنُ کی بہترین تفسیر ہے۔

وما علینا الا البلاغ۔

اقتباس نمبر ۲

از تکملۂ مدارج النبوت

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں :۔

" یہ تکملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صفات کے بیان میں ہے جن کو اہلِ معرفت نے اپنی زبان میں بیان کیا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں توجّہ کا طریقہ اور آپ سے استمداد و استعانت کرنے کے بیان میں ہے۔"

" واضح رہنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و اوصاف شریف دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو ثقہ راویوں کے ساتھ احادیث و اخبار میں منقول ہیں اور سیَر کی کتابوں میں جو اخلاق و صفات مذکور و مسطور ہیں۔ وہ آپؐ کی بنوت و رسالت اور تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے آپؐ کے افضل و اکمل ہونے میں بہت کافی و وافی ہیں۔"

دوسری قسم

" دوسری قسم وہ ہے جو مکاشفانِ اسرارِ حقیقت اور مشاہدانِ انوارِ وحدت نے دیدۂ بصیرت سے پایا ہے اور ان کے اظہار و ابراز کی طرف گئے ہیں"

" چونکہ قسم اول بعونِ عنایت الٰہی، ابواب سابقہ

میں مرتب ہو چکے ہیں۔ اب قسم دوم کے ساتھ بھی اس کی تتمیم و تکمیل کرتا ہوں۔ بیدہٖ التوفیق۔"

" انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حق تبارک و تعالیٰ کے اسماءِ ذاتیہ سے پیدا کیئے گئے ہیں اور اولیاءِ کرام اسماءِ صفاتیہ کی مخلوق ہیں۔ بقیہ ساری کائنات صفاتِ فعلیہ سے پیدا ہوئی ہے۔ سیّد المرسلین، صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین ذاتِ حق سے مخلوق ہیں اور ظہور حق آپ میں بالذات ہے۔ چونکہ صفات و اسماء میں ظہور بروز کے اقتضاء سے بیش تر و ظاہر تر ہے۔ حق تعالیٰ کی صفات سے ہر صفت میں خوب ظاہر ہوا ہے۔ اور جو کچھ جمال و جلال سے مخصوص تھا۔ ظاہر ہوا۔ اور اسماء حسنیٰ میں سے ہر اسم نے جو اس کے معنوی کمال کے اقتضاء میں سے تھا ظہور ہوا۔ اور کنہ ذات الٰہی تعالیٰ و تقدس جس طرح پر مخاین حقیقت سرّیہ پر بطون میں تھی۔ باقی رہی پھر ان اسماءِ صفات کے حقائق، مشہد معنوی میں مجتمع ہوئے ذَاتُہٗ حَیْثُ لَا کَیْفَ وَلَا اَیْنَ۔ اور ندا ہوئی اور الہاماً فرمایا۔ اگرچہ میں نے اس کمال کو ظاہر کیا اور ان جمال و جلال کے مقامات کو ہویدا کیا جو حد حصر و احصا سے باہر ہیں۔ لیکن یہ سب بحرِ وحدت کا ایک قطرہ ہے اور ذات بیضاء کا ایک ذرّہ ہے۔"

" ہیہات۔ ہیہات! ہمارا اجتماع کہاں اور

حقیقت ذات کہاں! اور ظہور شیونِ ذاتیہ حق کہاں!
اور بروزِ حقائقِ اسمائیہ و صفاتیہ کہاں! تو پھر کنہہ
عبارتِ منہیہ سے اشارہ ہوا کہ میں اپنی ذات سے
نکالتا اور ایک ایسی حقیقت کو پیدا کرتا ہوں جو جامع
تمام کمالاتِ اسمار وصفات وشیونات ذات ہو۔
اور اس میں ایسا بروز ابراز کروں جو اپنی مکونات کا
عین ہے۔ اور ایسا ظہور ظاہر کروں جو عین بطون ہے۔
جو متصور بصورت بدیعہ اور منزل مشاہد رفیعہ میں ہو۔
جو کہ تمھارے لیے نشاۃ رفیع اور جامع انشار بدیع ہو
اور اپنی حد میں ممتاز ہو۔"

" اور وہ کنہہ کمال میں مرموز ہو کر نہ پہچانا جائے اور نہ
حقیقت دریافت میں آئے۔ اور اس کی توصیف نہ کی
جاسکے اور اس کی نسبت منظہر اتم۔ اکمل۔ مجلی اعز و
افضل ہو۔ بہ نسبت تمھارے مظاہر عظیمہ مجال کریمہ کے۔
جیسی کہ نسبت ذات کی صفات کے ساتھ ہوتی ہے۔
تاکہ میری برتری پر میری بنا کامل ہو۔ تو میں نے اس
کے نام کو حمد سے مشتق کرکے محمدؐ، احمدؐ، اور محمودؐ
رکھا ہے اور میں نے اسے حامد بنایا اور لواءِ حمد اس
کے ہاتھ میں دیا اور اس کا مقام وسیلۂ عظمیٰ بنایا۔ لہٰذا
انبیار علیہم السلام مظہر اسمار وصفات ہوئے اور
محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم **مظہر ذات**۔ تو
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام اجلال واکرام کے

بالذات ختام ہیں۔ اور انبیاء و اولیاء بالواسطہ جب کہ سیدؐ المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ذات حق سے مخلوق ہیں اور ظہور حق ان پر بالذات ہے تو اُن کے سوا جو بھی ہے سب سے تمام صفات اور جمیعِ کمالات میں فائق و منفرد ہیں۔"

"نیز اسی بناء پر حضورؐ اکرم کا دین تمام ادیان کا ناسخ ہے۔ اس لئے کہ بروز ذات کے بعد صفات مشہود نہیں رہتے۔ نیز اسی بنا پر حضور اکرمؐ کا عروج فوق عرش ہے، کیونکہ ذات، جمیع اسماء پر فائق ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحمانیتِ حق کے محل ہیں جو کہ عرش سے فوق و وسیع ہے۔ اور عرش محیط اجسام ہے۔ اور رحمت ہر شے پر وسیع ہے۔ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ۔ لہٰذا محمدیؐ حقیقت، جمیع موجودات کا مصدر۔ تمام کا مبداء۔ اور تمام فیوض و برکات کا واسطہ اور سرچشمہ ہیں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

ترجمہ: از مفتی غلام معین الدین صاحب نعیمی۔

مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی۔ کراچی۔

اقتباس نمبر ۲ سے ماخوذ چند نکات کی صراحت

(۱) حضرت محدث رحؒ نے صاف طور پر واضح کر دیا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و اوصاف شریف دو قسم کے ہیں۔ (ایک) وہ ہیں جن کی بنیاد ثقہ راویوں کے بیانات پر ہے جنھوں نے احادیث و اخبار کی مدد لی

ہے۔ یعنی اپنے بیانات کو صرف منقولات تک محدود رکھا ہے۔ (دوسری قسم) اُن احوال داوصاف شریف کی ہے جنھیں "مکاشفان اسرارِ حقیقت" اور "مشاہدانِ انوارِ وحدت" نے دیدۂ بصیرت سے پایا ہے۔ یعنی پہلی قسم علم الیقین کے درجہ کی اور دوسری عین الیقین۔ اور حق الیقین کے درجہ کی ہے۔ دوسری قسم میں اولیاء اللہ اور مقربین بارگاہِ الٰہیہ کے بیانات اور ان ہی بزرگوں کے "مشاہدات انوار وحدت" ہیں۔

(۲) چونکہ مسلمہ طور پر دوسری قسم، پہلی قسم سے زیادہ وقیع و وسیع ہے۔ صرف قال اور بیانات تک محدود نہیں بلکہ اولیا اللہ اور اہلِ بصیرت مقربین بارگاہ الٰہیہ کی بصیرت اور اللہ کی تائیدات (بصورتِ مکاشفات و تجلیات) نے تہہ در تہہ حقائق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ظاہر کر دیا ہے اور بعد مشاہدہ ظاہر کیا ہے لہٰذا بقول شخصے ؎ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ یقیناً وہ عین الیقین اور حق الیقین کے درجہ کی باتیں ہیں جو حقیقی عشقِ محمدی کی بدولت شرح صدر کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔

تنبیہہ: بیشک راویان احادیث صحیحہ، سب معتبر ہیں لیکن بہر حال رَدایت "قال ہے حال نہیں۔ (احادیث کے ترجمہ میں صحیح مقصود کا انکشاف بھی۔ شرح صدر اور عشق حقیقی پر موقوف ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر راوی کو یہ نعمتیں بھی ملی ہوں) زیادہ سے زیادہ روایت کو درایت کے اصولوں پر جانچ کر حکم لگایا جائے گا کہ فلاں روایت کس حد تک صحیح یا غلط ہے۔ لیکن رہے گا وہ قال ہی" مشاہدۂ حال" یعنی "واردات قلب" اور "حقیقت حال" کا مشاہدہ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ یہ دل کی بصیرت، تین انعامات پر منحصر ہے۔ (اوّل) شاہد کی ذاتی استعداد پر۔ (دوم) فیضان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اور یہ دونوں انعامات اللہ اور اُس کے محبوبِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم

کے عطیات و انعامات ہیں۔ جو راویان احادیث کو یقیناً خدا و محبوبؐ خدا کی مرضی کے مطابق ہی ملے ہوں گے۔ برابر نہیں۔

تیسرا انعام جسے عموماً نظر انداز کر دیا جاتا ہے وہ عشق اور اسرارِ "درونِ پردہ" ہوتے ہیں جو ہر ایک کا حصّہ نہیں (جسے پیا چاہے وہی سہاگن) کا مضمون ہے۔ ان مقربین میں محض قیل قال والے (بالخصوص وہ جو اہلِ عشق سے متفق نہیں) ہرگز نہیں آ سکتے۔

گیا ابلیس مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدوں میں سر مارا تو کیا مارا

منطق اور فلسفہ یا صرف خشک مشینی عمل سے خدا نہیں ملتا۔ صرف پر خلوص عشق محمدیؐ خدا سے ملا سکتا ہے۔ کیونکہ حضور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بالراست حقیقت محمدیؐ سے اور حقیقت محمدیؐ ہی بالراست حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے واصل ہے۔ دیگر تمام انسان اپنی حقیقت یعنی نور محمدیؐ تک ہی پہنچ سکتے ہیں ان کے لئے یہی "خدا سے واصل ہونا" ہے۔ جن خوش نصیبوں کو یہ انعامات بہت زیادہ ملے وہی "مکاشفانِ اسرار حقیقت" کے زمرے میں آئے۔ جنہیں ان سے کم، صورۃً و معناً، یہ انعامات ملے۔ وہ "راویان واقعات" بقدر مراتب مختلفہ، سمجھے گئے۔ اور جو بدبخت تھے وہ ابوجہل اور شیطان کے زمرے میں پھینک دیئے گئے۔

مختصر یہ ہے کہ قال سے حال اور روایت ظاہر سے مشاہدہ حقیقت زیادہ وقیع اور وسیع ہوتا ہے۔

۳۔ (الف) یہی وجہ ہے کہ جناب محدث رحمۃ اللہ علیہ نے تکملہ لکھ کر اپنی کتاب مدارج النبوۃ کی تکمیل فرمائی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ "راز دانانِ درونِ پردہ" کے بیانات کے بغیر مدارج نبوۃ کی تکمیل ممکن،

نہ اُن بیانات کے بغیر سرکار دو عالم۔ نور مجسم، صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل حقیقت۔ آپ کے عشاقِ کاملین پر واضح ہو سکتی ہے۔ لہٰذا انھوں نے تکملہ تحریر فرمایا جس کا درجہ اس حصہ کتاب سے یقیناً اعلیٰ و افضل ہے۔ جو تکملہ سے قبل لکھا گیا ہے۔ حالانکہ اس سے حصۂ ماقبل کی اپنی ذاتی اہمیت اور قدر ومنزلت میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

(۳) (ب) - نامناسب نہ ہوگا اگر یہ عرض کیا جائے کہ ہم غلامان اولیاء اللہ اور عاشقان حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تکملہ، مدارج النبوۃ میں مندرج تمام اوصاف وکمالات محمدیؐ پر (علاوہ ان تمام نکاتِ حقیقت محمدیؐ کے جو ہمارے بزرگان طریقت و معرفت سے منقول ہیں) صدق دل سے عمل پیرا ہیں اور ساتھ ساتھ تمام احکام شریعت کی بھی سختی سے پابندی کرتے ہیں اور ہماری پابندی محض ظاہری یا مشینی پابندی نہیں ہوتی بلکہ احکام کی حقیقی روح کے ساتھ ہوتی ہے اور عشق خدا و رسولؐ کی بنیادوں پر قائم رہتی ہے۔ نیز ہم ہر حکم و عمل کو "پورے اسلامی نظامِ حیات" کے ڈھانچے سے الگ نہیں رکھتے بلکہ دونوں کو ایک ساتھ دیکھتے ہیں تاکہ "ظاہر پرستوں" کے عقائد اور "مشینی عمل" اور روح قرآن و احادیث کے درمیان جو تضادات ان حضرات کے پیدا کردہ ہیں، اُن سے ہم محفوظ رہیں۔

چنانچہ محض ظاہر پرست، زاہدانِ خشک، اور نامکمل وناقص توحید کے ماننے والے کسی لحاظ سے بھی اولیاء اللہ یا اُن کے پیروؤں پر اپنی فوقیت نہیں جتا سکتے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اُن سے سبق حاصل کریں۔ اگر بربنائے نفسانیت ان سے حسد ہے تو محدث صاحبؒ کے "تریاق تکملہ" سے اپنے دل و دماغ کے زہر کا علاج مرنے سے پہلے کرلیں۔ ورنہ خسر الدنیا و

الاٰخرہ کے مصداق رہیں گے۔

۴۔ بہرحال مدارج النبوت کے دونوں حصّوں کا جاننا اوران پر صحیح عمل کرنا ضروری ہے۔ بلکہ تکملہ میں جو کچھ تحریر ہوا ہے وہ بھی نامکمل ہے چنانچہ محدث صاحب خود اسی اقتباس میں ایک جگہ اللہ تبارک وتعالےٰ کی طرف سے "ندا" اور "الہام" کے طور پر لکھتے ہیں کہ "...... اگرچہ میں نے اس کمال کو ظاہر کیا اوران جمال وجلال کے مقامات کو ہویدا کیا جو حد حصر واحصا سے باہر ہیں لیکن یہ سب بحروحدت کا ایک قطرہ، اور ذات بیضار کا ایک ذرّہ ہے"۔ اس لئے بھی نامکمل ہے کہ اس میں نزول ذات حقیقی کے مراتب کونیہ کا ذکر نہیں ہے جو سلوک وحدت کا لازمی جزو ہے۔ سلوک نہ سہی تاہم ظہور ذات کی تفصیل اس کی متقاضی ہے۔ البتہ انھوں نے "حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں توجہ کا طریقہ" "آپؐ کے ادب واحترام کی تاکید" "آپؐ کے ساتھ تعلق معنوی قائم کرنے" اور "آپ سے استمداد واستعانت کرنے" کا ذکر کیا ہے۔ وہ بھی بہت کافی ہے۔ تاہم کسی راہ نما مرشد کے بغیر عمل ویسا ہی ہوگا جیسا کتاب پڑھ کر کسی ماہر حکیم کی نگرانی کے بغیر نسخہ تیار کرنا۔

۵۔ بعض اولیاء اللہ اور مشائخ کرامؒ نے بعض نکات کا اضافہ کیا ہے۔ بعض نکات کی صاف صراحت کی ہے۔ یعنی بیان کے الجھاؤ کو کم کیا ہے عشق حقیقی کی وارداتیں۔ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں گمشدگی۔ مراقبات میں استغراق۔ بعض آیات قرآنی اور احادیث شریفہ کی توضیحات میں عجیب وغریب نکات کا استنباط۔ توحید حقیقی کے عاشقانہ اظہار وغیرہ کو نئے نئے انداز سے واضح کیا ہے جس کی وجہ سے حضرت محدثؒ کے محدثانہ طرز بیان اور زبان عشق کا فرق بھی نمایاں ہے اور اولیاء محققین کے تحقیقی نتائج کے اضافوں کا علم بھی ہوتا ہے۔

واللہ اعلم

اقتباس نمبر ۳

"حضرتِ احدیت سے حضور اکرمؐ کے نزول فرمانے کے بعد جب مقام واحدیت میں ظہور ہوا۔ جو محل اسما و صفات ہے۔ تو اُس وقت حضرت کمالیت حضور اکرمؐ پر عاشق ہوئی جس طرح کہ اسم اپنے مسمّیٰ سے۔ اور صفت اپنے موصوف سے عشق رکھتا ہے!
اور ان کمالات معانی میں سے ہر معنیٰ اپنی حقیقت کی طرف اشارہ نہیں کرتا مگر اسی کی طرف۔ اور اپنی ہویت سے دلالت نہیں کرتا۔ مگر اسی پر۔ اب اگر ان مشارٌ الیہا کمالات میں سے کوئی کمال متحقق ہوتا ہے تو وہ اسی پر معطوف ہوگا اور اسی کا تابع ہوگا۔ اور نوریت کے صفت کی حقیقت اُسی پر منحصر ہے۔ اور نور اس کے اسمار میں سے ہے۔ اگرچہ تمام انبیا و اولیا اس صفت نوری سے متصف اور اس کے ساتھ متحقق ہیں۔ لیکن سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت کی حقیقت ہیں۔ اور درمیان حقیقت شے کے اور اُس کے جو اس شے کے ساتھ متحقق ہو، فرق ہے۔ تمام اشیا اس نور کے مظاہر اور اس کے ظہور کے محل ہیں اور حضور اکرمؐ کا فرمان "اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْمُوْمِنُوْنَ مِنْ نُوْرِیْ" (یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مسلمان میرے نور سے ہیں) ایک روایت میں ہے۔ اَنَا مِنْ

اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ ۔ میں اللہ سے ہوں اور تمام مسلمان مجھ سے ہیں۔" اسی مفہوم و مطلب کی طرف اشارہ ہے۔ مومنین کی تخصیص اتفاقی اور مقام کی مناسبت و موافقت کی وجہ سے ہے۔"

چند اہم نکتے جو اِس اقتباس سے ماخوذ ہیں

چند اہم نکتے جو اس اقتباس کی وضاحت اور اسی کے ضمن میں ہیں، یہیں ذہن نشین ہو جائیں تو بہتر ہے۔

ا۔ حضرتِ احدیت، وحدت، واحدیت۔ مراتب نزول ذات کی اصطلاحات ہیں، جو مراتب بطون کو واضح کرتی ہیں۔ ان کے علاوہ چند اور بھی ہیں جو مراتب ظہور کے لئے وضع کی گئی ہیں لیکن محدث صاحبؒ نے انھیں یہاں اپنی کتاب میں بیان نہیں کیا ہے۔ لیکن مشائخ کرام نے انھیں بالتفصیل بیان کیا ہے۔ یہ تمام اصطلاحات بحیثیتِ مجموعی توحید حقیقی کے بیان میں مذکور ہیں۔ ان میں سے ہر اصطلاح کی مفصل وضاحت میں نے بھی اپنی زیر نظر کتاب "حقیقت محمدیؐ" میں (جس کے ساتھ اب یہ اقتباسات منسلک ہوں گے) کسی حصہ میں لکھی ہیں ۔ جب تک ان اصطلاحات کو خوب اچھی طرح ذہن نشین نہ کر لیا جائے، حقیقی توحید کو جاننے اور شرک سے محفوظ رہنے سے مسلمان محروم رہتا ہے ۔

۲۔ اس اقتباس کے پہلے ہی جملہ میں حضرت احدیت سے حضرت واحدیت تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی کو مع الاسماء والصفات موجود و ظاہر بتایا ہے۔ آپؐ ہی کے کمالات کا ذکر ہے۔ اسے خوب سمجھو۔ توحید حقیقی کا پورا نقشہ موجود ہے اور نور حق و نور محمدیؐ یعنی حق سبحانہٗ، و

حقیقت محمدیؐ کے درمیان نہ تجزیہ وتقسیم کی گنجائش ہے نہ غیریت کے گمان کا دخل ہے کیونکہ اس سے توحید ختم ہوجائے گی۔ (اقتباس نمبرا میں "نزول" ذات کا ذکر بہ صورت تمثل بشر و تمثلات عالم تک ہے اور یہاں حضور اکرمؐ کے نزول فرمانے کا ذکر حضرت احدیت سے حضرت واحدیت (مراتب الٰہیہ) تک ہے۔ صرف مراتب کونیہ کا ذکر حذف کر دیا گیا ہے جو اولیا اللہ ومشائخ محققین کی کتابوں میں موجود ہے۔ انصاف سے فرمایئے کہ خدا ومحمدؐ میں (لفظ کی تبدیلی کے سوا) کیا فرق ہے؟ "خدا۔ محمدؐ کے نام سے ظاہر ہوا" اور "محمدؐ خدا بن گئے یا بنادیئے گئے" دونوں میں بہت فرق ہے۔ سمجھو۔ الزام برائے الزام انصاف کے خلاف ہے۔

۳۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ہستی حقیقی اپنے آپ پر عاشق ہوئی اور وہ آپ اپنا محبوب ہے۔ یہ خیال کہ عشق دو ذاتوں یا وجودوں کا متقاضی ہے مخلوق کے لئے صحیح ہے مگر خدا ومحبوبِ خدا کے لئے صحیح نہیں ہے یہاں دو زوات یا دو وجود یا دو حقیقی ہستیاں ہیں ہی نہیں۔ درحقیقت لفظ "مخلوق" یہاں بمعنے ظہور مستعمل ہے۔ اور عشق (۱) خدا (حضرتِ کمالیت) مع الصفات والاسمار بالقوۃ۔ اور خدا۔ مع الاسمار والصفات بالعمل کے درمیان ہے (بالعمل کو محمدؐ کہا گیا ہے) جیسے باطن وظاہر — اسم ومسمی — صفت وموصوف میں "ہستی" ایک اور حیثیتیں دو ہوتی ہیں۔ صرف شانوں یا حیثیتوں کے لئے لفظ بدلے گئے۔ لیکن ذات ایک ہی رہی۔ یہ نام خود خدا نے اپنا رکھا۔ اس وقت کوئی دوسرا تھا ہی نہیں۔ نہ کوئی دوسری چیز تھی سب کچھ نور محمدیؐ سے پیدا ہوا۔ لولاک لما خلقت الافلاک شاہد ہے۔

۴۔ ایک نکتہ اور بھی بہت اچھا واضح کیا گیا ہے۔ جو یہ ہے کہ انبیار واولیا۔ اگرچہ اللہ کی صفتِ نوری سے متصف یا متحقق ہیں۔ لیکن سید المرسلین

صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت کی حقیقت ہیں۔ دونوں میں بہت فرق ہے۔ جسے اہلِ نظر خود سمجھ سکتے ہیں۔ جنھیں اللہ نے مذکورہ "نظر" ہی نہیں دی وہ خاک نہیں سمجھ سکتے۔

۵۔ محدث صاحبؒ کے الفاظ ہیں "تمام اشیا اس نور کے مظاہر اور اس کے ظہور کے محل ہیں" یعنی اشیا کو نورِ محمدیؐ کے مظاہر یا اُس کے ظہور کے محل، سمجھا جائے اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام کائنات کی حقیقت ہیں۔ اس طرح ثابت ہوگیا کہ کائنات کو اسماء و صفاتِ حق تعالیٰ کا ظہور کہیں یا نورِ محمدیؐ کے مظاہر۔ بات ایک ہی ہے۔ یہی وحدت کی کثرت ہے، جو ایک دوسرے کی غیر نہیں ہیں۔ بلکہ دونوں میں اسم و مسمّٰی اور صفت و موصوف یا باطن و ظاہر کی نسبت ہے۔ لیکن حضورؐ صفت نور کی حقیقت ہیں اور آپؐ پر ظہورِ حق بالذات ہے۔ عروج میں آپ کا مقام فوقِ عرش اور پھیلاؤ میں از عرش تا فرش سب کی اصل۔ سب میں شامل۔ صورت، ہر عالم میں اس عالم کی مناسبت سے۔ اور عالمِ ناسوت میں متمثل بصورتِ بشری ہو کر ظاہر رہے۔ اب ظاہری تمثلِ صورتِ بشری پر پردہ ہے۔ حقیقت میں حقیقتِ محمدیؐ زندۂ جاوید ہے۔ بلکہ عرفائے کاملین کے عقیدے کے بموجب ہر شے اسی کے نور کی مظہر و محلِ ظہور رہے۔

بہرحال پورا تکملہ (کہیں کہیں کچھ ابہام یا معمولی اختلاف یا بالارادہ بہ چہرۂ حقیقت کو مشکل الفاظ کے پردوں میں چھپا کر پیش کرنے کے باوجود) اولیاء کاملین اور وحدۃ الوجودی مشائخ محققین کی وضع کردہ اصطلاحات "نزولِ ذات" (بہ مراتب الٰہیہ و کونیہ۔ یعنی مراتب بطون و ظہور) کی مفصل شرح ہے۔ اس کی زبان محتاط مگر جذباتِ اہلِ دل کی ترجمان ہے۔ تکملہ سے قبل بھی دو ہزار صفحات سے زیادہ صفحات میں حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم

کی صفات جلیلہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں بھی کہیں کہیں جناب محدث ؒ بطون سے ظہور تک ایک ہی ہستی حقیقی کی موجودگی بیان کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں[1] (اور یہی وحدت الوجودی مسلک کی روح ہے) جیسا کہ اقتباس نمبر ۳ سے خاص طور پر واضح ہے۔

افسوس ہے ان حضرات پر جو " توحید حقیقی " سے بے گانہ رہے۔ یا اب ہیں (الفاظ کی احتیاط اور چیز ہے لیکن انکارِ حقیقت قطعاً دوسری چیز ہے۔) اور انصاف کی بات تو یہ ہے کہ جب اللہ اپنے آپ کو اوّل و آخر اور باطن و ظاہر خود ہی صاف طور پر کہہ رہا ہے اور ان شانوں کو محمد ؐ یا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ صرف منسوب کر رہا ہے بلکہ پچاسوں آیات و احادیث اس کی تصدیق میں موجود ہیں تو کسی کو کیا حق ہے کہ حقیقت کے رُخ پر حجابات ڈالے یا اُسے اُس " شریعت " کی آڑ میں خواہ مخواہ چھپائے جس کا مفہوم حقائق سے بعید اور جس پر اُس کا عمل عشق مقام محمدی ؐ سے خالی ہے۔ " شریعت اسلامی " تو ظہور حق ہے نہ کہ الباطن اور الظاہر کو بالکل ایک دوسرے سے الگ بلکہ ایک دوسرے کی حقیقی ضد ثابت کرنے کی کوشش یہی تو شرک بالذات ہے یہ " شریعت اسلامی " ہرگز نہیں ہو سکتا۔

خدا کا قول بالکل واضح ہے کہ الباطن اور الظاہر ایک ہی ذاتِ حق ہے۔ منکرین کہتے ہیں۔ جی نہیں۔ دو ذاتیں ہیں اور اس کی طول طویل تاویلیں کرتے ہیں کہئے یہ خدا کو جھٹلانا نہیں تو کیا ہے۔ یہ شرک بالذات " سے بھی بڑا گناہ ہے، اس کی سزا وہ خود سمجھ لیں۔

ان سے کہیں زیادہ افسوس ان کور فہموں پر ہے جنھوں نے حضور ؐ اکرم۔ نور ذات ؐ " مجسّم شاہِ لولاک ؐ صاحب معراج ؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک

---

[1] دیکھو اقتباس نمبر (۱)

معمولی خاکی الاصل بشر سمجھا اور اپنے دلوں کو حضور ختمی مرتبت، صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور شدید ادب و احترام سے خالی کر کے اسے دوزخ کی آگ سے بھر لیا۔

حضورؐ اکمل مظہر ذاتِ حق ہیں اور اُن سے کامل عشق ہی کامل ایمان ہے۔ آیاتِ قرآنی۔ احادیث نبویؐ۔ ارشاداتِ اولیاء کاملین اور عقائدِ مشائخ محققین سب سے یہی حقائق ثابت ہیں۔ انھیں جھٹلانے والی زبانیں اور نہ ماننے والے قلوب یہودیوں۔ نصرانیوں، ہندوؤں اور دہریوں کے تو ہو سکتے ہیں لیکن اہلِ ایمان مسلم یا مومن کے ہرگز نہیں ہو سکتے۔ "عاشقانِ محمدیؐ" صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ان کی سمجھ میں کیا آسکتی ہیں۔ اور وہ اُن کے جذبات محبّت کی کیا قدر کر سکتے ہیں۔ جو خدا و رسولؐ کی بات نہیں مانتے۔ وہ ازلی شقی القلب اور ابدی کم نصیب ہیں۔ ہم ڈنکے کی چوٹ یہ اعتراف اور اعلان کرتے ہیں کہ اللہ و محمدؐ = اللہِ محمد ہے۔ جس کی کلید معنوی و صوری لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہے[1] ہمارا ایک ہی خدا اور ایک ہی محبوب ہے۔ ہم اسی کے پروانے اُسی کے دیوانے ہیں۔ اسی کے گیت گاتے اور اُسی کی دُھن میں مست رہتے ہیں۔

عشق و توحید ہمارا مقام اور دوئی و غیریت ہمارے مشرب میں حرام ہے۔ عشق و توحید ہمارے پھُول ہیں اور دوئی و غیریت کانٹے۔ جس تحریر میں یہ "کانٹا" ہو اس سے ہمیں دور کا بھی واسطہ نہیں خواہ وہ کوئی بھی تحریر ہو۔ یہ تمام دماغی کاوش بھی ہم اسی لئے کر رہے ہیں کہ جو "ہمارے" ہیں ان کی آتشِ عشق تیز ہو اور ان کا نشۂ توحید چار آتشہ بنے۔ ممکن ہے کچھ اغیار کے دلوں میں بھی ہماری بات اُتر جائے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق — عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی — اقبالؒ

[1] اس کلمۂ توحید کی مبسوط عارفانہ شرح اسی کتاب "حقیقت محمدیؐ" کے ایک حصّے میں مذکور ہے۔ فہرست مضامین دیکھیے۔

اخبار جنگ میں ایک اُلجھا ہوا مضمون پڑھنے کے بعد

دانہ زمین میں غائب ہو کر زمین سے باہر پودے کی صورت میں نمودار ہوتا، بڑھتا رہتا، اور پھر آخر میں اپنی مثل پچاسوں دانے پیدا کرتا یا نکالتا ہے۔ اسی طرح جمادات، نباتات، حیوانات کے باہمی اتصال و آمیزش، کیمیاوی یا دیگر انواع کے عمل اور ردّ عمل سے لاکھوں، کروڑوں درمیانی تغیرات ہوتے رہتے ہیں مگر عوام الناس کو ان کی خبر نہیں ہوتی۔

غیر مادی قوتیں مادے پر اثر انداز ہوتی رہتی ہیں اور نئے نئے نتائج رونما ہوتے رہتے ہیں۔ عام نگاہیں صرف نتائج کو دیکھتی ہیں لیکن ان کا ظہور کن مراحل سے گزر کر ہوا۔ اس کا علم ماہرین کو ہو سکتا ہے (اگر وہ معلوم کرنا چاہیں) غیر ماہرین بے خبر رہتے ہیں۔

اسی طرح بعض اجسام کیا پوری کائنات مجموعۂ اضداد معلوم ہوتی ہے انسان بھی تضادات کا مجموعہ ہے لیکن بعض صفات نے اسے اشرف المخلوق بنا دیا ہے اور جب وہ ان میں غیر معمولی ترقی کرتا ہے تو عابد، عارف، ولی اللہ اور خلیفۃ اللہ کے منصب جلیلہ پر بھی اللہ کے حکم سے فائز ہوتا ہے۔ نبوت البتہ کسی کو کسب و اکتساب یعنی اپنی کوشش سے نہیں ملی۔ وہ خدا کا خاص عطیہ ہے جسے اُس نے چاہا عطا فرماتا رہا لیکن اب نبوت ختم ہو چکی ہے مگر خلافت و ولایت باقی ہیں۔

انسان فطرتاً غور و فکر کا عادی ہے چنانچہ وہ مذکورۂ بالا حقائق کی کنہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور اپنے خیالات دوسروں تک پہنچاتا رہتا ہے۔

اہل علم و دانش میں ایک طبقہ مفکرین کا ہمیشہ ان عقدوں کو حل کرنے

کی کوشش کرتا رہا ہے اور اب بھی ماہرین کی امداد کے بغیر کرتا رہتا ہے کہ اللہ اور کائنات کا تعلق کس نوعیت کا ہے۔ اور ہم کس طرح اللہ کو پا سکتے ہیں۔ عقل، نفس، شعور، روح و روحانیات۔ علم و ادراک، معرفت، وجدان، شرح صدر وغیرہ کی حقیقت کیا ہے اور خدا رسی میں کس حد تک یہ حقائق ہماری مدد کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام عقدے حل کرنے کے بجائے غیر ماہرین نے اور زیادہ اُلجھا دیئے ہیں۔ کیونکہ (۱) اولاً تو وہ اللہ سے مادّے تک کے درمیانی عالموں سے ناواقف ہیں (۲) ثانیاً ماہرین کو اُستاد نہیں بناتے۔ نہ اُن سے سیکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اپنی عقل اور فکر ہی کو شرح صدر پر ترجیح دیتے اور صرف کتابیں پڑھ کر حکیم و ڈاکٹر بننا چاہتے ہیں۔ کتابوں سے بھی یقیناً مدد ملتی ہے مگر صحیح سوجھ بوجھ اللہ ہی دیتا ہے۔ یہ بھی نہ بھولئے کہ شہروں میں بھی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ پھر تو یہ (یعنی تلاشِ حق) "ریگستان" ہے۔ اور اس "ریگستان" میں اللہ کے محبوب، رہبر عالم و عالمیان، سیّد المرسلین رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں فنا ہوئے بغیر نہ اُن کا کرم ملتا ہے۔ نہ خدا تک رسائی ممکن ہے۔ رسائی تو بہت بڑی نعمت ہے اس کے فضل کا شمہ بھی نصیب نہیں ہو سکتا حضورؐ کے عشق میں فنائیت ہی سب کچھ ہے۔

مغزِ قرآں۔ جانِ ایماں۔ روحِ دیں

ہست حبِّ رحمتہ اللعالمین (حضرت رومیؒ)

اور قال را بگذار و مردِ حال شو ؛ پیشِ مردِ کاملے پامال شو (حضرت رومیؒ)

لیکن یہ اُمور بھی خوش نصیبوں کا حصّہ ہیں۔ جب تک اللہ و رسولؐ نہ چاہیں۔ کم نصیب اشخاص "مسلم" پیدا ہو کر بھی مرتد ہو جاتے اور مردود ہو کر مرتے ہیں۔ لیکن اگر اُن کی رحمت نواز دے تو خاتمہ خیر پر ہونا یقینی ہے۔ اللہ پاک رحمتہ اللعالمینؐ کے صدقے میں ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین۔

حصّہ اوّل

حصّہ اوّل ۔ باب ۔۱۔ فصل (۱)

اللہ سے عبد تک

اس کتاب کے "حصّۂ خصوصی" میں خدا۔ حقیقت محمدیؐ ۔ نورِ محمدیؐ ۔ ظہور کائنات ۔ خدا و نورِ خدا سے اشیا کی نسبت اور ان سے "عبد" کا تعلق ۔ بالخصوص صاحبِ ایمان و عرفان انسان کے لئے، نورِ محمدیؐ و حقیقتِ محمدیؐ کی اہمیت ۔ نیز ان کے لئے "واصل بحق" ہونے کے مفہوم وغیرہ عنوانات پر کتاب مدارج النبوۃ کے چند اقتباسات کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔

گویا اُن اوراق میں حق سے عبد تک کے مضمرات مختصر طور پر بیان ہوئے ہیں۔ انھیں صوفیائے کرام "مراتبِ نزول ذات یا مراتب ظہورِ ذات" کہتے ہیں۔ ناچیز مصنفِ کتاب ہذا کے خیال میں عبد سے خدا تک کے مضمرات بھی بیان کر دیئے جائیں تو بہتر ہوگا۔ کیونکہ

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ [۱]

کا راستہ منزل حقیقی تک پہنچنے کے لئے زیادہ آسان ہے۔ چنانچہ فکر انسانی کے لئے پہلا راستہ "اوپر سے نیچے" آتا ہے اور دوسرا "نیچے سے اوپر" جاتا ہے۔ حالانکہ یہ ہمارے سمجھنے سمجھانے کے لئے ہے۔ ورنہ ذات حق تعالےٰ ہر جگہ موجود ہے۔ اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ بہرحال ہم اسے بندے کے عروج کا راستہ کہتے ہیں تاہم پہلے چند تمہیدی نکتے ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔

---

[۱] لطیفۂ روحانی۔ و اس قول میں کسی حرف کے نیچے اعراب نہیں ہیں۔ کیونکہ بات سب سے اونچی ہے۔

نورِ حق - عالم اور حضرت انسان کی وحدت

(قرآن و احادیث اور اقوالِ بزرگانِ دین کی روشنی میں)

سب سے پہلے چند حقائق نفس الامری سمجھ لیجیے - یہ وہ حقائق ہیں جو علم لدنی اور کشف صدر والوں نے واضح کئے ہیں۔ (قرآن و احادیث کا صحیح مفہوم وہی ہے، جو یہ حضرات بتائیں) اور جنھیں اللہ توفیق دیتا ہے ان کی سمجھ میں آتے ہیں۔) :-

(۱) عالم ضدّین کا مجموعہ ہے۔ اولیا و عرفا کی نظر میں ذرّہ ذرّہ نور محمدیؐ کا مظہر۔ تجلیاتِ ربّی کا محل اور اسمار وصفات حق کا آئینہ ہے ۔ چونکہ ہستی حقیقی (الباطن) الظاہر کے روپ میں بھی ہے اور چونکہ عالم کی ہر شے بھی ظاہر و باطن کا مجموعہ ہے اسی لئے عالم کو "مجموعۂ ضدین" کہا گیا ہے۔ (یہ دلیل کہ یہاں دن رات۔ شادی و غم۔ زندگی و موت۔ روشنی و تاریکی وغیرہ اضداد موجود ہیں۔ اس لئے بھی عالم کو مجموعۂ اضداد کہا جاتا ہے۔ ایک حد تک صحیح ہے لیکن جو وضاحت اس سے اوپر بیان کی گئی ہے وہ زیادہ وزن رکھتی ہے۔)

(۲) عالم امر بغیر عالم خلق کے۔ بسائط بغیر مادیات کے۔ ارواح بغیر اجسام کے قلب بغیر قالب کے۔ باطن بغیر ظاہر کے۔ معقولات بغیر محسوسات کے ظاہر نہیں ہوتے۔ اور یہ سب باہم ضدین ہیں۔ (آگے برزخ کبریٰ۔ (ج) بھی دیکھو۔)

(۳) انسان - مذکورۂ بالا تمام حقائق وصفات کا مجموعہ ہوتا ہے۔

(۴) لیکن یہ صفات تمام انسانوں کو یکساں مقدار و درجات میں نہیں دی گئیں۔ اسی لئے تمام انسان یکساں نہیں ہوتے۔

(۵) ان ہی میں چور۔ ڈاکو۔ فاسق۔ فاجر۔ ظالم۔ جابر۔ بد قماش، بدمعاش، کافر، مشرک۔ منافق و مرتد وغیرہ ہوتے ہیں اور ان ہی میں عابد۔ زاہد۔ صالحین۔ اولیاء۔ انبیاء و مرسلین ہوتے رہے اور تا قیامت ہوتے رہیں گے۔ البتہ اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور دین حق کامل ہو چکا ہے۔

(۶) انسان کی حقیقت انسان کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے۔ (کیونکہ کوئی فرع۔ اپنی اصل سے جدا نہیں رہ سکتی۔

لیکن ہر انسان اسے پہچانتا نہیں ہے۔ اس لئے اُسے عرفائے کاملین کی بیعت کر کے پہچاننے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ قرآن و سنت میں بیعت کی سخت تاکید کی گئی ہے۔

(۷) اصل = ایک اضافی ہوتی ہے اور ایک حقیقی (ایک نزدیک۔ ایک دور) جیسے اشیا کی اصل نزدیکی کوئی نہ کوئی دوسری شے ہوتی ہے لیکن اصل حقیقی نور محمدیؐ ہے۔ (والخلق کلھم من نوری۔ حدیث نبویؐ)

(۸) ہر "شے" کے ظہور و بطون کا ایک جداگانہ مخصوص خیالی دائرہ سمجھئے جس کے اندر وہ شے رہتی ہے۔ لیکن انسان "اشرف المخلوقات" ہے۔ اس لئے اس کا دائرہ ظہور و بطون۔ تمام اشیا کے دائروں سے بڑا اور انھیں گھیرے ہوئے ہے۔ یعنی انسان عالم صغیر ہے (اُسی کے اندر عالم کبیر ہے)۔

(۹) وہ "انسان" جو عارف و عاشق محمدؐ ہے۔ اپنی حقیقی اصل کو پہچانتا اور اس کی طرف بڑھتا رہتا ہے (اور بالآخر اس سے واصل ہو جاتا ہے)۔

لیکن "بدبخت انسان" اپنی بدبینی، بداندیشی، بدکرداری وغیرہ کے باعث، "اپنے سے کم مرتبہ اشیا" کے چکروں میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔ نہ حق کی سنتا ہے۔ نہ حق کی طرف بڑھتا ہے۔ نہ حق کو پاتا ہے۔ قرآن پاک انھیں "چوپایہ، مویشی" فرماتا ہے۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔ (دیکھو ۷۔ ۱۷۹)

اور شیطان کی ذریت (تمام دشمنانِ رحمتہ اللعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم۔ خواہ وہ کسی بھیس میں ہوں) ان "جانوروں کی پشت پناہی اور سرپرستی کرتے نظر آتے ہیں لیکن گمراہ "انسان نما جانور" ان "شیطانوں" کو پہچانتے نہیں اور اپنے صحیح آقا و مولاؐ کی تنقیص شان کر کے خود دوزخی بن جاتے ہیں۔

ان بہکانے والوں میں سب سے زیادہ خطرناک، وہ حضرات ہیں جو اپنے "اکتسابی علم" کے غرور میں (اور اپنے آقا ابلیس کی تقلید میں) نور محمدیؐ کو غیر حق اور بشر محض سمجھتے۔ اسی لئے آپؐ کی طرف نہیں جھکتے اور دوسرے سادہ لوح مسلمانوں کو بھی رحمتہ اللعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جھکنے اور اُن کی طرف بڑھنے سے روکتے ہیں۔

سادہ لوح مسلمان ان کے مغالطوں کو نہیں سمجھ پاتے۔

(۱۰) کائنات میں ذرہ۔ ذرّہ کی اصل۔ آسمان و زمین، لوح و قلم، عرش و کرسی۔ فرشتے۔ اجنّہ اور انسان .... سب ہی کی "حقیقی اصل" نور محمدیؐ ہے۔ (لولاک لما خلقت الافلاک اور انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری: ثبوت کے لئے کافی ہیں۔)

(۱۱) نور محمدیؐ کی اصل یعنی حقیقتِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم

جناب احدیت۔ یعنی حق سبحانہٗ و تعالےٰ ہے اور دونوں کے درمیان فصل یا غیریت نہیں ہے۔ بلکہ باطن و ظاہر اور اوّل و آخر کی نسبت ہے۔ آفتاب اور نورِ آفتاب دو چیزیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے اور جس طرح نور کے بغیر آفتاب کا تصور اور ظاہر کے بغیر باطن کا تصور ناقص اور غلط ہے اسی طرح نورِ محمدیؐ کے بغیر اللہ کا تصور ناقص، غلط اور ناممکن ہے دونوں لازم و ملزوم اور ایک ہیں یعنی ایک ہی وجود کی دو شانیں ہیں۔

(۱۲) اسی لئے توحید حقیقی وہی ہے جس میں اللہ و محمدؐ کے درمیان کسی قسم کا فصل یا غیریت نہ مانی جائے۔ ورنہ توحید کی جگہ دوئی آجائے گی۔ جو ایمان۔ اسلام۔ احسان اور کلمۂ توحید سب کے منافی ہو گی اور کلمۂ توحید کلمۂ شرک ہو جائے گا۔ ان اہم نکات کی تفصیلی بحث اس ناچیز کی زیرِ نظر کتاب میں از اول تا آخر موجود ہے۔

جو شخص اپنے قلب کی گہرائیوں سے دیگر غلط معتقدات کو نکال کر اس کا گہرا مطالعہ کرے گا۔ وہ انشاءاللہ یقیناً راہِ راست پر آکر جنتی بن جائے گا۔

یعنی واصل بحق بن کر زندہ رہے گا۔

اور اسی حیثیت میں یہاں سے رُخصت ہو گا۔

صاف پانی مل ہی نہیں سکتا جب تک کنواں کھودا نہ جائے اور مٹی باہر نہ پھینکی جائے۔

باب - ۱
فصل - ۲
(اب اصل موضوع ملاحظہ ہو)

عبد یعنی حضرتِ انسان
(اس کے اہم اجزائے ترکیبی اس کی قسمیں اور درجے وغیرہ)

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں :-

طلسمِ بود و عدم جس کا نام ہے آدم — خدا کا راز ہے، قادر نہیں ہے جس پہ سخن
زمانہ روزِ ازل سے رہا ہے محوِ خرام — مگر یہ اُس کی تگ و دَو سے ہوسکا نہ کہن
اگر نہ ہو تجھے اُلجھن تو کھول کر کہہ دوں — وجودِ حضرتِ انسان نہ رُوح ہے نہ بدن

کیونکہ صرف روح و بدن کا مجموعہ تو جانور اور حشرات الارض (کیڑے۔ مکوڑے) بھی ہیں۔ لیکن انسان تو "اشرف المخلوقات" اور "خلیفتہ اللہ" ہے۔ لہٰذا اس میں جسم و جان سے اوپر بھی کوئی چیز ہونا چاہیے۔ جس کی وجہ سے وہ بقول علامہ اقبالؒ

"خدا کا ناقابل بیان راز" — اور
"طلسمِ بود و عدم" ہے (جسے عوام مطلق نہیں سمجھتے۔ البتہ خواص سمجھتے ہیں)

"وہ زمانے کے اثر سے پرانا نہیں ہوا"۔ "وہ ازلی۔ ابدی ہے" وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ "انسان" کے فضائل و کمالات کے مکمل بیان میں دفتر کے دفتر سیاہ کیئے جاچکے ہیں۔ یہاں صرف اشارات کیئے جارہے ہیں۔ آپ اپنے غور و فکر سے کام لے کر اس خاکے کو تفصیل سے پُر فرمائیں — ہمارے عرفاؒ و محققینؒ و اولیا اللہؒ اس امر پہ متفق

ہیں کہ وہ تیسرا اور پوشیدہ "عنصر انسانی" (جس نے آدمی کو جانور کے درجہ سے بلند کر کے "انسان" بنایا اور اسے ایسے فضائل و کمالات عطا فرمائے کہ وہ "واصل بحق" ہو کر جاودانی بن سکتا ہے۔ "انسانی" انائے اعظم واقدس ہے جو روح قدسی (ونفخت فیہ من روحی .... الخ القرآن) اور اس سے متعلق جملہ صفات و قوت ہائے روحانی۔ پر مشتمل ہے جو بالفعل ہو کر انسان کو واصل بحق بنادیتی ہیں (حلول و اتحاد کے بغیر)۔

جسے کسی نے انائے حق۔ کسی نے انائے حق کی بازگشت۔ کسی نے شانِ الوہیت۔ کسی نے الوہیت۔ کسی نے حقیقت ذات۔ کسی نے حق۔ کسی نے نورحق یا نورِ ذات۔ کسی نے خودی اور میں نے اسی کو یہاں "انسانی انائے اعظم و اقدس کہا ہے۔ "اعظم" اس لئے کہ اس سے عظیم تر، کوئی عنصر ترکیبی، مذکورہ روح سے برتر، "انسان" کے اندر موجود نہیں ہے۔ وہی "اقدس" بھی ہے اس لئے کہ زندگی میں بھی اور بعد موت بھی اس کے تقدس کے احکام شریعت اسلامیہ میں موجود ہیں۔ (تفصیل کا یہ موقعہ نہیں ہے۔) اسے "انسانی" اس لئے کہہ رہا ہوں کہ وہ انسان کے "ظاہری" تعین جسم اور ہاتھ، پاؤں وغیرہ کے باوجود۔ سرتا بہ پا۔ انارِ حقیقی کا پیکر بن سکتا ہے۔ بلکہ بنا رہتا ہے لیکن غیر سمت میں اُس کی شعوری توجہ اور اس کا فعلی انہماک اُسے اپنی "انائے حقیقی" سے دُور رکھتا ہے[1]۔ تعین جسمی۔ شکل و صورت۔ ہاتھ پاؤں وغیرہ انسان کو خدا رسی

[1] خدا سے غافل بندوں، مشرکوں یا منکروں کی انا۔ انائے باطل کہلاتی ہے۔ اس شعر میں رومی رح نے "انا" کی دونوں قسمیں بیان کی ہیں ؎

آں انا با وقت، گفتن رحمت است — واں انا بے وقت، گفتن لعنت است (مثل فرعون)

سے باز نہیں رکھتے۔ تمام اولیائے کرام اور انبیائے ذوالاحترام علیہم السلام مادی جسم اور ہاتھ پاؤں رکھتے تھے۔ متعدد آیات قرآنی و احادیث نبویؐ (جن میں سے چند آگے درج ہیں) حقیقت الحقائق۔ یعنی حق سبحانہ، و تعالےٰ کے بے کم و کیف اور بے حلول و اتحاد۔ انسان کے مادی جسم کے ساتھ رہنے کو ثابت کر رہی ہیں۔ بقول مولانائے روم رحمتہ اللہ علیہ:۔

اتصالے بے تکیف، بے قیاس ہست رب الناس را با جانِ ناس

(جانِ ناس سے مراد "روح حیوانی" نہیں، بلکہ وہی روح اقدس ہے جس کا ذکر ونفخت فیہ من روحی .... میں کیا گیا ہے)

اب اس "اتصال" کے ثبوت میں چند آیات قرآنی و احادیث نبویؐ قدسی سنیئے:

آیات قرآنی: (۱)

(۱) وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ۔ اور وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔

یہاں اس بحث کی گنجائش نہیں ہے کہ اللہ کی معیت مادی پیکر انسانی کے ساتھ کس نوعیت کی ہے (اس کی کچھ وضاحت نیچے نمبر ۳ میں کی گئی ہے) انسانی جسم کے ساتھ رُوح کی موجودگی کا تجربہ ہر آدمی کو ہے۔ اسی سے معیت حق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ (مقصود یہ بتانا ہے کہ حق تعالےٰ عام بندے سے بھی الگ نہیں ہے)

(۲) وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ط — اور وہ تمھارے نفوس کے اندر ہے کیا تم نہیں دیکھتے۔ (بصیرت کی آنکھ سے)

اس سے بھی یہی ثابت ہے کہ علیحدگی کیسی۔ وہ تو تمھاری ذات میں ہے اور تم سب اُسے دل کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہو۔

(۳) نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ — ہم تمھاری رگ جاں سے بھی زیادہ

حَبْلِ الْوَرِیْد - قریب ہیں۔

۵۔ واضح رہے کہ اللہ "قرب مکانی" سے پاک ہے۔ قرب کی کئی قسمیں ہیں۔ صاحبِ تفسیر حقانی لکھتے ہیں کہ "خدا کا قرب مکانی قرب نہیں بلکہ ذاتی ہے۔ کیونکہ انسان اس کے وجود اصلی کا ایک ظل ہے اور اس کے وجود مطلق کا تعین۔ وہ اس کے ساتھ حلول و اتصال صوری سے اقرب نہیں اور نہ اتحاد و عینیت سے"۔ اور تفسیر نورالعرفان میں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کا علم و قدرت انسان سے اقرب ہے۔ (واللہ اعلم بالقرآن)

ایک قرب جسم و روح کا ہے اور ایک وہ ہے کہ بعد موت جسمانی روح عام آدمیوں کے جسموں سے علیحدہ ہو کر اُن کے جسموں پر تصرف کرنا بھی چھوڑ دیتی ہے لیکن خاص انسانوں کے جسموں سے صرف الگ ہوتی ہے لیکن بحکم الٰہی ان جسموں کی پرورش ہوتی رہتی ہے جیسے شہدا۔ اولیا۔ انبیا وغیرہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ (دیکھو تفسیر نورالعرفان۔ آیتہ "انک میتٌ و انھم میتون") وجودی صوفیائے کرام اس امر پر متفق ہیں کہ اس آیتہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ انسان سے اتنا زیادہ قریب ہے کہ خود انسان اپنے آپ سے نہیں ہے یعنی حق تعالےٰ ہی انسان کی حقیقت ہے؟

دیگر آیات بخوف طوالت حذف کی جاتی ہیں۔

احادیث قدسی

یہ وہ احادیث ہوتی ہیں جن میں خود حق تعالےٰ اپنے محبوب اقدس و اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے کچھ فرماتا ہے۔ جیسے آیاتِ قرآنی ۔ فرق صرف یہ ہے کہ آیات نماز میں تلاوت کی جاتی ہیں لیکن احادیث قدسی نہیں کی جاتیں۔ بہرحال دو احادیث قدسی یہ ہیں:

(۱) حدیث قرب نوافل
(۲) دوسری حدیث قربِ فرائض

قرب نوافل کی وضاحت: جب انسان اپنی اصل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور مجاہدہ کر کے ترقی کی منزلیں طے کرتا ہے تو اس میں دو کمال پیدا ہوتے ہیں ایک کو قرب نوافل اور دوسرے کو قرب فرائض کہتے ہیں۔
قرب نوافل میں صفات بشریہ زائل ہو جاتی ہیں اور اوصاف الٰہیہ حاصل۔
حدیث قدسی میں ہے (ترجمہ) فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ہمیشہ میرا بندہ مجھ سے نزدیکی چاہتا ہے بذریعہ نوافل کے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا پیارا بنا لیتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کی زبان جس سے وہ بولتا ہے اور اس کے پاؤں جن سے وہ چلتا ہے۔ پس وہ میرے ہی ذریعہ سے سنتا ہے اور میرے ہی ذریعہ سے دیکھتا ہے اور میرے ہی ذریعہ سے پکڑتا ہے میرے ہی ذریعہ سے بولتا ہے اور میرے ہی ذریعہ سے چلتا ہے۔
(درحقیقت اس حدیث قدسی سے یہ تنبیہہ مقصود ہے کہ یہ اعضا تمہارے نہیں ہیں۔ تمہارے ہوتے تو تمہارے اختیار میں ہوتے۔ تمہارا شعور تمھیں دھوکے میں رکھے ہوئے ہے اور اسی دھوکے میں مبتلا ہو کر تم خود کو موجود بالذات اور اپنے اعضا کو اپنا سمجھتے ہو۔ اس کے علاوہ یہ بتانا مقصود ہے کہ اس کمال کی بنیاد عشق حق ہے۔ تیسرا مقصود یہ ہے کہ اللہ کی مرضی پر کامیابی و کمال کا انحصار ہے۔ چوتھا مقصود یہ بتانا ہے کہ بندے کے لیے مجاہدہ ضروری ہے۔ چنانچہ کرامات مقربانِ خصوصی و اولیا اللہ اسی نوعیت کے مظاہرے ہیں[۵]

---

[۵] امام بخاری بروایت ابوہریرہ رضؓ

سہ انسان کی ذات میں یہ خدا ہی کے کھیل ہیں
بازی کہاں بساط میں جو شاہ ہی نہ ہو

قربِ فرائض اس کمال میں انسان کو ذاتِ حق میں ایسی کامل فنائیت حاصل ہو جاتی ہے کہ سوائے ذاتِ پاک کے اس کی نظر میں کچھ باقی نہیں رہتا۔ بندے کی حالت اوزار ہتھیار کی ہوتی ہے اور کام کرنے والا اللہ ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ۔ یعنی پس نہیں قتل کیا تم لوگوں نے کفار کو (اے اصحابِ رضؓ رسولؐ بقوت و ارادۂ خود) بلکہ انھیں قتل کیا اللہ تعالیٰ نے — (یہ مثال ایسی ہے جیسے اندھا۔ بہرا۔ گونگا۔ بے جان ہتھیار پکارتا ہو کہ کام میں کر رہا ہوں۔ نہ کہ کاریگر۔ یا ہتھیار استعمال کرنے والا۔ اس طرح عام بندہ بھی یہی سمجھتا ہے لیکن جب اللہ اپنی مہربانی سے بندے کی محبت و محنت کو قبول کر لیتا ہے تو اس کی بصیرت، درجۂ کمال پر پہنچ جاتی ہے اور اس کی نظر میں وہ خود مثل ہتھیار کے بے جان گونگا بہرا۔ اور فاعلِ حقیقی اللہ۔ حق الیقین کی حد تک معلوم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ۔ اللہ خود جتاتا اور پکار اٹھتا ہے کہ:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔

یعنی نہیں پھینکی وہ خاک آپؐ نے (اے میرے حبیبؐ) جو آپ نے پھینکی (لشکر کفار کی طرف) لیکن وہ خاک اللہ نے پھینکی۔

۔ یعنی بظاہر دیکھنے والوں کی نظر میں آپؐ نے پھینکی تھی لیکن حقیقت میں میں نے پھینکی تھی۔)

اس میں امت کے لیے یہ تعلیم ہے کہ اگرچہ "ظاہر" بھی حق ہے مگر بندے کو "ظاہر" سے "باطن" کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس راہ میں

خلوص کے ساتھ اتنا مجاہدہ کرے کہ بفضلہٖ تعالےٰ یہ درجۂ کمال (قربِ فرائض) اُسے حاصل ہو جائے۔ یہ درجۂ کمال حضورؐ کے لئے مخصوص ہے۔ اس حد تک کسی کو بھی نہیں مل سکتا۔ اتنا ہی ملے گا جتنا حضورؐ کے طفیل میں اللہ مرحمت فرما دے۔

خلاصۂ بیان: مندرجۂ بالا بیان صرف آیاتِ قرآنی اور احادیث قدسی پر مشتمل ہے جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ "انسان" میں صرف جسم اور روح حیوانی ہی نہیں ہیں بلکہ اس میں روح قدسی اور سب سے اعلیٰ اور مقدس ترین عنصر" انائے حقیقی کی شمولیت، معیت یا اس کا "ناقابلِ بیان قُرب" ہے۔ انسان کو اسی کی بدولت حواس خمسۂ ظاہری۔ حواس باطنی، عقل، شعور، ادراک، اللہ کی طرف بڑھنے کی محبت اور تڑپ، وحی و رسالت پر پُرخلوص ایمان اور صحیح عمل کی استعداد وغیرہ عطا کی گئی ہیں جن سے وہ اشرف المخلوقات بنا ہے۔

اگر انائے حقیقی اور روح قدسی علیحدگی اختیار کر لیں اور اپنا تصرف بھی ختم کر دیں تو جسم انسانی کچھ نہیں رہ جاتا۔ محض خاک ہے اور خاک میں مل جاتا ہے[1]۔ لیکن شریعت میں عام لوگوں کی قبروں کو بھی روندنا یا ان کی بے حرمتی کرنا سخت ممنوع ہے۔ اجسام کا تعلق روح اعظم سے تھا۔ اسی نسبت کی تعظیم شریعت کراتی ہے ـــــ ان سطور میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان ہی انسانوں اور خدا کے بندوں میں گمراہ اور بدکردار انسان بھی ہوتے ہیں۔ اور ان ہی میں اللہ کے مقبول بندے بھی ہوتے ہیں۔ مقبول بننا صحیح ایمان، صحیح عمل اور اللہ کی خوشنودی پر منحصر ہے۔ (پھر مقبولانِ حق کے مزارات کی تحریم و

---

[1] شہداؓ۔ اولیاءؒ انبیاءؑ کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح رہتی ہیں اور بحکم رب ان کی پرورش بھی کرتی ہیں لیکن ان اسرار کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ اس پر ایمان لانا کافی ہے۔

تکریم اور اللہ کی خوشنودی کا اندازہ خود کر لیجئے)

۲۔ سورۂ واقعہ کے بموجب تقسیم انسانی

قرآن پاک (سورۂ واقعہ) میں اللہ کے بندوں کی موٹی موٹی تین قسمیں بتائی گئی ہیں ۔(۱) بائیں ہاتھ والے (۲) داہنے ہاتھ والے اور (۳) مقربین)
بائیں ہاتھ والوں سے مراد ۔ گمراہ۔ گنہگار اور دوزخی انسان ہیں ۔
داہنے ہاتھ والوں ہیں ۔ صالحین اور جنتی انسان ہیں ۔
مقربین نور کے ممبروں پر ہوں گے ۔ یہ خاص الخاص حضرات ہوں گے ۔

لیکن ان تمام حضرات نیز تمام اولیا رحمۃ اللہ علیہم اور انبیا سے بھی ارفع و اعلیٰ سب کے سید و سردار و پیشوا و مولا نور ذات خدا محبوب خاص کبریا ۔ احمد مجتبےٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

قرآن پاک احادیث نبوی اور اقوال اولیا اللہ و عرفائے محققین ۔ سب حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت مقدسہ، صفات حسنہ اور کمالات مبارکہ کے ذکر سے پُر ہیں ۔ نیز زیرِ نظر کتاب بھی اس بحرِ ناپیدا کنار کے آبدار موتیوں سے مالا مال ہے ۔ لیکن صرف سچے عاشقوں کی نظر چاہیئے ؛

خلاصۂ تحریر یہ ہے کہ :۔

(۱) جو انسان " اللہ سے ملنے " کی تڑپ رکھتا ہے وہ پہلے مسلم و مومن بنے پھر (۲) کسی مشہور سلسلہ طریقت و معرفت میں بیعت کر کے " اللہ سے ملنے " کا مفہوم سمجھے ۔ پھر اللہ والوں کے راستے پر چلے ۔ انشاء اللہ منزل مقصود

تک پہنچ جائے گا۔

لیکن یہ یاد رکھیئے

کہ (۳) وہ "ولایت" کے اس درجہ تک ہی پہنچ سکتا ہے جس کی استعداد اس میں اللہ نے رکھی ہے (اس کے لئے وہی خدا رسی ہو گی)

(۴) وہ کسی حال میں بھی "نبی" یا "رسول" نہیں بن سکتا۔ کیونکہ اب نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اور ہمارے آقا و مولا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم **خاتم النبیّین** ہیں۔

(۵) وہ یہ بھی یاد رکھے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ امر نبوت کی جہت سے خاتم النبیین ہیں۔ اور امر ولایت کی جہت سے بھی آپ قرب حق کے سب سے اونچے مقام دنیٰ و ادنیٰ۔ مقام لی مع اللہ اور بالراست مقام وصالِ حق پر فائز ہیں۔ اس مقام کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے خدا و محبوبِ خدا بحالت وصال و معراج خلوت گاہِ احدیت و بارگاہ صمدیت میں سر الاسرار ہیں۔ یہاں جبرئیل علیہ السلام بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اُن کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں کہ خدا اور حضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کیا اسرار و رموز ہیں بالآخر خود محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ رحمتہ اللعالمینی بندوں کی طرف نزول فرما کر مقام برزخ کبریٰ پر مقیم رہتے ہوئے اپنی تجلیات سے مرتبۂ واحدیت کی کثرت کو مرتبۂ انسان کی جامعیت تک، ہر شئے کو منوّر فرمایا اور فرما رہے ہیں۔

باب ۲ - فصل ۱

برزخ کبریٰ - الف

اس کی تفصیل تو ہم آئندہ فصل میں لکھیں گے۔ یہاں صرف چند نکتے ذہن نشین کر لئے جائیں تو مناسب ہوگا۔

اصطلاح تصوف میں "نزول ذات" کا پہلا تعین "وحدت" یا "حقیقت محمدی ؐ" کہلاتا ہے۔ اس مرتبے میں اللہ و محمد ؐ صلی اللہ علیہ وسلم میں "دوئی" نہیں ہے۔ مقام وحدت کے بعد دوسرا "تعین" واحدیت ہے۔ ان دونوں "مراتب ذات" کے درمیان "برزخِ کبریٰ" یا "برزخ عظمیٰ" ہے۔ اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محویت حق تعالے یعنی جناب احدیت کے ساتھ (یوں تو) ہمیشہ ہی رہتی ہے لیکن جب آپ ؐ کی توجہ "کثرت واحدیت" کی طرف بھی ہو تو اُس وقت حضور ؐ مقام "برزخ کبریٰ" پر فائز متصور ہوں گے۔ اسی مقام سے احکام و ارشادات عالی کا نزول ہوتا ہے۔ یہی صورت حال نورِ خدا، محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی، عالم لاہوت سے ناسوت تک یعنی "جنابِ وحدت" سے "عالم انسانیت" تک بحالات وصور مختلفہ۔ جلوہ گر ہے[1]

چنانچہ انسان کی اصل نور محمدی ؐ ہے (حدیث ہے - انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری) اور ولی بن کر بھی مومن انسان - اپنی اصل یعنی نور محمدی ؐ ہی سے واصل ہو سکتا ہے۔ یہی اس کے حق میں "واصل بحق" بننا

---

[1] ہر مرتبۂ "نزولِ ذات" کا مفصل ذکر زیرِ نظر کتاب کے کسی حصے میں موجود ہے۔ فہرست عنوانات دیکھ کر معلوم کریں۔ مختلف عوالم، نور محمدی سے ہیں اور ہر دو عالم کے درمیان نور حضور ؐ ہی برزخ ہے۔ اسی لیے برزخ کبریٰ کو برزخ البرازخ بھی کہتے ہیں۔

ہے ۔ یہ بھی یاد رہے کہ ہر مرتبے میں درجات ہوتے ہیں اور ہر درجے کے انسانوں میں بھی سب کا حال یکساں نہیں ہوتا ۔

ہر دو "تعینات"، عوالم اور درجات کے درمیان ایک "برزخ" ہوتا ہے جس کی شمولیت ہر دو جانب ہوا کرتی ہے۔ اس کے باوجود یہ پتہ نہیں چلتا کہ ایک عالم یا درجہ کہاں ختم ہوا اور دوسرا کہاں شروع ہو گیا۔ ایسا مجردات یعنی بسیط اشیا میں ہوتا ہے۔ مادیات میں البتہ خصوصی و امتیازی صفات یا افعال یا آثار ایک حد تک حد فاصل کی نشان دہی کرتے ہیں۔ جیسے نیند اور بیداری یا ہوش اور بے ہوشی کی درمیانی کیفیت یا جیسے کوئی شخص خواب میں مختلف مقامات کی سیر کرے (اس میں شخص کے مادی عناصر تو بستر پر رہتے ہیں اور وہ "عالم مثال" میں اڑتا پھرتا ہے۔ اُس وقت وہ جسم و صورت تو رکھتا ہے لیکن وہ غیر مادی ہوتے ہیں۔ بستر پر مادی جسم و صورت۔ مثال میں وہی غیر مادی؛ روح دونوں میں) ہم پوری طرح اس "طلسم" کو سمجھ نہیں سکتے

چنانچہ تمامی کائنات اور خالق کائنات کے درمیان بھی ایک "حقیقت برزخیہ" ہے جسے "برزخ محمدیؐ" یا "برزخ کبریٰ" کہتے ہیں جس میں دونوں حقیقتوں کے اوصاف پائے جاتے ہیں لیکن ہم پوری طرح اس "سب سے بڑے طلسم" کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

ع اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل[1]
خواص اُس برزخ کبریٰؐ میں ہے حرف مشدد کا

---

[1] محض شہرت کی بنا پر یہ شعر لکھا گیا ہے ورنہ حضورؐ مخلوق میں شامل نہیں ہیں بلکہ آپؐ کل اسماء و صفات (مع الذات) کے جامع ہیں جو حقی بھی ہیں اور خلقی بھی مگر یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ ایک کہاں ختم ہوئیں اور دوسری کہاں شروع ہوگئیں۔ بہرحال آپؐ کا مقام۔ برزخ عظمیٰ ہے۔ خاک، مٹی یا بشریت نہیں۔ "تمثل بشری" اور "حقیقی بشریت" میں فرق ہے تفصیل آگے ملے گی۔

ے محمدؐ سرِ وحدت ہیں کوئی رمز اُن کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہیں حقیقت میں "خدا جانے"

(نامعلومؒ)

ے نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی فرقاں وہی قرآں، وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

(علامہ اقبال رحؒ)

مختصر یہ ہے کہ حضور سرور کائنات، خلاصۂ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت برزخ کبریٰ سمجھنا بھی انسانی فہم و شعور کے بس کی بات نہیں ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے جسے جتنا علم نصیب ہو جائے اتنا ہی وہ بیان کرسکتا ہے یا سمجھ سکتا ہے اور اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

باب ۲ - فصل ۲

برزخ کبریٰ (ب)

اولیاء اللہ اور ان ہی کے خوشہ چیں صوفیائے کرام و مشائخ عظام (جو خود بھی صاحب کشف صدر و حامل علم لدُنی ہوتے ہیں) کی نظر حقیقت نگر میں - اطلاقِ الوہیت سے لیکر عالم حس و شہادت تک، سب ایک وحدت ہے - اس کی بابت کبھی وہ "اوپر سے نیچے" کی جانب غور کرتے اور بیان کرتے ہیں اور اُسے مراتب نزول کا نام دیتے ہیں - اور کبھی وہ اس "وحدت" کی بابت "نیچے سے اوپر" کی جانب غور کرتے اور اپنی معلومات کا بیان کرتے ہیں اسے وہ "مراتب عروج" کہتے ہیں -

ہر دو مراتب کے درمیان ایک "برزخ بھی تصور کیا جاتا ہے لہذا نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو" برزخ البرازخ "یا" برزخِ کبریٰ" بھی کہتے ہیں. جیساکہ دو صفحات قبل ذیلی حاشیے میں مذکور ہو چکا ہے -

گزشتہ فصل میں ہم نے کائنات اور ہستی مطلق کی" وحدت" کی بابت اپنے فکر و بیان کا رخ "نیچے سے اوپر" کی طرف رکھا تھا - اب اس فصل میں ہم پھر اپنے غور و فکر اور بیان کا رُخ "اوپر سے نیچے" کی جانب رکھیں گے - اُمید ہے کہ اس سے قاری کے متحد و غلط عقیدے (اگر اس کے قلب و نگاہ پر منجانب اللہ غلاف نہیں چڑھے ہوئے ہیں) دُرست ہو جائیں گے - انشاء اللہ العزیز -

واقفانِ رموزِ حقیقت اس امر پر متفق ہیں اور قرآن پاک بھی شاہد ہے کہ وجود حقیقی صرف ایک ہے - وہی ذات حقیقی ہے - وہی باطن ہے وہی ظاہر ہے، وہی اوّل ہے وہی آخر ہے - اپنی یہ تعریف - زمانی و مکانی -

خود اللہ نے کی ہے لہٰذا۔ ہر وہ "عبد" جو اس پر صدق دل سے ایمان لاچکا ہے لَا موجود الا اللہ پر حق الیقین کی حد تک ایمان رکھنے پر مجبور رہے۔

اور اسی کے ضمن میں ان تمام حقائق پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، جن کی اطلاع مذکورہ " واقفان رموزِ حقیقت " نے دی ہے۔ جن حضرات نے اپنے " اکتسابی علم " کے زور میں ان حقائق سے اختلاف کیا یا اب کرتے ہیں یا آئندہ کرتے رہیں گے۔ وہ جانیں اور ان کا اللہ۔ ہمیں ان سے اُلجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ وہ ہم سے اُلجھیں۔ چنانچہ عرض ہے کہ

- جب " کنزِ مخفی " نے چاہا کہ وہ پہچانا جائے۔ تو اس نے جیسا چاہا اپنے آپ کو بنا سجا کر دیکھا اور خوش ہوا۔
- یہ بننا۔ بنانا۔ سجنا۔ سجانا۔ ہمارے الفاظ و افعال کے مطابق نہیں ہوا نہ ہوتا ہے۔ بلکہ مختارِ مطلق، قادرِ مطلق ہستی حقیقی کی مرضی ومشیت اور معنیٰ و مفہوم کے انداز میں ہوا۔
- یعنی پہلے اس نے اپنے آپ کو ایک نئی شان میں دیکھا۔ اور یہ شان اسے بے حد پسند آئی — ایسی پسند آئی — ایسی پسند آئی۔ کہ اسے اپنا " محبوب " بنا لیا۔ اسے محمدؐ کہا — اس کی بے انتہا تعریفیں کیں۔ اسے سب کچھ سونپ دیا۔ اس میں کمی ہی کیا تھی۔ وہی تو اپنے آپ تھا۔ اس کے علاوہ وہاں تھا ہی کیا — کان اللہ ولم یکن معہٗ شیئٌ غیرہٗ (حدیث) تھا اللہ ہی اللہ اور نہ تھی اس کے ساتھ کوئی شے اس کی غیر — وہی ناظر وہی منظور وہی عاشق، وہی معشوق — وہی حامد وہی محمود — آپ محمدؐ۔ آپ محبوبؐ — خود تماشا و خود تماشائی۔ ہمارے

سمجھنے کے لئے باطن وظاہر۔ یا باطن بہ لباس ظاہر ـــــ لیکن حقیقتاً ایک ـــــ الفاظ دو، معنیٰ ایک ـــــ تمام اسمار وصفات جو ہستی مطلق میں مندمج تھے اس کی شانِ محبوبی محمدیؐ (عینِ مجمل) میں بھی موجود و مندمج تھے ـــــ لیکن اس صورت حال سے بھی "ناظر" کی جذبۂ عاشقی کو تسکین نہ ہوئی۔ چنانچہ:

- ـــ اب اُس نے اپنے ہی "عینِ مجمل" یعنی اپنی ہی "شانِ محبوبی محمدیؐ" کو "عینِ مفصل" کا روپ دیا لیکن اس طرح کہ "شانِ محبوبی محمدیؐ مجمل" "برزخ کبریٰ" بنی جس کی ایک جہت کسی حجاب کے بغیر (شانِ الوہیت) رہی اور دوسری جہت مختلف حجابات کے ساتھ نورِ ظہور کی شیون وتجلیات کے مظاہر میں نمودار ہوئی۔ (جیسا کہ صفحہ مابعد پر دائرے میں دکھایا گیا ہے۔)
- ـــ یہ "مظاہر" ملائکہ خاص وعام۔ عالم ارواح۔ عالم مثال، عالم حس و شہادت۔ (یعنی جمادات۔ نباتات۔ حیوانات) اور عالم انسان و انسانیت۔ وغیرہ سب پر مشتمل ہیں۔
- ـــ اور ان جملہ "مظاہر" میں الوہیت ہی کی "شانِ محبوبی محمدیؐ" (جسے ہم "جمالِ نورِ محمدیؐ" یا نور جمال محمدیؐ بھی کہہ سکتے ہیں) اپنے اصل مقام پر برقرار رہتے ہوئے بطورِ اصل موجودات، نمودار ہوئی۔ "تعینات" تجسمات۔ صورتیں۔ شکلیں۔ حجابات بنیں اور اپنی اصل کی فروع کہلائیں۔ (عارفین اسی لئے فروع کے بجائے اصل کو دیکھتے ہیں اور اسی سے اپنی "نسبت" استوار کرتے ہیں۔)

قرآن واحادیث کی زبان میں "شانِ الوہیت" نے اپنی ہی "شانِ محبوبی محمدیؐ" کے سر پر لولاک لما خلقت الافلاک کا

تاج رکھا۔ (یعنی اے میری اپنی شانِ محبوبی محمدیؐ ، اگر نہ ہوتی تو کائنات نہ ہوتی۔ ظاہر ہے کہ جب اصل ہی نہ ہوتی تو فروعات کی دنیا کیونکر آباد ہوتی) اب برزخ کبریٰ کو مثالاً یوں اک دائرے کی مدد سے سمجھئے :۔

دائرۂ احدیت و وحدت و واحدیت وغیرہ

یعنی دائرۂ احدیت و برزخ محمدیؐ و کائنات
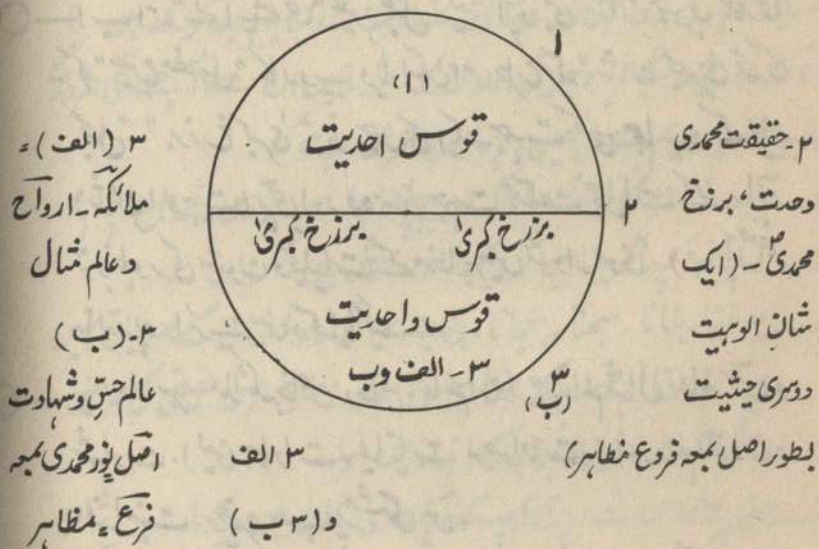
○ نمبر (۱) غیب ہی غیب ہے۔ باطن ہی باطن ہے۔

نمبر (۲) برزخ محبوبی محمدیؐ (جو غیب، وحدت اور واحدیت پر مشتمل ہے اور جس کے ظہور کی تفصیل نمبر ۳ (الف) مجردات نوری۔ ملائکہ۔ عرش و کرسی، لوح و قلم۔ ارواح۔ اجسام مثالی (ان میں اصل نور کی زیادتی ہے۔ جسم و شکل نوری۔ ناقابل فہم) (مادہ سے خالی)

اور نمبر ۳ (ب) اجسام مادی۔ فروعات مادی لیکن بمعہ اصل نور محمدیؐ۔

○ مادے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ نور ظہور کے مقابلے میں وہ صرف

"ظلمانیت" ہے اور وہ صرف نور کی کمی تبلانے کے لئے مستعمل ہے ورنہ حقیقتاً وہ بھی نور ہی کی ایک صورت یا حالت یا شان ہے۔

○ نورِ محمدیؐ بحیثیت برزخ بھی ذاتِ حق کا ظہور اکمل ہے۔ (ایک جہت حقیقی ہے دوسری خلقی یعنی خلق کی جانب ہے۔)

○ اس طرح ذاتِ حق بشکل نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے یہاں تک جلوہ گر ہے۔ انا من نوراللہ والخلق کالھم من نوری، اور اللہُ نورالسمٰوات والارض کا مطلب یہی ہے۔

○ یہی وحدت الوجودی مسلک کی بنیاد ہے۔

اس میں اصلِ کائنات اللہ کی شان محبوبی محمدیؐ یعنی نورِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ باقی سب کچھ یعنی مظاہر اسی کی فرع ہیں۔ اور بحکم ربی کل شیئٍ یُرجعُ اِلیٰ اصلہٖ۔ ہر شی اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے سو کرتی رہے گی ؎

صورت از بے صورتی آمد بروں   باز شد انا الیہ راجعون   (رومیؒ)

○ فرع کو اصل نہیں کہہ سکتے۔ اصل، کلُ ہے اور فرع۔ جزوُ۔ جیسے ایک انگلی، انگلی ہی کہلائے گی پورا جسم نہیں کہلائی جا سکتی۔

○ "انسانِ کامل"، اور خلیفۃ اللہ، محمد رسول اللہ۔ محبوبؐ اللہ کو کہتے ہیں۔ ان سے متعلق ممتاز احکام ہیں۔ باقی انسانوں میں عوام، خواص اولیاءؒ، انبیاءؑ۔ سب کے احکام حسب مراتب الگ الگ ہیں۔

○ حضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی انسانِ کاملؐ ہیں اور اپنے مقام پر صرف وہؐ ممتاز اور منفرد ہیں۔ ان کے متعلق جو کچھ سوچا۔ سمجھا یا کہا جائے تو پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ اللہ کی شانِ محبوبیؐ کے متعلق کہا جا رہا ہے یا اُن کی شان برزخیت سے متعلق ہے۔ یا اُن کی

شانِ ملکوتی یا روحی و نوری سے متعلق ہے۔ یا اُن کی شانِ رسالت یا ولایت سے متعلق ہے۔ واضح رہے کہ اُن کی شانِ "عبدیت" بھی خاکی الاصل نہیں ہے۔ نہ اُن کی "عبدیت" ہم خاکی الاصل بندوں کی طرح ہے۔ (آپؐ کی عبدیت و رسالت بھی ممتاز و منفرد ہیں ہر ایک کا بیان ان اوراق میں موجود ہے۔

وہ اللہ کے نور و محبوبؐ ہیں ہم ان کی خاکِ پا کے برابر بھی نہیں ہیں۔ کوئی جب حضورؐ کے متعلق بات کرے تو آپؐ کو خدا کا نور یا خدا کا محبوبؐ سمجھ کر بات کرے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ اس کا ایمان اور اس کے اعمال کہیں غارت نہ ہو جائیں اور اسے خبر بھی نہ ہو

وما علینا الا البلاغ

محمدؐ۔ سِرِ وحدت ہیں۔ وہی یٰسٓؐ وہی طٰہٰؐ

وہی محبوبؐ ربّی ہیں وہی ملجا وہی ماویٰ

باب ۲ - فصل ۳

برزخِ کبریٰ (ج)

قرآن مجید کی سورۃ الفرقان میں ہے :-

وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ٥	(ترجمہ) اور وہ ایسا ہے جس نے دو دریا ملے جُلے چلائے۔ جن میں ایک تو شیریں تسکین بخش ہے اور ایک کھاری کڑوا ہے اور اُن کے درمیان ایک "برزخ" یعنی حجاب اور مانع قوی رکھ دیا۔

اس آیت کریمہ میں ہستی مطلق کے تین مراتب یعنی مرتبہ بطون مرتبہ ظہور اور مرتبہ برزخ کا ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ پچھلے صفحے پر دیئے ہوئے دائرے کی شکل میں بتایا گیا ہے۔ چنانچہ مرتبہ برزخ باقی دونوں مرتبوں کا جامع بھی ہے اور فاصل بھی یعنی دونوں مرتبوں کو جمع بھی کرتا ہے اور علیحدہ بھی رکھتا ہے۔ یہ مرتبہ خاص مقامِ محمدیؐ ہے۔ اس مرتبے پر کوئی دوسرا فائز نہیں ہے۔ نہ ہو سکتا ہے۔

آیت میں بحرین سے مراد "بحرِ بطون ذات" اور "بحرِ ظہور ذات" ہے۔ عَذْبٌ فُرَاتٌ سے مراد بحرِ بطونِ ذات ہے اور مِلْحٌ اُجَاجٌ سے بحرِ ظہور ذات مراد ہے۔ یہ دونوں دریا اکھٹے چل رہے ہیں۔ اگر ملتے ہیں یا مل سکتے ہیں تو برزخ محمدیؐ کے مرتبے میں۔ اسی لیئے انھیں بالکل الگ بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ دونوں کمال یعنی کمال بطون و کمال ظہور ایک ہی وجودِ حقیقی کے ہیں جسے ہستی حق کہتے ہیں۔ اور دونوں کمالات، ہستی حق کو ایک ساتھ حاصل ہیں۔ برزخِ محمدیؐ کو حضرتِ انسانِ کامل بھی کہتے ہیں۔

جو کچھ اوپر بیان ہوا اُسے حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی کتاب مرأت العارفین میں یوں فرماتے ہیں (عربی کی عبارت چھوڑ دی گئی ہے) ترجمہ یہ ہے "یعنی وجودِ واحد کا ایک ظہور ہے اور وہ عالم ہے اور ایک بطون ہے وہ اسماء اور ایک برزخ جامع ہے جو ان دونوں میں فاصل ہے۔ تاکہ اُس کے ساتھ ظہور بطون سے متمیز ہو وہی انسان کامل ہے صلی اللہ علیہ وسلم" پس معلوم ہوا کہ صفات حقی اور صفات خلقی سب اسی کے ہیں تاہم اصول یہ ہے کہ بظاہر دونوں میں تمیز برقرار رکھی جائے جیسے ایک ہی شاخ میں پھول اور کانٹے دونوں ہوتے ہیں لہذا پھولوں کو پھول اور کانٹوں کو کانٹے کہا جاتا ہے۔ اگرچہ دونوں کی غذا ایک اور اصل ایک ہے۔ اس لحاظ سے معناً" دونوں کو ایک سمجھنا غلط نہیں ہے (بلکہ عین ایمان ہے۔ لیکن کہنے میں احتیاط چاہیئے) اسی لئے عارفین کاملین یہ فرماتے ہیں کہ ہستیِ مطلق، جامع الاضداد بلکہ عین الاضداد ہے۔ یعنی ضدّین کا جمع کرنے والا بلکہ ضدّین کا عین ہے۔ وہی اوّل بھی ہے آخر بھی ہے۔ باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے۔ بے صورت بھی ہے باصورت بھی ہے۔ لطیف بھی ہے۔ کثیف بھی ہے۔ نور بھی ہے۔ ظلمت بھی ہے۔ عالم تنزیہ میں بھی وہی ہے اور عالم تشبیہ میں بھی وہی ہے۔ وہی قہار ہے۔ وہی غفار ہے۔ وہی رب ہے۔ وہی عبد ہے۔ وہی حق ہے۔ وہی خلق ہے۔

لا موجود الا اللہ

اور "برزخ جامع" "حضرتِ انسان کامل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم" حق اور خلق کے جامع یعنی بظاہر "خلق" بمعنی حق ہیں۔ اسی لیے اُن میں کمالاتِ حق اور کمالاتِ خلقی دونوں پائے جاتے ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی مذکورۂ بالا کتاب میں

اس کی مزید تشریح یوں کی ہے فرماتے ہیں :-

(اصل عبارت عربی کی چھوڑ دی گئی ہے صرف ترجمہ دیا جاتا ہے)

ترجمہ۔ "جاننا چاہیئے کہ اس برزخ (محمدی) میں حق تعالےٰ صفات بندہ سے متصف ہوتا ہے۔ جیسے ہنسنا۔ رونا۔ بشاشت، خوشی وغیرہ سے جو بندے کی شان کے شایان ہے۔

اور "بندہ" صفاتِ حق تعالےٰ سے متصف ہوتا ہے۔ جیسے حیات، علم، ارادہ۔ قدرت۔ سمع۔ بصر، کلام۔ زندہ کرنا۔ مارنا، کشادگی اور تنگی اور اکوان میں تصرف وغیرہ۔

پس یہ برزخ "تنزلِ ربانی" کا مرتبہ ہے تاکہ پروردگار اس مرتبے میں صفاتِ عبودیت سے متصف ہو اور "ارتفاعِ عبد" کا مرتبہ ہے تاکہ بندہ اس مرتبے میں صفاتِ ربانی سے متصف ہو۔ یہی مرتبہ مرتبہ عمار ہے جس کا ذکر حدیث شریف میں موجود ہے[1]۔

ترمذی شریف میں ابی رزین صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا خدا کہاں رہتا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کَانَ فِیْ عَمَاءٍ مَا تَحْتَہٗ ھَوَاءٌ وَمَا فَوْقَہٗ ھَوَاءٌ یعنی وہ عماء (ابر رقیق) میں تھا جس کے اوپر ہوا اور نیچے بھی ہوا تھی۔

کتاب مرآت العارفین کی شرح جلاء المرآت میں صد ۱۹۱ پر ہے کہ عماء کے معنی ابر رقیق ہے اور اس مرتبہ (برزخ انسانِ کاملؐ) کو عماء اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں اور ابر رقیق میں مناسبت تامہ

---

[1] ترمذی۔ ومشکوٰۃ شریف باب بدء الخلق۔ فصل ثانی۔

ہے کیونکہ ابر رقیق آفتاب کا حاجب نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہ مرتبہ اپنی کثرت سے وحدت کا حاجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہاں کثرت حقیقی نہیں ہے بلکہ محض اعتباری ہے۔ اور چونکہ انسانِ کامل باعتبار جامعیت کاملہ۔ مرتبۂ عمائیہ کے مشابہ ہے اس لئے حضرت انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کو عماء کہتے ہیں۔ انتہٰی۔

پس اس کلام الامام امام الکلام سے اَظہر من الشمس ہے کہ اللہ تعالےٰ مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے مرتبۂ عماء یعنی برزخ کبریٰ، انسانِ کامل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں تھا،،[1]

" اور عماء کے اوپر اور اس کے نیچے ہوا ہونے سے حق اور خلق کی طرف اشارہ ہے یعنی برزخ جامع حضرت انسانِ کامل کی جہت اعلیٰ حق اور جہت اسفل خلق ہے۔ پس نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت کے اعتبار سے حق ہیں اور صورت کے لحاظ سے خلق ہیں پس آپ ہی حق اور آپ ہی خالق ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم [2]

سبحان اللہ۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت مبارکہ اور آپ کے مقام اقدس وارفع کو حضور ہی کا محبوب نواسہ علیہ السلام یعنی امام حسین علیہ السلام سے بہتر کون جان سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے باب علم النبی حضرت علی علیہ السلام سے سیکھا ہوگا اور حضرت علی نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ علم حاصل کیا ہوگا۔

---

[1] دیکھو یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ۔ من تصنیف لطیف سیدنا ومولانا پیر غلام محمد صاحب قبلہ جلوآنوی قدس سرہ العزیز صفحہ ۲، ۳

[2] ایضاً۔

اب خود فیصلہ کر لیجئے

کہ جو شخص ان حضراتِ مقدس و عالی منزلت کے عقائد و احکام کو اختیار نہ کرے اور حدیث رسول کو بھی نہ مانے۔ وہ پکا کافر نہیں تو کیا ہے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم فقرا کا یہی ایمان ہے اور ہمارے لئے قرآن و احادیث اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی جو شہادتیں اور وضاحتیں اُوپر گزریں وہ کافی ہیں۔

تاہم چونکہ ذکر محبوب بھی محبوب ہوتا ہے اور شاید اسی بنا پر کسی نے کہا ہے کہ ؎ لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم۔ ہماری محبت کا تقاضا ہوا کہ ہم کچھ اور لکھیں۔ چنانچہ عرض ہے کہ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ اس حدیث قدسی یعنی

خلاصۂ بیان حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ

کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُکَ یَا مُحَمَّدُ۔ (یعنی تھا میں ایک خزانہ مخفی۔ پس چاہا میں نے کہ پہچانا جاؤں۔ پس ظاہر کیا میں نے تمھیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی شرح میں فتوحات مکیہ کے باب ۳۵۸ میں صفحہ ۲۶۶ پر فرماتے ہیں:۔

(ترجمہ) "اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ اس حدیث قدسی میں اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات کو خزانہ فرمایا ہے اور خزانہ کسی شے میں مخزون ہوتا ہے۔ پس ذاتِ حق کا خزانہ "انسان کامل" کی صورت میں علم الٰہی میں اس کی "شیئیت ثبوتی" کے وقت مخفی تھا یعنی ذات الٰہی کا خزانہ انسانِ کامل میں مخزون تھا۔ پھر جب اللہ تعالےٰ نے انسان کامل کو "شیئیت وجودی" کا لباس پہنایا تو انسان کامل کے ظہور سے وہ خزانہ ظاہر ہوگیا۔ پس انسان کامل نے ذات الٰہی کو اپنے وجود سے پہچانا۔"[۵]

۵۔ ایضاً۔ (حسب حاشیۂ ذیلی صفحۂ ما قبل)

تشریح مزید از مصنف کتاب ھذا

یعنی ذاتِ ظاہر نے اپنے ہی بطون (الباطن) کو پہچانا۔ گویا "نور محمدیؐ" کے "آئینے" میں ذات کے متابل ذات ہی تھی۔ لہٰذا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ ذات نے اپنے آپ کو دیکھا اور پہچانا۔ یہ مرتبہ "اوّل تعین ذات" یا "نور ظہور اولیں" اصطلاح تصوف میں وحدت کہلاتا ہے۔ اس مرتبے میں اللہ ہی محمدؐ ہے اور محمدؐ۔ اللہ ہے۔ اور اسی کی تصدیق خود اللہ نے ھوالباطن والظاھرُ فرما کر کی ہے۔ اور خود برزخ کبریٰ صلی اللہ علیہ وسلم انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری فرما کر کرتے ہیں گویا یہ وہ مرحلہ ہے جہاں نور مطلق نے اپنے پہلے تعین نوری۔ کا نظارہ کیا اور اسی کو محمدؐ (بے حد صفات محمودہ کا جامع خزانہ) قرار دیا اور ذات محمدیؐ (انسان کاملؐ) نے ذاتِ الٰہی کو اپنے وجود سے پہچانا۔

مرتبہ وحدت یعنی مرتبہٗ برزخ عظمیٰ۔ امرِ کُنْ سے پہلے کا ہے اور اس میں کثرت کی تفصیل علم الٰہی میں تو ہے لیکن ابھی ملحوظ نہیں ہے۔ کُنْ کے بعد کثرت یعنی اسما وصفات کا ظہور ہوا یہ فیکون کا مرتبہ ہے لہٰذا نور ذاتِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور مخلوق "مخلوق" میں شامل نہیں ہے۔ بلکہ اُس کی اصل ہے اور اسی نُور کے فیض سے "مخلوق" کو "وجود ظہوری" عطا ہوتا ہے۔ اور عرش و کرسی۔ لوح و قلم۔ ارواح و ملائکہ، جنّ و انس وغیرہ سب عاریتی یا مستعار وجود کے ساتھ ظاہر ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ اسی لحاظ سے نور محمدیؐ اصل اور جملہ کائنات اُس کی "فرع" ہے۔ یہ نکتہ بھی ملحوظ رہے کہ ہر فرع کے ساتھ اس کی حقیقت بطور اصل موجود رہتی ہے اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ عالم حسّ وشہادت کی اشیا میں نور اور مادیت کے تناسب میں درجات کا فرق ہے۔ وہ بھی عام انسان کے

لئے ہے۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ مادہ کی حقیقت بھی نور ہے۔ آج کی سائنس ابھی برقی قوت تک پہنچی ہے۔ ابھی وہ حقیقت نور محمدی تک نہیں پہنچی۔

شروح فصوص الحکم (از حضرت شیخ اکبرؓ) فتوحات مکیہ (حضرت شیخ اکبرؓ)۔ تفاسیر روح المعانی۔ عرائس البیان۔ وغیرہ (آیات وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۵ - وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ - و آیتہ میثاق النبیین و آیتہ اقرار ربوبیت وغیرہ کی تفسیر کے تحت اور احادیث میں انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری - اوّل ما خلق اللہ نوری - حدیث جابرؓ و شرح حدیث جابرؓ از امام عبدالرزاقؓ وغیرہ سے اور مواہب اللدنیہ جلد اوّل۔ سیرت حلبیہ جلد اول۔ زرقانی اور دیگر جلیل القدر محدثین کی آرار سے یہی ثابت ہے کہ "حضور علیہ السلام کی روح پاک اور" جوہر مقدس" " جمیع کون یعنی ماسوائے اللہ پر مقدم ہے" اور آپؐ کی" خلقت" تمام کائنات سے پہلے ہے۔" چنانچہ اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ آپؐ کی ذات گرامی کائنات پر مقدم اور اس پر ہر لحاظ سے فوقیت رکھتی ہے لہٰذا وہ "خود" مخلوق "نہیں ہے۔ بلکہ باعثِ تخلیق کائنات ہے۔

لہ۔ و ٢ہ خلاصۂ بیان صاحب کتاب میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ..... "جوہر مقدس" سے مراد حقیقت محمدیؐ و نور محمدیؐ ہے۔ اور اس کے لیئے جہاں بھی الفاظ" خلق" یا "خلقت" وغیرہ آئے ہیں وہاں اولیاء اللہ و مشائخ عظام نے ان سے" ظہور" یا "ظاہر ہونا" مراد لیا ہے۔ اس طرح وہ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جہت کو (مقام برزخ میں) عین الوہیت اور دوسری جہت کو" بطور اصل" تخلیق کائنات اور کائنات کو" اصل" کی فرع مانتے ہیں۔ یہ تفصیل عام آدمیوں کے سمجھانے کے لئے ہے ورنہ مقام برزخ سے قبل ہو یا بعد صرف ایک ہستی حقیقی کی جلوہ گری ہے اور کچھ نہیں۔

باب ۳ - فصل ۱

حضور کی "پیدائش" عالم ناسوت میں
حدیث جابرؓ کی وضاحت

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں. میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں - آپ مجھے خبر دیں کہ وہ پہلی چیز کون سی ہے جسے اللہ تعالےٰ نے تمام اشیا سے پہلے پیدا فرمایا" حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا - " اے جابرؓ - بے شک اللہ تعالےٰ نے تمام اشیا سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا - پھر یہ نور اللہ تعالےٰ کی مشیت کے موافق جہاں اُس نے چاہا سیر کرتا رہا - اُس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا، نہ جنّت تھی نہ دوزخ تھی - نہ فرشتہ تھا - نہ آسمان. نہ زمین نہ سورج نہ چاند. نہ جن نہ انسان - جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرنے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا[1] - پہلے حصّہ سے قلم بنایا - دوسرے سے لوح - تیسرے سے عرش - پھر چوتھے حصّہ کو چار حصّوں میں تقسیم کیا - تو پہلے حصّہ سے عرش اُٹھانے والے فرشتے بنائے اور دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے - پھر چوتھے حصّے کو چار حصوں میں تقسیم کیا - پہلے سے آسمان بنائے - دوسرے سے زمین[2] اور تیسرے سے جنّت و دوزخ ـــ پھر چوتھے حصّہ کو

---

[1] - اس سے ثابت ہے کہ آپ کے نور کا ظہور مخلوقات کی پیدائش سے پہلے ہے لہٰذا آپؐ کے نور کو مخلوقات میں بحیثیت "مخلوق" شامل نہیں کیا جا سکتا - صرف بحیثیت "اصل" شامل مخلوق ماننا صحیح ہے - لوگ "اصل" اور "فرعی تمثّل بشری" کو خلط ملط کر دیتے ہیں - [2] نوٹ کر لیجئے کہ زمین یعنی مادّہ کی اصل 'نور محمدیؐ' ہے جس کا ذکر میں پہلے اس کتاب میں کر چکا ہوں

چار حصّوں میں تقسیم کیا۔ تو پہلے سے مومنین کی آنکھوں کا نور بنایا اور دوسرے سے ان کے دلوں کا نور پیدا کیا جو معرفت الٰہی ہے اور تیسرے سے ان کا نور انس پیدا کیا اور وہ توحید ہے۔ (جس کا خلاصہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) الخ

قارئین ٹھنڈے دل سے غور کریں اور خود فیصلہ کریں کہ مندرجہ بالا احادیث جابرؓ میں کن حقائق پر ایمان رکھنے کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم توحید فرما رہے ہیں۔ کیا حضورؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ ... . مومنین کی محبت ان کے دلوں کا نور۔ ان کی آنکھوں کی روشنی سے لے کر آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی کل کائنات۔ بلکہ ملائکہ۔ عرش و کرسی اور لوح و قلم وغیرہ سب کچھ میرے نور کے مظاہر ہیں۔ اور میرا نور اللہ کے نور کا مظہر ہے اور ان تمام حقائق پر ایمان رکھنا ہی توحید ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ آپؐ کے منکرین و مخالفین۔ نیز منافقین (بلکہ اپنے آپ کو مُسلم و مومن سمجھنے والوں کے بعض افراد بھی) تعینات اور صورتوں کی کثرت نیز تکوینی مجردات و لبسا اوقات اور بے صورت قوتوں کو توحید کے منافی سمجھیں گے۔ لہٰذا حضورؐ نے کائنات کی تمام مادی اور غیر مادی اشیاء

لہ مواہب اللدنیہ جلد اوّل صـ۹ سیرت حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۳۰۔ زرقانی جلد ۱ صفحہ ۴۶ بحوالہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ صفحہ ۹۔ از غزالی وقت، محدث اعظم علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی۔ اس سلسلے میں موصوف آگے تحریر فرماتے ہیں کہ" یہ حدیث مصنف عبد الرزاق سے جلیل القدر محدثین جیسے امام قسطلانی شارح بخاری و امام زرقانی اور امام حجر مکی .... وغیرہ نے اپنی تصانیف جلیلہ افضل القریٰ۔ مواہب اللدنیہ مطالع المسرات خمیس اور زرقانی علی المواہب میں نقل فرما کر اس پر اعتماد اور اس سے مسائل کا استنباط کیا ہے .... امام عبد الرزاق صاحب مُصنف جو اس حدیث کے مخرج ہیں، امام احمد بن حنبلؒ جیسے اکابر ائمہ دین کے استاذ ہیں؟ .... ان کے علاوہ امام عبد الغنی نابلسیؒ

(باقی اگلے صفحہ پر)

کی مختلف انواع واقسام کے نام گنا کر یہ فرمایا کہ انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری کی شرح توحید کی شرح ہے یعنی تمام مذکورہ اشیا کو نور محمدیؐ کے مظاہر ماننا اور خود نور محمدیؐ کو نور حق تعالےٰ کا مظہر اکمل تسلیم کرنا توحید ہے اور اسی کا خلاصہ کلمۂ توحید ہے۔ (نوٹ: ان ہی معنوں میں کلمۂ توحید کی شرح آپ کو حصہ ۲ میں ملے گی۔ مصنف کتاب ہذا۔)

بقیہ حاشیہ صفحۂ ماقبل:-

امام بیہقیؒ۔ علامہ فارسیؒ۔ امام اشعریؒ وغیرہ سب نے حدیث جابرؓ کو صحیح مانا اور اس سے مسائل کا استنباط کیا ہے۔ امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ (یعنی نور مقدس) کو نور ذاتِ حق سبحانہ کی چمک فرماتے ہیں (میلاد النبیؐ ص۱) ذرا انصاف سے فرمائیے کہ نور اور نور کی چمک میں اصلاً غیریت ماننا۔ زبردستی کی ٹھونس ٹھانس نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا دونوں لازم وملزوم نہیں؟ کیا چمک کے بغیر بھی نور ہو سکتا ہے؟ کیا کوہ طور پر اسی نور کی جھلک حضرت موسیٰؑ نے نہیں دیکھی تھی اور کیا اسی نور نے یہ صدا نہیں دی تھی۔ اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ (اے موسیٰؑ) میں اللہ ہوں تمام جہانوں کا رب۔ کیا اس وقت ظہور رب بصورتِ نور نہ تھا یا اس میں چمک نہ تھی۔ یا اشیا کی صورتوں میں اب اس کے نور یا اس کی چمک کا ظہور اس کی قدرت سے باہر ہو گیا؟ منکرین کس کس بات کا انکار کریں گے۔

البتہ وہ نور اب صرف اہل بصیرت کو نظر آتا ہے۔ بے بصیرت اور بدعقیدہ لوگوں کو نظر نہیں آتا۔ نہ آسکتا ہے۔ بات ایمان اور عقیدے کی ہے۔ مشاہدہ کی نہیں ہے۔

باب ۔۳ فصل (۲)

حدیث جابر رضؓ اور ایک نہایت اہم نکتہ

تقسیم نور

حدیث جابر رضؓ میں جو بار بار "تقسیم نور" کا ذکر آیا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس میں واقعی تقسیم ہوئی اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے جس طرح مادّی جسم کے ہوتے ہیں۔ نور خدا یا نور محمدیؐ الطف سے الطف چیز ہے۔ اسی لئے اولیا اللہ اور صاحبان کشف صدر و علم لدنی نے صاف الفاظ میں اپنا یہ عقیدہ بیان فرما دیا ہے کہ "نور میں تقسیم و تجزیہ ممکن نہیں"۔ یہی عقیدہ تمام متبعین اولیائے کرام کا ہے۔

چنانچہ حدیث جابر رضؓ میں جو تقسیم نور کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اصل نور محمدیؐ تو اپنی عزت و کرامت اور تقدس و عظمت کے مقام پر جلوہ گر رہا۔ لیکن اس کی چمک۔ اس کی شعاعیں۔ اس کی شعاعیں رحمت بن کر۔ کائنات کی ہر شے کو اپنے فیضان سے وجود بخشتی رہیں اور قیامت تک نہ صرف وجود بخشتی رہیں گی بلکہ اللہ کی ربوبیت بھی آپؐ ہی کے فیضانِ نور و رحمت کی صورت میں جلوہ گری فرماتی رہے گی۔ نیز نور محمدیؐ (جو نور ذات ہے) بطور اصل اپنی فروع کے ساتھ بھی رہے گا۔

چنانچہ پشیانی آدم علیہ السلام میں یہی نور چمکا۔ اور فرشتوں نے بحکم ربی اُسے سجدہ کیا۔ پھر پشت آدمؑ میں محبوب خدا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور متمثل بصورت بشری کے لئے حضورؐ سرکارِ دو عالم کے نورانی اور پاکیزہ اجزائے جسمانیہ کے جوہر لطیف کے انوار" بطور امانت رکھے گئے۔

اور وہی ایک کے بعد دوسرے اصلاب طاہرہ ارحام طیبہ میں منتقل ہوتے رہے۔[1]
چنانچہ ہر عالم (یعنی عالم لاہوت ۔ جبروت ۔ ملکوت ۔ ناسوت)
میں اسی جوہر لطیف کے انوار۔ اُس عالم کی مخصوص شانوں اور صورتوں میں
جلوہ گر ہوتے رہے۔ اور مرکزی نور محمدیؐ اپنی عزت و کرامت اور تقدس عظمت
کے مقام و مرکز پر بھی برقرار رہا۔ اور اپنی فروعی شانوں کے ساتھ بھی جلوہ گری
فرماتا رہا۔ چنانچہ اصطلاحاً اصل کو تنزیہہ اور کثرت کو تشبیہہ کہتے ہیں۔

پہلے مذکور ہو چکا ہے (حصّہ خصوصی، نور، علیٰ نور میں) کہ نور حق
بہ شان تنزیہہ اپنے مقام تقدس پر برقرار رہتے ہوئے اشیا کی صورتوں اور
کائنات کے ذرہ ذرہ کو اپنے فیضان خاص کے ذریعہ سے وجود اعتباری عطا
فرماتا رہتا ہے اور ہر شان اُسی کی شان ہے۔ کل یوم ھو فی شان۔
اور اِس باب میں اُس کے نور ذاتی ۔ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی
خصوصیات بشانِ تنزیہہ و تشبیہہ مذکور ہیں۔ فرق صرف ایک تعین علمی کا
ہے جسے "برزخ نور محمدیؐ" کے نام سے بیان کیا گیا ہے۔ جا جامع کمالات
الوہیت و عبودیت یا جامع کمالات حقی و رسالت حقیہ و تفصیل مخلوقیہ
ہے۔ رسالت محمدیؐ اور عبدیت محمدیؐ کی وضاحت جا بجا زیر نظر کتاب میں
مذکور ہے۔ ان کا یکجائی بیان بھی آگے کسی باب میں موجود ہے۔

---

[1] میلاد النبیؐ۔ ص ۱۵۔ از علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی (اکثر کتب میں یہ تفصیل
نہیں ہے۔ چنانچہ ہماری زیر نظر کتاب میں بھی ہر جگہ تفصیل نہیں ہے۔ عارفین را
اشارہ کافی است)

باب ۳ ۔ فصل (۳)

ایک زبردست شبہ کا ازالہ

عموماً ایک زبردست اشتباہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ عالم ناسوت میں ذاتِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیا سمجھا جائے؟ "عین حق" یا "غیر حق" اس کا جواب اس سے پہلے کے صفحات میں گزر چکا ہے۔ اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

البتہ یہ شبہ عام آدمی کیا، اچھے خاصے ذی علم انسانوں کے ذہن میں جاگزیں ہے کہ نور خدا (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) عورت کی شرم گاہ سے کیوں پیدا ہوئے یعنی ایسا نہ ہوتا تھا۔ اور اگر ایسا ہی ہے تو وہ آپؐ کو "نور خدا" ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ (حالانکہ وہ صاف انکار تو نہیں کرتے لیکن ان کے دلوں میں یہ چور رہتا ہے جس سے ان کے عقیدے فاسد اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات کے متعلق ان کا ایمان ناقص رہتا ہے اس سے بچنا چاہیئے۔)

مندرجہ بالا "شبہ" کے دو حصے ہیں۔ (اول) یہ کہ "نور خدا" کی پیدائش عورت کی شرم گاہ سے کیوں ہوئی (دوم) یہ کہ اگر ایسا ہے تو وہ آپؐ کو "نور خدا" نہیں مانیں گے۔ بلکہ عام آدمی مانیں گے۔ یہاں ان حصوں کے صرف مختصر سے مختصر جوابات کی گنجائش ہے۔ مفصل جوابات کے لئے زیر نظر پوری کتاب حاضر ہے۔ اس کے علاوہ سینکڑوں دوسری کتابیں موجود ہیں۔ عمر بھر پڑھتے رہیئے، پھر بھی اگر اللہ اور اس کا محبوبؐ چاہیں گے تو ایمان نصیب ہو گا۔ ورنہ نہیں۔

شبہ کے حصہ اول کا جواب یہ ہے:۔

جواب: (۱) درحقیقت یہ اعتراض اللہ کے طریقہ کار پر اعتراض ہے جو

سخت گستاخی ہے۔ اس سے فوراً توبہ کرنا چاہیئے۔

(۲) وہ حضورؐ کی حقیقت کی نہیں بلکہ آپؐ کے تمثل بشری یا انوار لباس کی تجلی کی جھلک کی پیدائش تھی اور لوگوں کی نظر فریبی کا مظاہرہ تھا۔

(۳) حقیقتاً۔ حضورؐ تو بنی اُس وقت تھے کہ جب آدمؑ و حواؑ کا وجود بھی نہ تھا۔ خود حضورؐ فرماتے ہیں۔ کنت نبیا و آدم بین الماء والطین حضورؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کل کائنات کو وجود میرے نور کی بدولت عطا ہوا ہے۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ عالم ناسوت میں بھی آپ کا تمثل جسمانی محض نور تھا اور اسی نوری جسم کے ساتھ آپؐ کو معراج حاصل ہوئی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اور اس کی شعاعوں کے متعلق پچھلے متعدد صفحات میں کافی بیان ہو چکا ہے۔ اسے غور سے پڑھ لیجئے۔ اور

(۳) بغیر چوں و چرا مندرجۂ ذیل اکابرین کے احکام و بیانات پر ایمان پختہ رکھیئے کیونکہ اسی سے فائدہ پہنچے گا اور آپ مومن رہیں گے :۔

اوّل ۔ ملاحظہ ہو فتاوٰی خیریہ۔ حضرت امام خیر الدین رملی رحؒ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو تمام فقیہوں کے امام اور اُستاد مانے جاتے ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کہا حضور علیہ السلام بشر تھے یا مخرج بول یعنی (عورت کی) شرمگاہ سے پیدا ہوئے اُسے قتل کیا جائے گا۔ [۱]

دوم : "کلمات قدسیہ" شرح "الہامات غوثیہ" کے صفحہ ۴۶ پر ہے کہ "نزدیک عشاق اور عرفار کے یہ امر ثابت ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہے یا مخلوق جانے وہ کافر ہے" [۲]

سوم ۔ " مولانائے روم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ؎

---

[۱] ۔ بحوالہ ۔ الوہیت محمدیؐ ۔ صفحہ ۲۳۰ از علامہ سید محمد علی محتشم مدظلہ،

[۲] ۔ بحوالہ نور الایمان فی علم العرفان ۔ صفحہ ۴۵

کافراں دیدند احمدؐ را بشر
ایں نبی دیدند آں شق القمر

چہارم۔ قاضی عین القضاۃ ہمدانیؒ اپنی تمہید میں فرماتے ہیں: ہر کہ حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بشر گوید کافر گردد۔ مصرعہ
احمدؐ احد یکبیت تو از گوشِ جاں شنو[1]

پنجم۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ فرماتے ہیں: بدانکہ حق محمدؐ است و محمدؐ حق۔ اینست کمال۔ واللہ اعلم بہ حقیقت حال[2]

ششم۔ جلاء المرأت۔ شرح مرأت العارفین (از حضرت امام حسین علیہ السلام) صفحہ شرح ۴۹۔ رباعی:

میداں بہ یقین کہ در جہاں نیست دگر حق است و محمدؐ است. ظاہر بصُوَر
حق عین محمدؐ و محمدؐ ہمہ حق فافہم ھذا بیانِ سِترِ مضمر[3]

تنبیہ (اس خاص نکتہ سے متعلق قرآن پاک و احادیث مبارکہ کی شہادتوں سے زیرِ نظر کتاب پُر ہے)

ہفتم۔ علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی فرماتے ہیں:۔
.... اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ السلام کو نور (ذاتی۔ مصنف) سے مخلوق فرما کر "مقدس اور پاکیزہ بشریت کے لباس میں" مبعوث فرمایا۔ شق صدر ہونا "بشریت مطہرہ" کی دلیل ہے اور باوجود سینۂ اقدس چاک ہونے کے خون نہ نکلنا نورانیت کی دلیل ہے۔ فَلَمْ یَکُنْ اَلشَّقُّ بِاٰلَۃٍ وَلَمْ یَسِلِ الدَّمُ۔ روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۰۶[4][5]

ہشتم: حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (ترجمہ)

---

[1] تا [3] بحوالہ نور الایمان فی علم العرفان۔ صفحہ ۴۵
[4] [5]۔ میلاد النبی۔ صفحہ ۳۵

جاننا چاہیئے کہ محمدؐ علیہ السلام کا اظہار تمام انسانوں کے افراد کی پیدائش کے رنگ میں نہیں ہے۔ بلکہ مخلوقاتِ عالم کے تمام افراد میں سے کسی فرد کی پیدائش سے مناسبت نہیں رکھتی اس واسطے کہ آپ باوجود عنصری اظہار کے اللہ جل وعلا کے نور کے اظہار ہیں۔ جیسا کہ خود فرمایا کہ میں خود ظاہر ہوا ہوں۔ اللہ کا نور بن کر۔[1]

(نوٹ:) مزید حوالے پچاسوں دیئے جا سکتے ہیں لیکن ایمان کے لئے ایک حوالہ بھی کافی ہے۔ ناچیز مصنّف)

پس ثابت ہوا کہ حضور سرکار رحمت اللعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل ظہور تو "بشکلِ نورِ ذات احد" ازلی ابدی ہے۔ تخلیقِ آدمؑ سے بہت پہلے موجود تھا۔ اور بطور اصل اسی نے عالم ناسوت سے قبل تمام عالمین میں متعلقہ عالمین کی مناسبت سے صورتیں اختیار کیں اور پھر عالم ناسوت میں تمثلِ بشریت مطہرہ کے "لباس" میں ظاہر ہوا۔ اب بھی بطور اصل کائنات کا ذرّہ ذرّہ اسی اصل کی فروعات۔ اسی نور کے انوار۔ اصل تخم کے برگ وبار اور نور کے نقش ونگار ہیں۔ والدین ماجدین بھی اسی نور کے نقش ونگار یعنی خود اسی نور اصلی کی جھلکیاں یا شعاعیں یا انوار تھے۔

نور کی شعاعوں سے نور کی چمک ہی پیدا ہوگی۔ چنانچہ "لباس تمثلِ بشریت" کے حجابات میں چھپ کر بھی اس میں اتنی روشنی تھی کہ والدہ ماجدہ کی نگاہوں میں زمین وآسمان روشن ہوگئے اور انھوں نے قیصر وکسریٰ کے محل کے کنگرے گرتے ہوئے دیکھ لئے ــــ تو پھر نور سے روشنی کی پیدائش پر تعجب کیسا !!! اور اعتراض کی گنجائش کہاں !!!

---

[1] مکتوبات۔ دفتر سوم۔ صہ ۷۵۔ بحوالہ۔ تعلیمات باب توحید۔ صہ ۱۰۴ ازعلامہ سید محمد علی محتشم نقوی الواسطی۔ اولاد وخلیفہ خاص حضرت شاہ ولایتؒ امروہہ۔ یو۔پی۔ بھارت)

چنانچہ "عام بشر" اور اس کی "پیدائش" سے نور خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے "لباس تمثل بشری" کی "پیدائش" بھی قطعاً مختلف ہے۔ جس طرح کائنات کی ہر شے نور محمدی ؐ ہی کی نقش ونگار ہیں اور ہر شے کی "پیدائش" کی صورتیں مختلف ہیں۔ لیکن پیدائش کی یہ تمام صورتیں عام نگاہوں سے پوشیدہ رہتی ہیں۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ ایک چیز ایک عالم سے دوسرے عالم میں کس طرح منتقل ہوگئی۔

عام آدمیوں کی پیدائش بھی ضروری نہیں کہ عورت کی شرم گاہ ہی سے ہوئی ہو۔ اب تو لاکھوں کروڑوں بچے اپریشن سے پیدا ہو رہے ہیں اور جب ہمارا عقیدہ۔ ہمارا ہی کیا قرآن واحادیث کی شہادتیں اور تمامی اولیا اللہ کا عقیدہ حضور علیہ السلام کے متعلق مافوق الکائنات ہونے کا ہے تو کسی بشر سے اُن کا مقابلہ کرنا عقل سے معرّیٰ ہونے یعنے اپنے پاگل ہونے کا ثبوت ہے۔

علاوہ ازیں قدرت خداوندی کے طلسمات وعجائبات کو بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ اگر آدم ؑ ماں باپ کے بغیر اور عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے اور بی بی حوا سلام اللہ علیہا حضرت آدم ؑ کی پسلی سے پیدا ہوسکتی ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام بحکم ربی سولی سے غائب اور کوئی دوسرا شخص مصلوب ہوسکتا ہے اور تمام دنیا اسی نظر فریبی کے طلسم کو حق بھی سمجھ سکتی ہے تو کیا حق تعالیٰ کی قدرت سے یہ بعید ہے کہ اس نے "لباسِ تمثل بشریت" اور "اس کے انوار کے ظہور" کے پورے طلسم کو متعدد ومسلسل نظر فریبیوں کے حجابات میں پوشیدہ رکھتے ہوئے جس طرح چاہا حقیقت کو ظاہر کیا جب ماتحت انبیائے کرام ؑ کی شانِ پیدائش میں عجائبات موجود ہیں تو نبی الانبیا محبوبِ خدا کی شانِ ظہور میں ان سب سے زیادہ امتیازات کا ہونا لازمی ہے۔ **ھذا**۔ ایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ مندرجہ بالا بزرگان دین واولیائے محققین کے عقائد کو اختیار کیا جائے۔ ان کا فرمایا ہوا حق ہے اس میں چون وچرا کی گنجائش نہیں ہے۔

حصہ اوّل

باب ۔ ۴ ۔ فصل ۔ ۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اور بشریت

سے متعلق چند بزرگانِ سلف کے ارشادات عالیہ

جن سے حضورؐ کے اصلاً بشر ہونے کی تردید ہوتی ہے

تفسیر عرائس البیان : آیتہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (فتح)

(ترجمہ۔ (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک جو لوگ آپؐ سے بیعت کرتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر)

اس آیت کی تفسیر کے تحت صاحب تفسیر عرائس البیان فرماتے ہیں:

"حضرت ابوبکر واسطی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں بشریت، عاریّت اور اضافت کے طور پر ہے۔ حقیقت میں آپؐ بشریت سے پاک ہیں۔ پس جس نے حضورؐ سے بیعت کی اُس نے درحقیقت اللہ سے بیعت کی۔"

صاحب تفسیر روح البیان اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کمالات کا مظہر اور اپنی تجلّیات کا آئینہ بنایا ہے اور اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا پس تحقیق اُس نے خدا کو دیکھا۔ کیونکہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات۔ اور افعال میں فانی ہیں۔"

"آپؐ کا ظاہر مخلوق اور آپؐ کا باطن حق ہے۔ اسی لئے آپؐ

کے باطن کو سوائے آپ کے ظاہر کے سجدہ کرنا جائز ہے. کیونکہ آپ کا ظاہر عالمِ تقیید سے اور آپ کا باطن عالمِ اطلاق سے ہے۔"

فتوحاتِ مکیہ: جزو ثالث، باب ۳۹۱ میں حضرت شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر آیت مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ط کے تحت فرماتے ہیں:۔" سورۂ انفال میں ہے کہ اے ایمان والو (یعنی ہمارے کلام کو سچا ماننے والو اللہ اور رسولؐ کے فرمان کو بجا لاؤ جب وہ تم کو پکارے اس آیت میں اللہ نے (بظاہر) دو ذوات (اللہ اور رسولؐ) کے ذکر کے بعد پکارنے والا ایک فرمایا ہے پس ہم نے جان لیا کہ امر واحد ہے۔ سمع حِسّی سے ہم نے کلام کرنے والا رسولؐ علیہ السلام کو سنا اور سمع حقی معنوی سے ہم کلام الٰہی سنتے ہیں پس اللہ و رسولؐ دو نام ایک ہی متکلّم کے ہیں کیوں کہ کلام اللہ کے لیئے ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اور بظاہر متکلم محمدؐ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے جس نے رسول اللہؐ کی اطاعت کی پس تحقیق اُس نے خدا کی اطاعت کی۔"

فتوحات، جزو رابع۔ باب ۵۵۸ میں ہے:۔" اللہ تعالےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں متلبس ہوا اور فرمایا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اُس نے واقعی خدا کی اطاعت کی۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے اللہ کے ساتھ آئے ہیں۔ پس اُس سے جدا نہیں ہیں اور خلق نے آپ کو رسولؐ مشاہدہ کیا ہے۔ پس آپ ظاہر میں خلق اور باطن میں حق ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے بیعت کے متعلق فرمایا ہے کہ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں، بے شک وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔"

فتوحات۔ جزو رابع۔ باب ۵۵۹ میں فرمایا: "اللہ تعالےٰ کی ہویت آپ کی سمع اور بصر اور جملہ قویٰ ہے۔ (جیسا کہ حدیث قرب نوافل مندرجہ

صحیح بخاری سے ثابت ہے۔)"

نیز اسی باب میں فرمایا: "وجود میں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ ذات اگرچہ شہود میں متکثر ہے لیکن وجود میں ایک ہے۔ ایک کو ایک میں ضرب دینا کسی شے کو اس کی ذات میں مارنا ہے۔ پس وہ بجز اپنی جنس کے اور کچھ عطا نہیں کرتی۔" (یعنی ایک میں ایک کا ضرب دو۔ نتیجہ ایک ہی رہے گا۔ ناچیز مولف)

"اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاکار ہمیشہ حیرت میں رہتا ہے اور یہاں ایک کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کا حجاب ہیں .... الخ" (یعنی خود اللہ ہی رسالت کے حجاب میں نمودار ہوا تاکہ مومن کا امتحان لے۔ صاحب ایمان اس حجاب سے غیریت کا دھوکا نہ کھائے گا۔ مؤلف)

آیتہ۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (انفال)

ترجمہ: اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی جب کہ آپ نے پھینکی لیکن وہ اللہ نے پھینکی۔ (یعنی دیکھنے والوں نے تمثل بشری میں پھینکنے والے کو دیکھا۔ لیکن حقیقت میں پھینکنے والا اللہ تھا۔)

تفسیر روح البیان۔ جلد ۳۔ مذکورۂ بالا آیت کی تفسیر میں ایک جگہ صاحبِ تفسیر لکھتے ہیں: "آپ نے اپنے ساتھ نہیں پھینکی جس وقت پھینکی لیکن آپ نے اللہ کے ساتھ پھینکی اور یہ مقام تجلی میں ہے کہ جب اللہ تعالےٰ اپنی صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ بندہ[1] پر تجلی

---

[1] (یہ تو ہر مقبول "بندہ" کا معاملہ ہے۔ "اللہ بشان ظاہر" اور "بندے" میں مراتب کا بہت فرق ہے۔ واضح رہے کہ یہ باتیں جاہلوں سے نہیں کہی جارہی ہیں لہٰذا ان کا اظہار نہ شرک وکفر ہے نہ خلاف شریعت۔ اگر ایسا ہوتا تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (باقی اگلے صفحہ پر)

کرتا ہے تو اس صفت کے مناسب بندہ سے فعل ظاہر ہوتا ہے..... پس جب اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صفت قدرت کے ساتھ متجلی ہوا تو جس وقت آپؐ نے مشتِ خاک پھینکی آپؐ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ تھا... الخ

فتوحاتِ مکیّہ: جزو ثانی۔ باب ۱۷۷۔ "حق تعالیٰ نے عین اس چیز کی نفی کی ہے جسے ثابت فرمایا ہے یعنی اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلّم لوگ خیال کرتے ہیں کہ مشتِ خاک آپؐ نے پھینکی ہے (بے شک بظاہر دیکھنے والوں کی نظر میں) آپؐ ہی نے پھینکی تھی اس لئے فرمایا اِذْ رَمَیْتَ۔ پھر صحیح بات بیان فرمادی وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی لیکن وہ تو اللہ نے پھینکی)

لیعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ صورتِ حق میں ظاہر ہوئے اس لیے آپؐ کے پھینکنے سے وہ کام ہوا جو "بشر" کے پھینکنے سے نہیں ہوتا" (پہلے یہ قاعدہ بیان ہو چکا ہے کہ لفظ 'لکن' اپنے ما قبل کے مفہوم کی تردید کرتا اور اپنے بعد آنے والی عبارت سے صحیح صورت حال بیان کرتا ہے۔ یہاں بھی وہی بات ہے۔ دیکھنے والے سمجھ رہے ہیں کہ محمد صلعم بحیثیت بشر خاک پھینک رہے ہیں لیکن اللہ فرماتا ہے کہ صورتِ محمدی میں میں نے خود وہ خاک پھینکی۔ مومن تو اللہ ہی کی بات صحیح سمجھے گا۔ غور کرو کس طرح آپؐ سے بشریت کی نفی کی جارہی ہے۔ نیز یہ سمجھنا کہ حضورؐ بے خبر تھے۔ قرآن کا یہ اندازِ بیان ہر جگہ ہے اور وہ ہماری اطلاع کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ مؤلف)

فتوحات۔ جزو ثانی۔ باب ۱۹۸۔ قولہٗ تعالیٰ وَمَا رَمَیْتَ... الخ میں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے جس چیز سے شروع کیا ہے اسی پر ختم کیا ہے.....:

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) من رآنی فقد رای الحق نہ فرماتے۔ اللہ کو اللہ صرف ملحد نہیں کہتا۔ اور اللہ و نورِ محمدی میں فرق کرنے والا ابلیس تھا اور ہمیشہ وہی دونوں میں فرق قائم رکھے گا۔ کیونکہ اُسے قیامت تک ڈھیل دی گئی ہے۔)

(مطلب یہ ہے) کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ آپ نہیں ہیں بلکہ آپ اللہ ہیں، (یعنی آپ اپنے وجود سے فانی اور وجود الٰہی کے ساتھ باقی ہیں) (یا یہ سمجھا جائے کہ آپ مقام برزخیت پر ایک جہت اللہ سے واصل۔ اور دوسری جہت بشانِ رسالت مخلوق کی جانب رکھتے ہیں۔ لہٰذا عبارت میں کبھی آپ کی پہلی جہت مراد ہوتی ہے کبھی دوسری اور کبھی دونوں۔ یہ صرف عارف ہی جانتا ہے کہ کہاں کون سی جہت مراد ہے۔ مولف)

حضرت عبدالکریم جیلی قدس سرہ العزیز اپنی کتاب کمالات الالٰہیۃ فی الصفات المحمدیۃ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:۔

"مَا فِی الْاَنْبِیَاءِ نَبِیٌّ اِلَّا وَقَدْ ظَهَرَتِ الْبَشَرِیَّةُ عَلَیْہِ اِلَّا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ بَشَرِیَّتَہٗ مَعْدُوْمَۃٌ لَا اَثَرَ لَهَا بِخِلَافِ غَیْرِہٖ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ فَاِنَّهُمْ وَاِنْ زَالَتْ عَنْهُمُ الْبَشَرِیَّةُ فَاِنَّمَا زَوَالُهَا عِبَارَۃٌ عَنِ اسْتِتَارِهَا كَمَا تَسْتَتِرُ النُّجُوْمُ عِنْدَ ظُهُوْرِ الشَّمْسِ فَاِنَّهَا وَاِنْ كَانَتْ مَفْقُوْدَۃَ الْعَیْنِ فَهِیَ مَوْجُوْدَۃُ الْحُكْمِ حَقِیْقَیَّۃً وَبَشَرِیَّتُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَفْقُوْدَۃٌ لِقَوْلِہٖ لَمْ یُؤْمِنَ مِنَ الشَّیَاطِیْنِ اِلَّا شَیْطَانِیْ۔

یعنی انبیاء علیہم السلام میں کوئی نبی نہیں مگر اس پر بشریت ظاہر ہوئی ہے سوائے محمد پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ کیونکہ آپ کی بشریت معدوم ہے بخلاف دیگر انبیاء و اولیاء علیہم السلام کے اس لیے کہ گو اُن سے بھی بشریت زائل ہوئی ہے لیکن اُن کی بشریت کا زائل ہونا اُس کے پوشیدہ ہونے سے مراد ہے جیسا کہ ستارے طلوعِ آفتاب کے وقت چھپ جاتے ہیں۔ کیونکہ اگرچہ سورج کے نور میں ان کا عین مفقود و گم ہو جاتا ہے لیکن وہ حقیقت میں علماً موجود ہوتے ہیں۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت بالکل مفقود ہے۔ اس لئے

کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیاطین میں سے کوئی ایمان نہیں لایا مگر میرا شیطان ایمان لے آیا ہے۔

اب دیگر عبارات کا صرف ترجمہ یا خلاصہ دیا جاتا ہے:۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کیے۔ پس آپ لوگوں کے درمیان بخشے ہوئے (بہ حیثیت مغفور) چلتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ میں، تمام وجہوں سے خلق ہونا معدوم ہے۔ اس لیے کہ آپؐ کُلی وجہوں سے کمالاتِ حق کے ساتھ متحقق ہیں۔ پس جب آپؐ کا وجود فانی ہے (یعنی جب آپؐ بحیثیت بشر فانی ہیں۔ مولف) تو آپؐ کا کوئی گناہ بھی نہیں ہے کیونکہ اللہ نے آپؐ کو چھپا لیا ہے ("وجود کو چھپا لینے" کا مطلب بھی یہی ہے کہ آپؐ اصلاً بشر یا مخلوق نہیں ہیں۔ بلکہ حق ظاھر بصورتِ محمدیؐ ہے۔" پھر "گناہ" کیسے۔ پس ثابت ہوا کہ ترجمہ میں ایسی تاویل ہونی چاہیے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان ہو اور آیاتِ قرآنی ایک دوسرے کی مفسر بن سکیں۔ ورنہ قرآنِ پاک پر حضورؐ اقدس کے اوصاف بیان کرنے کے سلسلے میں تضاد بیانی کا الزام عائد ہوگا۔ بلکہ حضورؐ کی تنقیص شان بھی لازم آئے گی۔ اور جہلا اس کی نقل کریں گے۔ یہ سب نامناسب ترجمہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ (ناچیز مصنف)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں :۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجود میں سب سے اوّل ہیں کیونکہ آپ ذاتِ محض ہیں۔ اور تمام عالم اُس ذات کی صفات ہیں۔

حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں اس قول کے کہ "اللہ نے عالم کو حضورؐ کے نور سے پیدا فرمایا" یہی معنےٰ ہیں۔

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ذاتی

ہے اور باقی سب کا وجود صفاتی ہے۔ اور یہ اس لئے ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ظاہر ہونے کا ارادہ کیا تو کمالِ ذات نے چاہا کہ اپنے کمال ذاتی کے ساتھ عالم کے تمام موجودات سے اکمل وجود میں ظاہر ہو۔ پس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نور ذات سے اپنی تجلی ذاتی کے لیے پیدا کیا۔ (یعنی ظاہر کیا ناچیز مصنف) کیونکہ تمام عالم اس کی تجلی ذاتی کی طاقت نہیں رکھتا اس لئے کہ وہ انوارِ صفات سے پیدا ہوئے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم میں (یعنی ساری کائنات میں (ناچیز مصنف)) دل کی طرح ہیں جس نے حق سبحانہٗ کو سما لیا ہے اور اسی طرف آنحضرتؐ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے کہ یٰسین قرآن کا دل ہے۔ اور یٰسین آپؐ کا اسم مبارک ہے۔ اِس لئے آپؐ کی مراد یہ ہے کہ آپؐ قلوب اور ارواح اور تمام عوالم وجودیہ میں ایسے ہیں جیسے جسم میں دل ہے اور باقی موجودات آسمان و زمین کی طرح ہیں۔ ان میں حق تعالیٰ نہیں سما سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ تمامی انبیاءؑ اور اولیاءؒ اور ملائکہ مقربینؑ مل کر بھی کمال معرفتِ ذات کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور صرف آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کمالِ عرفانِ ذات کی طاقت رکھتے ہیں۔"

"اور اسی طرف حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا ہے کہ "میرا اللہ کے ساتھ ہمیشہ ایک وقت ہے جس میں کوئی ملک مقربؑ یا کوئی نبی مرسل بھی نہیں سما سکتا۔"

اقتباسات از کتاب

ناموس الاعظم والقاموس الاقدم فی معرفت قدر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلفہ امام ربانی حضرت سید عبدالکریم جیلانی قدس سرہ العزیز

***

مقدمہ[1]
کتاب مذکورہ بالا

"شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے سب تعریف واسطے اللہ تعالیٰ کے ہے جس نے جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا اکمل۔ افخر۔ افضل۔ امجد اور اعظم جلوہ گاہ۔ اور عالم میں اپنا محل نگاہ اور اولاد آدم سے اپنی ذات کا مظہر اتم اور اپنے جمال وجلال اور کمال اکمل واقوام کا آئینہ۔ اور حدوث و قدم کے درمیان اپنی مخلوقات کی طرف لسانِ اقدم کے ساتھ اپنی صفات کا ترجمان بنایا..."

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں وجہوں میں یگانہ، دونوں وصفوں سے موصوف، ہر دو معنوں پر حاوی اور ہر دو کمال عین اور این کو شامل، اور صورت و معنیٰ میں اکملیت کے ساتھ فرد اور قَابَ قَوْسَیْنِ وَاَوْ اَدْنٰی کا مالک بنایا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم وجود کے عین اور موجود میں واحد اور حضرت معبود کی خوبیوں کے جلوہ گاہ ہیں۔ آپ اُس اسم کی حقیقت ہیں جس کی صفات کے آگے دشمنوں اور منکروں کی گردنیں جھک گئیں۔

آپ ہر فضیلتِ ظاہر میں یکتا اور حقیقت توحید کے فردِ یگانہ ہیں۔
تمام کمالات آپ کی عزت بے نیاز کے مقابلے میں رائی کی طرح حقیر ہیں۔
آپ اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کی ذاتِ واحد کے عین ہیں اور اپنی بلندی میں مبارک ہونے کی وجہ سے برگزیدہ ہیں۔"

---

[1] بغرض اختصار خاص خاص اقتباسات کا صرف ترجمہ دیا جا رہا ہے۔

باب ثانی ۔ کتاب الناموس الاعظم

"جاننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت احدیت سے حضرت واحدیت کی طرف نازل ہوئے تو اس میں اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا کے حقائق کے ساتھ ظاہر ہوئے اور حضرت کمالیت آپؐ پر عاشق ہو گئی۔ جیسا کہ اسم کو مسمیٰ کے ساتھ اور صفت کو موصوف کے ساتھ عشق ہے پس ان کمالات کے تمام معانی در حقیقت آپ کی طرف اشارہ کیے جاتے ہیں اور تمام کمالات اپنی ھُویت میں آپ ہی پر دلالت کرتے ہیں۔ پس اگر کوئی شخص ان کمالات میں سے کسی کمال کے ساتھ متحقق ہو تو وہ آپ کی ذات مبارک پر عطف ہو گا۔ اور اس کلام کی تقریر یہ ہے کہ مثلاً ہزار نبی اور ولی کامل حقیقتِ نوریہ کے ساتھ متحقق ہوں۔ یہاں تک کہ اُن میں سے ہر ایک نور مطلق ہو جائے پھر تو اس کے اسم نور کا اطلاق کرے تو یہ اسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر واقع ہو گا اور یہ صفت آپؐ کی طرف سبقت کرے گی۔ اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں صرف آپؐ ہی کا نام نور رکھا ہے۔ اور اس کا راز یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس کے صفت کے ساتھ متحقق ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت کی حقیقت ہیں اور کسی (صفت) کی حقیقت میں اور اس کے ساتھ پائے جانے میں بڑا فرق ہے پس سمجھ لے۔ اور اس مسئلہ کے تحت میں بڑا فائدہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ تجھے اس کا فہم عطا کرے۔"

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں۔ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ ۔ ـــــ اَوَّل مَا خَلَقَ اللّٰہُ العَقْلِ ـــــ اَوَّل مَا خَلَقَ اللّٰہُ القلمَ ـــــ اَوَّل مَا خَلَقَ اللّٰہُ رُوْحُ نَبِیْکَ یَا جابر رضؓ

یہ تمام معناً ایک ہی ذاتؐ گرامی پر دلالت کرتے ہیں صرف الفاظ کی جہت سے اختلاف ہے۔

"پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجودِ اول ہیں۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے بلا واسطہ پیدا (یعنی ظاہر) کیا اور یہ روحِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم جس کا نام عقلِ اول ہے وجود میں ذاتِ حق کی مظہر ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے روحِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے جس کا نام عقلِ اول ہے۔ عقلِ کلی کو پیدا کیا۔ اور وہ صفات کا مظہر ہے اور اس کا نام عرش رکھا۔ (حکما اسے عقلِ ثانی کہتے ہیں) اور یہ عقلِ کلی ہر نبی اور ولی کامل کے روح کی حقیقت ہے۔ کیونکہ وہ معنائے اسمائی اور نعت صفاتی کے ساتھ کمالی ظہور ہے۔ اس لئے کہ عرشِ عظیم اُس حقیقت رحمانی سے مراد ہے جو اُس عرش پر مستوی ہے جو عالم کو محیط اور عالم کونی کی نہایت میں مخلوق ہے۔ پس حقیقت رحمانی جو کہ عرشِ عظیم اور مظہر کمالی کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے اُن اسمار اور صفات الہٰیہ کی عین ہے جو تمام وجود اعلیٰ و اسفل کو محیط ہیں۔

اور چونکہ حقیقت رحمانی رحمت کے ساتھ ہر شے پر وسیع ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْئٍ یعنی میری رحمت ہر شے کو شامل ہے۔ اس لئے اُس کی جلوہ گاہ جس کا نام عرش محیط ہے صورت میں تمام عالم کونی پر محیط ہے اور اسی لئے عرش ہر نبیؑ و رسولؐ اور مقرب فرشتہؑ کے مقام کا انتہا ہے لیکن عرش سے اُوپر سوائے محمدؐ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرا کوئی نہیں پہنچا اور اس کا راز جیسا کہ میں نے تیرے لئے ذکر کیا ہے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل بلند ہے۔ کیونکہ آپؐ نورِ ذاتی کی حقیقت ہیں (یعنی خود ذات کا ظہور ہیں) اور انبیاء علیہم السلام نور صفاتی کی حقیقت سے ہیں۔ اور ذات صفات سے بلند تر ہے۔ پس اسے جان لو اور یاد رکھو۔

اقتباسات | کتاب قابَ قوسین | از سیدنا حضرت عبدالکریم الجیلی قدس سرہ العزیز

باب ششم

تنبیہ = " جاننا چاہیے کہ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عالم میں اُس عالم کے حال کے لائق ایک ظہور ہے۔ پس حضور پُر نور کا ظہور عالم اجسام میں ایسا نہیں ہے جیسا کہ آپ کا ظہور عالم ارواح میں ہے۔ کیونکہ عالمِ اجسام تنگ ہے۔ اس میں وہ چیز نہیں سما سکتی جو عالمِ ارواح میں سمائی ہے۔ اور عالمِ ارواح میں آپ کا ایسا ظہور نہیں ہے جیسا کہ عالمِ معنیٰ میں ہے کیونکہ عالمِ معنیٰ عالمِ ارواح سے زیادہ لطیف اور زیادہ وسیع ہے۔

پھر آپ کا ظہور زمین میں ایسا نہیں ہے جیسا کہ آپ کا ظہور آسمان میں ہے۔ اور آپ کا ظہور آسمانوں میں ایسا نہیں ہے جیسا کہ آپ کا ظہور عرش کی داہنی طرف ہے اور عرش کی دہنی طرف ایسا نہیں ہے جیسا کہ آپ کا ظہور عرش کے اوپر اللہ تعالےٰ کے پاس ہے جہاں مکان اور کیفیت نہیں ہے۔ پس ہر مقامِ اعلیٰ میں آپ کا ظہور مقام اسفل سے اکمل اور اتم ہے۔ اور ہر ظہور کے واسطے بقدر محل۔ جلالت اور ہیبت ہے۔ یہاں تک کہ آپ اُس مقام کی طرف منتہی ہوتے ہیں جس میں آپ انبیاء اور اولیاء رض میں سے کسی کو نہیں دیکھتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کے یہی معنی ہیں۔ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ غَیْرُ رَبِّیْ۔ یعنی میرا اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے جس میں میرے رب کے سوا کوئی نہیں سما سکتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میرا اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے جس میں کوئی مقرب فرشتہ یا کوئی نبیِ مرسل بھی نہیں سما سکتا۔"

"پس اے بھائی اپنی ہمت کو بلند رکھ تاکہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے بلند مظاہر میں آپؐ کے معانیٔ کبریٰ کے ساتھ دیکھ لے۔ آپؐ وہی ہیں یعنی آپؐ عین **نورِ ذات** ہیں۔"

" (**اشارہ**) برادرم میں تجھ کو ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اور معنیٰ کے ملاحظہ کی وصیت کرتا ہوں اور اگر تو تکلف سے حاضر کرنے والا ہے تو عنقریب تیری روح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اُلفت پکڑے گی۔ اور آپؐ تیرے لئے ظاہر (یعنی رونما) ہوں گے اور تو آپؐ کو موجود پائے گا۔ اور تو آپؐ کے ساتھ کلام اور خطاب کرے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو جواب دیں گے اور تجھ سے کلام اور خطاب فرمائیں گے۔ اور تو آپؐ کے ساتھ کلام اور خطاب کرے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو جواب دیں گے اور تجھ سے کلام اور خطاب فرمائیں گے۔ اور تو انشاء اللہ تعالےٰ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درجہ پر فائز ہو کر اُن میں شامل ہو جائے گا۔" (مُرید کے لئے یہ سب بصورت مُرشد میسّر ہوتا ہے۔ وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ الآیۃ۔ اور تمام عارفین کاملین اس امر پر متفق ہیں بقول رومیؒ ؎

چوں تو کردی ذات مرشد را قبول
ہم خُدا را یافتی وھم رسولؐ

(ناچیز مصنف حقیقت محمدیؐ۔)

اقتباسات از کتاب طبقات الکبریٰ

از قطب ربّانی عارف صمدانی حضرت شیخ عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ

" حضرت شیخ محمد ابو المواہب الشاذلی رضؓ کے ذکر میں ——

فرمایا رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبار

خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام بوصیریؒ کے قول فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ (یعنی پس علم کی رسائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں آتنی ہے کہ آپؐ بشر ہیں) اس کے معنے یہ ہیں کہ جس شخص کو آپؐ کی حقیقت کا علم نہیں ہے اس کے نزدیک آپؐ بشر ہیں ورنہ آپؐ اپنے روح قدسی اور قالب نبویؐ کے ساتھ بشریت سے بالاتر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا اور میں نے تیری مراد کو سمجھ لیا ہے......"

"نیز رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا پس (حضورؐ نے) مجھ سے اپنی ذات کے متعلق فرمایا کہ میرے لیے موت نہیں ہے۔ میری موت سے مراد صرف میرا اُس شخص سے پوشیدہ ہونا ہے جس کو معرفت الٰہی حاصل نہیں ہے۔ لیکن جسے معرفت الٰہی حاصل ہے پس یہ میں ہوں کہ اُسے دیکھتا ہوں اور وہ مجھے دیکھتا ہے۔"

بسم اللہ الرّحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

نورِ خدا کی "بشریت" "نبوت" - "رسالت" - "عبدیت" صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق قرآن و احادیث کی شہادتیں

کیا خدا کے مظہرِ اکمل نورِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم حقیقت اور اصل کے لحاظ سے "بشر" تھے؟ قرآن و احادیث سے اس کا جواب نفی میں ملتا ہے جیسا کہ زیرِ نظر صفحات سے ثابت ہو رہا ہے۔ یعنی نورِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حقیقت بشری نہ تھی وہ یہاں صرف "متمثل بصورت بشری" ہو کر چند سال رہے پھر پردۂ ظاہری فرمالیا - ایک آیت انا بشرٌ مثلکم..... الخ اور بعض دیگر آیات کے لفظی ترجموں نے لوگوں کو حضورؐ کی حقیقت اور صفات کمالیہ کے متعلق سینکڑوں مغالطوں میں مبتلا کر دیا ہے حالانکہ اصول یہ ہے کہ جب حضورؐ کے برزخ کبریٰ، جنس الاجناس اور نور ذاتِ الٰہیہ (بلکہ اس کی حقیقت) ہونے کے ثبوت میں کثیر تعداد آیات قرآنی - احادیث نبویؐ اور اکابرین و محققین کے اقوال و عقائد کی موجود ہے۔ اور اس کے برعکس صرف معدودے چند آیات و احادیث اور واقعات (مخالفین کی فہم ناقص کے مطابق) ایسی یا ایسے ہیں جن سے حضور ختمی مرتبت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق ہمارے مانند بشر ہونے کا شبہ پیدا ہوتا ہے تو ایسی صورت میں مذکورہ نوع کی ہر آیت، حدیث اور واقعہ کی تاویل اس طرح کرنا چاہیئے کہ حضورؐ کی عظمتِ شان کے منافی نہ ہو۔ نہ کثیر تعداد آیات

واحادیث اور صفات وکمالات محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت مجموعی کے خلاف ہو۔ نہ کفار ومشرکین کو آپؐ کی ذات جامع جمیع صفات پر کسی پہلو سے اعتراض کرنے کا موقع مل سکے۔ یہ بھی یاد رہے کہ مومن ومُسلم پر لازم ہے کہ ترجمہ میں بھی انتہائی ادب ملحوظ رکھے کیونکہ ذراسی منقیص شان بھی موجب کفر وعتاب ہوسکتی ہے۔ ان اوراق میں یہی کوشش کی گئی ہے کہ حضورؐ کی تنقیص شان نہ ہو۔ دوسروں کا لفظی ترجمہ بعض اوقات مضحکہ خیز ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اس کی تاویل سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے مجموعی اوصاف وکمالات کے پیشِ نظر کرنا چاہیے۔

محبوب خدا، نبی الانبیاء، خلاصۂ موجودات، سرورِ کائنات، سرکار دوعالم، نورِ مجسم، حضرت احمد مجتبےٰ، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نورٌ مِّنْ نوراللہ تھے۔ یعنی آپ پر حق کا ظہور بالذات تھا۔ لہٰذا آپؐ وجود میں سب سے اوّل ہیں اور "ذات محض" ہیں۔ باقی تمام عالم اُس ذات کی صفات ہیں۔ علماءِ حق کے نزدیک حدیث جابرؓ رضی اللہ عنہ میں اس قول کے کہ اللہ نے آپ کو اپنے نورِ ذاتی سے اور عالم کو حضور کے نور سے پیدا فرمایا۔" یہی معنے ہیں۔[1]

حضرت عبدالکریم الجیلی قدس سرہ العزیز اپنی کتاب کمالات الالٰہیۃ فی الصفات المحمدیۃ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک جگہ فرماتے ہیں:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا وجود ذاتی اور باقی سب کا وجود صفاتی

---

[1] علماءِ ظواہر عرفائے کاملین کے عقائد سے اختلاف کرتے ہیں اور بلاوجہ کہیں مادۂ تخلیق کی بحث اور کہیں سبب تخلیق کہیں علت ومعلول کی بحث چھیڑ کر توحید کے بجائے دوئی وغیریت کے مباحث میں عوام کو اُلجھائے رکھنا چاہتے ہیں۔ عرفائے کرام نے انھیں پکا مشرک قرار دیا ہے اور انھیں ابلیس کی ذریت ثابت کیا ہے۔ انھیں جلد از جلد توبہ کرنا چاہیے۔

ہے اور یہ اس لئے ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ظاہر ہونے کا ارادہ کیا تو کمال ذات نے چاہا کہ اپنے کمال ذاتی کے ساتھ عالم کے تمام موجودات سے اکمل وجود میں ظاہر ہو۔ پس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نور ذات سے اپنی ذاتی تجلّی کے لئے پیدا کیا یعنی ظاہر فرمایا۔ کیونکہ تمام موجودات عالم اُس کی ذاتی تجلی کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس لئے کہ وہ انوار صفات سے پیدا ہوئے ہیں۔ (ہر چند کہ انوارِ صفات، ذات سے علیحدہ نہیں ہیں تاہم ذات کے بعد ہی صفات کا درجہ آتا ہے اور یہاں انوارِ ذاتِ ربی اور انوارِ صفات کے درمیان ایک برزخ کبریٰ واسطۂ عظمیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا ضروری تھا۔ جس میں ذات اپنے کمالاتِ ذاتی کے ساتھ ظاہر بھی ہو اور عالم درجۂ اعتدال میں ذات کا مشاہدہ بھی کر سکے۔ نہ صرف مشاہدہ کر سکے بلکہ اُس تک پہنچ سکے۔ اسی لئے اللہ نے اُسے محبوبؐ و محمدؐ فرمایا۔) صلی اللہ علیہ وسلم

اور اسی لئے آپؐ کو برزخ کبریٰ بھی کہتے ہیں (تالیف ہذا میں حصۂ خصوصی کے بعد عنوان "برزخ کبریٰؐ و واسطۂ عظمیٰؐ"۔ بھی دیکھو۔ نیز اسی فصل میں آگے مکتوب شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ کو بغور پڑھو)

مذکورۂ بالا حقائق، آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویؐ سے ثابت ہیں۔ (یہ آیات و احادیث زیرِ نظر کتاب میں جا بجا مرقوم ہیں۔) ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جنسوں کی اصل اور حقیقت ہیں اور ہر جنس میں علیٰ قدر استعداد مقررہ، ساری و موجود ہیں۔[1]

آپؐ کی رسالت[2] - آپ کی رسالت بھی، بطور اصل۔ ازل سے ابد تک، واحد رسالت حقیقی الی الخلق کافہ، ہے۔ باقی انبیاء و رسل

---

[1] کیونکہ اصل اپنی فرع سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔

[2] اس موضوع پر مزید بحث حصہ اول کی ایک فصل میں کی گئی ہے۔

آپؐ کے نائب و نمائندے تھے۔ ہدایتِ خلق کے لئے پہلے نائب آتے رہے۔ سب سے آخر میں پیامِ حق کی تکمیل کے لئے سیّد المرسلینؐ خود آ گئے

جاء الحق و زھق الباطل ۔ (القرآن)

آپؐ چند سال صورتِ بشری میں رہ کر انسانوں میں تبلیغ احکام و حقائق فرماتے رہے تاکہ لوگ آپؐ کو اپنا ہم جنس سمجھ کر آپؐ کی باتیں بغور سنیں اور سمجھیں لیکن بشر کی صورت میں نزول اجلال فرمانے سے آپؐ کی حقیقت نوری میں کوئی فرق نہیں آیا۔ نہ شکل بشری میں ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہو کر آپؐ معدوم الوجود ہو گئے ہیں۔ کیونکہ آپؐ کی نوری تجلی ہر شے کی اصل ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہو گا کہ آپؐ ہی کے انوار بصورِ عالم کثرت نمایاں ہیں اور کائنات آپؐ کے انوار و تجلیات کی تفصیل ہے لہٰذا ہر شے آپؐ ہی کے انوار وجود کا آئینہ ہے اور آپؐ ہی کے انوار ھو الظاھر کی تفسیر ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔

فصل=۲ اب ہم چند مزید دلائل پیش کرتے ہیں تاکہ مذکورۂ بالا حقائق اچھی طرح ثابت ہو جائیں۔

دلیل۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمَ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ	یعنی تھا میں نبی اُس وقت بھی جبکہ ابھی آدم روح و جسم کے درمیان تھے۔ (یعنی پیدا ہی نہ ہوئے تھے۔)

دوسری حدیث میں آخر کے الفاظ یہ ہیں۔ بین الماءِ والطین۔ یعنی جبکہ آدم ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے یعنی ابھی اُن کا جسم تیار نہ ہوا تھا۔

پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنس بشر کے وجود سے

بھی پہلے موجود تھے لہٰذا انھیں حقیقتاً بشر کہنا یا سمجھنا خود حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ جو متفقہ طور پر کفر ہے۔ دراصل آپؐ تو تمام اجناسِ مخلوق کی اصل ہیں۔ جنسِ بشر بھی آپؐ ہی کی فرع ہے۔

دلیل۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تمام مخلوق میرے نور سے پیدا کی گئی ہے۔ مخلوق میں، جن وانس، زمین وآسمان اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے سب کچھ شامل ہے یہی نہیں بلکہ عرش وکرسی، لوح وقلم، ملائکہ مقربین بھی آپؐ ہی کے نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔ ارشاد باری ہے:۔

لولاک لما خلقت الافلاک۔ یعنی اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپؐ نہ ہوتے تو افلاک کی تخلیق نہ ہوتی۔ دوسری جگہ ہے: اگر آپؐ نہ ہوتے تو میری ربوبیت بھی ظاہر نہ ہوتی۔ یعنی کل کائنات اور اللہ کی ربوبیت ظہور میں آپؐ ہی کے انوار کا فیضان ہے۔

پس ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخلوقات میں تمام جنسوں کی اصل یا حقیقت ہیں یعنی تمام اجناسِ مخلوق انوارِ حقیقت محمدی کے فیضان سے پیدا ہوئی ہیں۔ اس لئے تمام اجناسِ مخلوق آپؐ کی فرع ہیں اور آپؐ جنس الاجناس ہیں۔ جنسِ بشر محض ایک فرع ہے اور تمام جنسوں کی اصل (انوار حقیقت محمدیؐ) کل کا درجہ رکھتی ہے۔ جزو کو کُل کے درجے میں نہیں رکھ سکتے۔ —— لہٰذا آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو محض ایک بشر کہنا یا ماننا آپؐ کی سخت توہین تو ہے ہی عقل کے منافی بھی ہے۔

اسی لئے بعض بزرگوں نے مثلاً حضرت غوث پاکؒ نے اس عقیدے کو کفر کہا ہے۔ معاذ اللہ، کیونکہ حقیقی بشر کہنے سے آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم جزو کے بھی محض ایک ذرہ رہ جاتے ہیں۔ آپؐ کی ایک جہت کا بشری تمثل اختیار کرنا وہ بھی عارضی طور پر اور بات ہے لیکن آپؐ کو من کل الوجوہ محض بشر کہنا

کہنا اور ماننا بالکل دوسری بات ہے۔ غور کرو اور سمجھو۔[1]

دلیل - حدیث قدسی ہے :۔

لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل۔

ترجمہ: یعنی اللہ کے ساتھ ہمیشہ میرا ایک وقت (ربط ذاتی) ہے جہاں نہ کوئی مقرب فرشتہ (یعنی جبرئیل امین) پہنچ سکتا ہے نہ کوئی نبیؐ مرسل۔

ظاہر ہے کہ یہ مقام "بشریت" سے بہت بلند ہے۔ واقعۂ معراج میں بھی (جس کا ذکر قرآن پاک میں کیا گیا ہے) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسد پاک کے ساتھ بالائے عرش پہنچے بلکہ اس سے بھی اوپر مقامِ قَابَ قَوْسَیْنِ وَاَوْ اَدْنیٰ پر فائز ہوئے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ایک کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ وہاں جبرئیل امینؑ کے بھی پر جلتے ہیں بشر یا بشریت کی کیا مجال ہے۔ وہاں تو اس کا گمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اور ایسا وقت (ذاتی ربط) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کے ساتھ، ہر وقت رہتا تھا اور رہتا ہے۔ یہ بھی اسی حقیقت کا زبردست ثبوت ہے کہ آپؐ ہر وقت اور ہر عالم میں اللہ کی شانِ ظاہر ہیں۔ اندھے سیاہ شیشے میں آفتاب کے عکس کو دیکھ لینے کے بعد کوئی عقل کا اندھا ہی یہ سمجھ لے گا کہ آفتاب آسمان میں نہیں بلکہ صرف شیشے میں ہے یا آفتاب کی

---

[1] یہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ حضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بحیثیت برزخ کبریٰ دو جہات ہیں۔ ایک طرف وہ اللہ سے ہمیشہ واصل ہیں۔ دوسری جہت خلق کی جانب ہے۔ جہاں خدا و رسولؐ کہا جائے وہاں حقیقت محمدیؐ کی یہی دونوں جہات مراد ہوتی ہیں اور بقول عرفائے صادقین "حقیقت محمدی" نزول ذات کا پہلا تعین علمی ہے جہاں خدا و محمدؐ ایک ہیں۔ جیسے ہوالباطن والظاہر ایک ہی ہے۔

حقیقت بس وہ ہے جسے اُس نے اس سیاہ آئینے میں دیکھا ہے۔
تنبیہہ۔ مومن صادق کو نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں فانی ہو کر قربِ حق نصیب ہوتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ کسی نبی یا ولی کو بھی وہ قرب نصیب نہیں ہوسکتا جو محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ اس کی بھی مزید وضاحت اپنے مقام پر ملے گی۔

دلیل ۔ (الف) مقام لی مع اللہ... الخ میں آپؐ یقیناً "امہاتِ صفات" کے ساتھ تھے۔ اسی طرح مقامِ کنت نبیاً"...... الخ میں بھی امہاتِ صفات یعنی حیاتؔ، قدرتؔ، ارادہؔ۔ علمؔ۔ کلام۔ سمعؔ۔ بصر کے ساتھ آپؐ کا رہنا ضروری ہے۔

(ب) نیز ہر عالم میں (جہاں تخلیقِ بشر سے قبل آپؐ نے نبوت و رسالت کے فرائض انجام دیے ہوں گے) صفاتِ مذکورہ کے علاوہ آپؐ کی ایک مخصوص صورت ظاہری کا ہونا بھی ضروری ہے جو متعلقہ "عالم" سے مناسبت رکھتی ہوگی جس طرح آپؐ عالم بشریت میں "صورتِ بشری" سے متمثل رہے[۱]۔

(ج) تمام عوالم میں بیک وقت آپؐ کی ذاتی و صفاتی موجودگی ضروری ہے۔ کیونکہ آپؐ تمام مخلوقات کی اصل ہیں۔ رحمۃ اللعالمینؐ اپنی ذات سے بھی دوامی ہیں اور تمام مخلوقات کے لئے دوامی رسول بھی۔ غرضیکہ آپؐ کی حقیقتِ جامعہ معہ امہات صفات دوامی طور پر ہر زمان و مکان میں موجود ہے اور ہمیشہ رہے گی اس کی وضاحت اکثر علماءِ حق نے اپنی

---

[۱] حضرت علاء الدین سمنانی قدس سرہ العزیز نے آپؐ کی تین صورتیں بیان کی ہیں۔ (۱) صورتِ حقی (۲) صورتِ ملکی اور (۳) صورتِ بشری (دیکھو مقدمہ (ب) کتاب ہذا۔

کتابوں میں کر دی ہے (لیکن افسوس کہ علمائے ظواہر اپنی ہٹ دھرمی کو نہیں چھوڑتے۔ بہرحال وہ جانیں اور اُن کا عقیدہ۔ ہم اولیائے کرام رح کے متبعین میں ہیں۔)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح مکتوب ۵۷ میں) فرماتے ہیں

لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل۔

ترجمہ۔ یعنی اللہ کے ساتھ ہمیشہ میرا ایک وقت (ربط ذاتی) ہے جہاں نہ کوئی مقرب فرشتہ یعنی جبریل امین ع پہنچ سکتا ہے نہ کوئی نبی مرسل۔

کسی نے اس کو کبھی کبھی ہونے کا گمان کیا ہے ..... ممکن ہے دیگر عارفوں کا حال احوال ایسا ہو تو ہو سکتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسا گمان و قیاس کرنا کسی صورت سے دُرست نہیں .... یہاں "وقت" سے ذاتی وقت مراد ہے۔ یعنی وہ ایسا وقت ہے جو ہمیشہ رہتا ہے۔ آپ ص کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ میرا اللہ کے ساتھ ایک ذاتی دائمی ربط ہے۔ میرے وقت اور میرے حال کا اندازہ ایسوں کے حال اور وقت کے ساتھ نہ کرو کہ جن کا وقت صفاتی ہے۔ کبھی رہتا ہے۔ کبھی نہیں رہتا ..... یعنی دائمی ذاتی نہیں ہوتا۔ آپ ص کی ذاتِ مُبارک میں تحویل، تغیر، غالبیت، مغلوبیت، اونچ نیچ، اعلیٰ و اسفل نہیں۔ کیوں کہ آپ ص حقیقت جامع کے شاہد، ساری کائنات کی حقیقت ہیں۔ اور آپ ص کی حقیقت ذاتِ باری تعالےٰ ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ ص برزخ کبریٰ، واسطۂ عالی، رابطۂ درمیانی خلق اور خالق کے درمیان ہیں۔ اعتدال میں آپ ص کو قرار و قیام دیا گیا ہے۔ اس میں آپ ص کو ثبوت ملا ہے۔ آپ اس میں ثابت ہیں .... جس خلوت میں آپ ص خدا کے ساتھ ہیں۔ وہاں سب دروازہ

کے باہر ہیں ...... یہ وہ مرتبہ ہے کہ دونوں طالب بھی ہیں اور مطلوب بھی۔
محب بھی ہیں محبوب بھی ...... دوئی کو چھوڑ اس کا تصور ہی نہ لا کہ وہ کیا ہے کیسی ہوتی ہے

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ — جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی۔

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔ — اللہ کا ہاتھ ان کے ..... یعنی بیعت کرنے والوں کے ..... ہاتھوں پر ہے۔

اور کیا کہوں اس بارے میں حقیقی کفر سینے میں چھپا ہوا ہے اگر اس کو باہر لاؤں تو ایمان مجازی شک وشبہ میں پڑ جائے۔ رموز و اسرار کو پردے ہی میں رہنے دیا جانا مناسب ہے۔ ان کا نہ کھولنا۔ اُن کا نہ کہنا ہی بہتر ہے۔ اگر سوال ہو جائے کہ کچھ کہیے تو کہنا ہی پڑتا ہے کہ اس کام کا تعلق کام سے ہے۔ یہ چیز کرنے ہی سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبلۂ محبت، وجہ وجود بنائیں۔ ظاہر و باطن سے اس کی طرف متوجہ رہیں۔ اس نور میں اتنے فانی اور محو ہو جائیں کہ اس کے سوائے کوئی مطلوب ومقصود اور منظور ومشہود نہ رہے۔[1]

(ماخوذ از مکتوبات جلد دوم۔)

(د) آپؐ کی شان میں آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا٥ نازل ہوئی جس کا حکم قیامت تک باقی رہے گا۔ اس آیۃ کریمہ سے متعدد عارفانہ نکات اخذ کیے جا سکتے ہیں مثلاً (الف) آیت مذکور کی حیثیت

[1] الحمد للہ۔ خاندانِ نیازیہؒ میں پہلی تعلیم یہی ہے اور اسی کی مشق سے سالک بہت جلد اس منزل پر پہنچ جاتا ہے جس کا ذکر شاہ صاحبؒ فرما رہے ہیں۔

دوامی ہے یعنی اللہ و ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام مسلسل بھیج رہے ہیں اور قیامت تک بھیجتے رہیں گے۔ انہی کے ساتھ مومنوں کو بھی مسلسل تا قیام قیامت آپؐ پر درود و سلام بھیجتے رہنے کا حکم ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود گرامی، دواماً اور اللہ سے لے کر ملائکہ و مومنین تک جامعیت کے ساتھ، ہر مکان اور ہر زمان میں موجود نہ ہوتا تو آیت مذکور کے یہ الفاظ نہ ہوتے اور اس کا حکم حضورؐ کے ظاہری پردہ فرما لینے کے بعد ساقط ہو گیا ہوتا۔ یا اگر آپؐ محض بشر ہوتے اور ایک بشر کی طرح نعوذ باللہ معدوم ہو چکے ہوتے تو بھی پوری آیت کے احکام منسوخ ہو چکے ہوتے۔ مگر چونکہ آیت مذکور منسوخ نہیں ہوئی ہے اور ہر نماز میں التحیات میں بھی السلام علیک ایہا النبی۔ پڑھنے کا حکم ہے اور اس پر ہر نمازی ہر جگہ عمل بھی کر رہا ہے اور تا قیامت کرتا رہے گا۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی اور موجودگی کو صفتِ جامعیت کے ساتھ ازلی ابدی ماننا ضروری ہے۔ متعدد احادیث بھی اس حقیقت پر دال ہیں جن میں بعض مذکور ہو چکی ہیں بعض آگے آ رہی ہیں۔

(ب) آیت مذکور نہ صرف یہ تعلیم دے رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی تمامی مخلوق کی اصل، سب میں شامل، حق سے واصل، مظہر ذات و کمالاتِ الٰہیہ، دوامی، ازلی و ابدی ہستی ہے۔ بلکہ ہم سب پر آپؐ کا انتہائی ادب و تعظیم و احترام بھی فرض قرار دے رہی ہے بالخصوص صلوٰۃ و سلام پیش کرتے وقت انتہائی ادب و احترام لازم ہے جس کی ادنیٰ صورت یہ ہے کہ مؤدب کھڑے ہو کر دست بستہ عجز و انکسار کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پیش کیا جائے اور دل ہر وقت اس خیال سے لرزتا رہے کہ جس محبوبِ مقدس پر خود اللہ تبارک و تعالیٰ اور اُس کے تمام فرشتے صلوٰۃ و سلام بھیج رہے ہوں۔ وہ

محبوبیت مآب برگزیدہ ترین مقدس ہستی کتنی بزرگ و برتر اور قابل احترام نہ ہوگی۔ جب دنیوی بادشاہوں، حکمرانوں اور عدالتوں کے ججوں اور مجسٹریٹوں کے سامنے ادب و احترام کے نمونے دیکھنے والے رات دن دیکھتے رہتے ہیں تو کیا یہ بتلانے کی ضرورت ہے کہ داور محشر کے محبوبؐ کے حضور میں ادب و احترام کی کیا صورت ہونی چاہیے۔ اگر دل میں نمک حلال تابعدار امتی ہونے کا کچھ احساس ہے تو پولیس اور فوج کے ادنیٰ سپاہی سے سبق لو کہ وہ ادنیٰ سے افسر کے سامنے کس طرح کھڑے ہو کر سلام پیش کرتا ہے۔

اور جب ہم جیسے گنہگاروں کو، محض فضلِ خداوندی اور رحمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت، اللہ و رسول کی بارگاہِ اقدس اور مجلس عظمت و جلال میں شرکت کی دعوت دی جا رہی ہو جہاں تمام ملائکہ مؤدبانہ اپنے خالق و مالک کے ساتھ حضور اقدسؐ پر صلوٰۃ و سلام پیش کر رہے ہوں۔ انہی کے ساتھ اور اسی محفلِ عظمت و جلال میں ہم گناہگاروں کو بھی شریک کر لیا گیا ہو اور صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کا حکم دیا جا رہا ہو۔ تو ہم دست بستہ مؤدب نہ کھڑے ہوں گے اور دل لرز نہ رہا ہوگا نظریں نیچی نہ ہوں گی تو اور کیا ہوگا۔

کیا تم نے کبھی کسی چپراسی کو "بڑے صاحب" کے دفتر میں اس کے برابر بیٹھے ہوئے یا اُس کے گھر پر اس کے دوست احباب کے ساتھ کسی دعوت میں برابر بیٹھ کر کھانا کھاتے ہوئے بے تکلف یا گستاخ بنتے ہوئے دیکھا ہے۔ اگر نہیں دیکھا تو "غلامانِ محمدؐ" بن کر اور "اللہ کے بندے" بن کر خود اللہ کے بُلائے پر مجسّم شکر نہ بننا۔ اپنی قسمت پر فخر نہ کرنا محفلِ محمدیؐ میں مؤدب کھڑے ہونے سے انکار کی جرأت کرنا کہاں کی انسانیت ہے۔ اُن کی مقدس محفل میں سرکشی اور گستاخی کے ساتھ بیٹھے رہنا یا وہاں سے اُٹھ کر چلے جانے سے

تم کسے خوش کر سکتے ہو۔ خدا کو یا اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ؟ یا اس کے فرشتوں کو۔ یا اُن خوش قسمت مومنوں کو جو اللہ ہی کے حکم کی تعمیل میں محفلِ درود میں شریک ہو کر اللہ جلّ شانہ، کے حبیب پاک پر مودبانہ درود و سلام بھیجنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں ؟ ظاہر ہے کہ تم اس بے جا حرکت سے کسی کو بھی خوش نہیں کر سکتے بلکہ وہ سب تم سے ناراض ہوں گے۔ ذرا گریباں میں منھ ڈالو اور شرم کرو۔ اور مرنے سے پہلے اپنی نافرمانی اور سرکشی سے توبہ کر لو۔ کیونکہ تمھیں حشر میں بالآخر خدا اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے سابقہ پڑتا ہے۔ وہاں تمھارے ملاؤں کی کوئی تاویل کام نہ آئے گی۔ وہ علم منھ پر مارا جائے گا جس نے تمھیں اللہ و رسول کی محبت سے دور رکھا ہو۔ اور نافرمانی و گستاخی پر آمادہ کیا ہو۔

فاعتبروا یا اولوا الابصار۔

یہیں ایک چشم دید حقیقت کو عبرت کے کانوں کے لئے بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ الحمد للہ ۱۹۶۹ء میں مجھے خانقاہ عالیہ نیازیہ رح محلہ خواجہ قطب بریلی شریف میں موجودہ صاحب سجادہ حضرت قبلہ حسن سجاد صاحب مدظلہ العالی نے خشک گیاہ مبارک (خشک گھاس) کی ایک کرامت دکھائی جسے دیکھ کر میں میری اہلیہ اور تمام حاضرین محفل دنگ رہ گئے۔ تفصیل اس کرامت کی یہ ہے کہ مذکورہ گھاس اس گیاہ سبز کے چند تنکے ہیں جو اس وقت سبز تھی جب تک اس پر حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی پڑتا رہا اور بعد وصال آنحضرت ص خشک ہو گئی پھر وہ گھاس بطور تبرک عاشقانِ حضور ص نے تقسیم کر لی۔ اس کے چند تنکے بزرگانِ خاندانِ نیازیہ رح تک کسی طرح پہنچے اور آج تک خانقاہ شریف میں موجود ہیں۔ حضرت قبلہ صاحب سجادہ صاحب مدظلہ، نے از راہِ عنایت ہماری درخواست

مشاہدہ کرایا کہ ایک شیشے کے بڑے پیالے کو عرق گلاب سے بھر کر اُس گیاہِ مبارک کا ایک تنکا عرقِ گلاب میں ڈال دیا۔ ہم نے دیکھا کہ وہ گھاس کا تنکا خشک ہونے کے باوجود سطح آب پر نہیں تیرا بلکہ نیچے بیٹھ گیا۔

(۱) یہ ثبوت اِس بات کا تھا کہ ہم اندھوں کی نظر میں وہ تنکا خشک و مردہ تھا اور اُسے پانی کی سطح پر تیرنا تھا لیکن حقیقت میں وہ مردہ نہ تھا کیونکہ جس چیز کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی چیز سے بھی ذرا سی نسبت پیدا ہو جائے۔ ظاہری یا باطنی۔ اُسے ہمیشہ کی زندگی مل جاتی ہے خواہ اُس کی ہیئتِ ظاہری کچھ ہو۔

(۲) اس کے بعد حضرت قبلہ صاحب سجادہ مد فیوضنہ نے ہمیں زور زور سے درود شریف پڑھنے کا حکم دیا اور انھوں نے خود بھی اس کا ورد فرمایا۔ درود پاک پڑھتے ہی وہ تنکا بل کھانے لگا اور جلد جلد رقص کرنے لگا۔ جتنی زور سے درود و سلام پڑھا جاتا اتنی ہی تیزی سے وہ تنکا رقص کرتا اور سانپ کی طرح بل کھا کر کھڑا ہو ہو جاتا تھا۔ حضرت قبلہ نے اُسے عرق گلاب سے نکال کر میری چٹکی میں دے دیا۔ درود و سلام کا ورد جاری رہا اور مُبارک تنکا میری چٹکی میں بھی اسی طرح وجد کرتا اور بل کھاتا رہا۔ درود بند ہونے پر اس کا وجد بھی بند ہو گیا۔ یہ نظارہ تمام حاضرین نے دیکھا اور جس کا جی چاہے وہاں جا کر دیکھ لے۔

کیا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس "اُمتی" کو جو درود و سلام سے بھاگتا ہے مذکورہ گھاس کے تنکے کے برابر بھی حسّ و نسبت نہیں ہے۔ اگر وہ وجد میں جھوم نہیں سکتا تو کم از کم اُس تنکے کی طرح تعظیماً کھڑا تو ہو جائے اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو یقیناً وہ گھاس کے تنکے سے بھی بدتر اور

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہے۔

(ج) آیت کریمہ میں "کھڑے ہونے" کا حکم صراحتہً نہیں ہے، مگر اس سے منکرین و منافقین ہی دلیل پکڑ سکتے ہیں۔ عاشقانِ محمدیؐ کبھی یہ دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب سے متعلق دیگر آیات نازل فرمائی ہیں جن سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہی تمام اعمالِ صالحہ کی بنیاد ہے۔ اور حضورؐ کی شان میں ذراسی گستاخی یا بے ادبی سے ہمارے اعمالِ صالحہ غارت ہو سکتے ہیں۔ اس طرح کہ ہمیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔ (دیکھو سورۂ حجرات۔ رکوع ۱) یہ احکام بھی دوامی ہیں۔

لہٰذا ہم اپنے جذبۂ غلامی، جذبۂ محبت و ایمان اور جذبۂ احتیاط سے مجبور ہو کر مؤدبانہ کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پیش کرتے اور قبولیت کی استدعا ان الفاظ میں کرتے ہیں:—

اے خدا کے لاڈلے پیارے رسولؐ
یہ سلامِ عاجزانہ ہو قبول

ہم بہ آوازِ بلند اس لیے پڑھتے ہیں کہ غافلوں کو اس طرف متوجہ کر سکیں، انما الاعمال بالنیات، ہماری نیت خیر پر ہے یہی حضرات جو صلوٰۃ و سلام کھڑے ہو کر پیش کرنے پر معترض ہوتے ہیں دفتروں، کارخانوں، مکانوں اور دیگر مقامات پر بھی، اپنے مجازی آقاؤں کے سامنے مروتہً تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اپنے عزیزوں بیٹوں اور بچوں کو لینے اسٹیشن اور ہوائی جہازوں کے اڈّوں پر بھاگے چلے جاتے ہیں۔ طرح طرح سے اپنے دنیاوی محسنوں کا ادب و احترام کرتے ہیں۔ دینی پیشواؤں کے خطوں اور تحریروں کو آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ قولِ رسولِ کریمؐ

(قرآن پاک) کو بھی جو کاغذ پر منقوش و مکتوب ہے اس حرمت کے باعث اُس کاغذ کو ادب سے بوسہ دیتے ہیں اور آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ مگر اسی کلامِ مقدس کے "کلیم" پاک کا نام سُن کر دل میں ادب واحترام کا جذبہ نہیں پیدا ہوتا۔ نہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی سنّت پر عمل کر کے انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگائے جاتے ہیں۔ حالانکہ اس بات پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے تھے اور حضور کا یہ بھی ارشاد ہے کہ میرے خلفائے (رض) کرام کی سنّت میری سنّت ہے۔

اسی طرح کلاسوں میں شاگرد اپنے اُستادوں کی تعظیم کے لئے بار بار مودب کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو سب سے بڑے "استاد" اور "معلمِ انسانیت" ہیں۔ تف ہے اُن شاگردوں پر جو اپنے کو حضور کا اُمتی کہتے ہیں لیکن آپ کے ادب واحترام میں مؤدب کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے سے کتراتے ہیں۔ ہزار بار تف ہے ایسے نافرمان، گستاخ، بے ادب اور احسان فراموش شاگردوں پر۔ اللہ اُنھیں نیک توفیق عطا فرمائے۔

یہ وہی لوگ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محض اپنی طرح ایک بشر اور فانی و معدوم الوجود سمجھتے ہیں اور انھیں کی آنکھیں کھولنے کی غرض سے یہ کتاب لکھی جارہی ہے تاکہ کور بصیرتوں کو نُورٌ مِنْ نُورِ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور صفات مقدسہ کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ اور وہ اپنے غلط عقائد سے توبہ کریں۔ اللہ پاک اس کی تکمیل فرمادے اور اسے نہ صرف میری اور میرے اہلِ خاندان کی بلکہ تمام محبانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش کا ذریعہ بنا دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

احسان فراموش نافرمان "شاگردوں" کی آگاہی کے لئے یہاں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ کیا یہ کور بصیرت اشخاص نہیں دیکھتے کہ پاکستان

اور دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی دن رات شہید فوجی افسروں کا مختلف طریقوں سے ادب و احترام کیا جارہا اور انھیں سلام پیش کیا جارہا ہے حالانکہ وہ "بذاتِ خود" بہ نفس نفیس ہماری آنکھوں کے سامنے موجود نہیں ہیں۔ اس بات کو قومی زندگی کے لئے بے حد ضروری بھی سمجھا جاتا ہے۔ کیا اس پر آج تک علمائے کرام نے اعتراض کیا ہے[1]؟ کیا خود وہ بھی مختلف پلیٹ فارموں سے اپنی عقیدت کے پھول ہمارے قومی شہیدوں کے نام پر نثار نہیں کرتے کیا خود معترضین ان کاموں میں شریک نہیں ہیں؟ (واضح رہے کہ ہم تو ان اُمور کے حامیوں میں ہیں۔ یہ الفاظ مخالفین کے متضاد عقیدہ و عمل کی نشاندہی کے لئے اور اس سے بھی زیادہ ان کی اس ہٹ دھرمی کی نشان دہی کے لئے لکھے گئے ہیں جو وہ صرف سرکار دوعالم ؐ کی شان میں گستاخی کے لیے روا رکھتے ہیں۔)

پھر انہی کے غلط عقیدے کے بموجب بفرض محال اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان میں بہ نفس نفیس تشریف فرما نہیں ہیں تو کیا وہ خدانخواستہ ہمارے فوجی شہیدوں سے بھی گئے گزرے ہو گئے کہ ان پر کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے سلسلہ میں فوراً یہ لچر اعتراض جڑ دیا جائے کہ وہ (جو تمام کائنات کی اصل ہیں) فی نفسہٖ بصورتِ بشری موجود نہیں ہیں اس لیے ادب، تعظیم کھڑے ہو کر سلام پیش کرنا اور اس پر جھومنا سب بدعت ہے، سب گناہ ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اللہ پاک نے تو اپنے حبیب ؐ کی اُمت کے افراد کے ادب، و تعظیم کے نمونے ہمیشہ منکرین کو دکھائے اور آج بھی دکھا رہا ہے مگر ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ ان کی کم سمجھی اور بدبختی،

---

[1] اگر کیا ہے تو وہ صورتِ عمل پر ہو سکتا ہے۔ جذبہ درود عمل پر ہرگز نہیں ہو سکتا ہمیں جذبۂ محبت و احترام ہی چاہیئے۔

پر جتنا تعجب کیا جائے کم ہے۔ فاعتبروا یا اولوا الابصار۔
میں مزید نکتے نہیں لکھتا۔ اہلِ بصیرت کے لئے اتنا ہی کافی سے زیادہ ہے۔ اب میں پھر نفس مضمون کی طرف آتا ہوں جو یہ ہے کہ حضورؐ کی ذات وصفات دوامی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جسم وصورت میں تغیر ہوتا ہے حالانکہ یہ بھی وہمی، اعتباری اور اضافی باتیں ہیں۔ بہرحال آپؐ کی دوامی حقیقت کے بارے میں دوسری دلیل سُنیئے:۔

دلیل ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "نورٌ مِنْ نُورِ اللہ" ہیں۔ یہ حقیقت قرآن وحدیث دونوں سے ثابت ہے۔ مگر آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گرانے اور اُس پر فخر کرنے والے بعض علمائے سوء نے اپنی عادت کے مطابق قصداً اور بعض نے غلط فہمی کی بناء پر اس کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ اس سے ایک زبردست مغالطہ پیدا ہوگیا ہے۔ انھوں نے اپنے زعم باطل میں گویا اولیاء اللہ کے مسلک توحید کی جڑ ہی کاٹ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ فرماتے ہیں:۔
کہ "انا من نوراللہ والخلق کلھم من نوری" یا "نورٌ من نوراللہ" کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نور "تخلیق کا مادّہ" ہے بلکہ صرف علم وہدایت کی روشنی کے مفہوم میں ایسا کہا گیا ہے۔
لیکن (۱)۔ یہ عقیدہ تمام اولیاء اللہ اور عارفین کاملینؒ کے عقیدے کے خلاف ہے۔

(۲) اس عقیدہ باطل سے جب خدا ومحمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین بالراست (اور بوسیلہ حقیقتِ محمدیؐ. خدا اور اُس کے بندوں کے درمیان) کوئی حقیقی رابطہ ہی نہ رہا تو وصلِ نورِ محمدیؐ یا وصلِ حق تعالیٰ کا کوئی امکان بھی باقی نہیں رہتا جب تک "وجودی یا نوری تسلسل" نہ

ہو یا کائنات کو ذات حق تعؑ کا اسمائی ۔صفاتی یا فعلی ظہور نہ مانا جائے۔ اس کے علاوہ ایسی آیات قرآنی مثلاً وَ هُوَ فِی اَنْفُسِكُمْ (وہ تمھارے نفوس میں ہے) یا وھو معکم اینما کنتم (وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو) یا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد ۔(ہم تمھاری رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں یعنی خود تمھاری ذات ہیں)، یا مثلاً هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (وہی اوّل ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے) کے کوئی معنے نہیں بنتے۔ اور تمام عبادات۔ تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب، اور مومن کا عروج و معراج وغیرہ سب ہی بے مقصد ہو جاتا ہے۔ گویا مذکورۂ بالا اعمال صالح کی ہر کوشش ایک ایسا سفر بن جاتی ہے جس کی منزل خدا کے سوا کچھ اور ہے جسے آج تک وہ علماء سو بھی نہیں بتا سکے جو نور محمدیؐ کے واسطہ کے قائل نہیں وہ یہ بھی بتائیں کہ کیا ان کا ایمان اس حدیث پر نہیں ہے۔ انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ بے مادہ تخلیق پیدا کرنے والا خدا نور محمدیؐ کو مادۂ تخلیق کیوں نہیں بنا سکتا اور اس میں معترضین کا کیا نقصان ہوا۔ ہوتا ہے۔ یا ہوگا۔

۳ — اگر نورٌ من نور اللہ میں نور سے صرف علم یا ہدایت کی روشنی مراد لی جائے تو حدیث اَنا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری کا یہ مطلب ہوگا کہ میں اللہ کے علم یا ہدایت کی روشنی سے پیدا ہوا ہوں اور تمام مخلوق میرے علم یا ہدایت کی روشنی سے پیدا ہوئی ہے۔ لیکن یہ خیال یا مفہوم مہمل ہے کیونکہ علم یا ہدایت کسی کی تخلیق کا مادہ نہیں ہو سکتا۔ لکڑی کے صندوق کے لئے لکڑی مادہ ہے نہ کہ علم و ہدایت کی روشنی۔ نہ اوزار و ہتھیار وغیرہ۔

(۴) نور کو محض علم وہدایت کی روشنی ماننے سے آیت قرآنی :-
اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ ترجمہ (اللہ زمین اور آسمانوں کا نور ہے ۔) کا مطلب یہ ہوگا کہ زمین اور آسمانوں میں اللہ کا نہ کوئی وجود ہے نہ اُس کی ذات ہے ۔ صرف علم وہدایت کی روشنی اللہ ہے اور پھر یہ نتیجہ بھی آسانی سے نکالا جاسکے گا کہ جہاں سے یعنی جس ذریعہ سے علم وہدایت کی روشنی ملے اُسی کو اللہ سمجھ لیا جائے ۔ (نعوذ باللہ من ذالک)
درحقیقت اس حقیقت کو کہ اللہ زمین و آسمان کا نور ہے یا نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے تخلیق کائنات ہوئی کسی دلیل اور چوں وچرا کے بغیر ہی تسلیم کرلینا چاہیے جیسے یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ انسان مٹی سے بنا ہے حالانکہ اُس کے کسی عضو کو بھی ہم مٹی کا بنا ہوا نہیں دیکھتے ۔ تاہم اس کی صداقت کی ایک حقیقت ہے جو مناسب وقت پر ظاہر ہوتی ہے ۔ اسی طرح نور محمدی اور کائنات کے تعلق کی بھی حقیقت ہے جو مناسب وقت پر ظاہر ہوتی ہے ۔ اسی طرح نور محمدی اور کائنات کے تعلق کی بھی حقیقت ہے جو مناسب وقت پر اور مناسب "نظر" ملنے پر آشکارا ہوتی ہے ۔ فی الحال اتنا کافی سے زیادہ ہے کہ اللہ ورسولؐ اس حقیقت کی گواہی دے رہے ہیں اس پر بے چوں وچرا ایمان لانا چاہیے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے ۔

(۵) اولیاء اللہ رحمہ اللہ کے اس مسئلے کو علمائے ظواہر بھی مانتے ہیں کہ نور کی تقسیم محال ہے ۔ پھر وہ نور اللہ اور نور محمدیؐ کو بالذات ایک نور کیوں نہیں مانتے ۔
اولیاء اللہ رحمہ اللہ نے نور کی تقسیم محال ہونے کا اصول اسی لیے قائم کیا ہے کہ اس سے توحید، توحید خالص رہتی ہے اور توحید کے نام سے ثنویت یا کثرت حقیقی کا عقیدہ عام نہیں ہوتا کیونکہ عقیدہ دوئی سے شرک فی الذات کی گرم بازاری ہوتی ہے ۔ جیسا کہ علمائے ظواہر کے اس غلط عقیدے کی تبلیغ

سے ہو رہا ہے کہ نورِ حق تھا نورِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم اور کائنات کے درمیان حقیقی و معنوی غیریت ہے۔ بہر حال عرفا و محققین عقیدۂ دوئی کے قائل نہیں ہیں ــــ حضرت شیخ عبد الحق دہلویؒ عارف کامل حضرت عبد الکریم الجیلیؒ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حق کا ظہور بالذات ہے۔ انبیاء کی تخلیق اسمائے ذاتی سے اولیاءؒ کی اسمائے صفاتی سے اور باقی اشیاء کی صفاتِ فعلیہ سے ہوئی ہے [۱] ــــ ایک جگہ فرمایا "آپؐ ساری کائنات کی حقیقت ہیں، اور آپؐ کی حقیقت ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ آپؐ برزخ کبریٰ، واسطۂ عالی، رابطہ درمیانِ خلق اور خالق میں ہیں ...... الخ ــــ (مکتوبات حصہ دوم ترجمہ اردو۔ صد ۱۷۲) [۲]

اور حضرت مولانا سید شاہ میر صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے رسالہ اسرار التوحید کے صفحہ ۲۳ و ۲۴ پر فرماتے ہیں "اے دوست ذات کے مظہر اتم و اکمل محمدؐ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم ہیں کہ انا من نور اللہ یعنی تمام ذات محمدؐ میں ہے و کل شیئ من نوری یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کا نور) ہر شے میں ہے لیکن انسان [۳] مظہر خاص ہے۔"

مختصر یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے نظریہ میں کہیں حقیقی فصل و غیریت کی دیواریں نہیں اٹھتیں صرف تعینات ظاہری کے پردے رہ جاتے ہیں، ارتقائے روحانی معنوی کا دروازہ کھلا رہتا ہے اور تزکیۂ قلب و روح کی کوشش بے مقصد نہیں بنتی۔ مومن صادق مقررہ اصولوں کی پابندی

---

[۱] ۔ مزید تفصیل جا بجا موجود ہے۔

[۲] ۔ ایک مفصل حوالہ۔ زیر حدیث لی مع اللہ وقتؐ میں ۳-۴ صفحات قبل ہی گزر چکا ہے۔ دیگر اکابر علما و عرفا کے حوالہ جات مع اقتباسات آئندہ صفحات میں آ رہے ہیں۔

[۳] یوں تو تمام انسان مراد ہیں تاہم وہ انسان خصوصاً مراد ہیں جو عاشق و عارف اور فانی فی الرسول ہوں۔

سے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں محو و مستغرق ہوکر نورِ حق سے واصل ہو جاتا ہے۔
عارف جامیؒ نے کیا خوب کہا ہے :۔

در کون و مکاں نیست عیاں جز یک نور　　ظاہر شدہ آں نور با نواع ظہور
حق نور و تنوّعِ ظہورش عالم　　توحید ہمیں است، دگر وہم و غرور

تنبیہ — نور و نورانیات کا صحیح علم، عرفانیات سے متعلق ہے اور اس کے جاننے والے وہی حضرات ہیں جنھیں "اولیاء اللہ" یا "عارفین حق" کہا جاتا ہے۔ ان کی تعلیمات پر اسی طرح ایمان لانا چاہیے جس طرح حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الصمدانی حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ غریب نواز اجمیریؒ حضرت خواجہ بہاء الدینؒ نقشبندؒ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ وغیرہ قدس اسرارہم اللہ تعالیٰ تکمیل علم ظاہری کے باوجود اپنے مشائخ ذوالکرامؓ پر بلا قیل و قال وحجت واستدلال ایمان لائے تھے اور اُن کے مشائخؓ اپنے پیش رَو مشائخ واساتذہ پر ایمان لائے تھے۔ بقول مولانائے رومؒ علیہ الرحمۃ :۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود　　پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

ایک سائنسی نکتہ —— جسم وجسمانیات، تعینات، وزن، رفتار، زمان ومکان وغیرہ حقیقتاً وہ نہیں ہیں جو نظر آتے ہیں۔ ہمارے آلاتِ ادراک کی مخصوص نوعیت ومحدودیت ہمیں دھوکے میں مبتلا رکھتی ہے۔ اگر یہ آلاتِ ادراک بدل جائیں یا ان میں کسی ذریعہ سے قوت اور وسعت پیدا ہو جائے تو حقیقت زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔

انبیائے کرامؑ اور اولیاء اللہ کا قلبی وروحانی ادراک عام انسانوں سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔ نہ صرف عام انسانوں سے بلکہ محض طبیعی علوم کے علماء و حکماء سے بھی ان حضرات کا علم وعرفان کہیں زیادہ قوی۔ وسیع اور درست ہوتا ہے۔

کیونکہ اکتسابی علوم:- (۱) محدود اور غیر یقینی ذرائع پر مبنی ہونے کے باعث خود محدود اور غیر یقینی ہوتے ہیں۔

(۲) ان کا تعلق محسوسات سے ہے یا معقولات سے عالم غیب، اور عالم قلب و روح سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

(۳) روحانیت کا شعبہ، اس کا نصاب تعلیم و تربیت اس کے حصول اور اس میں کامیابی کی راہیں۔ اس کے اساتذہ وغیرہ سب دنیاوی و مادی علوم اور ان کے نصاب و اساتذہ سے مختلف ہیں۔

لہٰذا نورِ ہستی اور توحید وجودی سے اتصال کے لئے بھی محض علوم عقلی و اکتسابی اور صرف قیل و قال تک اپنی کوشش کو محدود رکھنا چنداں مفید نہیں ہوسکتا۔ کامیابی کے لئے مشائخ کرام کی اطاعت، تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور تجلیۂ روح لازمی ہیں اور ان تمامی مساعی سے پہلے "توحید وجودی" پر ایمان ضروری ہے۔ جو شخص کعبہ شریف کے وجود ہی کا قائل نہ ہو وہ سفر حج پر روانہ ہی کیوں ہوگا اور بفرض محال شرما شرمی ارادہ بھی کرلے تو روانہ ہونے میں پس و پیش کرے گا۔ یا روانہ ہوکر غلط راستوں پر چل کر تصدیق کرنا چاہے گا۔ اور ہر دفعہ ناکام و نامراد رہے گا۔ جب تک وہ اس امر پر پہلے ایمان نہ لائے کہ مکۂ معظمہ میں کعبہ کا وجود ہے۔ اور دیگر حجاج کے قافلے کے ساتھ یا تنہا اُسی راہ پر گامزن نہ ہو جو وہاں تک پہنچنے کے لئے مقرر ہے وہ ہرگز وہاں نہیں پہنچ سکتا اور وہاں پہنچ کر بھی حج کی تکمیل نہیں ہوسکتی جب تک وہ آنکھ بند کرکے پورے ذوق و شوق کے ساتھ تمام ارکان حج کو مقررّہ قواعد و احکام کے مطابق ادا نہ کرے یہ بھی حج کی شرعی تکمیل ہوگی۔ حج حقیقی و عرفانی کی تکمیل اُس وقت ممکن ہے جبکہ وہ چشم عشق و عرفان سے نہ صرف مکۂ معظمہ مدینۂ منورہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا دیدار کرے بلکہ خود اپنی ذات کے

اندر باہر ہر جگہ اُسے دیکھے۔ اُسے دیکھے ہی نہیں بلکہ اُس میں فانی ہو جائے۔
بقول عارفے :-

دیکھت دیکھت اتنا دیکھے اُٹھ جائے دھوکا رہ جائے ایک

دلیل ۔ آج تک کوئی "بشر" بے سایہ نہیں ہوا۔ نہ کسی "بشر" کی وہ صفات تھیں جو "تمثل بشریت" کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نمایاں رہیں۔ سراقدس کے موئے مبارک سے لے کر پائے مقدس کے ناخنِ مُبارک تک اور پسینۂ مُبارک وغیرہ غرض کہ جسم ظاہری کے ایک ایک جزو سے معجزات کا صدور ہوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پردۂ ظاہری فرما لینے کے بعد بھی ہر اس چیز سے جسے آپؐ سے نسبت تھی اور جو آپؐ کے محبوں اور عاشقوں کے پاس محفوظ رہ گئی تھی (یا ابھی تک محفوظ ہے) برابر معجزات و برکات کا ظہور ہوتا رہا اور آج تک ہو رہا ہے۔ خانقاہ نیازیہ" بریلی میں گیاہِ مبارک کا واقعہ آپ چند صفحات قبل پڑھ چکے ہیں۔

سب سے بڑی زندہ مثال مدینہ طیبہ، مسجد نبویؐ۔ روضۂ اقدس اور گنبدِ خضریٰ کا تقدس اور ان مقدس یادگاروں کی وہ بے پناہ کشش و جاذبیت ہے جس کے باعث لاکھوں کروڑوں عشاق رسولؐ بے تابانہ دیوانہ وار اُن کی طرف ہر سال کھچے چلے جاتے ہیں اور وہاں کی خاک مقدس کو آنکھوں میں جگہ دینے اور زندگی میں کم از کم ایک بار اُن کی زیارت کر لینے کو باعث نجات اخروی سمجھتے ہیں۔ (اور اُن کا یہ سمجھنا بالکل حق ہے) وہاں مرکر دفن ہو جانے پر لاکھوں زندگیاں قربان، جو بڑے خوش قسمت تھے انھیں کو وہاں کی خاک پاک بننے کا شرف حاصل ہوا اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔

کمزور سے کمزور عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کے دل میں بھی وہاں کی

خاک پر سجدہ ریزی کی تمنا رہتی ہے۔ بد باطنوں اور شقی القلب انسانوں کی آنکھ سے بھی وہاں پہنچ کر آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ عشاق کا حال نہ پوچھئے۔ وہ تو دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔

ان مُبارک یادگاروں کی شان میں جس قدر مضامین، اور اشعار لکھے جا چکے ہیں اور ضبطِ تحریر میں آتے رہتے ہیں دنیا کی کسی یادگار کے لئے نہیں لکھے گئے۔

یہ تمام غیر معمولی باتیں صرف اس لئے رونما ہوئیں، شب و روز ہوتی رہتی ہیں، اور قیامت تک ہوتی رہیں گی، کہ انھیں خدا کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت، تعلق اور رابطہ کا شرف حاصل ہے۔

تو جس بزرگ ترین ہستی ـــــ بلکہ جس نامِ مقدس ـــــ کے ساتھ نسبت، تعلق اور رابطہ پیدا ہو جانے والی مادی یادگاروں سے تعلق و رابطہ پیدا ہو جانے کا شرف اتنا بلند پایہ ہو (جیساکہ اوپر شمہ برابر مذکور ہوا۔) تو اُس "بزرگ ترین ہستی" کو صرف "بشر" کون کہہ سکتا ہے۔ وہی جس کی ذہنیت "ابوجہلی" ہوگی اور جو اللہ کی طرف سے توفیق نیک سے محروم ہوگا۔ کوئی صحیح العقل، سلیم الطبع انسان "تمثل بشری" کو حقیقی بشریت ہرگز نہیں کہہ سکتا۔ کیا کسی "حقیقی بشر" کی زندگی کے ہر پہلو کی اتنی بالصراحت تفصیلات تاریخی حیثیت سے اس طرح محفوظ ہیں، جتنی اور جس طرح اللہ کے پیارے حبیب ؐ کی محفوظ ہیں۔؟

کیا کسی "حقیقی بشر" کی تعلیمات کا ہر حرف اس طرح محفوظ ہے جس طرح اللہ کے پیارے حبیب ؐ کی تعلیمات کا ہے؟

کیا کسی "حقیقی بشر" کی حیاتِ طیبہ اور تعلیماتِ مُبارکہ کے اتنے وسیع اور گہرے اثرات طبائعُ الانسانی پر ہوئے جتنے اور جیسے اللہ کے پیارے

حبیبؐ کی حیات طیبہ اور تعلیمات مُبارکہ کے ہوئے؟

کیا کسی "حقیقی بشر" کی شخصیت میں اتنی کشش اور جاذبیت کا ثبوت ملتا ہے جتنی اللہ کے پیارے حبیبؐ میں تھی؟

کیا کسی "حقیقی بشر" کے پردۂ ظاہری فرمالینے کے بعد بھی اُس کی ذات گرامی اور نام نامی کی کشش وجاذبیت میں اسی طرح اضافہ در اضافہ ہوتا رہا ہے جس طرح اللہ کے پیارے حبیبؐ کے ساتھ ہوا؟

کیا کسی "حقیقی بشر" کی حیاتِ طیبہ اور اسوۂ حسنہ میں اتنی جامعیت ہے کہ وہ دنیا کے ہر انسان کے لئے تاقیامت مکمل ضابطۂ حیات کا مکمل نمونہ بن سکے۔ جیسا کہ اللہ کے پیارے حبیبؐ کی حیاتِ طیبہ اور سیرتِ حسنہ کی جامعیت بن سکتی ہے اور بنتی رہی ہے؟

کیا اللہ کے پیارے حبیبؐ کی طرح کسی بشر کی تاریخیت (یعنی تاریخی صداقت کی معیاری کسوٹی کی ضرورت) نے روایت و درایت کے پختہ اصول اور فنِ اسماء الرجال جیسا دقیع فن ایجاد کیا ہے؟ کیا یہ اصول اور فن آج تک اپنی مثال آپ نہیں ہیں کیا دنیا کی کتب تواریخ ان اصولوں پر پوری اُتری ہیں؟ کیا اللہ کے پیارے حبیبؐ کے سوا دنیا کی کسی عظیم سے عظیم تاریخی شخصیت کے حالات اور اس کی تعلیمات کی صداقت مذکورۂ بالا "معیاری کسوٹی" پر پوری اُتری ہے؟

اگر ان تمام سوالوں کے جوابات نفی میں ہیں (اور یقیناً نفی میں ہیں) اور صرف اللہ کے پیارے حبیبؐ کے متعلق ہی ان کے جوابات اثبات میں ہیں تو یقیناً یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "بشر حقیقی" نہیں ہو سکتے بلکہ بشر کے "تمثل" میں کوئی ما فوق البشریت، مطلق عظمتوں والی ہستی تھی جو ناقص الوجود انسانوں میں رہ کر انھیں یہ حقیقت اچھی طرح سمجھا گئی کہ

دنیا میں بہ لحاظ عمل وسیرت اللہ کی مرضی کے مطابق "کامیاب زندگی" کا نمونہ کیا ہونا چاہیئے۔

اور یہ سب کچھ اس مطلق عظمتوں والی، عظیم ترین شخصیت، یا ہستی کا صرف ظاہر تھا۔ (اور وہ عظمتیں جن کا ایک شمہ بھی ابھی بیان نہیں ہو سکا ہے) اور حق تعالےٰ کے مظہر اکمل کی عظیم و محیر العقول صفات کے ثبوت میں صرف چند ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جن سے انصاف پسند محققین انکار کی جرأت نہیں کر سکتے، خواہ ان کا تعلق کسی بھی فرقے یا مذہب سے ہو.... اور اگر اُن کی انصاف پسندی مزید رہنمائی کر سکے تو آپؐ کے ظاہر سے آپؐ کی باطنی عظمتوں کا اندازہ بھی بہ آسانی لگا سکتے ہیں۔ جو شمار اور بلندی میں ان سے کہیں زیادہ ہیں۔

اس سلسلے میں اُنھیں قرآن و احادیث کی مدد کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اُن کی شہادتیں تو مسلمانوں کے لیئے ہیں بشرطیکہ وہ واقعی مسلمان ہوں۔ ورنہ وہ بھی مذکورہ بالا بدیہی، ظاہری اور واقعاتی شہادتوں کی طرف رجوع کر کے اپنے اپنے ایمان کو مستحکم و متجلّی بنائیں اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمتوں کی دیوڑھی پر سرِ ادب خم رکھنے کا شرف حاصل کریں۔

حصہ اوّل

باب = ۶ فصل =

نورِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی "بشریت" و "مثلیت" وغیرہ سے متعلق مزید بحث اور شہادتیں

حضورِ غوث الاعظم محبوبِ سبحانی قطبِ ربّانی غوث الصمدانی حضرت سیّد عبد القادر جیلانی حسنی رض وحسینی رض قدس سرہ العزیز کے مجموعہ الہامات "الہاماتِ غوثیہ" کی شرح "کلماتِ قدسیہ" کے صفحہ ۴۶ میں ہے کہ جو شخص سیّد کائنات خلاصۂ موجودات نورٌ مِنْ نُورِ اللہ حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو "بشر" کہے یا مخلوق سمجھے وہ کافر ہے۔ اور قاضی عین القضات ہمدانی اپنی تمہید میں فرماتے ہیں "ہر کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم را بشر گوید کافر گردد و یقین دانی۔ مصرعہ

احمدؐ احد یکیست تو از گوشِ جاں شنو [2]

اور

مولانائے روم علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں

کافراں دیدند احمدؐ را بشر
ایں نمی دانند آں شق القمر [3]

اس پر بدعقیدہ اشخاص کو ضرور تعجب ہو گا مگر تعجب کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مذکورہ بزرگوں نے وہی فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ دیکھو سورۂ

---

[1]، [2] تا [3] دیکھو ص ۴۵ نور الایمان فی علم العرفان از حضرت مولانا غلام محمد صاحب جلوآنوی قدس سرہ العزیز۔ جلوآنہ شریف۔ ضلع لائل پور

تغابن - آیات ۵ - ۶ - ترجمہ - کیا نہیں آئی تم کو خبر اُن لوگوں کی جو کافر ہوئے پہلے اس سے - پس چکھا انھوں نے وبال اپنے کام کا اور واسطے اُن کے عذاب ہے درد دینے والا یہ بہ سبب اس کے ہے کہ آئے تھے اُن کے پاس پیغمبران کے ظاہر دلیلوں کے ساتھ - پس کہا انھوں نے (لوگوں نے) کیا آدمی راہ دکھائیں گے ہمیں - پس کافر ہوئے (فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ یَّھْدُوْنَنَا فکفروا) اور منھ پھیر لیا اللہ نے اور بے پرواہی کی - اور اللہ بے پروا ہے تعریف کیا گیا — یعنی جب لوگوں نے کہا کیا بشر ہماری ہدایت کرے گا تو فرمان فکفروا کا نازل ہوا اور فرمایا ما منع الناس ان یومنوا اذ جاءھم الھدی الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا - یعنی نہیں روکا کسی اور بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے جب کہ ہدایت (مجسّم) آگئی لیکن یہی کہا سب منکرین نے - کیا اللہ نے مبعوث کیا ہے بشر رسول[1] -

ایک جگہ یہ ہے - ما انتم الا بشر مثلنا یا کلون الطعام ویمشون فی الاسواق[2] یعنی نہیں ہو تم لیکن ہماری مثل ایک بشر ہماری طرح کھانا کھاتے ہو اور ہماری ہی طرح بازاروں میں چلتے پھرتے ہو -

اس آیت کریمہ پر بھی غور کرو :-

اِنْ ھٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَر سا صلیہ سقر - یعنی کافروں نے کہا کہ یہ قرآن نہیں ہے لیکن بشر کا قول - اس پر اللہ تعالےٰ نے بشر کہنے والوں کو حوالہ دوزخ کر دیا - (حضور صلعم کو بشر سمجھنے اور کہنے والے اپنے اللہ کا فیصلہ بغور سن لیں -

پھر فرمایا مولا تعالےٰ نے انہ لقول رسول کریم - یعنی یہ بیشک

---

[1] قرآن پاک - [2] قرآن پاک

رسول کریم کا قول ہے۔ (حالاں کہ وہ قول خود حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا تھا۔ پھر یہ تضاد کیسا؟ درحقیقت تضاد کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ صرف انھیں تضاد معلوم ہوتا ہے جو خُدا اور رسولؐ کے متعلق غلط عقیدہ رکھتے ہیں) عارفین کے صحیح عقیدہ کے مطابق جب تک کلام، حق کی شانِ باطن (غیبِ مطلق) تک محدود رہا وہ اصطلاح میں کلامِ نفسی یا ذاتی تھا۔ جب شانِ ظاہرؐ کی زبان سے ادا ہوا "قولِ رسولِ کریم" کہلایا۔ مذکورۂ بالا بیان سے مندرجۂ ذیل نتائج نکلتے ہیں:۔

(۱) سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرامؑ کو "اپنی مثل بشر" سمجھنا کفار کا نظریہ تھا۔

(۲) اس نظریہ کی بنا پر خود اللہ نے انھیں کافر کہا (سورۂ انبیاء میں انھیں ظالم بھی فرمایا ہے اس کا ذکر چند سطور کے بعد آ رہا ہے) اسی لئے تمام جلیل القدر علمائے حق و اولیائے کرامؒ نے آپؐ کو "بشر" نہیں سمجھا۔ نہ بشر کہا۔ ہمیشہ نورٌ من نورِ اللہ جانا اور وہی سمجھا جو کلمۂ توحید سے ثابت ہے۔ کلمۂ توحید کی شرح میں نکتہ ۲۴ کے آخر میں رسالہ خاتونِ پاکستان، رسول نمبر ۱۹۶۴ء کے حوالہ سے بخاری و مُسلم کی ایک حدیث حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کی روایت سے نقل کی گئی ہے جس میں کہا گیا ہے **فجاءنا اللہ بھذا الخیر**..... اللہ خیر کے ساتھ ہمارے پاس آگیا۔ وغیرہ

(۳) جہاں "بشرٌ" آیا وہاں تنوین کے پیشِ نظر آپؐ کی عظمتِ شان ظاہر کرنے کے لیے "مطلق عظمتوں والا انسانِ کامل" یا دیگر پُرعظمت الفاظ اور توصیفی کلمات سے اپنا مافی الضمیر ظاہر کیا۔ یہی اللہ تبارک وتعالیٰ کا بھی طریقِ تخاطب ہے۔

بیشک تمام انبیائے کرام جو اس عالم محسوس میں پیغام رسالت لے کر بھیجے گئے، انسانی روپ اور بشری جسم ظاہری کے ساتھ بھیجے گئے تھے۔ ان کی آمد عموماً عالم محسوسات کے قوانین مقررہ الہٰیہ کے تحت ہوتی تھی اور وہ خود ان قوانین قدرت کے پابند ہوتے تھے لیکن اُن پر وحی کا نزول ہونا اور ان سے معجزات کا سرزد ہونا بذاتِ خود انھیں عام انسانوں کی سطح سے بہت بلند ثابت کرتا ہے۔ پھر نبی الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کے کیا کہنے اُن کی بلندیوں تک تو جبرئیلؑ جیسے مقرب فرشتے بھی نہیں پہنچتے۔ سورۂ انبیا کی ابتدائی آیات میں مذکور ہے کہ ان کے (منکرین کے) دل کھیل میں لگے ہوئے ہیں اور ظالم پوشیدہ سرگوشیاں کرتے ہیں کہ یہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہے کیا مگر تمھارے ہی جیسا ایک شخص۔ تو پھر کیا تم دیدہ و دانستہ جادو کی باتیں سننے جایا کرتے ہو........اُن ظالموں نے یہ بھی کہہ دیا کہ یہ قرآن خیالاتِ پریشاں ہیں بلکہ اُس نے جھوٹ باندھا ہے۔ بلکہ وہ شاعر ہے........ (اے محمدؐ) تم سے پہلے بھی تو ہم نے آدمیوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا۔ (یہی تھا کہ) ہم اُن کی طرف وحی بھیجا کرتے تھے.........اور ہم نے اُن کے ایسے بدن بھی نہ بنائے تھے کہ جو کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔ پھر ہم نے اُن سے اپنے وعدہ کو سچا کر دیا تب اُن کو اور جس کو چاہا نجات دی اور جو حد سے بڑھ گئے تھے اُن کو ہلاک کر دیا......الخ (ترجمہ از تفسیر حقانی)

مذکورہ بالا آیات سے منکرین و مومنین کے نظریات و عقائد اور منشائے الٰہیہ سب کی وضاحت ہوتی ہے۔

دلیل۔

قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ — انھوں نے کہا تم تو اور کچھ نہیں ہماری

مِثْلُنَا ط تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ط پ ۱۳

پ ۱۳ - ابراھیم - ع ۲

طرح ایک آدمی ہو۔ تم یہ چاہتے ہو کہ ہمارے باپ دادا جن کو پوجتے رہے اُن سے ہم کو روک دو۔ تو یہ ایک کھُلی نشانی ہم کو دکھلاؤ (جیسی ہم چاہتے ہیں) ان پیغمبروں نے کہا بیشک ہم تمھاری مانند آدمی ہیں مگر خدا تعالےٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے (احسان سے مراد اپنا عشق اور ولایت و نبوت کے امتیازی اوصاف ہیں) یا احسان سے مراد ظاہری و باطنی نعمتیں ہیں جن کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت میں ہے واسبغ علیکم .... الخ

(۱) معلوم ہوا کہ کفار تمام انبیاء کے لئے یہی کہا کرتے تھے کہ تم بھی تو ہماری طرح انسان ہی ہو۔ اور جواب میں انبیائے کرام اُن کی توجہ کو اللہ کے احسان یعنی اپنی نبوت اور دیگر امتیازی اوصاف کی جانب مرکوز رکھنے کی تاکید کرتے تھے۔

(۲) یہ ایسا ہی کلمہ ہے جس میں بظاہر لفظی یکسانیت نظر آتی ہے لیکن حقیقتاً معنے بالکل مختلف ہوتے ہیں جیسے وَمَكَرُوْهُ وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ میں ہے۔ یا جیسے اردو میں کوئی کہے واہ حضرت۔ میں نے آپ کے ساتھ کیا کیا اور آپ نے میرے ساتھ کیا کیا۔

(۳) عربی میں جب کسی جملہ کا مفہوم اور زیادہ واضح کرنا یا پیدا شدہ کسی شک کا ازالہ مقصود ہوتا ہے تو لفظ "الْكِن" لایا جاتا ہے اور الکن کے بعد آنے والا فقرہ پہلے فقرہ سے پیدا ہوجانے والے شک وشبہ

کو رد کرتا ہے۔ یہاں بھی وہی صورت ہے۔ یعنی کفار کے قول کے جواب میں
جب انبیاء نے کہا۔" ہاں۔ ہم تمھاری طرح انسان ہیں"۔ یہ شبہ پیدا ہوتا ہے
کہ پیغمبروں کے تمام امتیازی اوصاف کی نفی ہو رہی ہے۔ اور اس کا اقرار
خود پیغمبر کر رہے ہیں تو لفظ لکن کے بعد کے فقرے نے اس شبہ کی نفی کر دی
اور امتیازی صفات بیان کر دیں۔ دراصل فقرۂ مابعد قول کفار کی ضد ہے۔ سچ
ہے بادشاہ اور چمار دونوں شکل و صورت میں یکساں ہوتے ہیں مگر بادشاہ بادشاہ
ہے اور چمار چمار۔ بقولِ حضرت مولا علی علیہ السلام (باب العلم)

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا کَالْبَشَر　　　　بل ھو یاقوت بین الحجر

یہ شعر بھی سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے" مافوق البشر" ہونے
یعنی آپؐ کو" مطلق عظمتوں والی ہستی" ہونے کے امتیاز کو ثابت کر رہا ہے جیسے
کوئی کہے کہ آپؐ نوروں کے نور ہیں یا انوار میں" نورِ مجسم" ہیں۔
بیشک عالم ناسوت میں بھی زندگی کے لئے (ہر دیگر عالم کی طرح) کچھ قوانین
الٰہیہ مقرر ہیں اور اللہ کے مقربانِ خاص عام اشخاص سے اعلیٰ و ممتاز سطح پر ہونے
کے باوجود بظاہر اُن ہی قوانین کی پابندی کرتے تھے۔ لہٰذا تمام انبیاء کے لئے
اور اُن کے سردار نبی الانبیاء، محبوبِ خدا۔ نورِ حق صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے
بشری صورت و جسم میں آنا اور قوانینِ فطرت کی پابندی کرتے ہوئے آنا لازم
آیا۔ لیکن اسی حد تک جس حد تک اللہ نے چاہا۔ ورنہ ان کے بعض واقعاتِ
ذاتی اللہ کی اجازت و مصلحت سے، خلافِ قوانینِ فطرت بھی ہوئے ہیں۔
ا۔ جیسے حضرتِ عیسیٰؑ کا باپ کے بغیر پیدا ہونا۔ بی بی حوّا کا حضرتِ آدمؑ
کی پسلی سے پیدا ہونا۔ - - - - - - - - - - - - - - یا مثلاً"
کائنات کی ہر شے کا نیز: خود فطرت، اور فطرت کے قواعد و قوانین کا
نور محمدیؐ سے پیدا ہونا۔ اور اسی نور کا عالم ملکوت و جبروت و ناسوت میں

متعلقہ عالم کے لئے مخصوص صورت میں اُس عالم کے مخصوص فطری قوانین کے بموجب ظاہر ہونا) اور انھیں اللہ ہی نے قوانینِ فطرت کو توڑ کر یا پوشیدہ کر کے معجزات دکھلانے کی قدرت بھی عطا فرمائی تھی چنانچہ اگر حضورؐ نورِ خدا ناسوتی صورت اختیار کر کے اس عالمِ مادیت میں مادی قوانین کے بموجب تشریف لائے تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ہم آنحضورؐ کی نوری ماہیت و حقیقت کے صاف منکر ہو جائیں اور انھیں صرف اُن کی ظاہری "شباہت انسانیہ" کے پیشِ نظر اصلاً بھی بشر سمجھیں جیسا کہ منکرین نے انھیں اپنی مثل صورت و جسم رکھنے اور کھانے پینے سے دھوکا کھا کر انھیں اپنا ہی جیسا "بشر"۔ "شاعر" "جادوگر" وغیرہ سمجھ لیا تھا اور اُسی کے باعث وہ کافر۔ مردود اور جہنمی بنے۔

ایک بہت اہم اصول جو اس سلسلہ میں منکرین نے ہمیشہ نظر انداز کیا اور آج بھی "بے احتیاط اشخاص" اپنے اپنے زعم باطل میں نظر انداز کر دیتے ہیں یہ ہے کہ انبیائے کرامؑ کی شان جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے دیگر اشخاص سے اعلیٰ و ارفع ہے اور حضورؐ سید المرسلین و خاتم النبیین صلّی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تمام انبیائے کرامؑ سے بھی بلند و برتر ہے۔ لہٰذا اُن کے ذکر میں "ہمیشہ امتیازی شان" برقرار رکھنا لازمی ہے ورنہ سوئے ادب اور اس کے باعث سلبِ ایمان و ضیاعِ اعمالِ صالحہ کا سنگین خطرہ ہے۔

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، اولیائے عظامؓ، شہدا و صلحا وغیرہ کے متعلق قرآن و احادیث سے ثابت ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ اپنے رب کے پاس زندہ رہتے ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں بعض احادیث سے تو یہ بھی ثابت ہے کہ زمین کے لئے اُن کے اجسامِ مطہرہ کا کھانا حرام کر دیا گیا اور اہلِ دنیا ہزاروں بار اس کا مشاہدہ کر چکے اور کرتے رہتے ہیں۔ ان میں اور عام انسانوں میں زمین آسمان کا فرق ہر قدم پر موجود ہے۔

خود حضورؐ کا ارشادِ گرامی ہے (جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے):۔

اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُوْرِیْ۔ ترجمہ: یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور باقی کُل مخلوق میرے نور سے ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں حضرت عبدالکریم جیلیؒ سے نقل فرماتے ہیں:۔

(ترجمہ) انبیائے کرام اسمائے ذاتیہ حق سے مخلوق کئے گئے ہیں اور اولیائے کرامؒ اسمائے صفاتیہ حق سے باقی اشیائے کائنات صفات فعلیۂ حق سے پیدا ہوئی ہیں لیکن حضرت سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **ذاتِ حق** سے پیدا ہوئے اور آنجنابؐ پر **حق کا ظہور بالذات ہے**۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔ اور چونکہ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ذاتِ حق سے پیدا[1] ہوئے اور آنجنابؐ پر حق کا ظہور بالذات ہے لہٰذا آپؐ کی ذات گرامی، جمیع صفات و کمالات میں بے مثل و بے نظیر ہے اور دیگر تمام اشخاص واشیا کی جملہ صفات و کمالات پر فضیلت رکھتی ہے بالفاظِ دیگر **مثل آپؐ کا معدوم الوجود ہے**۔ انبیاؑ اور اولیاؒ بھی باطناً یا ظاہراً کسی امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل نہیں ہوسکتے۔ عام بشر کا کیا ذکر۔

خود حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَسْتُ مِثْلَکُمْ (یعنی نہیں ہوں میں مانند تمہارے) اور لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ (یعنی نہیں ہوں میں ہیئت میں تمہاری مثل) نیز فرمایا اَیُّکُمْ مِثْلِیْ (یعنی کون ہے تم میں مانند میرے۔ یعنی کوئی ایک بھی میرا مثل تم میں نہیں ہے) اتنی صاف صاف اور واضح احادیث اور کفار و منکرین کا نظریۂ بشریت معلوم ہوتے ہوئے آیت انا بشرٌ مثلکم۔۔۔۔۔ الخ کا یہ ترجمہ کہ "میں

---

[1] مراد ظہور ہے جو پنہاں کے مقابل بولا جاتا ہے۔

تمھاری طرح ایک بشر ہوں" موزوں نہیں معلوم ہوتا تا آنکہ اس کے تمام ضروری مضمرات اور تمام اہم پہلو بھی واضح نہ کئے جائیں۔ حضورؐ نہ تو دین میں اُن کی مثل تھے نہ اخلاق میں نہ اوصاف میں نہ کمالات میں نہ ہی جسمانی کمالات میں نہ روحانی کمالات میں نہ صفتِ نبویؐ میں۔ پھر کس چیز میں (سوائے صورتِ بشری کے) اور کس بات میں حضورؐ ان کی مثل تھے؟ ظاہر ہے کہ کسی خصوصیت میں اُن کی مثل نہیں تھے۔

(۱) اس ترجمہ کے غلط مفہوم سے عقائد کفار و منکرین کی تردید نہیں تائید ہوتی ہے حالانکہ قرآن پاک منکرین کے نظریات و عقائد کی تردید کرتا ہے۔

(۲) اس ترجمہ سے خود قرآنِ پاک کی دیگر آیات کی (جو انبیائے کرام کو بشر کہنے سے متعلق اوپر مذکور ہو چکی ہیں تردید ہوتی ہے۔

(۳) بعض احادیثِ نبویؐ کی تردید ہوتی ہے۔ جن میں آپؐ کے مثل یا نظیر کو معدوم الوجود قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ آگے بیان ہوگا اور پیچھے بھی ہو چکا ہے۔

(۴) یہ ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان کے خلاف ہے۔ اس میں تنوین کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔

(۵) جیدا کابر دین، علمائے حق اور اولیاء اللہ میں سے کسی کا بھی یہ مذہب نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنسِ بشر سے تھے۔ بلکہ اُن کا عقیدہ یہی ہے کہ حضورؐ متمثل بصورتِ بشری تھے۔ یعنی نورِ حق نے بغیر اپنی حقیقت بدلے ہوئے صورتِ بشری میں ظہور فرمایا تھا جس

[1] حمل کے دوران کی علامتوں اور وضع حمل کے ذکر سے سوائے نور کے اور کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ دراصل لوگ شبہ میں پڑ گئے کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے نور نے آناً فاناً تمثل بشری اختیار کر لیا۔ جیسا کہ سولی پر دوسرا آدمی تھا اور لوگوں نے اُسے عیسٰی علیہ السلام سمجھا۔ یہ سب اللہ کے لئے کیا مشکل ہے۔ تاہم اگر عام آدمی کی طرح سب کچھ ہوا۔ تب بھی آپ کو مطلق امتیازی عظمتوں والا انسان نوری یا انسان کامل سمجھنا لازمی ہے۔

طرح جبرئیل دحیۂ کلبی رضؓ کی صورت میں ظاہر ہوئے تھے[1]۔ یا جنات مختلف صورتوں میں نمودار ہو کر انسانوں سے ملتے اور گفتگو کرتے ہیں۔ مگر اس سے اُن کی حقیقت آتشی نہیں بدل جاتی۔

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت، نوری و حقی تو تھی ہی (اور آج بھی ہے) لیکن آپؐ کی "صورت" بھی ہر عالم میں اُس عالم کے حال کے لائق رہی ہے۔ یا جیسا کہ تفسیر حسینی۔ سورۂ مریم میں حضرت شیخ رکن الدین علاؤالدولہ سمنانی قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ رسول اکرم کی صورتِ بشری کے علاوہ ایک صورت ملکی اور ایک حقی بھی تھی اور ہر صورت کی مناسبت سے حق تعالیٰ کا کلام بھی ہے[1]

حضورؐ فرماتے ہیں :۔ (جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے) :۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمَ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ	یعنی تھا میں نبی اُس وقت جب کہ آدم ابھی پانی اور مٹی کے درمیان۔ یا روح و جسم کے درمیان تھے۔ غور فرمائیے اُس وقت
یا	
كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمَ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ	جبکہ "بشر" کا وجود بھی نہ تھا حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت "نبی" موجود تھے۔

لہٰذا آپؐ کو صرف "بشر" کی حد تک تسلیم کرنا۔ آپؐ ہی کے قولِ مبارک کا انکار ہے۔ لہٰذا کفر ہے۔ اسی لئے ان حقائق پر ایمان رکھنا ضروری ہے کہ :۔

(۱) آپؐ پر حق کا ظہور بالذات ہے یعنی آپؐ حق تعالیٰ کے اکمل مظہر ہیں۔

(۲) آپؐ کی ذات گرامی ناسوتی جسم و صورت تک محدود نہیں ہے۔

(۳) آپؐ ہر عالم میں نورِ حق تھے اور اب بھی ہیں۔

---

[1] دیکھو مؤلف کی نعتیہ نظم "صورت و حقیقت محمدی" کی مقدمہ (ب) تالیف ہٰذا۔ نیز کتاب قاب قوسین (از سیدنا عبدالکریم الجیلیؒ) کے باب ششم کا اقتباس جو حصہ، ہٰذا کے باب ۴ کی فصل ۱ میں دیا گیا ہے۔ (مؤلف)

(۴) جسم وصورت ناسوتی کی بھی نظیر یا مثل نہ ہو سکی۔

(۵) صورت وجسم ناسوتی کے علاوہ آپؐ کی ایک صورت تنزیہی یا حقی بھی ہے۔ کیونکہ آپؐ پر حق تعالےٰ کا ظہور بالذات ہے۔ عالم بشریت میں موجودگی کے بعد اللہ پاک کا یہ فرمانا :۔

(۱) وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۔ (ترجمہ) نہیں پھینکی آپؐ نے وہ مُشت خاک اے محمدؐ جو آپ نے پھینکی بلکہ خود اللہ نے پھینکی تھی۔

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۔ یہ لوگ اے رسولؐ جو آپؐ سے بیعت کرتے ہیں درحقیقت اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ہے اُن کے ہاتھوں پر۔

(۳) مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اُس نے بیشک اللہ کی اطاعت کی۔

اس امر کا پختہ اور ناقابلِ تردید ثبوت ہے کہ اللہ و رسولؐ میں بلحاظِ حقیقت عینیتِ تامہ ہے

اور خود رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ فرمانا :۔

(۱) من رآنی فقد رای الحق ۔ جس نے مجھے دیکھا پس تحقیق اُس نے اللہ کو دیکھا۔

(۲) انا احمدؐ بلا میم میں احمدؐ بے میم ہوں۔

(۳) اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَكُلُّ شَيْءٍ مِنْ نُوْرِيْ ۔ مَیں اللہ کے نور سے ہوں (یعنی نورِ خدا ہوں کیونکہ نور کی تقسیم محال ہے) اور تمام اشیا میرے نور سے ہیں (یعنی ایک نور کے سوا کچھ نہیں ہے۔ وہی ہستیِ حقیقی ہے اور مختلف اشکال وصور و تعینات سے اس کی وحدت میں

کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور خود ارشاد باری تعالےٰ ہے :۔
اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ یعنی اللہ ہی آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ غرض کہ قولِ حق اور قولِ رسولؐ دونوں ایک ہی نور کی ہستی ثابت کر رہے ہیں جو بحیثیت باطن اللہ اور بحیثیت ظاہر "مُحمّدؐ" کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اور قرآنِ پاک کا نزول تو خود توحید وجودی کو ثابت کر رہا ہے۔ بقول مولانائے رومؒ :۔

گرچہ قرآن از لبِ پیغمبرؐ است
ہر کہ گوید حق نہ گفت آں کافر است

نیز بقولِ عارفینِ کامل ھوالاولُ والآخرُ والظاھرُ و الباطنُ محمدؐ بھی ہے اور لغت بھی۔ بعض احادیث بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔
مذکورۂ بالا آیات و احادیث و توضیحات سے ثابت ہوا کہ اللہ و محمدؐ کو دو وجود ایک دوسرے کا غیر ماننا عقیدۂ باطل ہے۔ چہ جائیکہ آپؐ کو جنسِ بشر تک محدود مانا جائے۔ کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا اصل مفہوم بھی یہی ہے۔ آئندہ صفحات میں اس کی مفصل شرح پیش کی جائے گی۔

فصل = ۲

اب میں پھر آیت انا بشرٌ مثلکم .... الخ کی جانب رجوع کرتا اور اس کی شرح کے سلسلہ میں علامہ سید محمد علی محتشم صاحب نقوی الواسطی کی تالیف" تعلیمات باب توحید"[۱] کا خلاصہ مع چند اقوال بزرگانِ دین پیش کرتا ہوں ملاحظہ ہو :۔
...... غزوۂ تبوک سے واپسی پر سیدنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں آپؐ کی حمد میں قصیدہ لکھوں۔ آپؐ نے دعا دی کہ اللہ تمہاری زبان کو سالم رکھے ضرور لکھو۔

---

[۱] کتاب مذکور جناب سید عبدالعزیز صاحب شیرازی D/665 فاطمہ جناح کالونی کراچی سے مل سکتی ہے۔
[۲] باب ۴ فصل ابھی پھر پڑھئے۔

اس کا ایک شعر یہ ہے :۔

ثم ھبطت البلاد ولا بشرٌ　　　انت لا مضغتہٌ ولا علقُ

یعنی جب آپ نے بلاد کی طرف نزول فرمایا اور جلوہ گر ہوئے تو آپؐ نہ بشر تھے اور نہ مضغہ اور نہ علق ۔ (مضغہ = گوشت کا لوتھڑا ۔ علق = جما ہوا = خون ۔)

(واضح ہو کہ حضور نورٌ من نور اللہ ۔ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تردید نہیں فرمائی ۔ اگر سیدنا حضرت عباسؓ کا قول غلط ہوتا تو حضورؐ ختمی مرتبتؐ فوراً اصلاح فرماتے ۔)

اور فرمایا جامی علیہ الرحمۃ نے ؎

تو جانِ پاکی سر بسر نے آب و خاک اے نازنیںؐ
واللہ ز جاں ہم پاک تر روحی فداک اے نازنیںؐ

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

منفیتوں کے اُستاد امام خیر الدین رملیؒ فتاوائے خیریہ میں فرماتے ہیں کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہے کہ مخرج بول (یعنی شرمگاہ) سے پیدا ہوئے یا بشر کہے تو اس کو قتل کیا جائے گا ۔ (ملخصاً) دیگر اقوال بخوفِ طوالت چھوڑ دیے گئے ہیں ۔)

باب " ترجمہ حقیقت محمدیہؐ "
۱۳۸۳ھ

(ملخصاً درج کیا جاتا ہے)

علم معانی کی کتب مختصر المعانی وغیرہ میں تنوین (دو پیش) کا ترجمہ یا عظمت شان و رفعت شان کے لئے آتا ہے یا تنقیصِ شان کے لئے آیۃ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ میں صرف بشر نہیں بلکہ بَشَرٌ فرمایا گیا ہے ۔

عام ترجموں میں تنوین کا لحاظ نہ کرنے سے صرف بشر ترجمہ کرنا منشائے الہیٰ اور اصل مفہوم کے خلاف ہوگیا۔ اور ایسا کرنے سے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان کو مستلزم ہو کر کفر صریح ہو گیا۔

قصیدہ بردہ شریف میں ایک شعر یہ ہے۔

فمبلغ العلم فیہ انّہٗ بشرٌ وانّہٗ خیر خلق اللہ کلھم

اس کا ترجمہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے نشر الطیب میں یہ کیا ہے:۔

ترجمہ: پس حد ہمارے فہم اور علم کی یہ ہے کہ آپؐ بشر عظیم القدر ہیں ...... الخ (مطلب یہ ہے کہ ترجمہ میں تنوین کا لحاظ رکھتے ہوئے "عظیم القدر" کا صفاتی کلمہ زیادہ کیا گیا ہے۔ صرف بشر نہیں کہا گیا۔ واضح رہے کہ صفاتی کلمات کی کوئی حد نہیں ہے۔ ہم جس صفت سے چاہیں آپؐ کو منسوب کر سکتے ہیں۔ آپؐ جامع جمیع صفات کمالیہ ہیں۔ اللہ نے آپؐ کو اپنے کمالات کا مظہر اکمل بنایا ہے)۔

آگے علامہ سید علی محتشم صاحب مد فیوضہٗ فرماتے ہیں:۔

بشرٌ میں تنوین کسی قید کے ساتھ نہیں ہے۔ بلکہ مطلق ہے۔ مطلق کی تعریف کے ماتحت اس کے معنے "ما فوق البشر" کیے جائیں گے۔ ایسا بشر ویسا بشر اگر کہتے رہو گے تو مقید ہوتا رہے گا اور حکم مطلق کے خلاف ہوگا۔

الحاصل جب کفار نے آپؐ کو "مثل بشر" اور "اپنی مثل بشر" کہنا شروع کیا تو ان کی تردید میں آیۃ نازل ہوئی تائید میں ہو نہیں سکتی۔ لہٰذا اس آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ "اے میرے حبیبؐ کفار کی یہ بکواس کہ آپؐ ان کی مثل بشر ہیں غلط ہے۔ آپؐ فرما دیجیے کہ میں مطلق عظمتوں اور رفعتوں والا ما فوق البشر (ہستی) ہوں۔ (یا مطلق عظمتوں اور رفعتوں

والی ہستی ہوں جو متمثل بصورتِ بشر ہے۔ مؤلف)

اب اِس مفہوم کے بعد مثلکم کے معنے "تم جیسا" یا "تمھاری طرح" خود بخود ختم ہو گئے۔ کیونکہ مخاطبین ما فوق البشر ہستیاں نہیں تھے۔ اس لیے "مثل" کے معنے بموجب حدیث انا مرأۃ جمال الحق یعنی میں "مطلق جمال الٰہیہ کا آئینہ" ہوں۔ لینا ہوں گے[1]

اب یُوحیٰ اِلیَّ ثبوت اس امر کا ہوا۔ وحی کے معنے کیفیات کا القا۔ یعنی میرے اندر اس کیفیات کا القا ہے کہ تم سب کا الٰہ معبود واحد ہے۔ من رآنی فقد رای الحق ومن رآنی فقد رای اللہ۔ یعنی جس نے مجھے دیکھا اُس نے اللہ کو دیکھا۔

آگے چل کر فمن کان یرجوا لقاء ربہ میں (ف تنبیہ کے لئے ہے) اصل جملۂ ماسبق کا خلاصہ ف کے بعد ہوتا ہے۔ پس جو شخص اُمیدوار تھا رب کی ملاقات کا فَلْیَعْمَلْ عَمَلاً صالِحاً۔ پس اُسے چاہیے کہ مطلق عمل صالح کرے۔ اس سے نماز روزہ حج زکوٰۃ نہیں مراد ہو سکتے اس لئے کہ بیانِ ماسبق میں ان کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ بلکہ مسئلہ بشریت رسولؐ کا ذکر ہے۔ (لہٰذا یہاں قرینہ یہ ہے کہ رسول اللہؐ کی اس امتیازی شان پر ایمان لائے جو آیاتِ ماسبق میں مذکور ہوئی ہے اور اسی پر ایمان لانے کو یہاں "عمل صالح" فرمایا گیا ہے کیونکہ) تمام عبادات مذکورہ عقیدہ کے بغیر بیکار ہیں۔ نیز تمام عبادات فرع ہیں اور بندگی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اصل ہے۔ کیا خوب فرمایا اعلیٰ حضرت مولانا مفتی احمد رضا خانصاحبؒ نے:۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

---

[1] یعنی تمھارے لئے آئینہ ہوں تاکہ تم مجھ میں جمال الٰہیہ کا دیدار کرو۔ بالمراسبت تو کر نہیں سکتے۔ (مصنف)

اب آگے ارشاد فرمایا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۔
یعنی اور نہ شریک کرنا اپنے رب کی اس "عبادت" کے ساتھ کسی ایک
فرد کو بھی۔ کون سی "عبادت"؟ یعنی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو
مطلق جمال اللہ کا آئینۂ ظہور سمجھنا۔ اس لیے کہ اُن سے ملاقات کرنا
اللہ ہی سے ملاقات ہے اور یہی اعمال صالحہ کی اصل ہے۔ اس "عبادت"
میں کسی دیگر شخص کو کسی حال میں بھی شریک نہ کرنا"۔ علامہ موصوف نے
ترجمہ سے قبل مندرجۂ ذیل اصول بیان فرمائے ہیں اُن کا درج کرنا بھی
ضروری ہے۔ ملاحظہ ہوں۔ فرماتے ہیں :۔

(اوّل) قرآن میں اللہ تعالےٰ نے کفار کی تائید میں آیات کا نزول
نہیں کیا بلکہ ان کی تردید میں قرآن نازل ہوا ہے۔

(دوم) افلا یتدبرون القرآن کے ماتحت ہمیں پورے پورے
تدبر کا حکم دیا گیا ہے جس کا آخری مرتبہ ہے القرآن تفسیر
بعضہ بعضا۔ یعنی قرآن کا ایک جزو دوسرے جزو کی تفسیر
خود کرتا ہے۔

(سوم) قواعد کا لحاظ بھی اشد ضروری ہے۔ ورنہ مطلب کچھ سے
کچھ ہو جاتا ہے۔

(چہارم) بشریت رسولؐ کے متعلق کافروں کا کیا عقیدہ تھا اور اس
مسئلے میں مسلمانوں کو کیا تعلیم دی گئی ہے۔ (اسے پیش نظر
رکھنا اشد ضروری ہے۔ ورنہ کفار ہی کے نظرئیے کی تائید ہوگی۔
جس سے عوام بھی گمراہ ہوں گے اور جابجا قرآن واحادیث کا
ترجمہ غلط کیا جائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔

(پنجم) قرآن مجید کی ایک آیت دوسری آیت کے خلاف نہیں ہو سکتی۔

(لَیسَ کَمِثلِہٖ شَیئٌ = یعنی آپ کی مثل کوئی شے نہیں ہے۔ یہ بھی قرآن ہی ہے لہٰذا آیت انما بشرٌ مثلکم.....الخ معناً اس آیتہ کی متضاد نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ انا بشرٌ مثلکم سے مراد قول کفار کی تردید ہے اور لیس کمثلہ شئیٌ کی تائید۔)

آگے چل کر علامہ ایک نہایت پُر لطف بات فرماتے ہیں یعنی کافروں نے کہا "یہ قرآن نہیں ہے، بلکہ ایک بشر کا قول ہے"۔ اس پر بشر کہنے والوں کو اللہ نے کافر کہا اور انھیں حوالۂ دوزخ کر دیا۔

اب اگر کفار علمائے ظاہر سے یہ سوال کریں کہ کیوں صاحب ہم نے جب محمدؐ رسول اللہ کو بشر کہا تو ہمارے لئے قرآن پاک میں فتوائے کفر صادر ہوا اور ہمیں حوالۂ دوزخ کر دیا گیا اب آپ حضرات اس سے کیونکر مستثنیٰ ہو گئے؟ کیا اللہ کی سنّت یا حکم میں تبدیلی ہوگئی ہے؟ تو علمائے ظاہر اور دیگر حضرات جو حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو "بشر" مانتے اور کہتے ہیں کیا جواب دیں گے؟

علامہ موصوف نے یہ سوال بہت زبردست کیا ہے اور صرف موصوف کے ترجمہ[۱] سے گلو خلاصی ہوسکتی ہے۔ ورنہ عام مروّج ترجمہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان بھی ہوتی ہے اور دیگر آیات قرآنی کی تردید بھی (جن میں حضورؐ کے کمالاتِ ظاہری و باطنی مذکور ہیں)

(خلاصۂ بیان حضرت علامہ سیّد علی محتشم نقوی الواسطی قادری مدفیوضہٗ ختم ہوا۔)

فصل = ۳

ایک عجیب دلیل بعض حضرات یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر

۱؎ جو گزشتہ صفحات میں بیان ہوچکا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "حقیقی بشر" کی حیثیت سے پیش نہ کیا جائے تو ان کے ارشادات دوسرے انسانوں کے لئے قابلِ تعمیل نہیں ہو سکتے۔

یہ دلیل کوئی وزن نہیں رکھتی کیونکہ احکام تو درحقیقت اللہ کے ہیں اور بندوں کے لئے ہیں تو اس دلیل کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کے احکام پر خود اللہ عمل کرے کیونکہ وہ بندوں کے لئے قابلِ تعمیل نہیں ہو سکتے اور اس کا ضمنی نتیجہ یہ نکلا کہ بندگانِ خدا کی رہنمائی کے لئے خود بندے اپنے احکام و اصول آپ وضع کر لیں اور خدا اُن سے بازپرس نہ کرے۔

مذکورہ دلیل پیش کرنے والے شاید یہ بھول جاتے ہیں کہ انسان اور اُن کی فطرت کا خالق خود اللہ ہے۔ اُس نے جو احکام اپنے بندوں کے لئے وضع کئے ہیں اُن کی فطرت کے مطابق وضع کئے ہیں۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا (القرآن) (اللہ کسی نفس کو وہ تکلیف نہیں دیتا۔ جو اُس کی وسعت یا طاقت سے باہر ہو) اُس نے اُن ہی کی شکل میں اُن کے پاس اپنا رسولؐ بھیجا[1] تاکہ وہ خوفزدہ ہو کر دُور نہ بھاگیں۔ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے "صورت بشری" میں رہ کر تمام قواعد و ضوابط کی پابندی کر کے تعمیل احکام کا اکمل و احسن نمونہ پیش کیا۔ ساتھ ساتھ وہ اپنی اصل حقیقت پر بھی قائم رہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضورؐ کے بال بال سے معجزات کا صدور ہوا اور آپؐ کی ذات گرامی عدیم النظیر و فقید المثال ہے اور قیامت تک رہے گی۔

---

[1] یہاں بھی عوام کی مخصوص عقل کے مطابق بات کہی گئی ہے ورنہ عارفین رسالت و رسول اللہؐ کی حقیقت سے واقف ہیں۔ اس کی بحث کتاب ہذا میں جابجا موجود ہے۔

اس کے ثبوت میں ایک حدیث قدسی بھی موجود ہے جو آگے مذکور ہے۔

نکتہ | ہماری زندگی کے تمام شعبوں میں رہنما یعنی استاد اپنے شاگردوں کے مقابلے میں فوقیت اور فضیلت رکھتے ہیں۔ یہ فوقیت علم و فن کی ہوتی ہے اور عمر و تجربات کی بھی۔ یہاں کوئی اعتراض نہیں ہوتا بلکہ اس فرق و فوقیت کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق (جو معلّمِ عالمین تھے) دیگر انسانوں کی طرح "بشر" ہونے اور معاذ اللہ اپنے برابر ہونے کا عقیدہ صحیح سمجھا جاتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

عجیب صورتِ حال ہے کہ کفار و مشرکین تو یہ چاہتے تھے کہ رسولؑ کو صورت و شکل میں ان کی طرح بشر نہ ہونا چاہیئے اسی لئے وہ رسولوں کے متعلق کہتے تھے کہ یہ کیسے رسولؑ ہیں کہ ہماری طرح کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں گویا اُن کے عقیدے میں رسولوں کو مافوق البشر ہستی ہونا چاہیئے تھا۔ اسی لئے وہ اپنی سمجھ میں انھیں اپنی "مثل" کہہ کر اُن کی تذلیل کرتے تھے۔ لہٰذا اللہ نے انھیں کافر قرار دیا۔

اور آجکل "بعض" تعلیم یافتہ مسلمان "رسولؑ اللہ کو ہر مافوق البشری عظمت و بزرگی سے معرّیٰ دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اسی کو آپؐ کی عظمت کی دلیل قرار دے کر کہتے ہیں کہ انھیں خالص و حقیقی بشر مانا جائے۔ پھر اُن کے لئے فکفروا (پس کُفر کیا انھوں نے) کا حکم کیوں نہ ہو۔

تنبیہہ۔ عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک نکتہ اور یاد رکھیں کہ سرکار دو عالمؑ نے قرآنِ پاک میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں تین جگہ[1] اور وہ بھی قولِ کفار کی تردید میں قُل انما انا بشرٌ مثلکم ..... فرمایا ہے (جس کی معنوی نزاکتیں اوپر بیان ہو چکی ہیں) ہم اسے

---

[1] کہف۔ حٰم سجدہ۔ بنی اسرائیل۔ آگے پھر ایک باب میں تینوں آیات لکھ کر صاحب تفسیر

"انکسارِ محمدیؐ" سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں جس طرح ہر بزرگ و خلیق آدمی۔ خود کو ناچیز، کمترین، خادم وغیرہ کہتا اور لکھتا ہے۔

لیکن احادیث میں حضورِ محبوبؐ خدا نے ہر جگہ یہ فرمایا ہے کہ میں تمھاری طرح نہیں ہوں[1]۔ مثلاً حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ:

- حضورؐ نے لوگوں کو صومِ وصال رکھنے سے منع فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ خود تو رکھتے ہیں۔ فرمایا میں تمھاری طرح نہیں۔ مجھے خدا کی طرف سے روحانی طور پر کھانا پینا مل جاتا ہے۔ (موطا)
- لَسْتُ مِثْلَکُمْ۔ یعنی نہیں ہوں میں مثل تمھارے۔
- لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ یعنی نہیں ہوں میں مثل تمھارے ہیئت میں
- لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ یعنی نہیں ہوں میں مانند ایک تمھارے کے۔
- اَیُّکُمْ مِثْلِیْ۔ یعنی کون ہے تم میں مانند میرے (استفہام انکاری ہے۔ یعنی کوئی نہیں ہے)
- کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمَ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ۔ یعنی تھا میں نبی (اُس وقت بھی) جبکہ آدمؑ ابھی درمیان پانی اور مٹی کے تھے۔ ایک روایت میں ہے...... بین الروح والجسد۔ یعنی جبکہ آدمؑ روح و جسم کے درمیان تھے یعنی کنت موجوداً (کُنْتُ مخلوقاً نہیں فرمایا۔) یا کُنْتُ نَبِیًّا فرمایا۔
- ارسلت الی الخلق کافۃ ۔ یعنی بھیجا گیا ہوں میں کُل مخلوق کی طرف رسول بنا کر یعنی عالمِ ارواح سے عالم اجساد تک کسی امر میں کسی کو مثلیت ممکن نہیں بلکہ اس کا اشتباہ بھی کفر ہے۔ (اسی لئے آپؐ خلق میں شامل نہیں کئے جا سکتے اور آپؐ کا مقام برزخِ اکبر ہونے کا ہے۔ ایک جہت اللہ سے واصل ہے دوسری مخلوق کی

[1] ان احادیث کو بار بار دہرایا جا رہا ہے تاکہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں۔

جانب ہے۔)

○ انا من نور اللّٰہ والخلق کلھم من نوری یعنی میں اللّٰہ کے نور سے ہوں اور کلُ مخلوق میرے نور سے ہے (اس کی مفصل بحث جابجا زیرِ نظر کتاب میں موجود ہے۔

حدیث قدسی۔ من لم یخلق اللّٰہ لہٗ فی العالمین نظیرا۔ خاص آپ کی شان میں ہے یعنی وہ جس کا مثل تمام عالمین میں پیدا نہیں کیا گیا۔ آپؐ ہیں۔ مذکورۂ بالا احادیث کے علاوہ اور بھی متعدد احادیث ہیں جو وجود مثل کے عقیدے کو باطل قرار دیتی ہیں۔

احادیث کے علاوہ پورا قرآن پاک اور اس کی متعدد آیات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ" ذاتاً۔ صفاتاً۔ اِسماً و رسماً ہر طرح مثل آپؐ کا قادر کریم نے خزانۂ غیب سے ظاھر نہیں فرمایا۔"

تفصیل کے لئے دیکھو

(۱) رسالہ اصول الایمان۔ مؤلفہ زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین تاج الاولیاء حضرت شاہ نظام الدین حسین قدس سرہ العزیز فرزند اکبر قطبِ عالم مدار اعظم حضرت مولانا شاہ نیاز احمد علوی بریلوی قدس سرہ العزیز ــــ جانشین حضرت مولانا فخر پاک دہلوی علیہ الرحمتہ و عمدۃ الاولادِ غوث الاعظم حضرت سید عبداللہ بغدادی قادری قدس سرہ العزیز۔

(۲) معارج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ مؤلفہ فاضل اجلّ عاشقِ رسولؐ حضرت شاہ عبدالحقؒ محدث دہلوی قدس سرہ العزیز

نوٹ۔ زیرِ نظر تالیف بھی اُن ہی احادیث و آیات قرآنی کی شرح ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور سرکار دوعالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذاتاً۔ صفاتاً"

اسماً اور رسماً" ہر لحاظ سے کون و مکاں میں بے نظیر اور بے مثل تجلی نور ذات تھے۔ اور ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے۔ اور اللہ اور اُس کے فرشتے ہمیشہ آپؐ پر درود و سلام بھیجتے رہیں گے۔ اور" ایمان والے "عاشقانِ محبوبِ خدا بھی ہر آن آپؐ کی خدمت میں درود و سلام کے تحفے ارسال کرتے رہیں گے۔ کیونکہ اُن کا خدا بھی زندہ ہے اور خدا کا محبوبؐ بھی۔ ورنہ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ کا حکم قرآنِ پاک سے منسوخ ہو گیا ہوتا۔[ا]

ا۔ گزشتہ اوراق کے مطالعے سے واضح ہو گیا ہو گا کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جہاں کہیں "عبد" یا "عبدہٗ" آیا ہے وہاں عام بشر کی طرح اس کے معنے "بندہ" نہیں کئے جا سکتے۔ ورنہ حضورؐ کی تنقیص شان کو مستلزم ہو گا جس سے ایمان اور اعمال سب غارت ہو جائیں گے اور تمھیں خبر بھی نہ ہو گی۔ یہ تنبیہہ خود اللہ کی ہے۔ دیکھو سورہ الحجرات۔ آیت نمبر ۲ اور اس کی تفسیر۔ تفسیر نور العرفان میں۔

"عبد" و "عبدہٗ" کے مزید بیان کے لئے دیکھو کتاب ہذا کا حصہ اول باب ۸۰-۹ رسالت محمدیؐ و عبدیت محمدیؐ

حصّہ اوّل　　باب - ۷　　فصل - 1

تینوں آیات بشریت ۔ اُن کا ترجمہ
اور
اُن سے متعلق صاحب تفسیر نور العرفان کی رائے

گزشتہ صفحات میں تین آیات بشریت کا ذکر کیا گیا ہے اور اُن سے متعلق وہ آیات و احادیث پیش کر دی گئی ہیں جن سے کفار و مشرکین کے عقیدۂ بشریت و نبوت و رسالت کی تردید ہوتی ہے۔ تاھم اتفاق سے ایک ہی آیتہ لکھی گئی ہے اور اسی پر بحث مرکوز رہی ہے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب یہاں تینوں آیات لکھ دی جائیں اور صاحب تفسیر نور العرفان کے خیالات بھی پیش کر دیئے جائیں۔ کیوں کہ علامہ علی محتشم نقوی الواسطی مد فیوضہٗ اور علاّمہ غلام محمد جلوآنوی نور اللہ مرقدہٗ کی طرح صاحب تفسیر نور العرفان بھی محققین حال میں شامل اور ہمارے موقف سے بہت قریب ہیں محققین سلف کی کتابوں کے اقتباسات ہم زیر نظر تصنیف کے حصّہ اوّل کے گزشتہ ابواب میں پہلے ہی دے چکے ہیں۔ چنانچہ آیات مذکورہ یہ ہیں :-

پہلی بار سورۂ بنی اسرائیل میں یہ فرمایا گیا ہے :-

(۱) قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝　　تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب، کو۔ میں کون ہوں، مگر آدمی۔ اللہ کا بھیجا ہوا۔

بنی اسرائیل - ۹۳

درحقیقت یہ آیتہ نمبر ۹۳ کا آخری ٹکڑا ہے اور پورا مفہوم سمجھنے کے لئے پوری آیتہ بلکہ آیات نمبر ۸۹ تا ۹۳ کا ترجمہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ جو یہ ہے:۔

"اور بیشک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثل طرح طرح بیان فرمائی۔ تو اکثر آدمیوں نے نہ مانا۔ مگر ناشکری کرنا (۸۹) اور بولے (یعنی کفار قریش وغیرہ بولے) کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ تم ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ بہا دو (۹۰) یا تمھارے لئے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو، پھر تم اس کے اندر بہتی نہریں رواں کرو (۹۱) یا تم ہم پر آسمان گرا دو جیسا تم نے کہا ہے۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ یا اللہ۔ اور فرشتوں کو ضامن لے آؤ (۹۲) یا تمھارے لئے طلائی گھر ہو۔ یا تم آسمان میں چڑھ جاؤ۔ اور ہم تمھارے چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اتار دو جو ہم پڑھیں۔۔۔۔ تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو۔ میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔ (۹۳)

یہاں تک متعلقہ آیات کا ترجمہ۔ تفسیر مذکورۂ بالا سے لکھا گیا ہے۔ اب صاحب تفسیر کے حواشی کا خلاصہ لکھا جاتا ہے:۔

"آیتہ ۸۹۔ مثل سے مراد ہے عجیب و غریب معانی ..... گزشتہ واقعات۔۔۔ ڈرانا۔ خوش خبریاں ..... امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ قرآن سب کے لئے ہے... اس کی عبارت عوام کے لئے ہے اور اشارے خواص کے لئے۔ اس کے لطائف

اولیاء اللہ کے لئے۔ اس کے حقائق انبیائے کرام کے لئے۔
اس کے آگے صاحب تفسیر نے کعبہ کے پاس کفار کے اجتماع اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ سوالات اور چند دیگر فضول مطالبات کفار کا بھی ذکر کیا ہے۔

دیگر حواشی از صاحب تفسیر

آیۃ ۹۲ وغیرہ سے متعلق .... " یہ ساری بکواس (یعنی کفار کے تمام مطالبات) محض نہ ماننے کی نیت سے۔ دل لگی اور مذاق کے طور پر تھی۔ اگر یہ مطالبے پورے کر بھی دیئے جاتے تو بھی وہ ایمان نہ لاتے .... آگے لکھتے ہیں :

' اس جواب کا (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب دیا اس کا) منشاء یہ نہیں ہے کہ حضورؐ ان مطالبات کو پورا نہیں فرما سکتے تھے (کیونکہ دیگر انبیاء کرامؑ نے ایسے معجزات بلکہ ان سے بھی بڑے معجزات دکھلائے تھے۔ پھر حضور سید المرسلینؐ کس طرح نہ دکھلا سکتے۔ وہ یقیناً مطلوبہ معجزات دکھا سکتے تھے)۔ مگر حضورؐ کا منشاء یہ تھا کہ ہمیں تمھارے یہ مطالبے ہی منظور نہیں۔ کیونکہ ان میں سے اگر کوئی معجزہ دکھایا گیا اور پھر بھی اگر تم ایمان نہیں لائے تو ہلاک کر دیئے جاؤ گے جیسا کہ عادت الٰہیہ ہے.... بہر حال نہ کرنا اور ہے اور نہ کر سکنا کچھ اور۔ خیال رہے کہ حضورؐ خود اپنے کو بشر فرمائیں تو آپؐ کا یہ کمال ہے۔ اگر ہم برابری کے دعوے سے بشر کہیں تو کافر ہو جائیں۔ پیغمبروں نے اپنے کو ظالم۔ ضال فرمایا ہے لیکن ہم کو یہ حق نہیں کہ ان کے حق میں یہ الفاظ استعمال کریں۔

معلوم ہوا کہ انبیاء کی بشریت پر نظر رکھنا ایمان سے روک دیتا ہے۔ جنھوں نے "محمدؐ ابن عبداللہ" (یعنی حضورؐ کی بشریت) کو دیکھا وہ تو کافر ہی رہے جیسے ابو جہل۔ جنھوں نے محمد رسول اللہؐ کو دیکھا (یعنی انھیں واصل بحق سمجھ کر دیکھا۔ مصنف) وہ صحابی ہو گئے۔ جیسے صدیق اکبرؓ"

دوسری آیت

دوسری آیۃ سورۂ الکہف کی آخری آیۃ نمبر (۱۱۰) ہے

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (۱۱۰)[۱]

تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں (یعنی) مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے۔ اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

اس آیۃ مبارکہ پر بھی حضرت مفسر کے متعدد حواشی ہیں، جو قابل مطالعہ ہیں۔ یہاں صرف چند باتیں لکھی جاتی ہیں:۔

خلاصۂ حواشی از تفسیر "نور العرفان"

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئینۂ جمال کبریا ہیں۔ آئینہ ایک طرف شفاف ہوتا ہے لیکن دوسری جانب مسالہ ہوتا ہے تا کہ عکس پورا نظر آئے۔ حضورؐ ایک طرف نور ہیں۔ دوسری طرف بشریت کا "غلاف" ہے تا کہ مکمل آئینہ ہوں ....

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔ میں حضورؐ کے نور اللہ ہونے کا۔

۱ـ اسی آیت پر حضرت مولانا حشمت صاحب کی مفصل بحث ہم اس سے پہلے باب ۴ فصل ۲ میں دیکھ چکے

اور یہاں بشریت والی جانب کا ذکر ہے۔ قل فرما کر اشارہ کیا گیا ہے کہ اپنے آپ کو تواضعاً بشر صرف تم ہی کہہ سکتے ہو۔ دوسرے کو یہ کہہ کر پکارنے کی اجازت نہیں۔ رب فرماتا ہے لاتجعلوا دعاء الرسول الخ۔ بادشاہ اگر رعایا سے کہے کہ میں تمہارا خادم ہوں تو یہ اس کا کمال ہے مگر دوسرا کہے تو سزا پائے گا۔"

(مصنف کہتا ہے کہ بادشاہ کی یہ عالی ظرفی بھی ہے اور رعایا کی کم ظرفی۔ بقول حضور قبلہ شاہ نیاز احمد بریلوی قدس سرہ العزیز :-

چہ وسعت دادہ یارب بظرف آں عظیم الشان ؐ
کہ انی عبدہٗ گوید بجائے قول سبحانی

" مزید حواشی ...... مثلیت صرف ظاہری چہرے مہرے میں ہے جیسے جبرئیل (یا جبرائیل) جب شکل بشری میں آتے تھے تو کپڑے سفید اور بال سیاہ رکھتے تھے۔ اس کے باوجود وہ نور تھے۔ اسی طرح حضور ؐ ظاہری چہرے مہرے میں بشر حقیقت میں نور ہیں ...... "

(اسی لئے ہم یعنی اہل سلسلۂ قادریہ۔ چشتیہ۔ نیازیہ۔ نظامیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احتیاطاً بشر نہیں کہتے بلکہ "متمثل بہ صورت بشر" کہتے اور اصلاً نور ذاتِ حق مانتے ہیں۔ مصنف) (حضرتِ مفسر نے ہمارے حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازی کمال کی اور بھی ایک مثال لاجواب دی ہے۔ وہ یہ کہ عربی کے حروف تہجی میں نہ صرف قرآن پاک بلکہ بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں۔ لیکن صرف قرآن پاک کو سب پر فوقیت حاصل ہے۔ اور مذکورہ فوقیت یا امتیاز محض حروف کی شکل وصورت یا عبارت کی ظاہری ہیئت کی وجہ سے نہیں بلکہ عبارت کی

معنوی خوبیوں کے باعث ہے۔ (مصنف)]

تیسری آیتہ

یہ آیتہ مبارکہ سورۂ حٰمٓ السجدۃ کی چھٹی آیتہ ہے جو یہ ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ

تم فرماؤ۔ آدمی ہونے میں تو میں تم ہی جیسا ہوں۔ مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ تو اس کے حضور سیدھے رہو اور اس سے معافی مانگو اور خرابی ہے شرک والوں کو۔

(خلاصۂ حواشی از حضرتِ مفسر)

اس آیتہ کے حواشی میں بھی حضور ؐ کی بشریت سے متعلق وہی تنبیہات ہیں جو اول الذکر دو آیات میں مذکور ہوئیں۔ یہاں وہ کہتے ہیں کہ حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر، مثلکم کہنے والا یا اللہ تعالےٰ ہے یا خود نبی ؐ پاک ہیں۔ یا شیطان و کفار ہیں۔ اب الخیں ؐ "بشر" کہہ کر پکارنے والا خود سوچ لے کہ وہ کون ہے۔

ہم نے نور مجسم۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی "بشریت" سے متعلق ہر سہ آیات قرآنی۔ مع ترجمہ و تفسیر و حواشی حضرت مفسر کے خلاصے (بلکہ زیادہ تر اصل عبارات) تفسیر نور العرفان سے نقل کر دی ہیں۔ اب اپنے فیصلے کا اختیار خود آپ کو ہے۔

فصل - ۲
خلاصتاً بیان مذکورۂ بالا
از ناچیز مصنف "حقیقت محمدی ؐ"

• مقصود ہر سہ آیات، عامۃ المسلمین (بلکہ عامۃ الناس) پر حضور ؐ سرور کائنات، خلاصۂ موجودات، صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت و برتری ثابت کرنا ہے نہ کہ آپ ؐ کی "بشریت" سے دنیا کو آگاہ کرنا ہے۔

• ۔ قوانین ناسوتی کے بموجب انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی بشری صورت میں آنا لازمی تھا لہٰذا سرکار دوجہاں ؐ بھی اسی صورت میں تشریف لائے لیکن مقصود یہ جتانا ہے کہ اس سے فرائض نبوت و رسالت، کی ادائیگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نہ اس سے ان کی فوقیت وفضیلت میں — جو انبیائے کرام ؑ کو عام انسانوں پر حاصل ہے — کچھ کمی واقع ہوتی ہے۔

• ۔ آیات مذکورہ سے کفار کے "نظریۂ تحقیر نبوت و رسالت بصورت بشریت" کی تردید مقصود ہے نہ کہ تائید۔

• ۔ جو کچھ ان آیات میں فرمایا گیا ہے (یعنی حضور علیہ السلام کی "بشریت ظاہری" سے متعلق) وہ اللہ نے اپنی مرضی اور مصلحت کے بموجب فرمایا ہے۔ کیونکہ اہل ناسوت کے لئے (جو مخاطب تھے) یہی مناسب تھا۔ کفار و مشرکین یا تو حضور ؐ کے کمالات حقی سے بے خبر تھے یا قصداً آپ ؐ کی صرف "ظاہری صورت بشریت" تک انھیں محدود رکھنا چاہتے تھے۔ لہٰذا انھیں قائل کرنے کے لئے اللہ تبارک و تعالےٰ نے ان ہی کی دلیل کو دہرا کر گویا حجت کو ختم فرمایا ہے۔ ورنہ احادیث میں بالصراحت حضور ؐ نے عام انسانوں کی طرح "بشر" ہونے کی پُر زور تردید فرمائی ہے

دیکھو باب ۶ فصل ۳ حصہ اول کتاب ہذا۔

اور خود قرآنی شہادتیں جا بجا موجود ہیں۔ کیا صاحب قاب قوسین واوادنیٰ ہونا۔ یٰسٓ و طٰہٰ اور دیگر حروف مقطعات اور پیارے خطابات محبوبی و محبوب نوازی سے نوازا جانا کسی دیگر عام بشر کو نصیب ہوا؟ "عام بشر" تو درکنار کوئی نبی بھی حضورؐ کے درجہ کو نہیں پہنچا۔ نہ پہنچ سکتا ہے۔ کیا یہ شہادتیں کافی نہیں؟

● ۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ آپؐ پر نور حق کا ظہور بالذات ہے۔ نیز آپؐ اور صرف آپؐ حق تعالیٰ کی ذات وصفات کے مظہر اکمل ہیں۔ (کتاب ہذا شروع سے آخر تک اس بیان سے پُر ہے)۔ نیز آپؐ کا وجود۔ وجود عالم و آدم سے پہلے موجود تھا (کُنتُ نبیًّا وَّ ا لآدم بین الماءِ والطین) لہذا آپؐ کو عالم لاہوت سے عالم ناسوت تک موجود ماننا ہوگا لیکن آپؐ متمثل بصورت بشری۔ صرف عالم ناسوت میں ہیں۔

● ۔ آخر میں صاحب ایمان مسلمان کو یہ آیتہ قرآنی ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیئے ۔ وَتَرَاھُمْ یَنظُرُونَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ (الاعراف۔ ع ۲۴ ۱۹۸) (یعنی آپؐ انھیں دیکھتے ہیں کہ وہ آپؐ کو دیکھ رہے ہیں مگر وہ نہیں دیکھتے) (کیونکہ بصیرت سے بے بہرہ ہیں) صوفیہ کرام رضٰ فرماتے ہیں کہ جو حضورؐ کو بصیرت کی نظر سے دیکھتے ہیں وہ صحابی ہوجاتے ہیں لیکن جو صرف آپؐ کی جہت بشریت کو دیکھتے ہیں وہ صحابی نہیں۔ (تفسیر نور العرفان) ناچیز مصنف کتاب ہذا کہتا ہے کہ منافقین و مشرکین و کفار بھی حضورؐ کی جہت بشری کو دیکھتے ہیں لہذا کافر کے کافر رہتے ہیں۔ جبکہ منشاء الہٰیہ یہ ہے کہ آپؐ کی جہت نبوت و رسالت بلکہ آپؐ کی حقیقت نوری اور جملہ امتیازی کمالات پر خاص نظر رہے ۔ اب "دیکھنے" اور "سمجھنے" والے کی مرضی ہے جس نظر سے چاہے "دیکھے" اور "سمجھے" اور جس گروہ میں چاہے شامل رہے۔

۴۸۶
۴۹۲

فصل - ۳

ترانۂ عاشقان

حضور سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا "تمثل بشریت" بھی

کمالِ انسانیت کا نام ہے —— نبوت و رسالت کا اختتام ہے

عروج روح کا کمال ہے —— بے مثالی کی مثال ہے

صانعِ حقیقی کا شاہکار ہے —— حسن کا نکھار، عاشقی کی بہار ہے

حسنِ محبوبِ حقی کا نور ہے —— عشق و عاشقی حقیقی کا ظہور ہے

حضورؐ کی "بشریت" جانِ ولایت خاتمِ رسالت ہے

کمالاتِ امر و خلق کی بہاروں کا سمٹاؤ ہے —— اور ان بہاروں کی گل پاشیوں کا پھیلاؤ ہے

اسما و صفاتِ ربانی کی جامعیت ہے —— اس کی ظہوری شان کمالیت ہے

جمالِ مطلق کا ذاتی آئینہ ہے —— "بے رنگی" کا علینی مجسمہ ہے

کِس کِس حقیقت کو جھٹلاؤ گے ؟

حضورؐ کی "بشریت" بھی "نیرنگیوں" میں "بے رنگی" ہے۔ "بے رنگی کی" رنگارنگی" ہے

لاہوت میں جبروت و ناسوت ہے —— ناسوت میں جبروت و ملکوت و لاہوت ہے

باطن کی ظہوری شان ہے —— اول و آخر کا نوری نشان ہے

کِس کِس حقیقت سے آنکھیں بند رکھو گے ؟

مطلق مُطلق رہتے ہوئے نزول و اعتبارات کی خیالی دنیاؤں میں وہما" "مقید" ہے

حرف۔ حرف رہتے ہوئے، الفاظ و فقرات و عبارات میں متشدد ہے۔

نقطہ ۔ (نہ لمبائی نہ چوڑائی نہ گہرائی) ۔ کہاں ہے ؟ کہیں نہیں
اور ہر جگہ موجود ۔ وہ نہ ہو تو اُس کی حرکت نہ ہو ۔ حرکت نہ ہو
تو حروف ۔ کتب ۔ اشکال ۔ نقش و نگار کچھ نہ ہوں ۔ نہ کتابوں
کے دفتر ۔ نہ علوم نہ فنون ۔
مگر یہ محرک کون ہے ؟ یہ نہ پوچھو ۔
اس کے لئے پورے نظام ہستی کو سمجھنا اور " ماہرین " سے سمجھنا ہوگا
فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ (النحل ۔ ع ۶)
بہر حال ــــ نقطہ نہاں ــــ دفاتر عیاں ہیں
سمندر کہاں ۔ موجیں ہی سمندر نشان ہیں
اس مرحلے میں
عقل و دانش ۔ وہم و گمان ہیں ۔ ظن و تخمین آتش بجاں ہیں ۔
اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِی مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ۔ حقیقت نہاں ہے ۔
محبوبِ حقیقت ہر طرح ہر جگہ ۔ ہر عالم میں عیاں ہے ۔
کہاں کہاں دیواریں اُٹھاؤ گے ۔ کس کس تجلی سے نظریں چراؤ گے
نورِ مجسم ۔ صلی اللہ علیہ وسلم
کن فیکون اسرار کی دنیا ــــ لولاک لما کے تاج کا ہیرا
وہ ارض و سمٰوٰت کے آقا ــــ معراج و دنیٰ کی شان کے داتا

" تمثل بشریت " کے لباس میں بھی

راحتِ قلبِ عاشقین ہیں ــــ نورِ بصیرتِ عارفین ہیں
" جامع الکلم " ہونے کی زندہ تعبیر ــــ کمالاتِ حقی و خلقی کی بولتی تصویر ہیں
محبوبِ ارحم الراحمین ہیں ــــ واحد و یکتا رحمۃ اللعالمین ہیں

دانش وبینش کا خزانہ ___ علم وعرفان کا گنجینہ ہیں
جمال وجلال کی یکجائی ___ کمالِ انسانیت کی رعنائی ہیں
نور کی مادیت، مادیت کا نور ہیں ___ بلکہ نوروں کے نورِ خدائی کے ظہور ہیں
آپؐ سے عشق عینِ سرور ___ باقی سب وہم وغرور ہے

ع حُسنِ یوسفؑ۔ دمِ عیسٰیؑ۔ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند۔ تو تنہا داری

ع مغزِ قرآں۔ روحِ ایماں۔ جانِ دیں
ہست حُبِّ رحمتہ اللعالمینؐ (رومیؒ)

لَا الٰہ تیغ و دَمِ او عبدہٗ
فاش تر خواہی بگو ھو عبدہٗ (اقبالؒ)

ایسے حسنِ لازوال۔ حسین بے مثال۔ جامعِ کمالات۔ خزانۂ احسانات کو عام معنیٰ میں "بشر" کہنا یا سمجھنا عقل وعلم کی تذلیل اور کشف و وجدان کی توہین ہے۔

دین کی تباہی ہے ___ ایمان کی بربادی ہے۔

قربان ہوجاؤ اُس ذاتِ حقی صفات پر

جو "تخلقوا باخلاق اللہ" کا عملی مجسّمہ اور مکارم اخلاق کا زندہ و اکمل نمونہ ہے جس کی بدولت ہمیں اور تمھیں، بلکہ تمام مخلوق کو، وجود ملا۔ زندگی ملی۔ زندگی کا ساز وسامان ملا۔ یعنی حواسِ خمسۂ ظاہری و باطنی بقدر استعداد مرحمت ہوئے۔ دین وایمان ملے۔ اسلام و قرآن عطا ہوئے۔ احسان کی نعمت عطا ہوئی۔ آدمی۔ انسان بنے۔ اولیا بنے انبیاء بنے۔ دنیا کی حلال روزی اور جائز آسائشیں عطا ہوئیں۔ نجات کی ضمانت ملی۔ اور سب سے قیمتی وابدی نعمت۔ قیامت میں شافعِ محشرؐ

کی شفاعت کا حتمی وعدہ ملا۔

جو بالخصوص حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے مخلص غلاموں اور سچے عاشقوں کے لئے ہو۔

اگر یہ انمول دولت لینا ہے۔ اور اللہ کا کرم حاصل کرنا ہے تو اللہ کے محبوبؐ سے شدید محبت کرو اور اُن کا انتہائی احترام لازم جانو۔

اللہ بھی انھیں کی رضا چاہتا ہے (ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ)
۵ : ۹۳

لاموجود الا اللہ میں غرق ہو کر فانی فی اللہ بنوگے تو ہر شے سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔

فانی فی الرسولؐ بنوگے تو رسالت تو نہیں مل سکتی۔ خدا مل جائے گا۔
فانی فی الشیخ بنوگے۔ تو خدا و رسولؐ دونوں ملیں گے۔ اور دنیا کی زندگی حسنہ بھی ملے گی۔ فانی فی الشیخ بننا لازمی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر فانی فی الرسولؐ بننا محض خیال ہے جیسے حروف ابجد کے بغیر کتاب اور اُستاد کے بغیر تربیت قطعاً محال ہے۔

فانی فی الشیخ بنو۔ ابلیس کی زیرکی سے بچو۔ بشریت میں شر ہے۔
" بشریت " کے چکر میں پھنسے رہنے سے خسر الدنیا والآخرۃ کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

اب جو چاہو بن جاؤ اور جو چاہو لے لو
وما علینا الا البلاغ۔

حصہ اوّل باب ۸

رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

رسالت محمدیؐ :-

اصطلاح میں احکام الٰہی کو بندوں تک پہنچانے کو رسالت کہتے ہیں۔ لیکن اس کی چند دیگر خصوصیات بھی ہیں جن کا سمجھنا رسالت محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ مثلاً :

(۱)[1] وجود و ذاتِ حقیقی کی توحید میں جس طرح اجمال و تفصیل کا تصوّر مضمر ہے اسی طرح اس کی امہات صفات کا واحد سرچشمہ بھی اس سے علیحدہ متصوّر نہیں ہو سکتا۔ ذات کے ساتھ وہ بھی اصل کا درجہ رکھتی ہیں (مراتب ستہ میں "وحدت" کو "اجمال" یا "اصل" کہا جاتا ہے) اور وہی صفات بالمراتب جملہ مراتب نزول میں تفصیل (کثرت) کے ہر جزو (فرد فرع۔ تعین یا واحدہ) میں "حسب استعداد مقررہ" ساری ہیں۔ اس کے باوجود اصل میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

(۲) نورِ محمدیؐ کی ہر شان کی طرح آپؐ کی شانِ رسالت بھی صرف ایک ہے۔ ذات کی شانِ احدیت سے لے کر اُس کی "شانِ محمدیتؐ" (یعنی تعین اوّل وحدت یا حقیقت محمدیؐ) بلکہ اس کی تفصیل (واحدیت) تک وہ ذات واجب الوجود اپنی آپ "رسول" ہے (کیونکہ یہاں تک مادی تعینات نہیں ہیں۔ تعینات میں غیریت ہے جو اعتباری ہے) اس کے بعد مراتب کونیہ

---

[1] - اس کی وضاحت کے لئے مراتبِ ستہ 'نزول ذات' کا سمجھنا ضروری ہے۔

میں بھی یہی شان رسالت، دیگر صفات کی طرح "بصورتِ فرعِ رسالتِ محمدیہ ؐ" دیگر رسولوں[1] کو عطا ہوئی ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ باقی رسولوں کی رسالت اصل رسالتِ محمدی ؐ کی فرع ہے۔ اسی لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین ابوالانبیا یا نبی الانبیا ؐ ہیں اور باقی تمام انبیاء و رسل علیہم السلام آپ ؐ کے نائب، ماتحت اور تابع ہیں۔ اسی لحاظ سے آپ ؐ نے فرمایا ہے:۔

کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمَ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ ط

ترجمہ: یعنی میں نبی تھا اُس وقت بھی جبکہ حضرت آدم ؑ ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ یعنی بشر کیا۔ ابوالبشر کا بھی وجود نہ تھا لیکن میں تھا اور اصل نبوت ذات، مجھ میں محقق تھی۔

چنانچہ آپ ؐ نے عالم ملکوت، عالم ارواح، ہر عالم میں کارِ نبوت انجام دیا اور آخر میں عالم ناسوت میں یہ فرائض انجام دیئے۔ ہر عالم میں اس عالم کی مناسبت سے حالات، زبان اور صورت متعین رہی۔ تاہم اس کی تفصیل ہمارے علم سے باہر ہے۔ صرف اولیاء اللہ کے ذریعہ جو کچھ معلوم ہوا ہے وہی کتابوں میں

---

[1] ۔ نبی اور رسول۔ دونوں کے معنی پیغامبر کے ہیں۔ پھر بھی ایک باریک فرق ہے۔ نبی یا نبوۃ۔ اونچی زمین کو بھی کہتے ہیں۔ اس لئے اصطلاحاً بعض اوقات یہ مراد لی جاتی ہے کہ جب تک نبی واصل بحق عالم غیب میں ہے وہ بنیاد کے طور پر پوشیدہ رہتا ہے۔ جب اُسے پیغام دے کر دیگر ذیلی عالم یا عالمین کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ تب وہ رسول کہلاتا ہے۔ اس میں چونکہ توجہ مخلوق کی طرف ہوتی ہے لہذا تصوف میں اسے ہجر یا فراق کہتے ہیں۔ لیکن سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ عجیب و غریب ہے دیگر انبیاء و مرسلین کی طرح نہیں ہے۔ وہ ہر وقت واصل بحق بھی ہیں اور برزخ کبریٰ و جامع اکبر بھی۔ عبارت میں نبی و رسول۔ صرف پیغمبر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ دیگر نکات کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔

درج ہے۔ مثلاً حروف مقطعات کے متعلق ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ عالم ملکوت و عالم ارواح کی زبان ہے۔ اور اولیائے کرام نے ان حروف کی شرح بھی بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ بشری کے علاوہ "حقی" اور "ملکوتی" صورتیں بھی تھیں جو یقیناً "صورت ناسوتی" سے مختلف ہونا چاہئیں۔ یہ تمام نتائج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے مستنبط ہوتے ہیں۔ كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْن۔

اس قدر ذہن نشین کر لینے کے بعد اب یہ سمجھنا ضروری ہے کہ آپ کی رسالت کی دو مزید خصوصیات شانِ برزخیت اور شانِ جامعیت بھی ہیں۔ ان خصوصیات رسالت کے ذریعہ، ذات، جامع بین الامرین یعنی دو "متغائر امور" کی جامع ہوتی ہے۔ یہاں ذات خود اپنی صفات کے لئے "رسول" بنتی ہے یعنی انھیں اپنے سے (بحیثیت مجموعی نیز باہم مابین الفروعات) نہ صرف وابستہ بلکہ فعال اور موثر بھی رکھتی ہے۔ مثالاً یوں سمجھیئے کہ سننا اور دیکھنا دو متغائر امور ہیں لیکن دونوں ایک ہی شخص کی ذات میں مجتمع ہیں، دونوں امور (جو حقیقت میں صفات و افعال الٰہیہ ہیں) اسی ایک ذات سے سرزد ہو رہے ہیں اور وہ ذات دونوں میں (بغیر اتحاد و حلول) سرایت بھی کیے ہوئے ہے کیونکہ صفات یا افعال، ذات سے علاحدہ نہیں ہوتے۔ ان معنی میں یہاں ذات اپنی مذکورہ صفات و افعال کی "رسول" ہے۔ بالفاظِ دیگر وہ ذات مع الصفات رہتے ہوئے بعض صفات و افعال کو نہ صرف ظہور میں لانے بلکہ انھیں

---

[1] ہمیں صرف ان کے "اثرات" نظر آتے ہیں اور ذات حق پوشیدہ رہتی ہے۔ اسی لئے ہم صفات و افعال حق کو حق سے جدا سمجھتے ہیں۔

منظم و موثر رکھنے کا باعث ہے۔ اور یہ اس کی "صفت رسالت" اور "برزخیت" ہے۔ جیسے انگلیوں کے لئے ہتھیلی یا مختلف اعضا کے لیے جسم یا جسم کے لئے روح ہے۔ اسی طرح عالم کبیر یعنی کائنات کے لئے نور محمدی یا روح محمدی ہے۔ اس برزخیت اور جامعیت کی خصوصیات کا خلاصہ یہ ہوا :۔

۱۔ کہ رسالت حضور صلعم کی عالمین کے اجزا یا امور مختلفہ کو ہستی یا ظہور عطا کرنے کا سرچشمہ ہے

۲۔ صفات یا اجزا یا فروع وغیرہ میں بحیثیت ذات، کلی، یا اصل کے شامل اور ساری (حلول یا اتحاد کے بغیر سرایت کیے ہوئے) ہے۔ (اور اپنے اصل مقام جو سرالاسرار یا نورالانوار پر بھی قائم ہے۔ یعنی سریان مذکور سے خود اس کے اصل وجود یا صفات میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔

۳۔ وہ انھیں جمع، منظم، فعال یا مؤثر رکھتی ہے۔

بہ الفاظ دیگر، مذکورۂ بالا امور کی وضاحت یوں کی جائے گی کہ انیت ہستی مطلق، امہات صفات کے ساتھ، مرتبۂ احدیت سے "مرتبہ وحدت" میں آئی اور حقیقت محمدی کہلائی۔ یہ حقیقت محمدی دراصل انیت وحدت ذات ہی ہے جو پہلے لباس یا تعین میں (امہات صفات کے ساتھ) اپنے ہی حال کی شاہد بنی ہے۔

اس "انیت ذات" یا "حقیقت محمدی" کی چار شانیں یا جہات ہیں۔

ان چار شانوں میں بھی وہ محدود نہیں ہے۔ اس کی ہر آن نئی شان ہے اور ہر شان اسی ایک کی شان ہے۔ کل یوم ھوفی شان۔ لیکن یہاں اُس کی "شان محمدی" کا ذکر ہے جسے اصطلاحاً وحدت یا حقیقت محمدی کہتے ہیں۔ اس کی بیشمار شانوں کو صرف چار شانوں میں مجتمع سمجھ لیا گیا ہے۔

(۱) اس کی ایک جہت واصل بہ شانِ "الوہیت" ہے۔ (۲) دوسری جہت

بشانِ رسالت ہے۔ (۳) بشانِ برزخیت ہے اور چوتھی (۴) بشانِ عبدہٗ ہے۔

شانِ "الوہیت" میں وہ اِنّیٓ اَنَا اللہُ لَآ اِلٰہَ اِلّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ کہتی ہے۔

(یعنی میں اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں پس میری عبادت کرو) (غور سے کام لیجئے۔ یہ اللہ ہی کی شانِ محبوب یا محبوب تجلّی کہہ رہی ہے۔ نہ کہ اللہ کے علاوہ کوئی دوسری ہستی۔ جو اللہ کی غیر اور اس کے مقابل ہو) اور وہی شان جہت "عبودیت" میں "اناعبدہٗ" کہتی ہے (یعنی میں عبدہٗ ہوں یعنی: ذاتِ حق سے واصل عبد ہوں) یہ شان یا جہت نوری۔ عالم لاہوت سے ناسوت تک بطور" اصل کائنات" موجود ہے۔

عالم ناسوت میں اِس کی وضاحت اقبالؒ یوں کرتے ہیں:۔

عبدہٗ از فہم تو بالاتر است	زانکہ او ہم آدم و ہم جوہر است
عبدہٗ صورتِ گر تقدیر ہا	اندرو ویرانہ ہا تعمیر ہا
لا الٰہ تیغ و دم او عبدہٗ	فاش تر خواہی بگو "ھو عبدہٗ"

یہی انیّتِ وحدتِ ذات بصورت حقیقتِ محمدیؐ، اپنی مفصل صفات وشیون کے لیے "برزخ جامع" اور "رسولِ ذات" ہے اور اپنے شیون وصفات میں نہ صرف خود ظاہر ہے بلکہ اُنھیں فعّال اور موثّر بنائے رکھتی ہے۔ اس کی مرضی واحکام کا مجموعہ اس کی "شریعت" ہے اور اپنی شریعت پر چلانا" ذات بحیثیت رسول" کا کام ہے۔ اس کے لئے اُسے نہ کسی "غیر" کی ضرورت ہے نہ کسی "خارجی قوت" کی حاجت۔ بلکہ خود اس کی مرضی اور ذاتی قوت کافی ہے۔ کیونکہ وہ ہستی مطلق ہی کا تعین اوّل ہے۔

یہ تمام گفتگو مرتبۂ اجمال میں ہے۔ مرتبۂ تفصیل کو کثرت کہا جاتا ہے

مذکورہ بالا بیان سے حسبِ ذیل حقائق ثابت ہوتے ہیں:۔

(۱) رسالتِ محمدی اصل ہے باقی "رسول" اور "رسالتیں" اس کی فرع ہیں۔

(۲) "رسالت" سے صرف "پیام رسانی" مراد نہیں ہے بلکہ اس کے مفہوم میں وہ تمام خصوصیات داخل ہیں جن کا ذکر اوپر خلاصہ میں کیا گیا ہے۔

(۳) ان ہی خصوصیات کی روشنی میں "مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہِ" یا "مُحَمَّدٌ عَبْدُہٗ وَرَسُولُہٗ" کا مفہوم سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ یہ مفہوم رسالت و عبدیت صرف محبوبِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص ہے۔ دوسروں کے لئے نہیں[1]

جو حضرات حقیقت محمدی، رسالت محمدی اور عبدیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس حیثیت میں سمجھیں اور دیکھیں گے اسی کے مطابق الفاظ کا استعمال کریں گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس "دیکھنے" اور "سمجھنے" کی توفیق اللہ ہی دیتا ہے ورنہ انسان "اندھا" اور "جاہل" رہتا ہے۔ ناظرین کو یہ آیت مبارکہ یاد ہوگی۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے:۔

وَتَرَاهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ط

اور آپ (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) انھیں (یعنی منکرین و مشرکین کو) دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ آپ کو نہیں دیکھتے۔

اس میں "دیکھنے" کی تینوں قسمیں بیان کر دی گئی ہیں۔

(۱) حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکین کو دیکھنا۔ (۲) مشرکین کا آپ کے صرف ظاہر کو دیکھنا اور (۳) ایمان و بصیرت کی نظر سے اللہ کی

---

[1] مزید تفصیل آئندہ ابواب میں مذکور ہے۔

مرضی کے مطابق آپ کی شانِ باطن اور آپ کے علو و مراتب کو دیکھنا، سمجھنا اور اس پر ایمان لانا۔

آیۂ کریمہ سے ثابت ہے کہ منکرین جس نظر سے حضورؐ کے ظاہر کو دیکھتے تھے وہ اللہ کی نظر میں پسندیدہ نہ تھا بلکہ اللہ یہ چاہتا تھا کہ وہ آنحضور ختمی مرتبتؐ کی شانِ باطن اور آپؐ کے جملہ کمالات و مراتب باطنی کو بھی چشم بصیرت سے دیکھیں اور اُن امور پر ایمان لائیں۔

چنانچہ وہ "مسلمان" بھی "منکرین" سے کم نہیں جو حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے محض کمالاتِ "ظاہری" کو دیکھتے ہیں یا صرف انہی کا ذکر کرتے اور انہی پر ایمان رکھتے ہیں لیکن آپ کے ان کمالات کو بھول جاتے ہیں جو (۱) انھیں واصل بحق رہنے کی حیثیت سے حاصل ہیں (۲) جن کا تعلق پیدائش آدمؑ سے قبل دیگر عالمین سے ہے اور (۳) جو صرف انھیں کے لئے مخصوص ہیں۔ مثلاً آپؐ کا نور ذاتِ حق ہونا۔ نبی الانبیا ہونا، محبوب حق ہونا۔ برزخ کبریٰ ہونا۔ صاحب لولاک، صاحب معراج، صاحب قوسین واَوْ اَدنیٰ، صاحب معجزات و کمالات حق ہونا۔ خاتم المرسلین ہونا۔ حشر میں شفیع المذنبین ہونا وغیرہ وغیرہ۔

اگر مسلمانانِ امت محمدیؐ کی توجہ حضورؐ اقدس و اطہر کے کمالاتِ حقی پر مرکوز نہ رکھی جائے گی تو قدرتی طور پر وہ ان کمالات کو آہستہ آہستہ بھول جائیں گے اور پھر بدعقیدہ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام میں کمی کریں گے۔ (جیسا کہ آج کل نظر آتا ہے) اور اس طرح مورد عتاب و عذاب الٰہی بنیں گے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالاتِ حقی و خلقی کا ذکر ہمیشہ ضروری ہے۔

بالخصوص کلمۂ توحید میں محمد رسول اللہ کہتے وقت ذہن میں آپؐ کی وہ تمام خصوصیات موجود رہنا ضروری ہے جو اوپر مذکور ہوئیں۔

تمام نہ ہوں تو خاص خاص سہی۔ ورنہ آپ کے کلمہ اور قادیانیوں کے کلمہ میں کیا فرق رہ جائے گا۔

ہمارے اور قادیانیوں کے کلمہ میں فرق

واضح رہے کہ قادیانی مرزائی بھی یہی کلمہ پڑھتے ہیں جو آپ اور ہم پڑھتے ہیں لیکن آدمی کلمہ کے محض الفاظ دہرا دینے سے "مومن" یا "مسلم" نہیں بن سکتا جب تک الفاظ کے صحیح مفہوم پر صمیم قلب سے ایمان نہ لائے اور کلمہ کے مفہوم کو پڑھتے وقت ملحوظ نہ رکھے (وہ مفہوم جن پر اولیا رسلف کا ایمان تھا اور جو اب خال خال مشائخ طریقت کے علم میں بطور امانت محفوظ رہ گیا ہے)

چنانچہ مرزائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے اور وہ محمد رسول اللہ کہتے وقت دل میں "محمد" کی جگہ مرزا غلام احمد قادیانی کا تصور رکھ کر "محمد رسول اللہ" کہتے ہیں۔ اس غلط تصور نے انھیں ایمان و اسلام سے خارج کیا ہے[1]

اب وہ یہ کہہ کر مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم اور تم سب ایک ہی کلمہ پڑھتے ہیں پھر ہم تمہاری طرح "مسلم" کیوں نہیں رہے۔ ہمیں غیر مسلم کہنا بالکل غلط ہے۔ چنانچہ ناواقف مسلمان بھی یہی سمجھنے لگتے ہیں۔ لہذا اس "کسوٹی" کو ہر جگہ کام میں لائیے کہ محض الفاظ کا پڑھنا کافی نہیں جب تک الفاظ کے ساتھ محمد رسول اللہ کا صحیح مفہوم بھی تصور میں نہ ہو۔ کیونکہ صحیح مفہوم ہی مسلم اور غیر مسلم میں بلکہ مسلم اور صحیح مومن میں بھی فرق و امتیاز پیدا کرتا ہے یہی حال لفظ اللہ کے تصور میں ہے جس کا مفہوم جابجا ہم اس کتاب میں واضح کر رہے ہیں۔ اور اگر ضخامت کتاب ھذا نے اجازت دی تو ایک دو باب میں یکجائی طور پر ہم اس پر روشنی ڈالیں گے۔

وما توفیقی الا باللہ۔

---

[1] دیکھو اخبار جنگ مطبوعہ۔ کراچی، جمعہ ۱۶ ر فروری ۱۹۷۹ء صفحہ "آپ کے مسائل"

حصہ اوّل - باب - ۹

فصل - ۱

عبد و عبدہٗ

عبدیتِ عوام - عبدیتِ خواص - عبدیت رحمۃ اللعٰلمین ؐ

عبد کا ترجمہ اُردو میں بندہ ہے - لیکن صرف "بندہ" کہہ دینے سے سرکارِ دوعالم - نورِ مجسم، محبوب ارحم الراحمین - ذاتِ گرامی رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف عالی و کمالاتِ امتیازی واضح نہیں ہوتے جب تک کہ قاری یا سامع کے ذہن میں حقائق مذکور پہلے سے موجود نہ ہوں جس طرح صرف "آدمی" کہہ دینے سے کسی شخص کے امتیازی اوصاف واضح نہیں ہوتے نہ اُسے کوئی پہچان سکتا ہے - نہ اُس کی عزت ہوسکتی ہے - آدمی کی عزت و ذلت کا اندازہ اُس کے اوصاف و اعمال ہی سے لگایا جاتا ہے اور دنیا کے تمام تعلقات و کاروبار - جہاں تک دیگر اشخاص کا تعلق ہے متعلقہ شخص کے مفصل حالات کے علم ہی پر موقوف ہیں اور چونکہ یہ حالات مختلف ہوتے ہیں لہٰذا ہم نے آدمیوں کی تقسیم کی طرح (جس کا ذکر ہم پچھلے ابواب میں کر چکے ہیں) ان کی تقسیم بحیثیت "عبد" بھی تین طبقات میں کی ہے تاکہ نور ذاتِ حق رحمۃ اللعالمین - صلی اللہ علیہ وسلم کی "عبدیت" کا محض ترجمہ پڑھ کر آپ ؐ کا تصور نہ قائم کیا جائے (جیسا کہ کفار و مشرکین - یہود و نصاریٰ وغیرہ کرتے ہیں) بلکہ سچے مومنوں اور عاشقوں کی طرح حضور شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام امتیازی مقامات، انوکھے اوصاف نرالے کمالات، عدیم المثال حالات و واقعات - ظہور نوری سے تمثل بشری

تک۔ خود حضور صلعم ختمی مرتبت کے ارشادات اپنے متعلق اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرمودات اپنے محبوب صلعم کے متعلق۔ غرضیکہ تمام اوصاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے اُن صلعم کا تصوّر قائم کیا جائے۔

دوسری تنبیہہ یہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلعم خلاصۂ موجودات صلعم کے امتیازات کو صرف ملحوظ ہی نہیں رکھنا ہے۔ (کیونکہ عشق و محبت کا حق اس سے ادا نہیں ہوتا) بلکہ آپ صلعم کی عبدیت کا ذکر ہو۔ یا آپ کی رسالت کا۔ یا خاتم النبیین ہونے یا محبوب خدائے قدوس ہونے کا ذکر ہو۔ یا محض آپ کا نام نامی لیا جائے۔ یا سُنا جائے یا پڑھا جائے۔ تو اگر آپ واقعی حضور صلعم سے سچی محبت رکھتے ہیں اور اگر آپ کا دل واقعی حضور صلعم کی محبت سے سرشار ہے۔ تو حضور صلعم کا نام نامی پڑھتے ہی یا سنتے ہی آپ کے جسم میں۔ آپ کے قالب میں۔ آپ کی روح میں۔ ایک برقی رَو دوڑ جائے گی۔ آپ کے جسم کا رُواں رُواں، محبت و ہیبت اور ادب و احترام کے ملے جلے جذبات کے اثر سے کھڑا ہو جائے گا۔ اور آپ کی رُوح جھوم جھوم کر درود وسلام پڑھنے لگے گی۔ اس کے علاوہ وفور شوق و محبت میں آپ کو یارِ غار حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی سنت کی پیروی یاد آجائے گی (جو حقیقتاً خود حضرتِ شفیع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے۔) اور آپ فوراً انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگالیں گے۔ یہ خاص اہل سنّت والجماعت کے عاشقوں کا شیوہ ہے اور اہلِ محبّت ہونے کی نشانی ہے۔ اِسے بدعتِ سَیّئہ کہنے والے اشخاص ابوجہل کی اولاد اور چلتے پھرتے بتانِ فولاد ہیں۔ جن پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ یہ تمام اسلامی فوج کے غدار۔ محسن انسانیت صلعم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان فراموش۔ اُن صلعم کی محبت سے عاری اور ابلیس کے پجاری ہیں۔ ان کے سائے سے بچئے اور اپنی اولاد کو بچائیے۔ ان کی مسجدوں۔ کتابوں۔ بیانوں

اور وعظوں سے بچیئے اور اپنی اولاد کو بچائیے۔ صحیح پیروی خلفائے راشدین رض، صحابۂ کرام رض یا عاشقین عظام رح کی پیروی ہے۔ ان کی پیروی کرنے والی جماعتوں کے ماسوا نئی نئی جماعتیں اور فرقے نئے نئے طریقوں سے دین و ایمان پر ڈاکے ڈال رہے ہیں اور ان کی جانچ کی کسوٹی یہی ہے کہ وہ سب حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو فروغ دینے کے بجائے ادھر اُدھر کے موضوعات کے متعلق بکواس کرتے رہتے ہیں اور ہر اس رسم، طریقہ یا نشانی کو مٹانے کی نیت سے اس کی مخالفت کرتے ہیں جو عشاقِ رسول ص کی جماعتوں میں صدیوں سے رائج ہیں۔

لہٰذا کم از کم نئی نسل کے بچوں کو موجودہ طوفانِ بدعقیدگی و بدمذہبی سے بچائیے۔ انھیں عشاقِ رسولِ کریم ص کے حالات اور واقعات سے روشناس کرائیے۔ ان کی محفلوں میں خود بھی بیٹھیے اور اپنے بچوں کو بھی لے جائیے۔ یاد رکھئے کہ قیامت میں آپ کے اہل و عیال کی دینی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری کا جواب آپ سے لیا جائے گا۔

فصل - ۲

آمدم بر سرِ مطلب

پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ اعمال و نتائجِ اعمال کے لحاظ سے بندگانِ خدا کے تین طبقوں کا ذکر سورۂ واقعہ میں کیا گیا ہے۔

(i) بائیں ہاتھ والے۔ (ii) داہنے ہاتھ والے اور (iii) مقربین ——

(i) سیاہ کار۔ نامقبول بندے ہیں۔ (ii) مقبول بندے ہیں اور (iii) مقربین۔ خاص بندے۔ اور خاص الخاص بندے جیسے انبیائے کرام۔ اولیاء اللہ رح اور دیگر صالحین اُمتِ محمدی وغیرہ

لیکن جہاں نور رب العالمین۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا

معاملہ ہے وہاں ہرگز ہرگز ہمارا اندازِ فکر وہ نہیں ہوسکتا جو عالم امر و خلق میں کسی دیگر ہستی یا شے کے لئے ہوسکتا ہے۔ کیونکہ سرکار رحمتہ اللعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام عظمت، تمامی کائنات سے اعلیٰ ترین اور ممتاز ترین ہے۔ اس کی دلیلوں اور ثبوتوں سے قرآن واحادیث، ملفوظات و تحریرات اولیاء اللہ اور کمترین مصنف کی زیر نظر کتاب الف سے ے تک پُر ہیں۔

حضور رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو "عبد" صرف اللہ یا حضورؐ خود اپنے آپؐ کو۔ بطور عالی ظرفی یا بہ صورت انکسار فرما سکتے ہیں۔ دوسروں کو یہ حق نہیں کہ وہ الغیض "عبد" یا "بندہ" کہیں۔ جیسا کہ اس سلسلے میں قطب عالم، مدار اعظم۔ حضرت شاہ نیاز احمد نیاز بریلوی۔ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

چہ وسعت دادۂ یارب بظرف آں عظیم الشان
کہ اِنّی عبدہٗ گوید بجائے قول سُبحانی

عشق میں تو "عبد" کا مقام بھی بہت۔ بلند ہے۔ "عبدہٗ" کے کیا کہنے۔ عبدہٗ کا مقام۔ محبوبیت کا مقام ہے۔ کمال عظمت و خلت سے بھی اونچا مقام ہے۔ فانی فی اللہ بن کر باقی باللہ بن جانے والوں کے سیّد و سردار۔ آقا و مولا بن جانے کا مقام ہے۔ صاحبؐ معراج کا مقام ہے اپنا کچھ نہ رکھ کر خدائی کا مختار بن جانے کا مقام ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں خود اللہ اور اس کے فرشتے آپؐ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ لیکن آپؐ "عبدہٗ و رسولہٗ" کہے جانے پر فخر کرتے ہیں۔ الفقر فخری پر ناز اں ہیں۔ یہ بڑی ہمت و جرأت کا کام ہے۔ یہ عشق میں بلند ترین مقام ہے، با خدا بن کر لباس عبدیت میں رہنا سنّتِ الوہیت اور ہمرنگی معشوقیت ہے۔ وھو معکم و ھو فی انفسکم کی زندہ مثال اور بولتا نمونہ ہے۔

لا الٰہ الا اللہ محمّد رسول اللہ۔ کے اسرار وہی سمجھ سکتا

ہے جو نحن اقرب الیہ من حبل الورید ۔ وھو معکم ۔
وھو فی انفسکم وغیرہ اور نور الانوار و الطف سر الاسرار کا
عالمِ ہویت سے عالمِ مادیت تک کار فرما رہنے کی فہم رکھتا ہو ۔ نہ صرف
فہم بلکہ مشاہدہ کی نظر بھی رکھتا ہو لیکن یہ دونوں نعمتیں اللہ اور
رسولہٗ و عبدہٗ کے عشق میں فنا ہو کر مل سکتی ہیں جب کہ "محبوب" بھی
"چاہے" ۔

علامہ اقبالؒ عبدہٗ کی شان میں فرماتے ہیں :۔

عبدہٗ از فہم تو بالاتر است | زانکہ او ہم آدم و ہم جوہر است
عبدہٗ صورت گرِ تقدیر ہا | اندرو ویرانہ ہا تعمیر ہا

لا الہ تیغ و دم او عبدہٗ
فاش تر خواہی بگو ھو عبدہٗ

فصل ۳ اس ناچیز نے ایک مختصر سی مثنوی۔ مثنوی بحرِ عشق کے
نام سے لکھی ہے جس کے دو ٹکڑے ۔ عبد و عبد کامل کے عنوانات سے
یہاں درج کیے جاتے ہیں ۔ تاکہ ناظرین کی لذتِ قلب و روح کا سامان ہو سکے
اشعار کو مثنوی کی دُھن میں پڑھیے ۔ کیونکہ خوش الحانی سے (وہ بھی مثنوی
کی دھن میں) لذتِ سماع ۔ شراب چہار آتشہ کی طرح کیف آور بن جاتی ہے۔
ملاحظہ ہو :۔

بندہ و بندگی

(عبد و عبدیت)

یوں تو بندے ہیں خُدا کے کُل بشر | جانور ہیں جو نہیں ہیں راہ پر
دین کی بنیاد ہے عشق نبیؐ | خود خدا کی بھی اسی میں ہے خوشی

"بندہ" ہے وہ. جو بندھے "محبوب" سے
بلکہ مٹ کر دل میں اُس کے گھر کرے

بند ڈھیلا ہو نہ ۔ کَس کر باندھیے
رازِ سربستہ ۔ نہ کھُلنا چاہیئے ۔

"سترِ ظاہر" ہے مگر یہ راز بھی
وہ ہیں ظاہر، اُن کا ہر انداز بھی

حکم ہے اُن کا انھیں سے عشق ہو
تم مَرو بے موت یا زندہ رہو

جس نے سونپی ہے امانت عشق کی
خود وہی رکھیں گے اس کی لاج بھی

عشق ہے بیزار ہونا غیر سے
چھوڑنا کانٹوں کو گل کے واسطے

کارِ مرداں ہے یہ ہمت چاہیے
"بندہ" بننے کو محبت چاہیئے

قبل مَرنے کے جو مَر جائے ۔ جَری
زیب دیتی ہے اُسی کو "بندگی"

"بندگی" ہے "بندہ" بن جانے کا نام
"بندگی" ہے عشق "میں لا کا مقام

جو بندھا ہے یار سے خود یار ہے
جو یہاں ڈوبا وہ بیڑا پار ہے

"بندگی" آنِ وفا ۔ جانِ وفا
راہِ جاناں میں فنا ۔ عینِ بقا

"بندگی" میں ہے یہی سچّی وفا
بھُول کر آئے نہ یاد اپنی اَنا

جب اَنا بھی میری گم ہو گیا رہا
آرزو ۔ ارماں ۔ تمنّا ۔ کیا بچا؟

غیر کیسا ۔ غیریت کس کی رہی
خود بخود "دنیا" ہماری مٹ گئی ۔

"عبد" و "عبد اللہ" کا مطلب سمجھ
جو نہ سمجھا تھا ابھی تک ۔ اب سمجھ

لَا وَ اِلَّا ۔ لَا ۔ اَنا اِلَّا اَنا

اَے غنی، کس نے کہا ۔ کس نے سُنا

عبدِ کامل واکمل

"عبدِ کامل" ایک ہی "بندہ" ہوا
نام جن کا ہے محمدؐ مصطفٰےؐ

کامل واکمل خدا کا آئینہ
نورِ ذاتِ وحق صفات وحق نما

آپؐ ایسے "عبد" ہیں جن پر خدا
مع صفاتِ کاملہ شیدا ہوا

آپؐ ہیں مقصودِ حق، محبوبِ حق
آپؐ ہی کی ہے رضا مطلوبِ حق

"عبدِ اکمل" ہیں محمدؐ مصطفٰےؐ
کل نما ہیں وہ، وہی ہیں جزنما

تخم برگد میں شجر تھا کل نہاں
رائی کے دانے سے پربت ہے عیاں

"عبدہٗ" فانی بحق۔ باقی بہ حق
وہ کتاب اللہ کا زرین ورق

حق بحق ہے، باخدا محبوبؐ حق
ایک ہے۔ قرآں ہوا اُس کے ورق

مخزنِ اسما و کنزِ کل صفات
اصطلاحاً نام جن کا اُمہات[1]

کیں عطا محبوبؐ کو سب ذات نے
کچھ نہ تھا محبوب تر محبوبؐ سے

ذات میں اس سے نہ آئی کچھ کمی
ذات الآنَ کما کان[2] رہی

عشق رہتا ہے اسی کا مقتضی
کچھ نہ رکھ محبوب کو کردے غنی

نام حق کا ہے، محمدؐ ہیں دھنی
سب ہے اُنؐ کا۔ وہ خدا والے سخی

اُنؐ کے بندے بن کے مانگو بالیقیں
کیا نہ دیں گے رحمۃ اللعالمینؐ

بن رہو اُنؐ کے غلاموں کے غلام
عشق میں اُنؐ کے یہ ہے اعلیٰ مقام

---

[1] اُمہات الصفات۔ جو ذات سے کسی وقت الگ نہیں۔

[2] وہ ذات جیسی پہلے تھی اس وقت بھی ویسی ہی ہے۔

خوب "بندہ" ہے خدا کا دل نشیں — جو نہیں دِکھتا۔ مگر ہے ہر کہیں
سیّدِ کُل انبیاؑ و مرسلیںؑ — دل میں ہر "بندے" کے اپنے جانشیں
دل میں، آنکھوں میں، محمدؐ جاں میں — دینِ عاشق میں، وہی ایمان میں
ہیں وہی اِک رحمتہ اللعٰلمین — چھوڑ دے رحمت تو ہستی ہی نہیں
اُنؐ کی رحمت کو نہیں ہرگز زوال — اُن کی رحمت ہے خدائی کا کمال
"پیکرِ رحمت" محمدؐ... لازوال — نورِ ذاتِ حق، خدا ہی کا کمال
اُنؐ کا سب کچھ ہے۔ وہیؐ ہیں آپ سب — "عبد" اُنؐ کا ہی ہے معناً "عبدِ رب"

"بندۂ" "اکمل" حبیبؐ کُل غنی
ہیں وہ محبوبِؐ خدا کُل کے دھنی
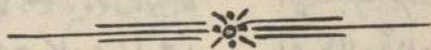
حصۂ اول - باب ۱۰

موت - انتقال - وصال

فصل - ۱

موت (جسے عرفِ عام میں وفات پاجانا یا انتقال مکانی کہتے ہیں) دو قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) ایک وہ جس میں بحکم الٰہی - روح، جسم انسانی کو چھوڑ دیتی ہے لیکن عالم برزخ میں رہتی اور زندگی میں جو اعمال اس سے سرزد ہوئے ہوں ان کی برزخی سزا و جزا میں - ابتدائی پرسشِ نکیرین کے بعد، مبتلا ہوجاتی ہے تا آنکہ بروز حشر دوبارہ جسم کے ساتھ اٹھائی جائے گی اور پرششِ اعمال کے بعد حسب فیصلۂ الٰہی جزا و سزا کی مستحق ہوگی۔ یہ صورتِ حال سب کے لئے عام ہے۔ کلُّ نفسٍ ذائقۃ الموت۔ (۲) دوسری قسم صلحاؒ - شہداؓ، اولیاءؒ انبیاءؑ کی وفات ہے جس میں روح، جسم سے علاحدہ تو ہوجاتی ہے لیکن اس پر اپنا تصرف بحکم الٰہی باقی رکھتی ہے جس سے وہ سڑتا گلتا نہیں[۱] اور مذکورہ ہستیاں قبروں (عالم برزخ) میں زندہ رہتی ہیں۔ انھیں رزق دیا جاتا ہے اور انھیں مُردہ سمجھنے یا کہنے سے قرآن پاک میں منع کیا گیا ہے۔ شہدا کے لئے فرمایا گیا ہے:-

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○	ترجمہ: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں مُردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمھیں خبر نہیں۔

سورۃ ۲ - آیۃ ۱۵۴

---

[۱] الزمر - آیۃ ۳۰ کی تفسیر - تفسیر نور العرفان - حاشیہ ۱۲ - ۱۳

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ سورۃ ۳ آل عمران ۳ - آیۃ ۱۶۹

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انھیں مُردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق پاتے ہیں۔

شہید کی روح زندگی میں مقید رہتی ہے لیکن بعد شہادت آزاد اور طاقتور ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ بعد شہادت اس کی زندگی، دنیاوی زندگی اور زندہ آدمیوں سے زیادہ مکمل ہوتی ہے۔ اکثر شہیدوں کے کارنامے شہادت سے صدیوں بعد بھی محیر العقول دیکھے گئے ہیں۔ ان کے اجسام تو اجسام، کفن کا کپڑا بھی ویسا ہی پایا گیا ہے جیسا بوقت دفن تھا۔

رُوزی یا رزق سے مراد۔ روحانی ثواب نہیں کیونکہ وہ تو ہر صالح مومن کے لئے ہے۔ بلکہ شہیدوں کا رزق جنّت کے میوے، پھل اور وہاں کی پُر استراحت زندگی ہے جس کا صحیح اندازہ ہمارے تصوّر سے باہر ہے۔ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں جنّت کی سیر کرتی ہیں۔ اور حسب منشا کھاتی پیتی ہیں۔ ان کی زندگی کو ہم پوری طرح محسوس نہیں کر سکتے۔ اس لئے شہدار پر "موت" کے احکام کا اطلاق کیا جاتا ہے ورنہ حقیقت میں ان کا "انتقال" ہے "موت" نہیں ہے۔

فصل - ۲

اولیاء اللہ کا وصال "موت" بمعنی روح کا جسم سے الگ ہو کر جسم کی پرورش چھوڑ دینا۔ اولیاء اللہ کے لئے بھی نہیں ہے۔ اُن کی وفات کو (اُن کی حیات کی طرح) واصل بحق ہونا کہا جاتا ہے اس میں ادب و احترام کا پہلو بھی نمایاں ہے۔ کیونکہ اولیاء اللہ۔ حضور

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح وارث، صحیح نائب بلکہ حضور علیہ السلام کے صحیح جانشین ہوتے ہیں (بشرطیکہ وہ اس منصب کے صحیح اہل بھی ہوں، جھوٹے، دنیا دار، پیشہ ور، نشہ کرنے والے۔ مال و زر کے حریص۔ پیر ہوں یا فقیر۔ ہرگز ہرگز اس منصب جلیلہ کے اہل نہیں ہو سکتے۔) صحیح "اللہ کے دوستوں" کو اولیا اللہ کہا جاتا ہے۔ اللہ خود اولیاء کا دوست ہوتا ہے۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا۔ تاہم یہ یاد رہے کہ ہر "مومن" کو "ولی اللہ" نہیں کہہ سکتے۔ صحابۂ کرام رض میں بھی سب کا حال ایک سا نہ تھا۔ (انبیائے کرام ؑ میں بھی بعض کو بعض پر فضیلت تھی۔)

فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "ابو بکر رض تم پر (مخاطب صحابۂ کرام رض ہیں) نماز اور روزوں کی زیادتی سے افضل نہیں ہوئے بلکہ ایک راز کی وجہ سے افضل ہیں۔ جو ان کے سینے میں ڈالا گیا ہے"؛ الفاظ حدیث یہ ہیں: مَا فَضَّلَکُمْ اَبُوْ بَکْرٍ بِکَثْرَۃِ صِیَامٍ وَّلَا صَلٰوۃٍ وَّلٰکِنْ بِسِرٍّ وُقِرَ فِیْ صَدْرِہٖ۔ حدیث میں لفظ سِر موجود ہے یہی "راز" حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا سبب تھا۔

اس "راز" کا بعض دیگر صحابۂ کرام رض کو بھی علم تھا جس کی تفصیل کا ذکر یہاں ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ مختصر یہ کہ راز مذکور بطور امانت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں کی بدولت بسینہ بہ سینہ اور زینہ بہ زینہ مسلسل منتقل ہوتا ہوا ہم اور ہمارے دور کے صحیح العقائد مشائخ کرام تک پہنچا ہے اور تا قیامت یہ سلسلہ اسی طرح قائم رہے گا۔ کیونکہ عرفانِ حق کا راز اور دوستی کا یہ راز دارانہ راستہ نہ کبھی مسدود رہا ہے،

نہ رہ سکتا ہے۔

چنانچہ اولیا اللہ کی مخصوص جماعت ہے۔ جس کے درجات بہت بلند ہیں۔ فرمایا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ــــ

" اللہ عز و جل کے بندوں سے کچھ ایسے بندے ہیں کہ ان پر رشک کھاتے ہیں خدا کے نبیؑ اور شہید رضؓ، صحابہ کرام رضؓ نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ ان کی صفت بتائیے تاکہ ہم انھیں دوست رکھیں۔ فرمایا وہ ایک قوم ہے (یعنی وہ ایک جماعت پر مشتمل ہیں) جو دوست رکھتی ہے ' اللہ کے امر[1] کو۔ بغیر مالوں اور کسبوں کے۔ اِن کے چہرے پُر نور ہیں۔ اور وہ نور کے ممبروں پر ہوں گے۔ جس وقت لوگ خوف کھائیں گے انھیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ اور جس وقت لوگوں کو غم ہوگا انھیں کسی قسم کا غم نہ ہوگا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ٥ اور یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عز و جل کا ارشاد ہے کہ جس نے میرے کسی ولی کو تکلیف دی۔ یا۔ اس سے عداوت رکھی اُسے میں اجازت دیتا ہوں کہ مجھ سے جنگ کے لئے تیار ہو جائے۔

---

[1] یہاں لفظ رُوح اللہ آیا ہے۔ اہلِ اللہ فرماتے ہیں نور اللہ و روح اللہ دونوں سے مراد خود حضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ احادیث میں اول ما خلق اللہ نوری کی طرح اول ما خلق اللہ روحی و عقلی بھی آیا ہے۔ چنانچہ یہاں "امر" سے مراد آپؐ ہی ہیں۔

(من عادی لی ولیا فقد اذ نتہ' بالحرب)
حدیث قدسی ہے۔
مذکورۂ بالآیات واحادیث، اولیا اللہ کی شان ومنزلت واضح کرنے کے لئے بہت کافی ہیں۔ اصطلاحِ تصوف میں ولایت مقامِ قرب وحضور ہے جو اللہ اپنے دوستوں کو عطا فرماتا ہے۔ ولایت سے متعلق اولیاءاللہ کے ارشادات بے شمار ہیں۔ ہماری مستند کتب، جن میں اولیا اللہ کے حالات درج ہیں اُن کی تعلیمات اور ان کے ارشادات سے پُر ہیں۔ انھیں ایمان و محبت کی نظر سے مطالعہ کریں۔ البتہ پہلے اچھی طرح تحقیق کرلیں کہ وہ کتابیں مخالفوں، منافقوں، دہریوں، ملحدوں، اشتراکیوں، کمیونسٹوں سوشلسٹوں، نجدیوں، وہابیوں، مفسدیوں، مغرب پرستوں اور دورِ حاضر کے "ملاؤں" یا "آزاد بے دینوں" تصوف بیزار دینی سوداگروں" "کھو کھلے دنیا پرست" دانشوروں" "خود ساختہ اسلام" کے ٹھیکیداروں وغیرہ کی لکھی ہوئی تو نہیں ہیں۔ کیونکہ محبت سے خالی اعمالِ حسنہ فقط نقالی ہے، اتباعِ شریعت نہیں ہے۔ سرکارِ دوعالم سے عداوت رکھنے والے دشمنانِ دین اور منافقین بھی نمازیں پڑھتے اور دیگر اعمالِ حسنہ کرتے تھے۔ لیکن یہ معیارِ محبت نہ تھا نہ دلیل ایمانی تھی۔ یہ محض دھوکا دینے والی نقالی تھی۔ ہمیشہ رہی اور آج بھی ہے۔ اس سلسلے میں ایک صحیح حدیث یہ ہے :-

کہ " ایک بے دین گمراہ قوم آخر زمانے میں پیدا ہوگی۔ وہ قرآن وحدیث پڑھے گی۔ مگر قرآن وحدیث ان کے حلق سے نیچے نہ اُتریں گے۔ سچے اور خالص مسلمان ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانیں گے ان

کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہوں گی۔ لیکن دل بھیڑیوں
کے مثل ہوں گے۔ ان کے پاجامے ٹخنوں سے اونچے
اور سر منڈے ہوئے ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ ......"
دیکھو کتاب ذکرِ جمیل۔ از علامہ محمد شفیع صاحب اکاڑوی۔ باب حبِ مصطفےٰ۔
مدینہ پبلشنگ کمپنی۔ بندر روڈ۔ کراچی۔

ہمارے اسی شہر میں مذکورۂ بالا تمام نمونوں کی جماعتیں موجود ہیں۔ ان کی بکثرت کتابیں پھیلی ہوئی ہیں۔ رسالے اور اخبار بھی نکلتے ہیں۔ بعض بڑے فصیح و بلیغ مقرر و مبلغ ایسے بھی ہیں جن کے بیانات پر لوگ پروانہ وار نثار ہوتے ہیں لیکن ان میں کوئی صحابۂ کرام رضؓ کا، کوئی اہلبیت کرامؑ کا، کوئی شہید کربلا امام حسین علیہ السلام کا، کوئی صوفیائے کرامؒ کا جانی دشمن ہے۔ بظاہر وہ سب کے ساتھ ہیں لیکن در پردہ ایسی جماعتوں کے رکن ہیں جو یا تو "یزیدی" ہیں یا "فسادی" یا محض "نقّال، منافق" یا یہودیوں اور نصرانیوں کے اعتراضات کو دہراتے رہنے والے ہیں۔ تحقیق و تلاش سے اُنھیں دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ دو چار کتابیں۔ رسالے یا اخباری مضامین پڑھ لئے اور اپنے "طبع زاد اسلام" کا ایک ڈھانچہ یا اپنی "خود ساختہ تعبیرات" کا ایک ذہنی خاکہ۔ یا خول تیار کر کے اس کے اندر بند ہو کر رہ گئے۔ توحید حقیقی اور عشق خدا اور رسولؐ کے پروانوں کی بیش قیمت تحریریں جو عہد نبویؐ سے لے کر آج تک لکھی جا چکی ہیں اور جنھیں دنیا کے کروڑوں صوفیائے کرام اور مشائخ عظام مشعل ہدایت سمجھتے ہیں اور جنھیں ایمان، اسلام، احسان اور عشق و عرفان کا بیش بہا خزانہ سمجھ کر وہ اپنے سینوں سے لگائے ہوئے ہیں۔ ان کتابوں۔ تحریروں، بالخصوص بزرگان سلاسل قادریہ

چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، شطاریہ، رفاعیہ وغیرہ کے اکابر صوفیہ ومشائخ کی تحریروں سے دورِ حاضر کے برادرانِ اسلام استفادہ کیوں نہیں کرتے۔ ان کے بیش بہا خزانوں کو چھوڑ کر۔ ان غیر مسلم مستشرقین کی کتابوں کو مستند سمجھنا جو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے یا ان "احسان فراموش" "غدار مسلمانوں" کی تحریروں پر عمل کرنا جن کے دلوں میں حضور محبوب رب العلمین رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت یا اُن کا ادب و احترام ذرہ برابر بھی نہیں ہے۔ کہاں کا "اسلام" ہے۔ اور اب تو یہ "غدار اُمتی"۔ امت محمدی کے باوفا و جاں نثار سپاہیوں، محسنِ انسانیت کے مخلص عاشقوں۔ باادب فرمانبرداروں سے خواہ مخواہ اُلجھتے ہیں۔ صوفیوں اور درویشوں سے مفت کا بیر رکھتے ہیں مسجدوں میں ملازم ہوکر، لاؤڈ اسپیکروں پر مغالطات بکتے اور دیگر فرقوں کے بزرگوں کے عقائد و اعمال پر اعتراضات کر کے ان کی دل آزاری کرتے ہیں جس سے اکثر فتنہ وفساد کی آگ بھڑک اُٹھتی اور امن عامہ درہم برہم ہوجاتا ہے۔ لیکن یہ حضرات باز نہیں آتے۔ خدا انھیں نیک توفیق عطا فرمائے۔

آمدم برسر مطلب | میں جوش عشق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے موضوع سے ذرا ہٹ گیا۔ انما الاعمال بالنیات۔ مندرجہ بالا آیات واحادیث سے اولیاء اللہ کا مقام عظمت واحترام بخوبی واضح ہوجاتا ہے۔ اور شہدا سے بہتر ان کی حیات ابدی ثابت ہے۔ بالخصوص مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ الفاظ کہ "اللہ عزوجل کے بندوں سے کچھ بندے ایسے ہیں کہ ان پر رشک کھاتے ہیں خدا کے نبی اور شہید رض ...... اُن کے چہرے پُرنور ہیں

.... وہ نور کے ممبروں پر ہوں گے ...... انھیں کوئی
غم اور خوف نہ ہوگا .... (پھر اسی سلسلے میں)
حضورؐ کا یہ آیتہ پڑھنا۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ
لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ٥..... وغیرہ

صاف اور صریح طور پر اولیاء اللہ کی دوامی زندگی اور ان کی شان ومنزلت کو۔ جو اللہ ورسولؐ میں ان بزرگوں کی ہے۔ کما حقہ، ثابت کر رہے ہیں یہ ضرور ہے کہ حدیث مذکور "کچھ بندے ایسے ہیں جن پر رشک کرتے ہیں خدا کے نبی اور شہید" فرمایا گیا ہے لیکن آیتہ جو نقل ہوئی ہے اس میں بحیثیت مجموعی تمام اولیاء اللہ کا ذکر ہے۔ آیتہ کریمہ مطلق ہے اور دُہری تاکیدوں کے ساتھ ہے اس میں کسی قسم کا استثناء یا تخصیص نہیں ہے۔ مزید تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ ان عنوانات پر متعدد کتب موجود ہیں ان کا مطالعہ کیجیے۔[1]

جب شہداءؓ وصالحینؓ اور اولیائے کرامؓ اُمّت محمدیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ درجات ہوں تو انبیاء ومرسلین کے درجات لازماً ان سے بلند ہوں گے (اور یقیناً ہیں جیسا کہ آئندہ فصل میں بیان ہوگا) ...... ان کے مقابلے میں سید الانبیاء وپیشوائے مرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات عظمت و احترام کو آپؐ کے ماتحت رسولوں اور ان کے خدّام الخدام یا اُمتیان محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر سمجھنا (العیاذاً باللہ) منافقانہ وکافرانہ ذہنیت سے بھی بدتر ذہنیت ہے۔ اور حضور سرکار رحمت اللعالمین

---

[1] میرا" مضمون "عظمت اولیا اللہ اور اقبالؒ" ماہ نامہ ندائے حق" لاہور میں جولائی ۱۹۶۰ء تا ستمبر ۱۹۶۰ء مسلسل شائع ہوا ہے۔ انشاء اللہ عن قریب کتابی صورت میں شائع کیا جائے گا۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو زندۂ جاوید نہ سمجھنا بلکہ اُنھیں صرف ایک "معمولی بشر" سمجھنا اور آپؐ کے تمام "ما فوق البشریت" فضائل وکمالات کو نظرانداز کر دینا جیساکہ آج کل ابن وہاب اور اس کے ماننے دیگر مخالفین کے معتقدین سمجھتے اور لکھتے ہیں. غداری اور پاگل پن کی بدترین مثالیں ہیں. بلکہ ایسے تمام افراد "غدار محبوبِ خدا" اور مرتد ہیں۔

اسلامی سلطنت میں ان دشمنانِ محبوبِ خدا کے منھ میں کم ازکم خار دار لگام دینا حکومت کا اوّلین فرض ہے۔ ورنہ قیامت میں وہ کیا جواب دے گی۔

فصل -۳-

انبیائے کرامؑ کا وصال

انبیاء کرام علیہم السلام کا درجہ ہر لحاظ سے شہدائے کرامؓ اور اولیاؒ اللہ سے بالاتر ہے۔ لہٰذا انتقال سے متعلق وہ تمام حقائق جو شہدائے کرام اور اولیاء اللہ سے متعلق اوپر فصل (۱) و (۲) میں مذکور ہیں۔ انبیائے کرامؑ کے لئے بدرجۂ اولیٰ درست وصحیح ہیں بلکہ ان سے زیادہ ہی وہ "حیات دوام" اور دوامی انعامات پاتے ہوں گے جن کا کامل بیان کرنا یا سمجھنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔

انبیائے کرامؑ آپس میں ملتے اور کلام کرتے ہیں. معراج میں ہمارے آقا ومولا، سردار انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت موسٰیؑ سے بار بار ملنا اور نماز کے متعلق گفتگو کرنا ثابت ہے۔

مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں حضور سرور کائنات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں تمامی انبیاء ومرسلینؑ کا باجماعت نماز ادا کرنا ثابت ہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھا لیا جانا قرآن پاک سے ثابت ہے۔ اگر حضرت خضرؑ کو پیغمبر نہ مانا جائے تو ان کا شمار زندۂ جاوید اولیاء اللہ میں ہوگا۔ بہر حال ان کی زندگی ثابت ہے۔

انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں اور اولیاء محفوظ۔ انبیائے کرامؑ کے علاوہ دیگر کسی جماعت کی عصمت کی ضمانت حق تعالےٰ نے نہیں دی لہٰذا ان کا درجہ شہداءؓ و اولیاءؓ اللہ سے بلند تر ہے۔

تقریباً ہر نبی کو اس کی اُمت نے حقارت سے "بشر" کہا اور اُسے جھٹلایا اور ان امور جہالت پر اللہ عز و جل کی طرف سے اُن پر عتاب و عذاب نازل ہوا ہے۔ انبیاء کرامؑ اور دیگر مقربین کو اللہ نے اپنی نشانیاں اور صداقت اسلام کی دلیلیں قرار دیا ہے۔

آسمانی کتب اور صحیفے وغیرہ صرف انبیاءؑ و مرسلین پر نازل ہوئے ہیں۔ شریعتیں ان ہی سے منسوب ہوتی رہی ہیں۔ وحی نبوت اُن ہی کے لئے خاص ہے۔ احکام خداوندی کے پہنچانے میں ان سے سہو، خطا و نسیان محال ہے۔ وہ خصائل رذیلہ سے پاک ہوتے ہیں۔ ہر نبی کی تعظیم و توقیر فرض عین ہے۔ ان کی ادنیٰ اسی توہین و تکذیب بھی کفر ہے۔ ان کی وفات۔ اللہ سے وصال ہے لہٰذا وہ زندۂ جاوید ہوتے ہیں۔ اور زمین پر ان کے اجسام طاہرہ کا کھانا حرام ہے۔

مختصر یہ ہے کہ شہداء و صالحین رضؓ اور اولیائے کرام رضؓ کی طرح، بلکہ اُن سے بہتر طور پر۔ انبیائے کرامؑ زندۂ جاوید ہوتے ہیں اور مقربین کو نظر بھی آتے ہیں۔ عمومی نظروں سے پوشیدگی معدومیت کی دلیل نہیں ہوتی۔

فصل ۴

وصالِ سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

کسی خیال کی وضاحت کرنے یا اس کے سمجھنے سمجھانے کے لئے دو امور کو مشترکہ طور پر ذہن نشین کرنا یا کرانا ضروری ہوتا ہے۔ (اول) لفظ اشارہ یا کنایہ۔ (دوم) معنیٰ یا مفہوم جو نمبر اول کا اصل مقصود ہوتا ہے۔

حضور سرکارِ دو عالم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا امتیازی مقامِ رفعت و منزلت۔ اس امر کا مقتضی ہے کہ حضورؐ سے متعلق ہر بات پر حضورؐ کے جاں نثار امتی کمالِ محبّت اور پوری توجہ کے ساتھ غور کیا کریں۔

الفاظ موت، وفات، انتقال۔ وصال وغیرہ کا عام مفہوم تو ایک ہی ہے تاہم یہ الفاظ ان حضرات یا اشخاص کے درجاتِ منزلت کی نشان دہی بھی کرتے ہیں جن کے لئے انھیں استعمال کیا گیا ہو۔

عام مفہوم تو فقط کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ۔ کو ظاہر کرتا ہے کہ ہر شخص کو موت آتی ہے یعنی جسم سے روح کو الگ ہونا ہے۔ لیکن ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ عام آدمیوں کی روح جسم سے علیٰحدہ ہونے کے بعد اس پر اپنا تصرف چھوڑ دیتی ہے لیکن صلحاءؒ، شہداءؒ، اولیاءؓ اور انبیاءؑ کی روحیں ان کے مقدس اجسام پر بحکمِ الٰہی۔ اپنا تصرف اسی طرح جاری رکھتی ہیں جس طرح ان کی ناسوتی زندگیوں میں رکھتی تھیں۔ لہٰذا ان مقدس ہستیوں کی "وفات" صرف عام نگاہوں سے پوشیدگی ہے۔ اور کچھ نہیں۔ نہ وہ معدومیت ہے۔ نہ عام آدمیوں کی "موت" ہے۔ یعنی اُن بزرگوں پر "کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ" کا اثر صرف برائے نام ایک آن کے لئے

ہوتا ہے اور فوراً ہی زندگی کا عمل جاری ہو جاتا ہے۔ اگرچہ عام نگاہوں میں ان کے پاک اجسام "مردہ" نظر آتے ہیں۔ صالحین رح، مومنین رح، اولیاء رض انبیاء۔ دنیا کی ظاہری زندگی میں بھی اللہ سے واصل ہوتے ہیں اور "پردۂ ظاہری" کے بعد بھی واصل بحق اور بھی بہتر صورت میں رہتے ہیں۔ اسی لئے ان کی "وفات ظاہری" پر کہا جاتا ہے کہ ان کا وصال ہوگیا۔ یا فلاں نے پردا فرمالیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اور چونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم محبوب خدا تھے لہٰذا حضور ص کی ہر شان نرالی، ہر ادا انوکھی اور ہر بات "مخلوق" سے جداگانہ، امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ آپ ص کا پردۂ ظاہری فرمانا۔ کئی امتیازی امور کا مجموعہ ہے۔ یہی ہونا بھی چاہیئے۔ کیونکہ انبیائے کرام ع حضور ص کے نائب اور اولیائے عظام رض حضور ص کے امتی غلام ہیں۔ ان کے امتیازات عمومی اور سرکار دو عالم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازات کو خصوصی ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ اس کی تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

اگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو ایک آن کے لئے بھی آپ ص کی روح مبارک قبض نہ کی جاتی اور آپ ص کو خضر ع۔ الیاس ع اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمان پر اٹھا لیا جاتا۔ لیکن یہ مذکورہ تینوں حضرات سے ممتاز شان نہ ہوتی۔ امتیازات تو یہ ہوئے کہ (ا) حضور ص نے اپنی مرضی سے حضرت عزرائیل ع کو قبض روح کی اجازت عطا فرمائی[1] اور (اا) پردۂ ظاہری فرما کر عالم ناسوت سے عالم بالا تک نوری حکمرانی (بمقتضائے مشیت ربانی) کرتے رہنا پسند فرمایا[2] کیونکہ آپ نور خدا ہی تھے۔ لہٰذا ازل سے ابد تک

---

[1] مشکوٰۃ۔ باب وفات النبی ص۔

[2] دلائل سے زیر نظر تصنیف پُر ہے۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت سے کسی بھی انسان کی روح

باقی اگلے صفحہ

عالم لاہوت سے عالم ناسوت تک، ہر عالم میں بیک وقت ظاہر و موجود رہنا آپ ؐ کی ذاتی صفت ہے۔ جو آپ ؐ کی ذات نوری سے علاحدہ باور نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ آپ ؐ کی "حقیقت نوری" کو (نہ کہ آپ ؐ کے "تمثل بشری" یا "تعین شخصی کو) ہستی حقیقی (خدا) سے جدا مانا جاسکتا ہے۔ ورنہ خدا کو بے نور ماننا ہوگا۔ اور اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض۔ خدا نخواستہ غلط ہو جائے گا۔ لہٰذا آپ ؐ کی حقیقت اور آپ کا تشخص یا تمثل بشری دو الگ چیزیں ہیں جن میں حقیقت اصل ہے باقی فرع ہے۔ اسی لئے قرآن پاک میں جہاں اللّٰہ و رسول ساتھ ساتھ آیا ہے وہاں اللّٰہ اور نور حقیقت محمدی مراد ہے۔ جو بحیثیت رسول دور ہو کر بھی ہمیشہ قرب و حضور کی دولت سے مالا مال ہے یعنی بحیثیت رسول بھی وہ نور خدا ہیں اور لاہوت سے ناسوت تک اور ناسوت کے علاوہ بھی ہر حال، ہر عالم، ہر صورت میں۔ قیامت تک وہ نور خدا رہیں گے۔ خدا سے جدا، صرف اُن کا عارضی و اعتباری تمثل و تعین ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ بھی جدا نہ تھا۔ من رآنی فقد رای الحق۔ یا رای اللّٰہ سند ہے۔ اور روایت کے لئے صورت ضروری ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ اللّٰہ کی کوئی صورت نہیں ہے اور تمام صورتیں اسی سے ہیں۔

اسی لئے جہاں خدا کو الظاہر کہا گیا ہے وہاں اُس سے نورِ حقیقت محمدی بلکہ ذاتِ محمدی مراد ہے۔ اور وہی بالفعل ہے۔ اور ہو الباطن میں نورِ حقیقت محمدی

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ـــــ یا آنا معدوم نہیں ہوتی۔ پھر نور محبوب خدا۔ یا آپ ؐ کا جسمانی تمثل۔ یا آپ ؐ کا تقرب الٰہی یا آپ ؐ کی نورانی حکمرانی یا معجزات و تصرفات۔ یا ادب و احترام وغیرہ کیونکر ختم ہو سکتے ہیں۔ آپ ؐ کے زندہ رہنے اور عبادات و تصرفات سے متعلق محدثین نے بے شمار احادیث بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے کئی احادیث کتاب ہذا میں مذکور ہیں۔ حالانکہ صرف نور خدا ہونے کی دلیل۔ اہل ایمان کے لئے کافی ہے۔

[1] رسالت کے متعلق دیکھو حصۂ اول باب ۸۔ کتاب ہذا

بالقوۃ ہے۔ ورنہ الباطن کو بے نور کہنا لازم آئے گا۔

لہٰذا

جہاں حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمالینے کا ذکر ہو۔ وہاں یہ سمجھنا صحیح عقیدہ ہوگا کہ حضورؐ کے عارضی و اعتباری تمثل بشری۔ نے ہم سے پردا فرمالیا ہے۔ ورنہ وہ ہمیشہ کی طرح مع جسم و صورت آج بھی زندہ۔ موجود اور متصرف بہ امور عالم ہیں۔ اور اس ضمن میں جو کچھ گزشتہ فصول میں اولیاءؓ شہداءؓ اور انبیاء کرام سے متعلق بیان ہوا ہے اس سے لاکھوں گنا زیادہ امتیازات خصوصی کے ساتھ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صحیح ہے۔

فصل۔ ۵

اب میں مزید مفسرینؒ و محدثین وغیرہ کے الفاظ درج کرتا ہوں تاکہ میرے بیان کو تقویت اور قارئین کرام کے ایمانوں کو جلا حاصل ہو اور وہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کی استواری اور آپؐ کے ادب و احترام کی پختگی کا مزید سبب بن سکے۔ کیونکہ انہی امور پر ہماری مغفرت کا دارومدار ہے۔

علامہ امام قسطلانی شارح صحیح بخاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپؐ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اور یہی حال تمام انبیائے کرام کا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ ان کی ازواج پر عدت نہیں۔ (کیونکہ وہ زندہ ہیں) ...... الخ۔

امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں:۔

"انبیائے کرام حیات میں شہداء سے اولیٰ۔ اجلّ اور اعظم ہیں اور بلاشک وشبہ اللہ تعالےٰ نے ہر نبی میں نبوت وشہادت دونوں وصفوں کو جمع فرمایا ہے......"

علامہ قرطبیؒ اپنے شیخؒ سے نقل فرماتے ہیں :-

"کہ موت محض نابود ہوجانے کا نام نہیں ہے بلکہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال کا نام ہے۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ بے شک شہداء اپنے قتل ہونے اور موت کے بعد زندہ ہوتے ہیں۔ کھاتے پیتے اور شاد ومسرور ہوتے ہیں اور یہی دنیا میں زندوں کی صفت ہے۔ تو جب شہداء کا یہ حال ہے تو انبیائے کرامؑ زندہ ہونے میں ان سے بہت زیادہ افضل و اولیٰ ہیں۔ اور بے شک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ زمین انبیاء کرامؑ کے اجسام مبارکہ کو نہیں کھاتی اور بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات بیت المقدس میں تمام انبیائے کرام کے ساتھ جمع ہوئے ہیں اور آپؐ نے موسیٰ علیہ السلام کو اُن کی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اور آپؐ نے فرمایا ہے کہ آپؐ ہر اس شخص کو سلام کا جواب دیتے ہیں جو آپؐ پر سلام بھیجے اور اسی طرح وہ تمام امور جو (عام آدمیوں کے لیئے) موت سے منقطع ہوجاتے ہیں وہ انبیاء کو حاصل ہوتے ہیں (تو پھر سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خود اندازہ لگا لو کہ کتنی اعلیٰ وافضل صورت ہوگی) کیونکہ ان کی (یعنی انبیاء کرامؑ کی) موت۔ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتی کہ وہ ہم سے پردہ فرماجاتے اور ہم ان کو نہیں دیکھتے۔ اگرچہ وہ زندہ

موجود ہوتے ہیں ...... وغیرہ وغیرہ"۔

علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی رح فرماتے ہیں :۔

"فتاوی رملیہ میں ہے کہ انبیاء و شہداء رض اور علماء نہیں آزمائے جاتے اور انبیاء و شہداء اپنی قبروں میں کھاتے پیتے اور نماز پڑھتے روزہ رکھتے اور حج کرتے ہیں (زرقانی علی المواہب)

امام قسطلانی اور علامہ زرقانی رحمتہ اللہ علیہما فرماتے ہیں :۔

"بلا شک و شبہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات ثابت شدہ۔ حقیقی و یقینی اور دوامی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے افضل ہیں۔ نصوص اور اجماع کے ساتھ۔ تو لازم و ضروری ہے کہ آپ کی حیات بھی تمام انبیاء کرام کی حیات سے اکمل واتم ہو" (زرقانی علی المواہب)۔

شیخ المحدثین حضرت شاہ عبدالحق رح محدث دہلوی فرماتے ہیں :۔

" انبیائے کرام کی حیات پر سب علماء کا اتفاق ہے کسی ایک کو بھی اس میں اختلاف نہیں ہے اور حیات جسمانی ، دنیاوی (یعنی دنیا کی طرح) اور حقیقی ہے۔ نہ کہ روحانی اور معنوی "۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :۔

اس اختلاف و کثرت مذاہب کے باوجود۔ جو علماء امت میں ہے اس مسئلے میں کسی ایک کو بھی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی زندگی کے ساتھ۔ بے شائبہ مجاز و توہم تاویل۔ زندہ۔ دائم اور باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔"

حضرت شیخ سعدیؒ نے فرمایا: ؎

تو اصل وجود آمدی از نخست
دگر ہر چہ موجود شد فرعِ تست

کیا یہ ممکن ہے کہ جڑ خشک ہو جائے اور درخت ہرا بھرا رہے
اسی طرح یہ ناممکن ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک
کا تاجدار باقی نہ ہو اور کائنات باقی رہے۔

سیّد الطائفہ امام الاولیاء حضرت جُنید بغدادی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"جو اپنے نفس کے ساتھ زندہ ہے وہ روح کے نکل جانے سے مردہ ہو جاتا ہے۔ اور جو اپنے رب کے ساتھ زندہ ہے وہ نہیں مرتا بلکہ وہ حیات طبعی سے حیات اصلی و حقیقی کی طرف انتقال کرتا ہے۔

جب شریعت کی تلوار سے قتل ہونے والا زندہ ہے اور رزق دیتا جاتا ہے تو جو صدق و حقیقت (اور عشق و محبّت حُقیقی) کی تلوار سے قتل ہوتا ہے وہ کتنی اعلیٰ زندگی کے ساتھ زندہ ہوگا۔" (تفسیر روح البیان)

اب حیات النبیؐ۔ آپؐ کے اور دیگر انبیاء کرام کے اعمال مبارکہ بعد از وفات اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام سے متعلق سرکردہ علماء دیوبند کے عقائد بھی سُن لیجئے :۔

مولوی انور شاہ صاحب کشمیری صدر مدرس دیوبند فرماتے ہیں :۔

"امام مالکؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام آپؐ کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی لازم ہے جیسا کہ آپ کی حیات میں تھا۔ اور امام بیہقی نے حضرت انسؓ

سے روایت کی اور اس کی تصحیح بھی کی اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کی جلد ساد س میں اس کی موافقت کی ہے کہ کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) بیشک تمام انبیائے کرامؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ معنے اس حدیث کے یہ ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح عبادت طیبہ اور افعال مبارکہ سے معطل نہیں ہوتیں۔ بلکہ اپنی قبروں میں اسی طرح عبادت کرتی ہیں جس طرح ظاہری حیات میں نماز، روزہ، حج وغیرہ کرتی تھیں۔ اور اسی طرح اُن کے تابعین کا حال ہے۔ علیٰ قدر مراتب ؛"

(ماخوذ از ذکر جمیل بحوالہ فیض الباری)

مولوی محمد قاسم صاحب۔ بانی دار العلوم دیوبند تو اس مسئلے میں بہت زیادہ آگے ہیں۔ وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موت کی نفی کرتے ہیں اور آپؐ کی روح اقدس کے قبض ہونے کے قائل ہی نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک آپؐ کی "موت" فقط آپؐ کا عام لوگوں کی نگاہوں سے مستور ہو جانا ہے۔ چنانچہ ان کا رسالہ آب حیات۔ اسی مضمون سے لبریز ہے۔" (ذکر جمیل ص۵۵)

"حیات نبویؐ صلی اللہ علیہ وسلم دائمی ہے۔ ممکن نہیں کہ آپؐ کی حیات زائل ہو جائے ......"

"....... اسی لئے ازواج نبویؐ اور اموال نبویؐ بدستور آپؐ کے نکاح اور (اموال) آپ ہی کی ملک میں باقی ہیں اور اغیار کو اختیار نکاح ازواج اور وُرثہ کو اختیار تقسیم اموال نہیں۔ بالجملہ "موت" انبیاء اور موت عوام میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہاں (یعنی انتقال انبیاء میں) استتارِ حیات

زیرپردۂ موت ہے۔ اور یہاں (یعنی عوام کی موت میں)
انقطاعِ حیات۔ بوجہ عروض موت ہے۔" (آبِ حیات)

یعنی انبیاء کرامؑ کی موت سے اُن کی حیات منقطع نہیں ہوتی۔ وہ صرف ظاہری نگاہوں سے پردا فرما لیتے ہیں۔ اور عوام کی موت سے اُن کی حیات منقطع ہو جاتی ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال
اب تک برابر مسلسل ہے۔ اس میں انقطاع۔ یا تبدّل و تغیّر۔
جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا۔ واقع نہیں ہوا۔"
(ذکرِ جمیل بحوالہ آبِ حیات)

چنانچہ مصنّف ذکرِ جمیل۔ بسلسلۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دلائل کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں :۔

"ایک تو وہ روایت ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ جس
نے میرے مرنے (پردا فرما لینے) کے بعد میری زیارت کی۔
تو گویا اُس نے جیتے جی میری زیارت کی۔
دوسرے وہ روایت جس کا یہ مضمون ہے کہ جس نے
حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اُس نے مجھ پر جفا کی۔ تیسرے وہ
روایتیں جن سے انبیاء کا قبور میں نماز پڑھنا ثابت ہے۔
چوتھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بالخصوص قبر میں نماز پڑھنا
ثابت ہے۔ پانچویں معراج کی روایت جس سے انبیاء گزشتہ
کا رسول اللہ کے پیچھے نماز پڑھنا۔ آسمانوں میں ان سے
ملاقات ہونا۔۔۔ آیات میں ایک یہ آیتہ ہے :
وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ
لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ؀

ترجمہ: اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمھارے پاس حاضر ہوں۔ پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسولؐ ان کی شفاعت فرمائے۔ تو وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں [۱]۔

اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ آپؐ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے اُمتی ہوں۔ پچھلے تمام اُمتیوں کے لئے بھی آپؐ کا وجود رحمت ہے۔ ان کا آپؐ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ آپؐ قبر میں زندہ ہوں۔ اور اگر اہل عصر ہی کے ساتھ یہ فضیلت مخصوص تھی تو یہ آیۃ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ (یعنی نبیؐ کریم مومنین کے لئے ان کی اپنی جان سے بھی زیادہ مالک ہیں۔ اور حضورؐ کی ازواج مطہرات مومنوں کی ماں ہیں۔ یہ ان دونوں آیتوں کے مفہوم کا خلاصہ ہے۔ مُصنف)

"یہ دونوں جملے جُدا جُدا آپؐ کی حیات (دائمی) پر ایسی دلالت کرتے ہیں کہ انشاء اللہ قرآن کے ماننے والوں کو تو گنجائش انکار رہتی نہیں۔" ماخوذ از رسالہ آبِ حیات

---

[۱]۔ تفسیر نور العرفان کے حواشی (صفحہ ۱۳۸ پر) ضرور دیکھئے۔ مدینہ منورہ نہ پہنچنے والے حضورؐ کی طرف دل سے توجہ کریں۔ اُن کی رحمت سے یہی کافی ہو گا۔ انشاء اللہ۔

مصنفہ مولوی محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دیوبند۔ جسے یہاں کتاب ذکر جمیل مصنفہ حضرت علامہ محمد شفیع اکاڑوی صاحب سے لیا گیا ہے۔ (مصنف)

ہم نے ان آیات کا ذکر متعدد مقامات پر اپنی زیرِ نظر تصنیف میں کیا ہے۔ اب ناظرین مولوی محمد قاسم صاحب کے ماننے والوں سے دریافت کر سکتے ہیں کہ وہ یا دیگر مخالفین حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو زندۂ جاوید کیوں نہیں سمجھتے؟ اور اگر سمجھتے ہیں تو حضورؐ کا ادب و احترام مثل زندہ وموجود کیوں نہیں کرتے؟ پردا فرمالینے کو "موت"۔ "قبر" کو عام آدمیوں کی طرح "زمین کا گڑھا"۔ حضورؐ کی "وسعت ہستی" کو خود اپنی "محدود جسمیت" کی طرح محدود۔ کیوں سمجھتے ہیں؟ آیات قرآنی جن حقائق کو ثابت کر رہی ہیں۔ اُن کا انکار کر کے وہ "مسلم" کس طرح رہ سکتے ہیں؟ اس پر دیدہ دلیری یہ کہ صحیح العقائد اہل سنّت حضرات اور اُن کے علاوہ عشاق صادقین اولیاء اللہ کے معتقدین سے صلوٰۃ و سلام کے سلسلے میں ہر وقت کیوں اُلجھتے ہیں؟ اسی کا نام ہٹ دھرمی۔ چوری وسینہ زوری ہے۔ صحیح معنوں میں یہی لوگ "اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں" اور یہی لوگ اس آیۂ کریمہ کے مصداق ہیں جو اوپر گزری یعنی ولو انھم اذ ظلموا انفسھم..... الخ ان ہی پر لازم ہے کہ وہ پہلے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی اور خوش کریں۔ انھیں اپنا شفیع آج اور اسی وقت بنا کر توبہ کریں۔ تب ہی وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحیم پائیں گے۔ اُن کی توبہ ان ہی شرطوں کے ساتھ قبول ہو سکتی ہے جو آیۃ میں مذکور ہیں ــــ اب بھی انکار پر اڑے رہنا فعل شیطانی ہوگا۔ اور دل سے اقرار کر کے عمل کرنا اسلام اور جنتی بن جانے کا یقینی سامان ہوگا۔

اللہ و رسول ؐ رحم فرمائیں۔

تنبیہہ : وفات و وصال نبوی ؐ کے سلسلے میں یہ اوراق سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے "تمثل بشریت" یعنی " تشخص ظاہری" سے متعلق ہیں۔ آپ ؐ کی "برزخیت" اس سے بلند اور آپ ؐ کی حقیقت اس سے بھی اعلیٰ و ارفع حیثیت رکھتی ہے۔ جس پر ہماری پوری کتاب روشنی ڈال رہی ہے

ع وہی نور بن کر زمانے پہ چھائے
وہی دیں نظر بھی۔ نظر تا کہ آئے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے صحیح معانی سمجھو تاکہ ایمان درست ہو۔ کلمۂ توحید کا "صرف رسمی ترجمہ" کافی نہیں ہے۔ کچھ شمہ برابر شرح عارفانہ اس کتاب کے حصۂ دوم میں کی گئی ہے۔ پڑھو اور ایمان لاؤ۔ وہی کام آئے گا۔ آئندہ تم جانو اور تمھارا کام
وما علینا الا البلاغ۔

حصّہ دوم

*

شرح

کلمۂ توحید

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ :-

قربُ بغیر حرفِ فاصِل

*

ایک ذات

دو۲ جہات

*

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصّۂ دوم

شرحِ کلمۂ توحید

یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی شرح

۱۔ یہ کلمہ ایمان اور اسلام کی بنیاد کو درست کرتا ہے جسے توحید کہتے ہیں ــــ لہٰذا اشد ضروری ہے کہ اس کے صحیح مفہوم کو سمجھ کر غلط عقیدوں سے توبہ کرلی جائے۔ ورنہ کلمہ پڑھنے کے باوجود کفر اور شرک قائم رہے گا۔

۲۔ اس کلمہ پر دل سے ایمان لاتے ہی ایک کافر اور مشرک کفر اور شرک کی نجاستوں سے پاک ہوجاتا ہے اور اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور وہ مسلمین اور مومنین کا بھائی (برادر ایمانی و دینی) بن جاتا ہے۔ اس لیئے اس کلمہ کو کلمۂ طیّب بھی کہتے ہیں (لیکن اگر دل کی نجاست کفر و شرک نہ نکلے تو وہ شخص گو بظاہر "کلمہ گو" ہوجائے گا مگر بباطن جیسا پہلے تھا ویسا ہی رہے گا۔)

۳۔ یہی وہ کلمہ ہے جو کافر و مومن اور مشرک و موحّد کے درمیان امتیاز پیدا کرتا ہے اور جس پر صحیح معنیٰ میں ایمان لانے سے دوزخی جنتی بنتا ہے۔ (واضح رہے کہ یہ خصوصیات طوطے کی طرح صرف الفاظ دُہرا لینے سے حاصل نہیں ہوتیں نہ اولیاء اللہ کے عقائد کے خلاف

عقیدہ رکھنے سے حاصل ہوسکتی ہیں)

۴۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ۔ یعنی جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ لیکن دوسری حدیث میں فرمایا۔ میری اُمّت کے تہتّر فرقے ہوجائیں گے۔ پس سب ہی فرقے ناری ہوں گے سوائے (ایک طبقہ یا گروہ) کے۔

دونوں احادیث میں مطابقت اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جب کہ ان کے یہ معنے کیئے جائیں کہ بہتّر فرقے کلمۂ توحید کے صحیح معنی پر ایمان نہ رکھیں گے یا لا الٰہ الا اللہ کے تمام مضمرات پر ایمان نہ رکھتے ہوں گے۔ لہٰذا جنّتی بھی نہ بن سکیں گے۔ صرف ایک طائفہ کی توحید صحیح ہوگی۔ وہی ایک گروہ اللہ و رسول ؐ کی نظر میں کلمۂ توحید کے صحیح معنے پر ایمان رکھنے والا ہوگا۔ لہٰذا وہی جنّتی ہوگا۔ باقی سب دوزخی ہوں گے حالاں کہ وہ سب لا الٰہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ پڑھتے ہوں گے۔ واضح رہے کہ یہ جنّتی گروہ اولیاء اللہ کا ہے۔ کیونکہ ان ہی کی شان میں متعدد آیات و احادیث وارد ہیں اور یہی حضرات کلمۂ طیبہ کے اُن معنیٰ پر ایمان رکھتے ہیں جو "توحید" کے منافی نہیں ہیں۔ انہی کی تعلیمات زیرِ نظر کتاب میں بیان کی جارہی ہیں۔

۵۔ واضح ہو کہ کلمۂ توحید میں دو فقرے ہیں۔ فقرہ اوّل یعنی لا الٰہ الا اللہ۔ میں بظاہر صرف الٰہ کی نفی معلوم ہوتی ہے مگر حقیقتہً تمام اشیاء کی نفی ہورہی ہے کیونکہ لا الٰہ میں لا نفی جنس کے لئے ہے اور الٰہ اس کا اسم ہے اور نفی کے بعد

اثبات کا آنا یہ قرینہ ہے کہ موجود اس کی خبر ہے جو یہاں محذوف ہے۔ اس صورت میں لا الٰہ موجود، الا اللہ کے معنے یہ ہوئے کہ اللہ کے سوا کسی الٰہ کا وجود نہیں ہے۔

لیکن اس عالم ہستی میں تین قسم کے الٰہ ہیں (۱) الٰہ حقیقی (۲) الٰہ آفاقی (۳) الٰہ نفسی ــــ الٰہ حقیقی وہی جسے ہم اللہ کہتے ہیں۔ الٰہ آفاقی تمام باطل الٰہ جن کی پرستش باطل مذاہب میں بطور معبودانِ باطل کے کی جاتی ہے اور الٰہ نفسی = موافق اس آیۂ کریمہ کے ہے:-

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ

(ترجمہ = کیا تم نہیں دیکھتے اے محمدؐ اُسے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود ٹھہرایا ہے)

اور موافق اس حدیث شریف کے

تَعَسَ عَبْدُ الدَّرَاهِمِ وَتَعَسَ عَبْدُ الزَّنِ وَجَنَةِ

(یعنی ہلاکت میں پڑا بندہ سونے چاندی کا اور ہلاکت میں پڑا بندہ زن و فرزند کا تمام لذات اور شہوات نفسانی بھی "الٰہ باطل" سے باہر نہیں ہیں۔)

خواہ ان کا تعلق خود اپنی ذات سے ہو یا زر۔ زن۔ زمین وغیرہ سے ہو۔ دنیا کی تمام چیزیں جو معبود حقیقی سے دُور کریں یعنی اس کی محبت اور یاد سے غافل رکھیں، ان ہی "الٰہ ثلاثہ" کے تحت آتی ہیں کوئی ان سے باہر نہیں۔

غرض کہ جب الٰہ حقیقی کے سوا تمام الاہان باطلہ کی موجودیت کی نفی ہوئی تو درضمن کلی ان کی تمام افراد کی نفی لازم آئی۔ اس

صورت میں لا الٰہ الّا اللہُ حقیقۃً" لاموجودُ الّا اللہ کے معنے میں ہے

۶۔ اور چونکہ لا الٰہ الّا اللہ میں اِلّا استثنائی نہیں بلکہ صفتی ہے جو غیر کے معنیٰ میں آتا ہے لہٰذا اس کلمہ سے غیر اللہ کی نفی ثابت ہوتی ہے۔ اس صورت میں لا موجودُ الّا اللہُ بمعنی لاموجودُ غیر اللہ کے ہوا۔ یعنی اس عالم میں جو کچھ موجود ہے اس سے "غیریت" کی نفی کرکے صرف وجودِ ہستی حقیقی کا اثبات مقصود ہے۔

۷۔ اور جب اس کلمہ لا الٰہ اِلّا اللہُ سے "غیر اللہ" کی نفی ثابت ہوئی (یعنی جب ہم نے وہمی غیریت ختم کرکے صرف ہستیِ حقیقی کے موجود ہونے کا یقین دل پر اچھی طرح نقش کرلیا (اور یہی ثمرہ ہے لا الٰہ الّا اللہ کی ضربوں کا) تو پھر اس حقیقت میں ذرہ برابر شک نہیں رہ سکتا کہ یہ عالم جو بوجود غیر متناہی ہماری نظروں میں ہے۔ یہ وہی وجود مطلق ہے جو باقتضائے صفات غیر متناہی طرح طرح کی صورتوں میں مناشیِ ظہور ہوکر خود بخود اپنے لئے اپنے ہی سے، اپنی ہی نظر میں، اپنے آپ، جلوہ نمائی کررہا ہے اور اس طرح حدیث قدسی۔ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ (پس چاہا میں نے کہ پہچانا جاؤں) کی تکمیل خود فرمارہا ہے۔

یارِ من باکمالِ رعنائی
خود تماشا و خود تماشائی

حضرت قبلہ نیاز بریلوی

خلاصہ = اسلام کے بنیادی کلمۂ توحید کے فقرۂ اوّل یعنی لَا اِلٰہَ اِلّا اللہ کی جو وضاحت اُوپر کی گئی ہے اُس سے یا اچھی

طرح ثابت ہو گیا کہ خدا کے سوا کسی دوسرے کا وجود نہیں ہے اور عالم کی صورت میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ غیر اللہ نہیں ہے بلکہ اسی کی شانیں ہیں۔ "غیریت" محض ہمارا وہم ہے۔ صوفیوں کے ذکر بالجہر میں ضربات لا الٰہ الا اللہ سے اسی وہم کا مٹانا مقصود ہے اور جب تک یہ عقیدہ نہ ہو توحید پر ایمان درست نہ ہو گا۔

اب دوسرے جملے مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ
کی وضاحت کی جاتی ہے

۸۔ بظاہر کلمۂ توحید میں دو فقرے ہیں ان میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پہلا فقرہ ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہِ دوسرا ہے اور دونوں جملوں کے درمیان عاطف (جوڑنے والا حرف) بھی نہیں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ

یہ دوسرا جملہ اللہ کے سوا کسی غیر وجود کی خبر نہیں دے رہا ہے۔ بلکہ اُسی وجود اور اُسی ذات کی خبر دے رہا ہے جس کا ذکر جملۂ اول یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ میں کیا گیا ہے۔ اگر حرف عطف کو محذوف مان کر جملۂ دوم میں اللہ کے سوا کسی دوسرے وجود یا دوسری ذات کی خبر تسلیم کی جائے تو

اول۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ سب باطل ہو جائے گا

دوم۔ یہ عقیدۂ توحید کو ختم کر دے گا اور اس پر ایمان دو وجودوں پر ایمان ہو گا نہ کہ توحید پر حالانکہ اس کلمہ سے مقصود بالذات

یہ ہے کہ توحید پر ایمان مستحکم ہو جائے۔

سوم۔ اسے کلمہ کے بجائے کلام یا دو کلمات کا مجموعہ کہنا چاہیئے تھا لیکن شارع علیہ السلام نے سوچ سمجھ کر ہی اسے کلمہ توحید فرمایا ہے۔ لہٰذا اس میں اُس توحید کے خلاف جو اوپر مذکور ہے کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ محمدؐ رسول اللہ" کوئی دوسری ذات، غیر حق نہیں ہے۔

۹۔ بموجب قواعد نحوی، دونوں فقروں کی ترکیب پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ان میں نہ تو ترکیب مضاف و مضاف الیہ کی ہے نہ موصوف و صفت کی، نہ ذوالحال و حال کی، نہ موکد و تاکید کی، نہ موصول و صلہ کی، نہ اسم اشارہ و مشارٌ الیہ کی، نہ مبین و بیان کی، نہ عدد و معدود کی، نہ ممیز و تمیز کی، نہ مستثنیٰ و مستثنیٰ منہ کی، نہ مفسر و تفسیر کی، نہ شرط و جزا کی، نہ ندا و جواب ندا کی، نہ جار و مجرور کی، نہ قسم و جواب قسم کی، نہ معطوف و معطوف علیہ کی، (جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے بلکہ حقیقتہً" بدل و مبدل منہ کی ہے۔ جس کا حکم یہ ہے کہ جو بدل ہوتا ہے وہی مبدل منہ ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوگیا کہ محمد رسول اللہ اور کلمہ کا پہلا جزو ہم معنیٰ ہیں اور ایک ہی ذات پر دلالت کرتے ہیں۔ اس معنی کی تائید خود یہ احادیث کر رہی ہیں:۔

(اوّل) من رآنی فقد رأی الحق۔ (حدیث) ترجمہ:۔ جس نے مجھے دیکھا اُس نے بے شک حق کو دیکھا۔

(دوم) من رآنی فقد رای اللہ۔ (حدیث) ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا

اُس نے بیشک اللہ کو دیکھا۔

اور یہ آیت قرآنی بھی اسی حقیقت کی مصدق ہے :۔
من یّطع الرسول فقد اطاع اللہ ۔ (آیۃ قرآنی) ترجمہ:
یعنی جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے بیشک
اللہ کی اطاعت کی ۔

ان کے علاوہ اور بھی متعدد آیات و احادیث ہیں جو معناً
اسی حقیقت پر دلالت کرتی ہیں۔ ان کا ذکر پچھلے صفحات میں جستہ
جستہ ہو چکا ہے اور آگے بھی اپنے اپنے مقام پر ملے گا۔
تمام اولیاء اللہ نے اسی " توحید خالص " پر ایمان رکھا اور اُسے
اپنے متوسلین تک پہنچایا ہے۔ بذریعہ تقریر بھی اور بذریعہ تحریر بھی۔ نثر و
نظم میں بے شمار ثبوت اس حقیقت کی تائید میں موجود ہیں ۔
البتہ آہستہ آہستہ ایسے افراد پیدا ہو گئے جن کی فطرت یا طبیعت
نے اس حقیقت کو قبول نہیں کیا اور اس کے خلاف تاویلات شروع
کر دیں ۔ ان کے متبعین بڑھتے گئے جو آج مختلف صورتوں سے توحید
اسلامی کی بنیادی حقیقت کو ختم کرنے میں تن من دھن سے مصروف
ہیں یعنی " محمد الرسول اللہ " کو ذات و صفات کمالیہ الٰہیہ کا مظہر
اکمل بھی مانتے ہیں اور خدا اور اس کے مظہر اکمل (صلی اللہ علیہ وسلم)
کے درمیان " قطعی غیریت " کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں اور بعض ایسے ہیں
جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات و صفات کمالیۂ الٰہیہ کا مظہر
اکمل تو کجا اپنے جیسا " بشر " ہی مانتے ہیں۔ بہر حال ہمیں ان سے کوئی
سروکار نہیں ہے ۔ ہم اولیائے کرامؒ اور ان تعلیمات کے قائل ہیں
اور انہی کا مسلک بیان کر رہے ہیں۔ نیز ہر قدم پر قرآن و احادیث،

قواعد صرف و نحو اور دیگر شواہد معقولی و منقولی بھی حسب ضرورت پیش کرتے جا رہے ہیں لیکن ابو جہلی ذہنیت کا کوئی علاج نہیں ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

نوٹ: واضح رہے کہ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھ لینے کے بعد "رسالت" اور "عبدیت محمدی" کے معانی بھی اس حقیقت کی روشنی میں متعین کیے جائیں گے نہ کہ اس کے مخالف یا متضاد۔ علاوہ بریں یہ الفاظ صفاتی ہیں اور مختلف فرائض کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن ازروئے عقل و نقل پہلے ذات کی حقیقت متعین ہوگی اور آپ کے اعلیٰ ترین مقام و منزلت کا تعین کیا جائے گا۔ بعد ازاں صفات یا فرائض کا تعین اور ذکر صحیح ہو سکتا ہے۔ مخالفین الٹی راہ چلتے ہیں، یعنی پہلے صفاتی معنے (وہ جن کا اطلاق عوام الناس کے لیے ہوتا ہے) طے کر کے اسے حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں کرتے ہیں اور پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی کو بھی ویسا ہی سمجھ لیتے ہیں جیسے کہ عام انسان ہیں۔ بہر حال عبدیت و رسالت محمدی کا کچھ بیان حصہ اول میں ہو چکا ہے اور مزید ذکر آگے یعنی اسی حصہ کے نمبر ۱۰ و ۱۳ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸، اور ۱۹ وغیرہ میں بھی ملے گا۔

آمدم بر سر مطلب۔

(۱۰) اُوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ "ترکیب معطوف اور معطوف علیہ کی نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں حکماً اتحاد اور ذاتاً تغائر ہوتا ہے۔ اس صورت میں بحالت عروج (جو صحیح معنیٰ کو ملحوظ رکھ کر کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی ضربوں

سے حاصل ہوتا ہے) ذکر مذکور کے نتیجے میں جب حقیقت حقہ ہر جگہ اپنا جلوہ دکھلانے لگتی ہے۔ اُس وقت اگر بعد از نفی، اثباتِ حقیقت کے ضمن میں تصدیقِ رسالت کی بھی ہوتی جاتی ہے۔ تو یہ منافی توحید کے ہے جس کے لئے سالک مدتوں بلکہ تمام عمر لا الہ الا اللہ کی ضربیں لگاتا اور اپنی ہستیٔ موہوم کو مٹاتا رہتا ہے۔ اور اگر نعوذ باللہ اُس نفی کے ساتھ جس کی تصدیق کر رہا ہے نفی رسالت کی بھی مرکوز خاطر رہتی ہے۔ تو یہ شان اِسلام کی نہیں۔ عروج اور تقرب الہیٰ کیسا۔ یہاں تو دائرۂ اسلام ہی سے خارج ہوا جاتا ہے۔ پس ان خرابیوں سے معلوم ہوا کہ بحالت عروج یہ ترکیب معطوف اور معطوف علیہ کی نہیں بلکہ حقیقتہً" مبدل منہ اور بدل کی ہے۔

اور بعد نفی و اثبات کے دوسرے جملے میں لفظ "محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جو بعد از خبر موصوف اور "رسول" اس کی صفت ہے۔ یہ اللہ سے "بدل کل" واقع ہوا ہے اور یہ معلوم ہے کہ "بدل کل" جو مدلول مبدل منہ کا ہوتا ہے۔ بعینہٖ وہی مدلول بدل کا ہوتا ہے۔ اس صورت میں جو اللہ ہے وہی محمدؐ ہوا۔ اس معنیٰ میں محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ رَآنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ ترجمہ:۔ یعنی جس نے مجھے دیکھا پس تحقیق اسس نے حق کو دیکھا۔

[کسی نے کیا خوب کہا ہے:۔

محمدؐ بصورت عرب آمدہ بمعنی نگر عینؐ رب آمدہ

ؔ لطیفہ:۔ اہلِ نظر کی آنکھوں میں یہ عرب کا عین۔ رب کے دیکھنے اور اس کے پہچاننے کے لئے عین چشمہ ہے (عین کے معنے آنکھ۔ اسی سے عینک بمعنی چشمہ ہے)

نیز قول : انا عرب بلا عین ۔ بھی بہت مشہور ہے]
اور مبدل منہ اور بدل میں جو مقصود ہوتا ہے اُسے کسی "علامہ" سے پوچھیئے وہ انصاف سے فرمائیں کہ ان دونوں میں مقصود کون ہے"۔

(۱۱) اس کلمہ کی ترکیب چونکہ بدل اور مبدل منہ کی ہے جس کی ترکیب کلام نہیں بلکہ وہ از قبیلہ مفردات ہے ۔ اسی وجہ سے اس کلمہ کو بظاہر دو جملوں پر مشتمل ہونے کے باوجود "کلام" نہیں کہتے بلکہ اسے "کلمۂ توحید" بولتے ہیں ۔

۱۲ ۔ اور "جب اس کلمۂ شریف بدل و مبدل منہ کی ترکیب سے اللہ اور "محمدؐ" میں عینیت ثابت ہو چکی تو محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا عطف بیان کہیئے تو بھی درست ہے ۔

اور اس ترکیب سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ اَلْخَلْقُ مِنْ نُوْرِیْ وَاَنَا مِنْ نُوْرِ اللہ میں جو مِنْ ہے وہ مِنْ بیانیہ ہے جو مبیَّن اور بیان میں عینیت ظاہر کرتی ہے ۔

" نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو " احمدؐ بلا میم" کہنا بے محل اور بے دلیل نہیں ہے ۔ یہاں ایک نکتہ قابل سننے کے ہے (انا احمدؐ" بلا میم سے متعلق) یہ امر متفق علیہ ہے کہ جناب سرور کائنات خلاصۂ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات انانیت (غرور ۔ تکبر) سے خالی تھی اور انانیت کا محل قلب ہے ۔ اور لفظ احمدؐ میں جو میم مدور بصورت قلب درمیان میں واقع ہے ۔ کنایتہ" اسے میم متکلم کی سمجھنا چاہیئے جس کو عربی میں انا کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں ۔ اور یہ وہی انا ہے جس کا مادّہ و ماخذ انانیت ہے پس " احمدؐ بلا میم " کہنا اس معنی میں ہے کہ احمدؐ کے قلب میں جو مادّہ

انانیت کا تھا وہ نہیں رہا۔ ان معنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "احمد[۲] بلا میم" کہنے میں کسی کو کیا تردد ہے۔

اُٹھا دل سے اپنے دوئی کا جو پردہ
ہم ان کے ہوئے وہ ہمارے ہوئے ہیں

نوٹ: دوئی کا پردہ وہی احمد[۲] کے قلب کی میم ہے جس سے انانیت اور دوئی سمجھی جاتی ہے[ا]۔

(۱۳) "قاضی حمید الدین ناگوری" خیالات العشاق میں فرماتے ہیں:۔

ترجمہ: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد ظہور خدا ہے۔ یعنی:

" محمد رسول اللہ تمام خوبیوں کے ممدوح ہیں اور تمام عالم جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہے اور جو کچھ وجود مطلق میں موجود تھا ایک ایک کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شہود میں دیکھا اور وہ تمام بازار عالم میں ظاہر ہوا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس کل ہے اور سب موجودات آپ کے اجزا ہیں اور اس معنے میں حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

تو اصل وجود آمدی از نخست
دگر ہرچہ موجود شد فرع تست

یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ابتدا سے تمام موجودات کی اصل ہیں۔ اور جو کچھ موجود ہوا ہے وہ سب آپ کی فرع ہے"۔

اور فرمایا:۔

" اس میں شک نہیں کہ شجر ذات پاک کا میوہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان ہی معنوں کی، مست ربانی قاضی عین القضات ہمدانی قدس سرہٗ

ا۔ تحقیق الحق فی الوجود المطلق۔ از مولانا سید محمد فائق صاحب نظامی۔ نیازی

اپنی تمہید میں خبر دیتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہے وہ یقیناً کافر ہو جاتا ہے۔[1]

احمد احد یکے ست تو از گوش جاں شنو

یعنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور احد ایک ہیں تو اس بات کو جان کے کانوں سے سن لے پس جس نے جان کے کانوں سے سنا اُس نے یقین کی آنکھ سے دیکھا کہ درخت بیج میں ہے اور بیج درخت سے ظاہر ہوا ہے۔ اور دوئی کے لباس میں وہی ایک جلوہ نما ہے۔

اہل ظاہر ظہور کے اختلاف سے عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کہتے ہیں اور اہل باطن چشم تحقیق سے عین مقصود دیکھتے ہیں۔

(تحقیق العارفین۔ حصہ دوم۔ ص۵۰ و ص۵۱)

اور تفسیر الرموز میں ہے:-

(ترجمہ) سنو، ہویت کہ جس کی لغت نامعلوم ہے، اپنی صرافت ذاتی سے اُتر کر احدیت کے ساتھ موسوم ہوئی جو کہ غیب اول اور تعین اول ہے۔ موجودات کے حقائق ہویت ذات کے غیب میں مندرج و مندمج ہونے کے اعتبار سے شیونات ذاتیہ اور حروف عالیہ کے مسمیٰ ہیں۔ اور وہ حضرت ذات پاک سے اور ایک دوسرے سے بھی علم اور عین میں ہرگز ممتاز نہیں ہیں اور حضرت احدیت تنزل فرما کر وحدت کے ساتھ موسوم ہوئی۔ جو کہ غیب ثانی اور تعین ثانی ہے۔

حقائق ممکنات اس مرتبہ میں طائفۂ عالیہ حضرات صوفیۂ صافیہ رضوان اللہ علیہم کے نزدیک اعیانِ ثابتہ کہلاتے ہیں۔ اگرچہ "علمی امتیاز"

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی "بشریت" سے متعلق مفصل بحث حصہ اول کے کئی ابواب میں گزر چکی ہے۔

کے قابل نہیں ہیں لیکن "امتیاز علمی" کے لائق ہیں۔ یہ دونوں عالی مرتبے ایک ہی نورِ ذات ہیں۔ لیکن مرتبہ ثانی طائفہ عالیہ صوفیہ قدست ارواحھم کی اصطلاح میں حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مشہور ہے۔ اس لئے حضرات صوفیہ فرماتے ہیں کہ اللہ محمدؐ ہے اور محمدؐ اللہ ہے۔ کیونکہ حقیقت مسطورہ کے وجوب میں "بشریت" کا امکان نہیں ہے

حضرت واجب تعالےٰ جلّ سلطانہ کی ذات بر تقدیر شعور بلا کیف اور بلا جہت اور بلا امکان نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس مرتبہ میں اللہ محمدؐ اور محمدؐ اللہ کہنے پر علمائے ظاہری کا طعن بھی وارد نہیں ہوسکتا۔ اور ان دونوں عالی مرتبوں (احدیت و وحدت) کی یگانگت کا منکر کافر ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وحدت کے اعتبار سے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے وہ کافر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ اس مرتبہ میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آلائش بشریت سے پاک ہے۔ آنحضرتؐ، اللہ تعالےٰ اور فرشتوں کا آپؐ پر درود و سلام ہو۔ خود فرماتے ہیں :-

اَنَا مِنْ نُورِ اللّٰہِ وَ الْخُلْقُ كُلُّهُمْ مِنْ نُوْرِی۔ ترجمہ: یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔

اور وہ شخص آنحضرتؐ کو بشر جانتا ہے اور کلام الٰہی آپؐ پر ناطق ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْئٌ۔ یعنی آپ کی مثل کوئی شے نہیں ہے۔

اور حضرت وحدت نزول فرما کر واحدیت کے ساتھ موسوم ہوئی جو کہ تیسرا مرتبہ ہے۔ اس مرتبہ میں حقائق متکثرہ۔ کثرت نسبی کے ساتھ "امتیاز علمی" اور ان کے انقراض کے اعتبار سے "موجودات تفصیلہ"

نام رکھے گئے ہیں۔"

(تحقیق العارفین۔ حصہ دوم ص۶۴۰ و ص۶۴۱)

اور مولانا جامیؒ کلیات میں فرماتے ہیں:۔

اے شدہ ناقع ز فیض کاس محمدؐ ــــ ز آدم و عالم مکن قیاس محمدؐ

وحدت مستور در مطاوی کثرت ــــ بار دگر سر زد از لباس محمدؐ

یک سر موز حقش جدا نہ شناسد ــــ ہر کہ شد امروز حق شناس محمدؐ

یعنی اے فیض جام محمدیؐ کے میوہ خوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آدم و عالم پر قیاس نہ کرو وحدت جو کثرت کی پیچیدگیوں میں مخفی تھی دوبارہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس میں ظاہر ہوئی۔ جو شخص آج آنحضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا حق شناس ہے۔ وہ آنحضرتؐ کو بال برابر بھی خدا سے جدا نہیں جانتا۔"

۱۴۔ اللہ و محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حقیقی غیریت نہ ہونے ہی کے باعث اسلام کے بنیادی کلمۂ توحید میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے ساتھ محمّدؐ رسول اللہ کو بغیر کسی حرف عطف کے شامل کیا گیا ہے یعنی محمّد رسول اللہ کے بغیر توحید حق لا الٰہ الّا اللہ کا مفہوم مکمل نہیں ہوتا اگر صرف لا الٰہ الا اللہ کے اقرار سے توحید پر ایمان مکمل ہو جاتا تو کلمۂ توحید میں محمّد رسول اللہ کی قطعی ضرورت نہ تھی۔

اور اگر "وجود محمدیؐ" وجود "حق تعالٰے" سے الگ کسی "غیر ہستی" کا وجود ہوتا تو نہ حق تعالٰے کو اس کی ضرورت تھی کہ وہ اپنی "توحید منوانے کے لئے کسی "غیر" کا سہارا لے اور اُس کا نام اپنے نام نامی کے برابر" کلمۂ توحید" میں قیامت تک کے لئے رکھ دے۔ نہ اُس صورت

میں یہ کلمہ "کلمہ توحید" کہلاتا نہ وہ دین توحید کی بنیاد بنایا جاتا۔
دریں حالات یہ مانے بغیر چارہ ہی نہیں ہے کہ نہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
کی معرفت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کے بغیر کامل ہو سکتی ہے، نہ
محمد رسول اللہ کا کامل عرفان لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سے الگ کر کے
ممکن ہے۔ نہ دونوں فقروں میں الگ الگ دو قائم بالذات وجودوں
کا ذکر ہے۔

(از روئے قواعد نحوی دونوں فقروں میں جو ترکیب ہے اُس کی
بحث پہلے گزر چکی ہے)

(۱۵) واضح رہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں درحقیقت ذات کی "شانِ باطن"
کا اقرار ہے جو تمام جن و انس و ملائکہ کے لئے نیز انسانی عقل و فہم و
ادراک کے لئے ہمیشہ سے باطن یعنی ماوراءِ ادراک ہے اور ہمیشہ ہی
ماوراءِ ادراک رہے گی اسی لئے اس ذات نے "شانِ ظاہر" بھی
اختیار کی تاکہ "پہچانی جائے" یعنی وہ عالم بالحق میں رہتے ہوئے ظاہر
بھی ہے۔ تفصیل میں یہی مظاہر "محمدؐ" کہلائے صلی اللہ علیہ وسلم)
حدیث قدسی ہے:۔

كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِيّاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُكَ يَا مُحَمَّدُ۔

ترجمہ: یعنی تھا میں ایک پوشیدہ خزانہ بس چاہا میں نے کہ پہچانا جاؤں پس ظاہر کیا میں نے تمھیں اے محمدؐ۔

غور کرنے کی بات ہے کہ حق تعالیٰ کا مقصد تو یہ تھا کہ "میں پہچانا
جاؤں" لیکن ظاہر کیا "محمدؐ" کو ___ اگر یہ ذات جیسے یہاں "محمدؐ"
کہا گیا ہے کوئی دوسری ذات "غیر حق" ہے تو وہی پہچانی جائے گی وہ
اللہ کا عرفان کیسے ہوگا۔؟ جس طرح آدمؑ و ابلیس کے قصہ میں اللہ نے

اپنے غیر کو سجدہ کا حکم نہیں دیا تھا اسی طرح مذکورۂ بالا حدیث کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اپنے غیر کے عرفان کو حق تعالےٰ اپنا عرفان قرار نہیں دے سکتا۔ بالخصوص جب کہ غیر حق موجود ہی نہیں ہے۔ اس لیے اُسے اپنی "شانِ ظاہر" "محبوب" ہے۔ جیسے اُس نے "محمد" کہا۔ (افلاک میں وہ احمدؐ و محمودؐ ہیں اور زمین پر محمدؐ) کیونکہ:

(اوّل) وہ محبوب شانِ ظاہر خود اُسی کی شان ہے۔

(دوم) خود اُسی کی چاہی ہوئی ہے۔ (وہ خود ہی ظاہر ہوا اور باطن بھی رہا)

(سوم) اس "شانِ ظاہر" میں وہی خود اپنے تمام کمالاتِ ذاتیہ، صفاتیہ، اسمائیہ اور فعلیہ کے ساتھ ظاہر ہے۔

(چہارم) تمام جن و انس اور ملائکہ کی رسائی اپنی اصل تک ہوسکتی ہے نور محمدی (حق تعالےٰ کی شانِ ظاہر) تمام مخلوق کی اصل ہے۔ وہ اسی تک پہنچ سکتی ہے۔ اُسی کا عرفان اللہ کا عرفان ہے۔ لہٰذا "شانِ باطن" کا یہ مقصد کہ وہ "پہچانی جائے اس کی "شانِ ظاہر" کے پہچانے جانے" ہی سے پورا ہوسکتا ہے اگر "شانِ ظاہر" کا ظہور نہ ہوتا تو گویا اللہ کا اسم باطن (بغرض معرفت) بے اثر اور معطل رہتا۔

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّم

(۱۶) اسی محبوبیت اور اُس کی اہمیت کے پیشِ نظر حق تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ	ترجمہ: تاکید جانو کہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام

آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ○ بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی آپؐ کی ذات گرامی پر (ادب کے ساتھ) صلوٰۃ و سلام بھیجو[1])

اس کے علاوہ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ۔ ترجمہ: (اے پیارے حبیبؐ - اگر آپؐ نہ ہوتے تو میں افلاک (مُراد کائنات) کو پیدا نہ کرتا)

اور لَوْلَاكَ لَمَا أَظْهَرْتُ الرَّبُوبِيَّتِيْ۔

ترجمہ: (یعنی اگر آپؐ نہ ہوتے تو میری ربوبیت بھی ظاہر نہ ہوتی۔

پس معلوم ہوا کہ آپؐ کا ظہور کل کائنات اور ربوبیت الٰہیہ کا ظہور ہے۔ (لہٰذا جو حضرات محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کو محض ایک فردِ بشر۔ غیر حق اور ایک مخصوص حصّہ زمان و مکان تک محدود سمجھتے ہیں یا آپؐ کی شان اقدس و اطہر میں کسی قسم کے نقص، گناہ یا بے ادبی کو اشارۃً و کنایۃً بھی صحیح و جائز ہونے کا خیال یا گمان کرتے ہیں یا آپ کے ادب اور آپؐ کی تعظیم سے کنارہ کشی کرتے یا اس پر اعتراض کرتے ہیں وہ یقیناً ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت سے بے خبر ہیں اور احکام الٰہیہ وارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کھلی بغاوت کرتے ہیں ان معنوں میں ان بدعقیدہ اشخاص کا کلمہ ہرگز درست نہیں رہتا۔

[1]۔ اللہ کا صلوٰۃ و سلام بمعنی رحمت نازل کرنا، فرشتوں کا صلوٰۃ و سلام دعائے رحمت کرنا اور مومنین کا صلوٰۃ و سلام یہی درود و سلام کے تحفے ادب و خلوص کے ساتھ پیش کرنا جسے بموجب احادیث خود سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرماتے ہیں۔ درود و سلام کی فضیلت میں بے شمار احادیث و بیانات علماء و مشائخ کرام موجود ہیں، مزید تفصیل آگے مناسب مقامات پر مذکور ہے۔

تنبیہات ۔ اسی لئے قرآن پاک کی اُن بعض آیات کے ترجمے میں، جن میں مخاطب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر مراد دیگر افراد امت ہیں، ایسے الفاظ کا استعمال جن سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں سوء ادبی یا نقص و تنقیص شان کا پہلو نکلتا ہو اور جس سے عوام الناس کی گمراہی کا اندیشہ ہو جہالت بلکہ کفر ہے۔ اسی طرح جتنی دعائیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہیں اور جن میں انکسار و عجز کا اظہار کیا ہے وہ سب امت کی تعلیم کے لیے ہیں جس طرح سورۂ فاتحہ میں الفاظ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ[1] کہہ کر امت کو بتایا گیا ہے کہ اس طرح کہا کریں۔ اسی طرح بعض دیگر آیات ہیں جن کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ کلام اللہ کا ہے۔ زبان رسولِ حق کی ہے بظاہر مخاطب بھی وہی ہیں لیکن مراد افراد امت ہیں۔ لیکن مخالفین ان آیات کا اطلاق حقیقتاً آنحضور ؐ پر کر کے آپ ؐ کے حق میں بے ادبی کرتے ہیں اس سے عشاق حبیب ؐ و محبوب ؐ خدا کو بچنا چاہیئے۔ بے ادبی کا خیال بھی تمام اعمال حسنہ کو غارت کر دینے کے لیے کافی ہے اللہ کی پناہ مانگو۔ سورۂ الحجرات کی پہلی ہی آیت کا ترجمہ و تفسیر بغور پڑھو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ کے محبوب کی شان میں ذرا سی گستاخی سے تمھارے اعمال حسنہ تمام غارت ہو جائیں اور

---

[1] ہم تیری عبادت کرتے اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ دکھا ہمیں راہ سیدھی .... (نکتہ: "صراطِ مستقیم" خود سرکار دوعالم کا ایک نام بھی ہے اور اس پر مبنی ایک عمل بعض بزرگوں نے تعلیم کیا ہے جس سے سرکار دوعالم ؐ کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔

تمھیں خبر بھی نہ ہو۔ یا اللہ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھ۔

(۱۷) مذکورۂ بالا بیان سے یہ نکتہ بھی واضح ہے کہ حقیقت محمدی اور "عبدیت[1]" و "رسالت[2]" محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مفہوم اور مقامِ عظمت ہر لحاظ سے منفرد و ممتاز اور صرف سرکار دو عالم کے لئے مخصوص ہے نہ اس میں کسی فرشتہ کو مجالِ ہمسری ہے نہ کسی دوسرے نبی یا رسول کو۔ "کسی بشر" کا کیا ذکر۔

کتاب جواہر غیبی کے صفحہ ۴۵۳ پر ہے :۔

ترجمہ : جاننا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالٰی کے اسماءِ ذاتیہ سے مخلوق ہیں۔ اور اولیائے کرام رض اسماءِ صفاتیہ سے اور باقی کائنات صفات فعلیہ سے۔ اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کی ذات سے پیدا ہوئے ہیں اور آپ میں حضرت حق تعالٰی کا ظہور بالذات ہے۔ پس انبیاء اور اولیاء رض اسما و صفات کے مظہر ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ذات کے مظہر ہیں۔

(بحوالہ تحقیق العارفین فی الحقیقۃ سید المرسلین۔ حصہ دوم ص ۵۸۶)

کتاب اَلْاَسْئِلَۃِ النَّفْسِیَّۃِ وَالْاَجْوِبَۃِ الْقُدْسِیَّہ

از حضرت سید عبداللہ میر غنی الطائفی رحمۃ اللہ تعالٰی میں ہے :۔

"ترجمہ (تنبیہ) جاننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فقط نور ذاتی

---

[1] و [2]۔ ان پر الگ الگ دو باب لکھے گئے ہیں۔ حصہ اوّل کی فہرست مضامین دیکھیں اور متعلقہ ابواب کو بغور پڑھیں۔

ہیں۔ کیونکہ ذاتِ فرد جامع ہے پس اس کا مظہر بھی فرد جامع کے سوا نہیں ہے جس کی مثل کوئی نہیں ہے۔ جیسا کہ ذات کی مثل نہیں ہے۔ کیونکہ آئینہ میں وہی شے ظاہر ہوتی ہے جو مرئی کے موافق ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مومن مومن کا آئینہ ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کا آئینہ ہیں اور آپؐ میں اللہ تعالےٰ ظاہر ہے پس ہم نے قطعاً جان لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ذات سے ہیں یعنی فقط تجلی ذاتی سے ہیں اور آپؐ کے سوا سب نور صفات کی تجلی سے ہیں اور بیشک تجلی ذاتی حقیقی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ آپؐ کے سوا کسی کے لئے اس میں سے ایک رائی کے برابر بھی حاصل نہیں ہے۔ اور یہ میرا مذہب ہے۔ اگرچہ بزرگوں نے اپنی کتابوں میں بے شمار تصریحات فرمائی ہیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسروں کے لئے تجلی ذاتی کا ہونا درحقیقت تجلی مجازی صوری صفاتی ہے اس لئے کہ آپؐ کے سوا کسی استعداد میں تجلی ذاتی حقیقی کی ہرگز طاقت نہیں ہے "

(تحقیق العارفین فی حقیقتہ سید المرسلین حصہ دوم صفحہ ۵۲۴۔
بحوالہ جواہر البحار۔ جلد ۴ صد ۱۳۶۶)

(اس کے علاوہ شیخ عبدالحق محدث رح دہلوی کی مشہور کتاب مدارج النبوۃ جلد دوم کا تکملہ بھی دیکھو۔ جس کی عبارت ہم نے زیر نظر تصنیف "حصہ خصوصی" میں نقل کی ہے۔)

(۱۸) اس حقیقت پر بھی ایمان رکھنا ضروری ہے کہ حق تعالےٰ کی محبوب شانِ ظاہر یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف احکام پہنچا دینے والی ذات نہیں ہے بلکہ وہ ذاتِ گرامی اللہ کو بطون سے ظہور میں

لانے والی شان بھی ہے۔ یعنی آپؐ کی ذات ہی "مابہ الاظہار بطون حق" ہے۔ اور آپؐ ہی مظہر صفات حق بھی ہیں کیوں کہ صفات کبھی ذات سے الگ نہیں رہ سکتیں۔

لہٰذا لفظ "رسول اللہ" سے اگر صرف پیغام رسانی مراد ہوتی تو کلمہ توحید میں جبرئیل امین کا نام ہوتا تھا کیونکہ عام عقیدہ کے بموجب تو اولین پیغام رساں وہی ہیں۔ (رسالت کی وضاحت کے لئے دیکھو حصّہ اول)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ باطن میں آپؐ ہی اوّل ہیں اور ظاہر میں آپؐ ہی آخر ہیں۔

(فَهُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْئٍ عَلِيْمٌ)[1] .... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ پس ہر نبی جو آپؐ کے زمانۂ ظہور سے پہلے ہوا ہے وہ آپؐ کی بعثت شرعی میں آپؐ کا نائب ہے اور اس بات کا مؤید حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے کہ شب معراج میں اللہ تعالےٰ نے اپنا ہاتھ میرے سینے کے درمیان رکھا یعنی جیسا کہ اس کی بزرگی کے لائق ہے پس میں نے علم اولین و آخرین کو جان لیا۔ کیونکہ اولین سے مراد وہ انبیا علیہم السلام ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم شریف کے غائب ہونے کے وقت ظہور میں آپؐ پر متقدم ہیں اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مرتبہ علم عطا ہوا ہے۔ ایک مرتبہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے اور دوسری مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ظاہر ہونے کے بعد جیسا کہ اوّل آپؐ پر قرآن مجید جبرئیل علیہ السلام کے علم کے بغیر نازل ہوا۔

[1] یہ آیت حمد بھی ہے اور نعت بھی۔ دیکھو دیباچہ مدارج النبوۃ۔ از مولانا عبدالحق محدث دہلوی

پھر دوسری مرتبہ جبرئیلؑ لے کر اُترے اور اسی لئے اللہ تعالٰے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ قرآن پڑھنے میں قبل اس کے کہ آپ کی طرف اس کی پوری وحی نازل ہو جلدی نہ کریں یعنی جو کچھ آپؐ کے پاس قرآن مجید سے ہے اس کی تلاوت میں جلدی نہ کریں قبل اس کے کہ آپؐ اس کو جبریل علیہ السلام سے سُنیں۔ بلکہ آپؐ قرآن کو جبرئیل علیہ السلام سے ایسی خاموشی کی حالت میں سُنیں کہ گویا آپؐ نے اس کو ہرگز نہیں سُنا ہوا ہے''۔[1]

پس ثابت ہو گیا کہ کلمۂ توحید میں لفظ "رسول اللہ" سے محض پیغام پہنچانے والی ہستی مراد نہ لینا چاہیے بلکہ اس کے "امتیازی معنے" بھی پیشِ نظر رہیں جس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی "امتیازی شان" جو کسی دوسرے پیغمبر کو نصیب نہیں ہوئی ثابت ہوتی ہے۔

تنبیہہ: چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تمامی جن والنس انبیاءؑ اولیاءؒ اور ملائکہ مقربین سے اعلا و افضل ہے لہٰذا الفاظ اور اُن کے معانی کے استعمال میں بھی آپؐ کی شانِ امتیاز کا ملحوظ رکھنا لازمی ہے۔ دوسری مخلوق کے لئے جو الفاظ جن معنوں میں استعمال ہوتے ہیں وہ الفاظ انہی معنوں میں ہرگز ہرگز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال نہیں کئے جا سکتے نہ پڑھنے والے وہ معنی مُراد لیں۔ ہر لفظ کا مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی کے مطابق سمجھنا اور بیان کرنا چاہیئے۔

یہی اصول لفظ "بشر"، "عبد" اور "رسول" کے لئے ہے مفصل بحث ہر لفظ کے متعلق اپنے اپنے مناسب مقام پر موجود ہے وہاں مطالعہ کریں۔

[1] (کتاب الیواقیت والجواہر از عارف ربانی سید عبدالوہاب الشعرانی رحؒ۔ جز ثانی۔ مبحث ۲۳ ترجمہ از تحقیق العارفین فی حقیقۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ جلد اوّل ص ۳۰۹

(۱۹) "پیغام بری" یعنی احکام کا مخلوق تک پہنچا دینا۔ یہ کام "رسالت" کا فریضہ ثانوی ہے۔ اصل فریضہ "توحید" کی جڑیں مضبوط کرنا ہے کیونکہ "توحید" پر ایمان صحیح و مکمل کیے بغیر احکام جوارح پر عمل بیکار ہے۔ کلمۂ توحید کے دونوں فقروں کی موجودہ ترتیب بھی اہم ہے یعنی لا الٰہ الا اللہ پہلے اور محمد رسول اللہ اُس کے بعد ہے۔ اس سے اللہ کی شانِ باطن اور شانِ ظاہر کی ترتیب کی طرف اشارہ ہے۔ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے محبوبؐ خدا کی ولایت (وصال بالحق) اور نبوت و رسالت (توجہ الی الخلق) کی طرف۔ اور "رسول اللہ" کے الفاظ یہ واضح کر رہے ہیں کہ جب تک رسالت محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری طرح ایمان درست نہ ہو صرف اللہ کو ایک کہنا یا ماننا درست نہیں ہے۔ اسی لئے منکرین رسولؐ اللہ کا نہ ذبیحہ جائز ہے نہ اُن کے اعمال صالحہ مقبول بارگاہِ الٰہی ہو سکتے ہیں۔ ان میں بعض اقوام اللہ کو کسی نہ کسی صورت میں ایک مانتی ہیں۔ مگر چونکہ حقیقت و رسالت محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی منکر ہیں۔ اس لئے ان کی توحید ناقص اور ایمان نامکمل ہے۔

تنبیہ: اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر "ایمانِ کامل" کا مطلب یہ ہے کہ

(۱) آپؐ کو حق تعالےٰ کا مظہر اکمل اور جامع جمیع صفات کمالیہ (حقی و خلقی) مانا جائے۔

(۲) آپؐ کو وجود میں اوّل اور ظہور میں آخر[*] تسلیم کیا جائے یعنی آپؐ

---

[*] اس سے مراد عالمِ ناسوت میں آپؐ کا ظہور بحیثیت شخص و رسول ہے۔ ورنہ اوّلین ظہور آپؐ کا بحیثیت نورِ خدا کب سے ہے۔ یہ کوئی نہیں بتا سکتا۔ نہ یہ کوئی بتا سکتا ہے کہ خدا بے نور کب تھا: بہر حال یہ مقام خاموشی ہے۔ توحید پر ایمان چاہیئے اور بس۔

کو ہوالاوّل والاخرُ والظاہر والباطنُ کا مسمیٰ مانا جائے اور اس لحاظ سے یہ اسماء بقول شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ حمد بھی ہوں گے اور نعت بھی جیسا کہ پہلے مذکور ہوچکا ہے۔

(۳) آپؐ کی رسالت کو اصل رسالت اور الی الخلق کافہ مانا جائے اور

(۴) توحید و رسالت (کلمہ کے دونوں فقرے) کو ایک ہی وجود سے منسوب کیے جائیں۔ کیونکہ "توحید" اسی کی مقتضی ہے۔ ورنہ وہ کلمہ۔ کلمۂ توحید نہ رہے گا جب تک ان امور پر ایمان نہ ہو" کلمۂ توحید" پر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔

مذکورۂ بالا حقائق کے پیشِ نظر مخلوق کی چار قسمیں ہوتی ہیں

(اوّل) وہ جو صرف اللہ کی قائل ہیں (اور اللہ بھی اُن کے تصور کے مطابق)

(دوم) وہ جو اللہ و محمدؐ کو دو مختلف وجود، ایک دوسرے کا "غیر" مانتے ہیں۔ (یہ عام مسلمان ہیں)

(سوم) وہ جو دونوں کی قائل نہیں۔ (ان میں دہریے یا نیچریئے وغیرہ ہیں)

(چہارم) اولیائے کرام، جو حضورؐ ختمی مرتبت کے تمام اوصاف پر جو اس کتاب میں مذکور ہیں ایمان رکھتے ہیں۔ بہ ایں لحاظ " کامل الایمان موحد" صرف اولیائے کرامؓ ہیں اور وہی اللہ کے " مقربانِ خاص" ہیں۔

(۲۰) اگر اللہ کی توحید صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تک محدود ہوتی اور فقرہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مذکورۂ بالا مفہوم میں) " توحیدِ حق" کا جزو لاینفک (جُدا نہ ہوسکنے والا حصہ) نہ ہوتا اور حقیقت و رسالت محمدیؐ کی وہ اہمیت نہ ہوتی جو اوپر بیان ہوئی تو ازل میں میثاق النبیّین اور اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ دونوں اقراروں کی ضرورت نہ ہوتی، بلکہ غور و تدبر سے

پتہ چل جائے گا کہ اللہ نے اپنے متعلق اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں) اور ارواح کا جواب بلٰی (بے شک تو ہمارا رب ہے) بس ان ہی دو فقروں پر ختم کر دیا۔ لیکن میثاق النبیّین والی آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اس اقرار میں بڑے بڑے اہتمام کئے گئے ہیں۔ مثلاً

(۱) یہ اقرار عہدِ الست سے قبل لیا گیا۔

(۲) عہدِ الست تمام فرزندانِ آدم کی ارواح سے تھا لیکن "میثاق النبیّین" جیسا کہ نام سے ظاہر ہے صرف انبیائے کرام علیہم السلام سے لیا گیا۔

(۳) عہد یہ لیا گیا کہ میرے محبوبؐ پر ایمان لانا اور جب وہ تمھارے پاس آئے تو اس کی مدد کرنا۔ (مدد کرنے سے یا تو یہ مطلب ہے کہ ان کی خبر اپنے اپنے وقت میں اپنے متبعین کو دینا اور ان پر ایمان لانے کی تاکید کرنا۔ یا اُن کے نائب ہونے کی حیثیت سے محمدیؐ پیغامِ توحید و اخلاق کو ـــــ جتنا حصّہ ان کے لئے مختص کر دیا گیا ہو ـــــ اچھی طرح پھیلانا۔ واللہ اعلم)

(۴) اس پر بھی اکتفا نہیں کی گئی بلکہ سب کو ایک دوسرے پر گواہ بھی بنایا اور تمام واقعے پر خود بھی گواہ بنا۔ (دیکھو پارہ ۳۔ آل عمران۔ رکوع ۹۔ آیات ۸۱ و ۸۲)

یہی وجہ تھی کہ تمام انبیائے کرام نے اپنی اپنی اُمتوں کو حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر دی اور آپ پر ایمان لانے کی تاکید بھی کی۔ یہی نہیں بلکہ سب نے آپؐ کے اُمتی بننے کی آرزو کی اور شبِ اسریٰ میں آپؐ کے پیچھے نماز ادا کی۔

تنبیہ (۱) میثاق النبیین کے سلسلہ میں اس قدر اہتمام اور اتنی

تاکیدیں بلا وجہ یا بغیر ضرورت تو ہو نہیں سکتیں۔ ارواحِ انبیا کو اللہ کا ایک حکم کافی تھا۔

ہماری ناقص فہم میں تو اس قدر اہتمام کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو بخوبی علم تھا کہ اس کی شانِ باطن پر ایمان لانا آسان ہوگا لیکن اس کی "شانِ ظاہر" کو نہ صرف اس کا غیر سمجھا جائے گا۔ بلکہ بوجہ حجاباتِ تعینات (آپؐ کے نورِ مجسم اور بے سایہ ہونے کے باوجود) شکوک و تذبذب بلکہ انکار اور بے ادبی تک نوبت پہنچے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متمثل بصورتِ بشری ہونے کو خالص "بشریت" پر محمول کیا جائے گا لہٰذا الست بربکم قالو بلیٰ سے زیادہ اہتمام کیا گیا۔ علاوہ بریں "عاشقِ صادق" اپنے "مطلوب و محبوب" کے متعلق ہر موقع پر، بالخصوص دوسروں سے اپنے محبوب کی تعریفیں کروانے اور خود اُسے سُن کر خوش ہونے کے لئے، زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا کرتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ ہماری تعلیم کے لئے بھی تھا کہ ہم سب حق تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت کریں اور دنیا پر اُن کی شانِ اقدس کے اظہار میں زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) اس میثاق کے الفاظ سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور سید المرسلینؐ تمام انبیا علیہم السلام کے پاس، ہر ایک کے عہد میں، اصالتاً تشریف لے گئے۔ مدد کے لئے نہیں بلکہ استاد کی حیثیت سے ماتحتوں کی نگرانی کے لئے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ "میثاق" کے بموجب اپنے اقرار کی پابندی کر رہے ہیں یا نہیں اور متبعین کا کیا حال ہے۔ (یاد رکھیے کہ آپؐ حشر میں ان تمام کے متعلق آنکھوں دیکھی شہادت دیں گے۔ آپؐ شاہد ہیں۔)

(۳) یہ بھی ثابت ہوا کہ تمام انبیاؑ آپؐ کے نائب اور اُمتی ہیں۔ مزید

ثبوت یہ ہے کہ بہ سلسلۂ اسریٰ تمام انبیاءؑ نے آپؐ کے پیچھے نماز ادا کی۔ اور وہ نماز نمازِ محمدیؐ تھی۔ نمازِ عیسوی یا موسوی نہیں۔

(۲۰) اثنینیت کے قائل کہیں گے کہ اللہ حاضر و ناظر ہے اور محمدؐ رسول اللہ کو بھی حاضر و ناظر ثابت کیا گیا ہے۔ بس ایک کافی تھا۔ **جواب**:۔ باطن و ظاہر ایک ہی ہے اور سب کچھ ایک ہی نظام کے نظارے ہیں۔ آپ ہی نے خواہ مخواہ ایک کو دو کر رکھا ہے۔ توحید کو اپنائیے جیسا ہم بتا رہے ہیں تمام عقدے حل ہو جائیں گے۔

(۲۱) ہمیں حکم ہے کہ تمام انبیا و مرسلین علیہم السلام پر ایمان رکھیں لیکن کلمہ میں صرف ایک نام "محمد رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ "رسالت محمدی" ہی اصل ہے اور الی الخلق کافتہ یعنی تمام مخلوق کے لئے ہے۔ جو ازل سے ابد تک ہو دیگر انبیاء و مرسلیں کی نبوت یا رسالت، اصل کی فرع اور محدود بہ زمان و مکان ہے۔ حضورِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام، ظہورِ ذات کے مرتبہ وحدت میں ہے۔ جہاں دیگر کسی "مخلوق" کا ظہور نہ تھا۔ پس ظاہر ہے کہ دیگر انبیاءؑ و مرسلینؑ "محمدؐ رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئے وہ اور ان کی نبوت و رسالت مرتبۂ واحدیت میں ہے۔ علاوہ بریں جب اصل کا نام آگیا تو فرع اس میں موجود مانی جائے گی۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ السامی کتاب نقد النصوص فی شرح فصوص کی فصل محمدیؐ میں فرماتے ہیں:۔

ترجمہ: سب خلائق کی اصل اور منشا و معاد اور مبدا، حضرت حقیقت الحقائق ہے اور وہ حقیقت محمدیؐ و نور احمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو کہ صورتِ حضرت واحدی احدی ہے۔ جامع تمام کمالات الٰہی اور کیانی

کے اور واضع میزان سب مراتب اعتدالات ملکی و انسانی وحیوانی
کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عالم و عالمیان آپ کی تفصیل کی
صورتیں اور اجزا ہیں اور آدم و آدمیان آپ کی تکمیل کے لئے مسخر ہیں۔
در حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے:
اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَ آدَمُ وَمَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِیْ ترجمہ:- یعنی میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور آدم علیہ السلام اور اس کے علاوہ سب میرے جھنڈے کے نیچے ہیں۔

آنچہ اول شد پدید از جیب غیب — بود نور جان او بے ہیچ ریب
بعد ازاں چوں نور مطلق زد علم — گشت عرش و کرسی و لوح و قلم
یک رقم از نور پاکش عالم است — یک رقم ذریت است و آدم است
نور او چوں اصل موجودات بود — ذات او چوں معطی ہر ذات بود
واجب آمد دعوت ہر دو جہانش
دعوت ذرات پیدا و نہانش

ترجمہ اشعار:-
(۱) غیب سے جو چیز سب سے پہلے ظاہر ہوئی وہ بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔
(۲) اس کے بعد جب نور مطلق ظاہر ہوا تو عرش و کرسی اور لوح و قلم پیدا ہوئے۔
(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک سے ایک تو پیدائش عالم ہے اور دوسری شق آدم اور اس کی اولاد کی پیدائش ہے۔
(۴) آپ کا نور چونکہ موجودات کی اصل تھا اور آپ کی ذات مقدس چونکہ ہر شے کو وجود عطا کرنے والی تھی۔
(۵) اس لئے آپ پر دونوں جہان یعنی ظاہر و باطن کے ذرات کی دعوت

واجب ہوئی۔

صاحب فتوحات مکیہ۔ کتاب مذکور کے جزو اول باب ۱۰ میں ص۱۳۵ و ص۱۳۶ پر فرماتے ہیں۔ (ترجمہ بحوالہ تحقیق العارفین جلد اول۔ ص۱۲۲ و ص۱۲۳۔ صرف اقتباسات دیئے جاتے ہیں)۔

"آدم علیہ السلام سے لے کر آخری رسول عیسٰی علیہ السلام تک عالم میں تمام انبیاء علیہم السلام" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں..... اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام انبیاء کی نبوت عامہ نہیں بلکہ خاص (یعنی محدود بہ زمان ومکان) ہے۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بادشاہ اور سردار ہیں اور آپؐ کے سوا تمام انبیا خاص خاص قوموں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ پس آپؐ کے سوا کسی رسول کی رسالت عام نہیں ہوئی۔ پس آدم علیہ السلام کے زمانہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قیامت تک آپؐ کی بادشاہت ہے اور آخرت میں آپؐ کا تمام رسولوں پر مقدم اور سردار ہونا نصِ صحیح سے ثابت ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت موجود تھی اور ہر نبی و رسول کی روحانیت کو حضورؐ کی روحِ پاک سے امداد ملتی تھی جس کے ساتھ وہ اپنے اپنے زمانے میں رسول ہونے سے شرائع اور علوم ظاہر کرتے تھے۔ (اور فرمایا)

لیکن جب کہ عالم ظاہر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود عینی پہلے نہ تھا اس لئے ہر ایک شریعت اُس نبی کی طرف منسوب ہوئی جو اس کے ساتھ مبعوث ہوا۔ لیکن وہ درحقیقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت تھی۔ گو آپؐ کا عین مفقود تھا جیسا کہ اب مفقود ہے (اور عیسٰی علیہ السلام کے نازل ہونے کے زمانے میں ہوگا) لیکن حکم آپؐ ہی

کی شریعت کا ہے (اور اُس وقت بھی رہے گا) اس تمام عبارت سے یہ ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ سب اولادِ آدم کے مالک اور سردار ہیں اور پہلے زمانہ کے تمام لوگ بھی آپؐ کے تابع اور غلام تھے اور ان کے حاکم یعنی انبیاعلیہم السّلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں''۔

اور حضرت شیخ محمد المہدی الفاسیؒ شرحِ دلائل الخیرات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم الداعی کی شرح میں فرماتے ہیں:۔
ترجمہ:'' یعنی حضرت شیخ ابوعثمان فرغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ داعی (خدا کی طرف بلانے والا) ابتدار سے انتہا تک دراصل یہی حقیقت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو کہ تمام انبیاعلیہم السلام کی اصل ہے۔ اور وہ آپؐ کی حقیقت کے اجزار اور تفصیلیں ہیں۔ پس انبیاعلیہم السلام کی دعوت اُن کی جزئیت کے اعتبار سے اُن کے کُل کا اپنے بعض اجزار کو خلیفہ کرنے سے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کُل کا اپنے تمام اجزار کو اپنی کُلّیت کی طرف بُلانا ہے اور اس کی طرف اشارہ اللہ تعالےٰ کا یہ قول ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ یعنی ہم نے آپؐ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بناکر بھیجا ہے اور انبیار ومرسلین علیہم السلام اور اُن کی تمام اُمتیں اور سب متقدمین اور متاخرین "کافۃ للناس" میں داخل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داعی الی الحق ہیں اور تمام انبیار ومرسلین علیہم السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے خلق کو حق کی طرف بلاتے ہیں اور وہ دعوت میں آپؐ کے خلفار اور نائب ہیں۔ چنانچہ قصیدہ بردہ شریف میں ہے۔ ؎
تمام معجزے جو انبیائے کرام سے صادر ہوئے ہیں وہ آپؐ ہی کے نور سے

اُن کو ملے ہیں۔ کیونکہ آپؐ فضیلت کے آفتاب ہیں اور سب انبیاء علیہم السلام ستارے ہیں جو اُس آفتاب کے انوار لوگوں کو جہالت کے اندھیرے میں دکھاتے ہیں۔" تحقیق العارفین حصّہ دوم صـ۴۲۱ - صـ۴۲۲

غرضکہ رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہی اصل اور واحد رسالت ہے۔ قیامت تک باقی رہنے والی ہے اور ازل سے ابد تک جتنی مخلوق ہوئی یا ہوگی سب کے لئے ہے۔

باقی تمام انبیاء و مرسلینؑ کی رسالتیں اور شریعتیں اُسی ایک رسالتِ محمدیؐ کی فرع، اور محدود بہ زمان و مکاں ہیں۔ اور اب فروع کا سلسلہ بھی بند ہوگیا ہے لا نبی بعدی یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں)

اور چونکہ اصل اپنی تمام فروعات اور جزئیات پر محیط ہوتی ہے لہٰذا اسلام کے بنیادی کلمہ میں "محمدؐ رسول اللہ" کا ذکر کافی ہوا۔ اور صرف آپؐ پر ہمارا ایمان تمام سابق انبیاء و مرسلینؑ اور اُن کی شریعتوں پر ایمان و اقرار کے مترادف قرار پایا۔

(۲۲) کلمۂ طیّبہ بیک وقت ذات کے اسمِ باطن اور اسمِ ظاہر کا اقرار ہے یعنی اللہ کے بطون کے ساتھ (جو ادراک میں نہیں آسکتا) اُس کے اسماء و صفات کا اقرار ہے جو بصورت معنیٰ نورِ محمدیؐ منصۂ شہود پر ظاہر ہیں۔ اگر کسی ایک جزوِ کلمہ کا انکار کیا جائے یا اُس کے متعلق عدم توجہی یا کم توجہی روا رکھی جائے تو نہ توحید مکمل ہوسکتی ہے نہ ایمان نہ عرفان؛ بلکہ ایمان کی بات یہ ہے کہ اسمِ ظاہر (محمدؐ رسول اللہ) اسمِ باطن (لا الٰہ الا اللہ) سے زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ وہ ایک طرف تو اسمِ باطن کی خواہشِ عرفان کی تکمیلی صورت ہے۔ (کُنتُ کنزاً مخفیاً فاحببتُ ان اُعرف فخلقتکَ یا محمدؐ) اور دوسری

طرف اللہ کے بندوں کے لئے اللہ کی شناخت اور اس کے قرب کے حصول کی واحد صورت ہے (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور یہ کہ حضورؐ برزخ کبریٰ بھی ہیں[1] یعنی احدیت اور واحدیت کے درمیان ایسی وحدت یا "ہستی ذو جہتین" جو دونوں سے واصل یا دونوں کی جامع ہے)

اسی لئے حضرتِ غیب الغیب اپنے اسمِ ظاہر (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر اپنے تمام ملائکہ کے ساتھ، ہر آن صلوٰۃ و سلام بھیجنے میں مصروف ہے اور اپنے تمام مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ بھی ادب کے ساتھ اس کی جہت ظاہر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ کثرت درود و سلام بھیجیں۔

اور اسی لئے ذاتِ غیب الغیب (الباطنُ) اپنے ظاہر (محمد رسول اللہ) سے (جو اس کے تمام اسماء و صفات کا مظہر اکمل ہے اور جس پر خود اس کا یعنی باطن کا ظہور بالذات ہے) شدید محبت کرتی ہے۔ کیوں کہ اس کی شان سے بعید تھا کہ وہ اپنے سے کم تر کسی "مخلوق" کو اپنا "محبوب" یا اپنی ذات و صفات کا مظہر اتم بنائے۔

اسی لئے ان حقائق پر ایمان لائے بغیر چارہ ہی نہیں ہے کہ "محمد رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم نہ "غیر حق" ہیں نہ دیگر مخلوق کی طرح "مخلوق" نہ خدا کے مقابل کوئی دوسری ہستی۔ بلکہ آپؐ خدا کی شانِ ظاہر ہیں۔ (اور ہر آن واصل بہ الباطن بھی) اور انہی معنی میں آپؐ "برزخ کبریٰ" "عینِ حق"، "مکمل و اکمل آئینۂ حق" اور ذاتِ جامع جمیع صفات کمالیہ کے مظہر اتم" ہیں۔ نیز متمثل بصورتِ بشری" ہو کر اس عالم فانی میں تشریف لانے کے باوجود آپؐ نورٌ مِن نورِ اللہ، فانی فی اللہ، باقی باللہ ہیں۔ بلکہ فانی فی اللہ ہو کر باقی باللہ بن جانا تو آپؐ کی اُمت کے اولیاء

[1] اس سلسلے میں حصۂ اول میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔

کا مقام ہے جو نُورٌ مِنْ نور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ بھیک کا ٹکڑا ہے۔ کہاں بھکاریوں کا مقام کہاں سخی الاسخیا نبی الانبیا، تاجدار یٰسٓ وطٰہٰ و لولاک لما خلقت الافلاک وصاحب قاب قوسین واو ادنیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام۔ فکر و تدبر سے کام لینے کی یہاں ضرورت ہے قیامت تک جتنی توصیف آپؐ کی بیان کی جائے کم اور بے مثل رہے گی۔ "کم" ــــ اس لئے کہ ہم اس قابل نہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تعریف کر سکیں، وہ "کُل" اور اصل موجوداتِ عالم ہیں اور ہم تمام انسان بلکہ پوری کائنات مل کر بھی "جزو" اور "فرع" ہی رہیں گے۔ اور فرع کی حیثیت سے ہماری توصیف، اصل کی پوری توصیف کبھی نہیں ہو سکتی۔ "بے مثل" ــــ اس لئے کہ مقامِ "برزخِ کبریٰ" پر صرف آپؐ فائز ہیں۔ اس لئے آپؐ کی ہر تعریف "بے مثل" ہوگی بہ الفاظِ دیگر کسی "مخلوق" کی تعریف کے لئے جو الفاظ یا کلمات استعمال کئے جائیں وہ ہرگز بہ لحاظ بلندی معنی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موزوں نہیں ہو سکتے۔ جن و انسان اور فرشتے سب "الظاہر" کے تحت ہیں بلکہ اسی کی فرع ہیں وہ الظاہر ہی کو دیکھ سکتے ہیں الظاہر ہی تک پہنچ سکتے اور الظاہر ہی کی ثنا و صفت بیان کر سکتے ہیں۔ الباطن تک رسائی الظاہر کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ (یہ بھو لئے کہ الظاہر اور الباطن ایک ہی حقیقتِ اعلیٰ کی دو جہات ہیں۔ لہذا الظاہر کو الباطن کہنا مبالغہ نہیں ہے بلکہ نہ کہنا کفر و غداری ہے)

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:۔

آنحضرتؐ کی پیدائش سے کسی دیگر انسان کی پیدائش۔ کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ باوجود "عنصری اظہار" کے آپؐ اللہ جل وعلا کے نور کا

اظہار ہیں .... تعلیمات، صفحہ ۱۰۴
نکتہ - ازل میں تمام ارواح سے الست بربکم۔ قالو بلیٰ کا اقرار لیا گیا پھر وہی ارواح، عنصری اظہار کے ساتھ، صورت بشری لے کر اس عالم مادیت میں آئیں اور تا قیامت آتی رہیں گی۔ اور اُن کے جتنے کام ہیں (اقرار قالو بلیٰ سمیت) درحقیقت جسم سے نہیں، بلکہ اصل روح سے سرزد ہو رہے ہیں پھر نور محمدی کو جو روح الارواح اور نورٌ من نور اللہ ہے، صورت بشری میں دیکھ کر، صرف مادی جسم بشریت تک کیوں محدود سمجھا جاتا ہے سمجھو اور غور کرو — اور حصّہ اول کے اُن ابواب کو دوبارہ بغور پڑھو جن میں انسان کی انا۔ روح وجسم سے بحث کی گئی ہے۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ پہلے دل و دماغ میں جمے ہوئے غلط عقائد کو دھو ڈالو۔

صاحب تفسیر الرموز خطبہ کتاب میں فرماتے ہیں:

"پاک ہے وہ جس کی ذات نے، اپنی ذات کے لئے، اپنی ذات کے ساتھ، اپنی ذات میں، اپنی ذات سے، اپنی ذات کی طرف، جلوہ کیا۔

اور پاک ہے وہ جس کی صفات، اپنی صفات پر، اپنی صفات کی طرف، اپنی صفات سے، اپنی صفات میں، اپنی صفات کے ساتھ، اپنی صفات کے لئے ظاہر ہوئیں۔

یعنی جب احد عالم بے حد سے ظاہر ہوا تو احمدؐ کی صورت میں اپنی صفات کے ساتھ ظاہر ہوا (یعنی) طغرائے شہود کا خطِ اول اور انشائے وجود کا دوسرا

ٹکرا۔ جلال باکمال سرمدی سے جمال لایزال احمدی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوا۔"[1]

اور مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رح نے فرمایا (لبسلسلۂ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اُن کا مشہور قصیدہ ہے جس کا ایک شعر ہے۔)

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے اُسی سے اُسکی طرف گئے تھے[2]

دیگر بے شمار حوالے اپنے اپنے مقام پر زیر نظر کتاب میں موجود ہیں صبر و سکون اور عشق و محبت کے ساتھ مطالعہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ حلاوت ایمان کا راز اسی میں مضمر ہے۔ وَمَا توفیقی اِلّا باللہ۔

(۲۳) جامعیت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ

کلمۂ توحید کی جامعیت بے مثال ہے۔ اس کے اجمال میں عالم بطون و عالم ظہور کی تمام تفصیل مندمج ہے۔ ملائکۂ مقربین سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے انسان سب رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کے سائے میں ہیں۔ آپؐ ہی عالم ظہور میں انسانِ کامل۔ خلیفتہ اللہ اور نائبِ حق ہیں۔ تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام، ولایت، بنوت اور رسالت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اور نائب ہیں اور اب قیامت تک اولیائے کرام و مشائخ عظام رح ہی آنحضور صلعم کے نائب و خلفا ہوں گے اور انہی کو "آلِ معنوی رسول صلعم" کہا جائے گا۔

کیونکہ نبوت کا دروازہ، آپؐ کی تشریف آوری کے بعد بند کر دیا گیا ہے اور آپ کی آمد نے اُس پر سیل (یعنی مہر) لگا دی ہے۔ اب کوئی

---

[1] ۔ تحقیق العارفین۔ جلد دوم۔ ص ۱۳۹

[2] ۔ اس پر میری تضمین بصورت خمسہ میرے مجموعۂ کلام "نغمات عشق" کے حصۂ اردو میں دیکھئے۔

شخص نبی نہیں بن سکتا۔ نہ ظلّی نہ بزوری۔ نہ عقلی نہ نقلی (دروازے کی سیل یا خود مالک توڑے یا چور[۲]) خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم سے لَا نَبِیَّ بَعْدِی (یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا) فرما کر انھیں بحکم الہٰی امر ولایت کا خاص امین بنایا تا کہ آپؐ کی دولت ولایت (جو قیامت تک جاری رہے گی) آپؐ کی مرضی و مراد کے مطابق، مکمل صورت میں، صاحبزادگانؓ والا تبار تک، اُن کے والد بزرگوار حضرت علیؓ ارمؓ کے ذریعہ بطور امانت پہنچے اور پھر ان سے اور اُن کی اولاد سے، امت محمدیؐ فیض یاب ہو۔ انہی معنٰے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع سے واپسی پر غدیر کے قریب جو خطبہ دیا اُس میں فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنی سنّت۔ اگر تم ان سے تمسک کرتے رہے تو گمراہ نہ ہوگے یہاں تک کہ حوض کوثر پر محمدؐ سے ملو۔

بعض روایتوں میں کتاب و سنّت کی جگہ قرآن اور عترت رسولؐ یا آل رسولؐ ہیں لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ تاھم "آل رسولؐ" سے متعلق چند معروضات یہ ہیں کہ اولاد نبویؐ صلی اللہ علیہ وسلم (جن میں خاص طور پر حضرت علیؓ جناب حسنینؓ اور اُن کی اولاد امجاد یعنی ائمۂ اطہارؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں) بطور خاص اسرار ولایت،

---

[۱] ۔ چونکہ احکام جوارح ظاہری مکمل ہو چکے لہٰذا منصب نبوت ختم ہوا۔ اب اصل احکام کے تحت صرف فقہی احکام کا اجرا علماء و فقہائے اسلام کا فریضہ ہے۔ اصلاح قلب اور خدا رسی کی خاص "حکمت" کی تکمیل امر ولایت سے متعلق ہے اور اس کے اساتذہ مشائخ کرامؒ ہیں وہ عالم ہوتے ہیں جاہل نہیں لیکن اُن کا علم۔ لدنّی بھی ہوتا ہے۔ صرف کتابی نہیں۔

[۲] حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس نکتہ کی وضاحت اپنے فتاویٰ میں کی ہے اور میں نے اس کی نقل اپنی کتاب مخزن انوار توحید میں دی ہے، یہاں اسی کا خلاصہ دیا گیا ہے۔

اور غوامضِ قرآن وسنت کے اصل مفہوم کی سند ہوں گے۔ پھر ان حضرات کے بعد حضور علیہ السلام کی "آلِ معنوی" ہوگی[1] اور ان میں وہ اشخاص شامل نہ ہوں گے جو:۔

---

[1] واضح رہے کہ حضرات خلفائے راشدین رضؓ بھی اسی زمرے میں ہیں کیونکہ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزا، خلفا اور آل معنوی ہیں بلکہ قیامت تک جو حضرات آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے "آل معنوی" کہلائیں گے خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین ان سب کے سردار وپیشوا رہیں گے۔ پھر بھی اولادِ صلبی اولادِ صلبی ہی رہے گی اور جن کی شان میں من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ۔ اور انا مدینۃ العلم وعلی بابہا۔ یا۔ انا وعلی من نور واحد یا من نفس واحد وغیرہ فرمایا گیا ہے یہ امتیازات خصوصی نہ اُن کی ذاتِ گرامی سے علیحدہ کیے جا سکتے ہیں نہ ان کے باعث حضرات خلفائے ثلاثہ رضؓ کی اپنی بزرگی میں کوئی فرق آ سکتا ہے۔ خود حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد یہ ہے:۔

"علیؓ آنحضرتؐ کی عترت میں ہیں۔ آنحضرتؐ نے اُن سے تمسک کی ترغیب دی ہے اور اس کے لیے ان کو (علیؓ کو) مخصوص فرمایا ہے۔ اسی طرح خم غدیر کے روز بھی۔

اور حضرت عمرؓ کا ارشاد یہ ہے:۔

سالم سے مروی ہے۔ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے کہا۔ آپ صحابۂ رسول اللہ سے زائد علیؓ کا بہت خیال رکھتے ہیں تو انھوں نے فرمایا "وہ میرے مولا ہیں"۔

(بارہ امام۔ از مولانا درد کاکوروی۔ ص۲)

فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے:۔

"میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ یہ سب قریشی ہوں گے"[2] (التجرید الاحادیث ص۵۵۴ بحوالہ بخاری رضؓ ومسلم رضؓ)

نیز فرمایا "بارہ شخصوں تک (اماموں تک۔ مراد اولادِ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے)

(باقی اگلے صفحہ پر)

(۱) جو راہِ ولایت سے دور ہوں۔ یا اس کے خلاف ہوں۔

(۲) یا ایسے "عالم" جو ایسی آیات قرآنی اور احادیث کو بھی جو "امورِ ولایت" اور "احوال باطن" سے متعلق ہیں محض احکام جوارح اور امور ظاہری پر محمول کرتے ہوں۔

(۳) یا جو جمہور اولیائے کرامؒ اور مشائخ عظامؓ کے عقائد اور اُن کی تعلیمات سے انحراف کرتے ہوں۔ اور اپنے من مانے عقائد کو صحیح سمجھتے ہوں۔

لہٰذا حدیث مذکورۂ بالا کے مصداق ائمۂؓ اہلبیتِ کرام ہیں۔ پھر ان کے بعد ان کی اولادؓ امجاد اور جید صحابۂ کرامؓ ہیں۔ اولادِ آئمۂ کرامؓ میں بالخصوص سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حسنیؓ و حسینیؓ سیّدنا خواجہ، خواجگان، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ جیسے اولیا گر علمائے ربانی، غوثِ زمان، قطب الاقطاب، اور اُن کے اسلاف و اخلاف صالحینؓ ہیں۔ نیز اِن بزرگوں کے عقائد توحید و معرفت کے علمبردار، ان کی ظاہری و باطنی تعلیمات کے حامل و مبلغ مختلف سلاسل کے مشائخ کرامؒ ہیں جن کا شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی "آل روحانی معنوی" میں ہوتا ہے۔ یہی حضرات صحیح معنٰی میں جانشین رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو شخص ان کا پیرو رہے گا وہی عنداللہ و عندالرسولؐ راہ راست پر رہے گا۔ حدیث مذکور سند کے لئے کافی ہے۔

افسوس ہے کہ "آل رسولؐ اور اُن کی اتباع" کے معنے کسی فرقہ نے

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) اسلام عزت والا رہے گا"۔[۱]

(تجرید الاحادیث ص۴۲۵ بحوالہ ترمذی و رسالہ بارہ امام۔ از مولانا درد کاکوروی ص۲۹ و ص۳۰)

[۲] ان میں بعض لوگ خلفائے ثلاثہؓ کو بھی شامل سمجھتے ہیں بعض نہیں سمجھتے۔

کچھ لئے اور کسی نے کچھ ـــ مگر اصل مقصد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے "معنوی و عرفانی جانشینوں" کے "علم سینہ" (یعنی علم لدنی) اور اسرار روحانیت ہی سے منحرف ہو گئے اور یہ بھی یاد نہ رہا کہ جب تک بیعت معرفت کے ذریعہ ان ذوات عالیہ سے صحیح نسبت نہ پیدا کی جائے۔ نہ اسرار و غوامض قرآن وسنت دل پر منقش ہوتے ہیں۔ نہ عقائد درست ہوتے ہیں۔ نہ عمل صحیح ہوتا ہے۔ اور نہ قرب خدا و رسول ص حاصل ہوتا ہے۔ ان تمام امور کی مثبت جامعیت کو اصطلاحاً روحانیت کہتے ہیں۔

وہ یہ بھی بھول گئے کہ علوم شرعی حاصل کرنے کے بعد بڑے سے بڑے علماء نے فقرا کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر اولیا و مشائخ میں ان کا شمار ہوا ہے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزی نہ شد

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ "عالم کامل" اور "عارف" وہی ہے جو فقیر بھی ہو اور "فقیر" وہ ہے جو "مدارج و عظمت حقیقت محمدی ص" سے واقف ہو کر عشق محمدی ص کے ذریعہ "فانی زخود و باقی بحق" ہو۔ (دیکھو حدیث قرب نوافل و حدیث قرب فرائض)

چنانچہ علم احکام جوارح اور "جذبۂ حق" رکھنے والا ہی صحیح معنی میں ولی اللہ، جانشین رسول ص، آل معنوی رسول ص اور شیخ معرفت وغیرہ خطابات کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اللہ و رسول ص جسے نوازیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تنبیہہ۔ نعت میں مبالغہ۔ یا۔ نعت کا "خلاف شریعت" ہونا۔
نعت میں ہر مبالغہ جائز ہے۔ جو حضرات اس کے قائل نہیں ہیں

اُن کا "تقویٰ" اور "اسلام" شدید عشقِ محمدیؐ کے دائرے سے باہر تو ہیں ہی۔ وہ عقل و منطق کے بھی منافی ہیں۔ دلائل یہ ہیں :۔

(i) اوّل تو جس کی تعریف خدا کرے اس تعریف کے مقابلہ میں بشر کی ثنا و توصیف کی کوئی حقیقت نہیں رہ جاتی۔ جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ یہ بھی مدنظر رہے کہ بشریت کے طبقے ہیں۔ جہاں تک جس طبقۂ بشری کی نظر پہنچتی ہے وہیں تک وہ دیکھ سکتا ہے اور اسی کا ذکر کرتا ہے۔ اعلا تر بصیرت رکھنے والے اس طبقہ سے جو اس سے کم تر ہیں۔ زیادہ وسیع زیادہ بلند اور زیادہ گہری نظر رکھتے ہیں۔ لیکن انسانی نظر خواہ کتنی ہی بلند ہو وہ الٰہی نظر سے نیچی ہی رہے گی یعنی انسان تعریف محمدیؐ میں کتنا ہی مبالغہ کرے وہ اللہ کی تعریف سے کم ہی رہے گا۔ لہٰذا حضورؐ کی تعریف میں ہر انسانی مبالغہ جائز ہے جو اس سے پرہیز کرتے ہیں وہ تنگ نظر ہیں اور ایک طرح سے اللہ کی کی ہوئی تعریفوں پر مبالغہ کا الزام لگاتے ہیں۔ اس میں ان کی اپنی اور اپنے "علم" کی نمائش کا جذبہ بھی کارفرما ہوتا ہے تاکہ ان کے ہم خیال انھیں بلند پایہ متقی پرہیزگار سمجھیں۔ لیکن عاشقانِ خدا و محبوبِؐ خدا کی نظر میں وہ حقیر اور تنگ نظر ہی رہتے ہیں۔ بہر حال وہ اپنے "پرہیز" میں مست رہیں۔ ہم اپنی قلندری میں خوش ہیں۔

(ii) دوم۔ یہ تو سب مانتے ہیں کہ حضورِ ختمی مرتبت کو بے انتہا عظمتیں حاصل ہیں۔ اور وہ عظمتیں اور نعمتیں انسانی فہم و ادراک سے بالا ہیں۔

لیکن مبالغے کے مخالفین مبالغے کو سمجھتے ہیں۔ لہٰذا مبالغہ اُن کی فہم کے اندر رہا۔ اور حضورؐ کی شان کا عظیم حصّہ انسانی فہم سے بلند ہے۔ لہٰذا ہر وہ توصیفِ محمدیؐ جو عام انسانی فہم یا محدود ادراکِ بشری میں نہ

آتی ہو۔ ناجائز کیونکر ہوئی۔ فہم میں نہ آنا اور بات ہے۔ ناجائز ہونا اور بات ہے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ فہم انسانی کے درجات مختلف ہیں اعلیٰ ترین ہستی کی صفات کو سمجھنے کے لئے اعلیٰ ترین فہم بھی چاہیئے۔

(iii) سوم۔ اسی طرح بعض حضرات۔ حضورؐ ختمی مرتبتؐ کے بے انتہا عظیم اوصاف کے ذکر یا عقیدے کو "خلاف شریعت" کہہ کر مسترد کر دیتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے کہ "حضورؐ خدا کے مظہر اکملؐ" ہیں تو اس حقیقت یا اس کے مضمرات کا ذکر" خلاف شریعت "کیونکر ہوا۔ قرآن و احادیث میں مذکور اوصافِ حقیقت محمدیؐ ہرگز ہرگز "خلاف شریعت" نہیں ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ مخالفین "شریعت" کو اپنی محدود نظر سے دیکھتے اور اسی کے مطابق رائے قائم کرتے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ بات ہے کہ وہ اپنی رائے دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ حضرات ایمان۔ اسلام اور شریعت کے متعلق اپنے مولانا ثناء اللہ پانی پتی رح کی رائے پڑھ لیں جو اسی کتاب میں آگے درج ہے۔

(iii الف) بعض حضرات خدا کی حمد و ثنا کو غیر محدود کہتے ہیں۔ یہ بالکل درست ہے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ حضورؐ خدا کے مظہر اکمل ہیں۔ لہٰذا ان کی ثنا و نعت بھی غیر محدود ہوئی۔ اور ذرا سی کمی بھی حضورؐ کی تنقیص ہو گی۔ اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی ذرا سی تنقیص یا اُن کی شان میں ذرہ برابر بے ادبی بھی اللہ تبارک و تعالےٰ کی نظر میں بہت بڑا جرم و گناہ ہے اور اس کی پاداش میں تمام اعمال صالحہ غارت ہو سکتے ہیں اور بے ادب یا تنقیص شان کرنے والے کو خبر بھی نہ ہو گی۔

لہ اس کے ثبوت قرآن و احادیث کے متعدد دلائل، اولیاء اللہ کے ارشادات اسی کتاب میں جا بجا موجود ہیں۔ یہاں تکرار کی گنجائش نہیں ہے۔

لیکن بعض حضرات کا یہ فرمانا کہ نعت گوئی میں بلندی معنی اکے ذکر کے لئے بھی حدیں ہیں۔ خبردار کوئی نعتیہ شعر ایسا نہ لکھنا جو شریعت کے خلاف ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان حضرات کی کوتاہ فہمی اور تنگ نظری پر سخت حیرت ہے۔ شریعت میں تو کہیں یہ تحدید نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس قرآن واحادیث اور ارشادات اولیاء اللہ میں بے حد اور لامحدود ثنا وصفات مذکور ہیں مثلاً :

قرآن پاک میں ہے : (۱) ورفعنا لک ذکرک (اور بلند کیا ہم نے تمھارے ذکر کو)۔ فرمائیے، یہ بلندی ذکر کہاں ختم ہوتی ہے۔ اور آپ کو کس نے یہ حق دیا ہے کہ خدا کے حکم یا فعل میں حد بندی کریں۔ مانا کہ بندوں کے لئے یہ حکم نہیں ہے مگر ترغیب تو ہے۔ بندے اپنی طاقت ومقدور کے مطابق محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر "بلند" کریں۔ اس میں بھی حد بندی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ نوعیت مطلق رہے۔

(۲) صلّوا علیہ وسلموا تسلیما۔ میں شریعت کی حد کیا ہے؟ یہاں بھی حکم مطلق ہے۔

(۳) معراج میں صاحب معراج صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت، مقام او ادنیٰ[1] (مقام وصال) پر ختم ہوئی۔ تو کیا آپؐ کو "واصل بحق" کہنا خلاف شریعت ہے یا بے ادبی ہے۔ اس میدان نعت میں تو عاشق شعرائے کرام نے طبیعت کی بڑی جولانیاں دکھائی ہیں۔ باوجودیکہ معذور ومجبور حضرات یا محبت کے چور شعرا —— خبردار۔ خبردار ہی کہتے رہے۔ ایسے حضرات منافق یا جھوٹے عشاق رسولؐ ہوتے ہیں۔ حقیقی نہیں۔ سچوں کی داستانیں تاریخ کی زینت ہیں۔

(۴) کلمۂ طیبہ سے آپؐ کا حق ہونا ثابت ہے۔ آپؐ کے متعدد اسمائے گرامی وہی ہیں جو اللہ کے ہیں۔ متعدد آیات واحادیث سے بھی آپؐ کا عین حق ہونا ثابت ہے۔ آپ کی رسالت سے آپ کی شان ولایت اور آپؐ کے نوری تعینات

---

[1] او ادنیٰ کی حد کیا ہے؟

سے آپ کا نور ذات ہونا کبھی ساقط یا ختم نہیں ہوا۔ آپ خود فرماتے ہیں "جس نے مجھے دیکھا اس نے یقیناً خدا کو دیکھا پھر نعت میں ان حقائق کا اظہار خلاف شریعت کیوں قرار دیتے ہو۔ انصاف تو یہ کہتا ہے کہ ان حقائق کے پیش نظر آپ کی حقیقت کو خدا نہ کہنا کفر اور غداری ہے۔

(۵) آپ ہی اوّل و آخر اور ظاہر و باطن ہیں۔ خدا بھی اوّل و آخر اور ظاہر و باطن ہے۔ پھر آپ نعت میں ان حقائق کے اظہار کو سوء ادبی کیوں فرماتے ہیں۔

(۶) حضرت امام جعفر صادق کا قول ہے۔ انی انا اللہ لا الٰہ الا انا۔ حضرت امام زین العابدین اور حضرت جابر فرماتے ہیں۔ پہنچے ہم تک رسول اللہ سے دو ظروف علم کے۔ ایک کو پہنچایا ہم نے دوسروں تک اور دوسرے کا اگر ہم ذکر کریں تو کاٹا جائے ہمارا یہ گلا۔ اور بقول حضرت امام زین العابدین علیہ السلام۔ لوگ ہمیں بت پرست قرار دیں اور ہمارا خون حلال جانیں۔

بعد کے حضرات میں کسی نے سبحانی ما اعظم شانی کہا۔ کسی نے فرمایا میرے جبہ کے اندر خدا کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کسی نے کہا۔ من خدا یم من خدا اور کسی نے انا الحق کہا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی یہ الفاظ کہہ سکتے ہیں تو حضور علیہ السلام کو وہ کیا سمجھتے ہوں گے۔ بالخصوص حضرت امام زین العابدین اور امام جعفر صادق علیہ السلام آپ کو کیا سمجھتے ہوں گے۔ اور ان کے خدا سمجھنے پر آپ کی شریعت کا کیا فتویٰ ہے۔ ذرا سوچ سمجھ کر فتویٰ دیجئے۔

(۷) اسی طرح امت محمدی کا ہر ولی۔ احادیث قرب فرائض و قرب نوافل کے بموجب اور تصدیق خداوندی کے ساتھ "صورت بشری" میں خدا ہوتا ہے[2]۔ پھر محبوب[1] خدا کیا ہوں گے۔ آپ "صورت بشریٰ" سے خیال ہٹالیں جیسا کہ نماز باجماعت میں سامنے والے آدمیوں یا دیگر اشیا کے متعلق کرتے ہیں (کیا آپ اپنے

---

[1] بمعنی؛ حقیقت محمدی۔ [2] یہاں بھی اس کی انا مراد ہے۔

جوتوں کو سجدہ کرتے ہیں (نعوذ باللہ) نعت گوئی کے بلند مقامات میں کہاں نازک مقام ہے؟ ہاں تنقیص بہت خطرناک ہے۔ بلندی شانِ محمدیؐ کی کڑوی گولی آپ ہی کے حلق میں پھنس سکتی ہے۔ خدارا دوسروں کو تو نہ ڈرایئے۔

(۸) اعلیٰ حضرتؒ فرماتے ہیں ؎

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اُسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے (معراج میں)

حضرت شمس تبریزؒ فرماتے ہیں ؎

محمد بیں نہ گوید نام اللہ حکایت ختم شد واللہ باللہ

میں نے اپنی تصنیف "نور آفتاب رحمت" میں درجنوں اشعار اسی مفہوم کے دیئے ہیں۔ شوق ہو تو ضرور پڑھ لیں اور اپنے غلط عقائد سے قبل موت توبہ کر لیں۔ یہ تمام بزرگ شریعت مطہرہ اور عشق محمدیؐ کے آپ سے کہیں بہتر مجسمے اور پیکر عمل تھے۔

(۱۷) جب تک عشقِ محمدیؐ میں انسان دیوانہ نہ ہو اُس کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ اور جب ایمان ناقص ہے تو اس کا اسلام بھی ناقص و نمائشی رہتا ہے۔ اور نقص ایمان و اسلام کی صورت میں اس کے تقویٰ و عبادات اور دیگر اعمال کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے۔ ناظرین خود فیصلہ کر لیں۔

(۵) نمبر ۲۲ کی شرح میں ــــ حضورؐ ختمی مرتبت کی مدح کے سلسلے میں اس کے کم رہنے اور بے مثل ہونے کے متعلق جو دلائل ہیں وہ بھی پھر پڑھیں ــــ اور اپنی تنگ نظری سے توبہ کریں۔

آمدم برسرِ مطلب ــــ

کلمۂ توحید کے وہی معنے درست ہو سکتے ہیں۔ جو اولیاء اللہ رحمۃ اللہ نے بیان فرمائے ہیں۔

جو ان حضرات رح کے بیان کردہ عقائد پر ایمان رکھے گا مقبولیت کے درجہ پر فائز ہوگا۔ جو ان کے خلاف جائے گا اس کا کلمۂ توحید ہرگز ہرگز درست یعنی معیاری نہیں ہوسکتا۔ نہ اُس کے دل میں شدید عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا نہ حضورؐ کا کامل ادب ہوگا۔

ایمان اور اُس کی پہچان:

(۱) سرکارِ دو عالمؐ سے عشق اور حضورؐ کا ادب ہی سب سے پہلی اور سب سے بڑی پہچان ایمان کی ہے

اس کے بعد۔

(۲) شریعت پر عمل دوسری پہچان ہے۔ لیکن یہ ضرور ذہن میں رہے کہ (اوّل) قرآن و شریعت ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں۔ بالخصوص روح و معنیٰ میں۔ (دوم) مطلق حکم کو مقید نہیں کر سکتے۔ (سوم) عشق کی مغلوب الحالی میں احکام شرعی کا اطلاق کرنا ظلم و ناانصافی ہے۔ (چہارم) ہمارے عقیدے میں "شریعت" محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں اضافہ کرتی ہے۔ نہ کہ "ملاپن" میں۔

صداقت ایمانی کا یہی معیار خلفائے راشدین رض اور صحابۂ کرام رض کے زمانہ میں تھا۔ یہی ہر دور میں رہا۔ یہی آج بھی رہنا چاہیئے۔ اس معیار پر وہ لوگ ہرگز پورے نہیں اُترتے جو پابندیِ شریعت کا ڈھول تو بہت پیٹتے ہیں لیکن تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ادب کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھنے کو "شرک" و "بدعت" قرار دیتے اور اس سے دوسروں کو بھی باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ وہی لوگ اپنے افسر یا مجسٹریٹ کے سامنے مؤدب کھڑے ہو کر سلام کرتے ہیں (خواہ وہ مشرک یا کافر ہی کیوں نہ ہو) اور جب تک حکم نہ ملے بیٹھ نہیں سکتے۔ انھیں شرم کیوں نہیں آتی۔ یاد رکھئے

کہ کھلے ہوئے کفار ومشرکین سے منافقین زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔
اور "منافقین" وہی تھے جو اپنے آپ کو "مسلمان" تو کہتے تھے مگر حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں پسِ پشت گستاخی و بے ادبی کرتے تھے۔ کیا آج "منافقین" کی یہ پہچان نہیں رہی ؟ آج تو وہ کھلم کھلا بے ادبی اور گستاخی کرتے ہیں۔ ان کا پہچاننا کیا مشکل ہے۔

(۲۴) مذکورۂ بالا بحث سے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس ضمنی لیکن اہم مسئلہ پر مزید روشنی ڈالی جائے کہ عوام الناس کی ہدایت کرنا اور تزکیۂ نفس کرانا صرف اولیا و مشائخ کرام رح کا فریضہ ہے۔ یا اُن کے متبعین کا کیونکہ ان کا کلمۂ توحید درست ہوتا ہے اور وہ عشق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار رہتے ہیں۔ اور یہی دو نعمتیں اُن کے لئے سرمایۂ حیات و نجات ہیں۔

واضح رہے کہ محض علم کتابی ہرگز مستند نہیں ہوتا جب تک کہ وہ عاشقی سے ہم کنار ہو کر ولایت کی نعمت نہ حاصل کرلے یعنی صحیح معنوں میں "عالم" وہی ہے جو "فانی از خود باقی بحق" بن جائے اور جسے علم لدنی بھی حاصل ہو۔ قرآن و احادیث میں جہاں بھی صرف "علم" کا لفظ "علم دین" کے معنوں میں آیا ہے وہاں اُس سے علم وہبی و لدنی ہی مراد ہے (انبیائے کرامؑ درسگاہوں کے فارغ التحصیل نہیں تھے اور یہ بھی ہماری ہی تعلیم کے لئے ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (جزوی طور پر ہی سہی مگر) حضرت خضر علیہ السلام کی اتباع کا حکم دیا گیا عشق نبوی ؐ اور علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتماع اسی لئے اکمل و اشرف ہے کہ وہ نعمتِ ولایت کے حصول و عروج کا ضامن ہے جس کی آخری حدوں تک محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے ہوئے تھے۔

(لِی مَعَ اللّٰہِ وَ قتٌ .... الخ اس کی سند ہے) دیگر صاحبِ ایمان اُمتیوں کے لئے صرف اس کے مختلف درجات تک رسائی ممکن ہے۔ غیر مسلم اقوام اور احترام نبویؐ کی مخالف "مسلم" جماعتوں کے مقدر میں یہ نعمت نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ عشقِ محمدیؐ۔ صحیح شناخت مقام محمدیؐ۔ اور "کامل" اتباعِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے عاری ہیں۔ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ صرف "توحید" کا دعویٰ تکمیل ایمان کے لئے کافی نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا "عشقِ حقیقی"۔ "امرِ ولایت" اور "پیغام رسانی" (یعنی کارِ نبوت) دونوں پر مشتمل ہے۔ نبوت ختم ہو چکی، لیکن ولایت کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین یا نائب آپؐ کے ظاہری پردہ فرما لینے کے بعد، قیامت تک، وہی اشخاص ہو سکیں گے جو آپؐ کی دونوں حیثیتوں کے جامع ہوں۔ یعنی احکام اسلامی (جو مکمل ہو چکے ہیں) کی تبلیغ کی اہلیت بھی رکھتے ہوں اور نعمتِ ولایت کے بھی بقدر عطائے الٰہی حامل ہوں۔

واضح رہے کہ ہر دو امور مذکور، کلمۂ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ محمد رسول اللّٰہ) کی صحیح شرح پر (جو اوپر مذکور ہو چکی، نیز دیگر صفات محمدیؐ پر جو آئندہ بیان ہوں گی) ایمان رکھنے پر منحصر ہیں۔ جب تک بھرپور عشقِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام صفاتِ محمدیہؐ پر ایمان نہ ہو، کسی شخص کو بھی نہ "تبلیغ و تعمیلِ احکامِ نبوت" کی نیابت حاصل ہو سکتی ہے نہ کوچۂ ولایت و فقر میں وہ داخل ہو سکتا ہے۔

دونوں مناصب کو الگ الگ سمجھنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ

لہ. جو قالِ رسولؐ کے ساتھ حالِ رسولؐ سے بھی مشرف ہو۔

اولیائے کرام رض اور مشائخ کبار رح نے ایسا نہیں سمجھا۔ نہ ایسا دوسروں کو سمجھایا۔
حضرت داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ العزیز کی کتاب کشف المحجوب کے باب اول کی دوسری فصل کا خلاصہ یہ ہے:۔

"دراصل انسان کا صحیح علم، حق تعالےٰ کے احکام اور اس کی ذات وصفات کی معرفت ہے۔ احکام الٰہی کے علم کو "علم شریعت" اور اس کی ذات وصفات کے علم کو "علم حقیقت" کہتے ہیں۔ شریعت کے اصول اقرار توحید اور اقرارِ رسالت ہیں۔ اور فروع، حقوق اللہ وحقوق العباد اور علم حقیقت کے اصول = ذات وصفات کی معرفت ہے اور فرع، خلوص، احسان، اور تطہیر قلب ہیں۔

یہ دونوں علوم آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ چنانچہ علم ظاہر، باطن کے بغیر جہالت اور نفاق ہے اور علم باطن، ظاہر کے بغیر شیطانی وسوسوں میں پڑ کر جادۂ حق سے بھٹک جاتا ہے۔"

(از مولوی فیروز الدین مرحوم۔ مطبوعہ لاہور)

اور چوتھی فصل کا خلاصہ مولوی صاحب مرحوم یہ لکھتے ہیں:۔

معرفت وشریعت:۔

"صوفیہ کے نزدیک علم تین ہیں۔ علم باللہ۔ علم مع اللہ۔ علم من اللہ۔ علم باللہ سے مراد علم طریقت۔ علم مع اللہ سے مراد مقامات طریقت اور اولیا کے درجات کا علم۔ اور علم من اللہ = علم شریعت ہے۔"

حضرت جلال الدین سیوطی رح مفسر قرآن فرماتے ہیں کہ میرا اعتقاد ہے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کا طریق صراطِ مستقیم ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح اپنی مشہور کتاب "مالابد منہ" کے آخر میں بعد مسائل شرعیہ کتاب الاحسان والتقریب میں ارشاد فرماتے ہیں :-

" بداں اسعدک اللہ تعالےٰ ایں ہمہ کہ گفتہ شد صورتِ ایمان و اسلام و شریعت است وحقیقت آں در خدمت درویشاں باید جست وخیال نباید کرد کہ حقیقت خلاف شریعت است کہ ایں سخن جہل و کفر است بلکہ ہمیں شریعت است کہ در خدمت درویشاں رنگ دیگر پیدا می کنند۔"

یعنی، جان تو اللہ تجھے سعادت عطا فرمائے کہ جو کچھ اوپر مذکور ہوا (یعنی احکام مسائل شرعیہ وغیرہ) - ایمان - اسلام اور شریعت کی "صورت" ہے - اس کی "حقیقت" کو درویشوں کی خدمت میں تلاش کرنا چاہیے - اور یہ خیال ہرگز نہ کرنا چاہیے کہ حقیقت، شریعت کے خلاف ہے - کیونکہ ایسا خیال جہالت اور کفر ہے - بلکہ یہی شریعت ہے جو درویشوں کے پاس دوسرا رنگ اختیار کر لیتی ہے - (یا دوسرا رنگ پیدا کر دیتی ہے)"۔

حضرت رومی رح نے فرمایا :-

علم نبود غیر علم عاشقی

مابقی تلبیسِ ابلیسِ شقی

اور فرمایا :

علم با عشق است از لاہوتیاں

علم بے عشق است از طاغوتیاں

اور حضرت شیخ سعدی رح نے فرمایا :-

جز یادِ دوست ہرچہ کنی ؟ است
جُز حرفِ عشق ہرچہ بخوانی بطالت است
سعدی بشوے نقشِ دوی را ز لوحِ دل
علمے کہ راہِ حق نہ نماید جہالت است

اور فرمایا جامی علیہ الرحمتہ نے :-

جامی رہِ ہُدیٰ بخدا غیر عشق نیست
گفتیم والسلام علیٰ تابع الہُدیٰ

اولیاء اللہ کی شان میں قرآن پاک یہ سند عطا فرماتا ہے :-

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ -

ترجمہ: یعنی خبردار ہوجاؤ - تاکید جانو کہ اللہ کے اولیاؤں کو نہ خوف ہے نہ حزن وملال - (خوف، قیامت کا، اور رنج گناہ غفلت کا) اور یہی لوگ مومن اور متقی ہیں -

(اس قرآنی گواہی پر خوب غور کیجیے کہ "مومن" اور "متقی" صرف اولیاءؔ اللہ کو کہا جا رہا ہے - "ملاؤں" کو نہیں -)

اور دوسری آیت میں ہے :-

اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ط ترجمہ: یعنی تحقیق کہ اُس کے اولیاء ہی متقی ہیں -

اور فرمایا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے
" اللہ عزوجل کے بندوں سے کچھ ایسے بندے ہیں کہ اُن پر رشک کھاتے ہیں خدا کے نبی اور شہید، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اُن کی صفت بتائیے تاکہ ہم

انھیں دوست رکھیں۔ فرمایا وہ ایک قوم ہے جو دوست رکھتی ہے روح اللہ یعنی اللہ کے امر کو، بغیر مالوں اور کسبوں کے، اُن کے چہرے پُرنور ہیں، اور وہ نور کے منبروں پر ہوں گے جس وقت لوگ خوف کھائیں گے انھیں کسی قسم کا غم نہ ہوگا۔" پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی :۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

اور یہ بھی حدیث قدسی ہے :۔

من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب۔ ترجمہ : یعنی جس نے میرے کسی ولی کو تکلیف دی یا اُس سے عداوت رکھی وہ مجھ سے جنگ کے لئے تیار ہو جائے۔

اور سورہ واقعہ میں مقربین سے مراد اولیاء اللہ ہی ہیں[1]۔

واضح ہو کہ ولایت ایمان پر منحصر ہے اور ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید بلکہ اشد محبت کا نام ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ۔ ترجمہ : یعنی ایمان والے وہ ہیں جو اللہ سے نہ صرف شدید بلکہ اشد محبت کرتے ہیں۔

"اللہ سے محبت" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی محبت اور اطاعت کا نام ہے بموجب آیت کریمہ :

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ط ترجمہ۔ یعنی آپ فرما دیں۔ کہ اگر تمھیں اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو (جسمانی و

---

[1] مزید معلومات کے لئے ناچیز مولف کا مقالہ "عظمت اولیاء اللہ اور اقبال" مطبوعہ ماہنامہ ندائے حق۔ لاہور۔ جولائی۔ اگست ستمبر ۱۹۶۰ء پڑھیں۔

(قلبی یا قال وحال دونوں ہیں) اللہ تم سے محبّت کرے گا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ محبّت و اطاعت رسولؐ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خود اللہ تم سے محبّت کرے گا اور تم اس کے محبوب بن جاؤ گے۔

حدیث پاک ہے:

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا مَحَبَّۃَ لَہٗ۔ ترجمہ: جس میں محبت نہیں ایمان ہی نہیں۔ (یعنی ایمان۔ محبّت کا نتیجہ ہے)

دوسری حدیث ہے:۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدَکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّلَدِہٖ وَ وَالِدِہٖ وَمَالِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ط

ترجمہ: یعنی تم میں سے کوئی ایمان دار نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ وہ اپنے اہل وعیال، والدین، مال ومتاع اور تمام اہلِ جہاں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے۔

یہ حدیث فیصلہ کن ہے۔ معلوم ہوگیا کہ:۔

(۱) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید ترین اور تمام جہان سے زیادہ محبّت ہر مسلمان پر واجب ہے۔ حتیٰ کہ والدین اور اولاد سے بھی زیادہ محبّت ضروری ہے۔

(۲) اُسی حُبِّ محمدیؐ کا نام ایمان ہے جو اس حدیث کے مطابق ہو (اس معیار محبت کے بعد "محبوبؐ" کی تعریف میں کسی "مبالغہ" یا اس تعریف کے "خلافِ شریعت" ہونے کا ہوش کہاں رہ سکتا ہے)

قرآنِ پاک سے یہ بھی ثابت ہے کہ جس "ایمان" کا ذکر اوپر مجموعہ آیات قرآنی واحادیث نبویؐ کیا گیا ہے۔ اس کا درجہ معمولی مسلمانوں کے "اسلام" سے بہت بلند ہے۔ (غور کیجیے تو "معمولی" اسلام بھی ایمان

کے بغیر اور ایمان، محبت نبوی ؐ کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا)

ارشادِ باری تعالےٰ ہے :۔ ترجمہ : یعنی عوام کہتے ہیں کہ ہم ایمان

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ — لائے ان سے فرما دیجیے کہ ہرگز ایمان

لَمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ — نہیں لائے تم لیکن یہ کہو ہم

قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا ط — اسلام لائے ہیں۔

خلاصۂ بیان یہ ہے کہ "علم وہبی، القائی یعنی علم لدنی" کی سند اولیائے کرام کو دی گئی ہے۔

"راسخون فی العلم" ہونے کی سند بھی انہی کو مرحمت ہوئی ہے۔

"اہل ذکر" ہونے کی سند بھی انہی کو عطا کی گئی ہے۔

"اللہ کے دوست" اور "محب" و "حبیب" ہونے کی سند بھی انہی کو ملی ہے۔

"اللہ و رسول ؐ سے شدید ترین محبت کرنے والے" یہی لوگ ہیں۔ ایمان کی "سند بھی انھیں کا حصّہ ہے۔

"متقی" ہونے کی سند بھی انہی کو مرحمت ہوئی ہے۔

"خوف قیامت سے آزاد ہونے" کی سند بھی انہی کو ملی ہے

"کامیاب زندگی" اور "غم سے نجات کی" سند بھی انہی کو عطا ہوئی ہے۔

فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (پوچھو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے) کی رو سے انہی سے پوچھنے اور علم حاصل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

اور بموجب آیت۔ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا (یعنی جو بھی گمراہ کیا جاتا ہے ہرگز ہرگز اس کا کوئی ولی مرشد نہیں ہوتا) بھی اولیاء رضؓ اللہ کی حمایت میں ہے۔

پس معلوم ہوا کہ "اصل ہدایت کرنے اور گمراہی سے بچانے" کا "منصب" صرف اولیائے کرام رضی کا ہے۔

جا بجا قرآن و احادیث میں اولیاء اللہ سے رجوع کرنے۔ اُن کے راستہ پر چلنے، اُن سے امداد طلب کرنے۔ کی تاکیدیں کی گیئں ہیں۔

اور ان ہی کی شان میں اِنَّ الْعُلَمَاءَ ورثۃ الانبیاء۔ اور علماء امتی کانبیاءِ بنی اسرائیل فرمایا گیا ہے (نہ کہ اُن علماء کے لئے جو ادب و احترام نبوی اور آپ کی شدید ترین محبت سے محروم ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھتے وقت مسجد سے اُٹھ کر باہر چلے جاتے یا اُس کی مخالفت کرتے ہیں۔ اُن کا یہ فعل انھیں مسلمان بھی نہیں رکھتا مومن ہونا تو بہت دور رہا۔

ہر جماعت کو۔ خواہ وہ سنی ہو یا شیعہ۔ وہابی ہو یا دیوبندی اہل حدیث ہو یا اہل قرآن۔ نقشبندی ہو یا سہروردی۔ قادری ہو یا چشتی۔ وغیرہ وغیرہ۔ جسے بھی قرآن و احادیث سے تعلق ہے اُسے بہر حال ولایت اور اولیاء اللہ کے مراتب خصوصی کا اقرار کرنا پڑے گا۔ اور انہی کو رشد و ہدایت کا اہل بھی تسلیم کرنا ہوگا۔ کیوں کہ انہی میں وہ ساری خوبیاں جمع رہتی ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ اور انہی کا مسلک مسلکِ قرآن و سنت کی صحیح روح کا حامل ہے۔

ایک اہم تنبیہ

اولیائے کرامؒ ومشائخ عظامؒ کی عزت وعظمت، بارگاہ نبویؐ میں اُن کی مقبولیت خلق اللہ میں ان کی بے مثال ہر دلعزیزی، سلاطین پراُن کے اثرات اور غیر مسلموں میں ان کی تبلیغی کامیابیاں دیکھ کر بعض "علمار ظواہر" نے بھی" دلق وسجادہ" سنبھالا۔ یعنی بیعت لینے کا سلسلہ شروع کردیا۔ لیکن تزکیۂ نفس اور سخت روحانی مجاہدات کے بجائے اپنے ظاہری اور کتابی علم کا ڈھول پیٹنے اور فقراء ومشائخ کرام پر اعتراضات اور بے جا حملوں کی بوچھار ہی کو دونوں عالم کے فلاح کی واحد کنجی سمجھ کر، صوفیائے کرام کے خلاف اپنی دانست میں زبردست محاذ تیار کرلیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جن طبائع کو دین وایمان کی صحیح فہم حاصل نہ تھی وہ اُن "مُلّاؤں" کے پیرو بن گئے۔ جن کے دل محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے آپؐ کی بے حرمتی اور بے ادبی سے معمور تھے۔ بعدازاں وہ بھی اپنے اُستادوں کے نقشِ قدم پر چلنے لگے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں حقیقت ومعرفت اور ولایت وروحانیت کے نام پر دراصل ان امور کی روح کے مخالفوں کا ایک لشکر جرار تیار ہوگیا۔ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جو کھلم کھلا روحانیت و ولایت یا حقیقت ومعرفت کے خلاف ہیں۔ نہ یہ لوگ وہ ہیں جو اسلام کے مخالف ہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو "علم شریعت"، "درولیشی" اور "مشیخت" کے لبادے پہن کر حضور رسول مقبول، سرور کائنات، خلاصۂ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میلاد، قیام وسلام، کثرت صلوٰۃ و درود وغیرہ کی مخالفت شد ومد کے ساتھ کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کو دنیا سے ختم کرنے

کے لیے تن۔ من۔ دھن سے دن رات کوشاں ہیں۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازی اوصاف یعنی ان تمام اوصاف کمالیہ حقی و خلقی پر (جن کے متعلق زمانۂ صحابۂ کرام رض تک سب کا اور اس کے بعد آج تک تمام اہل ایمان کا اجماع رہا ہے) ایمان رکھنے اور ان کا ذکر کرنے کو "بدعت" بلکہ "کفر و شرک" قرار دیتے ہیں۔

لہٰذا فی زمانہ اولیائے کرام رح۔ پیران عظام رح اور اللہ کے مقبول دوستوں کی سب سے بڑی پہچان یہی ہے کہ وہ میلاد شریف، درود و سلام اور کھڑے ہو کر دست بستہ حضور صلعم پر سلام پڑھنے کے مخالف نہیں ہوتے بلکہ انتہائی ذوق و شوق کے ساتھ یہ امور انجام دیتے ہیں اور دوسروں کو کثرت درود (بلکہ "بالمشاہدہ" کثرت درود) کی تاکید ہی نہیں کرتے بلکہ تربیت دے کر مستغرق بہ نور محمدی صلعم صلی اللہ علیہ وسلم بنا دیتے ہیں۔

اس پہلی پہچان کے بعد ان میں وہ تمام خوبیاں تلاش کرنی چاہئیں جن کا ذکر اولیاء اللہ کے متعلق اوپر ہو چکا ہے۔ یاد رکھئے کہ مذکورہ اوصاف عاشقان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یقیناً موجود رہتے ہیں۔ مگر وہ حضرات ہرگز ہرگز "اللہ کے دوست" یا "مقبول بندے" نہیں ہو سکتے جو اس کے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کے مخالف ہیں۔ ادب و احترام۔ قیام و میلاد اور کھڑے ہو کر دست بستہ روضۂ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے وقت کی طرح بہ آواز بلند صلوٰۃ و سلام پڑھنا اشد ضروری ہے تاکہ جہاں تک آواز جائے شیطان اور شیطانی اثرات دفع ہو جائیں اور غافلوں کو ترغیب ہو۔

قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی وغیرہ "فیشن" کے طور پر استعمال کرنے والوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ جب تک ان سلسلوں

ہیں باقاعدہ بیعت نہ ہو قلب کو بزرگان سلسلہ سے نسبت نہیں پیدا ہو سکتی۔ نہ بزرگان سلسلہ اُن کی جانب توجّہ فرماتے ہیں۔ قلب کی جس حالت کا نام "نسبت" ہے وہ بعد بیعت ان بزرگوں کی تعلیمات کے مطابق محنت و ریاضت سے پیدا ہوتی ہے۔ گویا کُل پرزے درُست کرکے مشین چلتی ہے اور مشین کے چلنے سے کام بنتا ہے۔ خراب مشین پر تیل چھڑ ونے سے وہ کام نہیں کرسکتی۔ یا کوئی شخص "سنگر مشین" لکھ کر تختی گلے میں لٹکالے تو واقعی وہ "سنگر مشین" نہیں بن سکتا[1]۔ اسی طرح حضورؐ کا ذکر میلاد انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری کی حقیقت وصداقت۔ حضورؐ پر کثرت درود وسلام، کلمۂ توحید کے مطابق اپنی توحید درست کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ عقائد فروعات میں داخل نہیں ہیں۔ یہی تو ایمان واسلام کی بنیادیں ہیں یہی غلط ہیں تو کیسا ایمان اور کہاں کا اسلام؟۔

لہٰذا مذکورہ بالا پہچانوں کو اصل الاصول ایمان و اسلام اور توحید کی بنیاد سمجھو اور کسی کو قابل "تقلید بزرگ" سمجھنے سے پہلے مذکورہ باتوں پر اس کے ایمان کی جانچ کرلو اللہ تبارک وتعالےٰ توفیق صحیح عطا فرمائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام[2]

۱۔ امام رازی فرماتے ہیں :۔

" استغفار و درود میں کامیابی ونجات کے لئے درود زیادہ محفوظ

---

[1] بیعت وارادت۔ کا مسئلہ اسلام کا مسلمہ مسئلہ ہے۔ قرآن وسنّت سے ثابت ہے۔ زمانۂ اولیٰ سے آج تک صلحائے اُمت اور سوادِ اعظم کا اس پر عمل رہا ہے مفصل بحث کا یہاں نہ موقع ہے نہ گنجائش۔

[2] ماخوذ از مضمون مولانا سیّد محمد ہاشم (فاضل چشتی) مطبوعہ رسالہ خاتونِ پاکستان رسولؐ نمبر۔ ۱۹۶۴ء

طریقہ ہے کیونکہ درود کے نامنظور و نامقبول ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ تو سراسر فعل الٰہی ہے اور ہم تو محض صلّی اللہ جیسے تائیدی کلمات کہنے والے اور اللہ جلّ شانہٗ کی ہاں میں ہاں ملانے والے ہیں۔ مگر استغفار بندہ کی طرف سے دُعا و درخواست ہے جس میں اپنے گناہوں کی معافی چاہی جاتی ہے لہٰذا دعاؤں میں اگر اللہ کی طرف کامل توجہ، کامل اخلاص روح و قلب اور جسم و جان کے ساتھ کامل سپردگی ہوئی تو دعائیں مقبول ہوں گی ورنہ اخلاص و توجہ میں کوئی کمی رہی تو اللہ رب العزت ان دعاؤں کو اگر رد فرمادے تو جائے تعجب اور مقام شکایت نہیں ہے۔ لہٰذا استغفار کی قبولیت کا یقین نہیں کیا جا سکتا اور درود کی قبولیت میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔"

مذکورہ مضمون کے دیگر نکات کا خلاصہ :۔

درود و سلام کا ورد زیادہ سے زیادہ رکھا جائے۔ اس سے قرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوتا ہے۔ قرب سے تزکیہ نفس اور نورانیت قلب و روح حاصل ہوتی ہے۔ عفو اور استغفار رسولؐ اللہ کے سپرد رکھو۔ آپؐ خود اُمت کے لئے دُعا فرماتے ہیں جو یقیناً قبول ہوگی۔

حدیث قدسی۔ اِنَّمَا جَعَلْتُ ذِكْرَكَ ذِكْرِيْ (میں نے آپؐ کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا) لہٰذا آپؐ سے متعلق ہر ذکر خدا کا ذکر ہوا۔ ورفعنالک ذکرک (اور بلندی عطا فرمائی ہم نے آپؐ کے ذکر کو) اور درود و سلام پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ یہ خود اللہ کا فعل بھی ہے۔ صحابہ کرام رضؓ اور علمار سلف رضؓ کے سامنے جب کوئی مسئلہ آتا تو بیک زبان پکار اُٹھتے اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ (اللہ اور اُس کا

رسولؐ زیادہ جانتے ہیں) کلمہ اَعْلَمُ اسمِ تفضیل کا صیغہ ہے۔ (افراد گروہِ وہابیہ جو حضورؐ کے علم کی توہین کرتے ہیں اس سے سبق لیں۔ ناچیز۔ مصنّف) صحابۂ کرامؓ اسے اللہ و رسولؐ کی طرف منسوب کرتے تھے اُن کے ایمان نے اسے کبھی خلاف توحید نہ سمجھا۔ (اس لئے کہ وہ دونوں کو معناً ایک ذات یقین کرتے تھے۔ ناچیز مصنّف) اور نہ رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس سے روکا۔ (یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ وہ حق پر تھے۔ مصنف) مگر افسوس آج رسول اللہ کے مقامِ علم کو موضوعِ بحث بنایا جاتا ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہؓ بن الیمان کی روایت ہے:

قلت یارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا کُنَّا فِیْ جَاھِلِیَّۃٍ وَ شَرٍّ فَجَآءَ نَا اللّٰہُ بِھٰذَا الْخَیْرِ مِنْ شَرٍّ۔

ترجمہ۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ بیشک ہم لوگ جاہلیت اور فساد میں مبتلا تھے کہ اللہ خیر کے ساتھ ہمارے پاس آگیا تو کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہے؟ (بخاری و مسلم)

غور فرمایئے ..... صحابۂ کرامؓ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کو اللہ کی آمد سے تعبیر کر رہے ہیں۔ محدثین عظام حضورؐ کی آمد کو رسولؐ و نبیؐ کی آمد کہتے ہیں دونوں حق پر ہیں ....

صحابۂ کرامؓ کو حضورؐ کی ذات میں اللہ تبارک و تعالےٰ کے جلوے نظر آئے اور محدثین نے اس پیکر خوبی میں رسالت و نبوت کی تابانیاں دیکھیں۔ مگر آج کے گستاخوں کو حضور علیہ السلام کے اندر "بشریت" کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اپنی اپنی آنکھیں ہیں اور اپنا اپنا فہم اور اپنا اپنا ایمان"۔

تنبیہ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "ذوجہتین" تھے۔ ایک جہت، جہت نوری تھی۔ دوسری جہت، جہت بشری تھی۔ جہت نوری۔ احکام لینے کے لئے تھی اور احکام پہنچانے کے لئے جہت بشری تھی۔ محمد رسول اللہ یا محمد عبدہٗ و رسولہٗ میں دونوں جہتوں کا ذکر ایک ساتھ ہے۔ لہذا دونوں پر ایمان ضروری ہے۔ اور مذکورہ بالا فقرات زبان سے ادا کرتے وقت دل میں ہر دو جہات کے معنے واضح رہنے چاہئیں [1]

[1] ۔ رسالت محمدیؐ اور عبدیت محمدیؐ پر دیکھو حصہ اوّل، ابواب ۵۔ ۸۔ ۹

شرح کلمۂ توحید

(۲۵)

اقتباس از کتاب "عقائد اہلسنّت" مع تبصرہ از مصنّف کتاب ہذا:۔

" نماز۔ روزہ۔ حج وزکوٰۃ کی جملہ تفصیلات وتوضیحات ہمیں سیّد عالم روحی فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی سے ملی ہیں حتیٰ کہ خدا کی معرفت وپہچان، اس کی وحدانیت کا اقرار وتصدیق۔ سب انھیں کی بارگاہ کرم کا عطیہ ہے۔ اس لئے ہم اپنے اس عقیدے میں حق بجانب ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم خدا اور بندوں کے درمیان نہ صرف وسیلہ، بلکہ وسیلہ اور مقصد دونوں ہیں۔" (یعنی حضورؐ ہی وسیلہ بھی ہیں اور حضورؐ ہی مقصد ومقصود بھی ہیں۔ مصنف کتاب ہذا) اگر وہؐ مقصد نہ ہوں تو قبر کا اتنا ہی سوال کافی ہوتا کہ

— مَنْ رَّبُّكَ ۔ تمھارا رب کون ہے۔؟

— مَا دِيْنُكَ ۔ تمھارا دین کیا ہے۔؟

یہ نہ دریافت کیا جاتا کہ انھیں جانتے ہو یا نہیں؟" (اس موقع پر خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ بقدرت خداوندی مُردے کے سامنے ہوں گے مصنف کتاب ہذا)۔ " اس سوال نے وسیلہ کے علاوہ اُنؐ کے مقصد (یعنی مقصود) ہونے پر مہر لگا دی کہ اُنؐ سے تمھارا رشتہ ٹوٹ تو نہیں گیا ہے؟" (یعنی زندگی میں

تم نے اُن کے ہر حال کی پیروی کی یا نہیں ؟ اور اب بھی تم انھیں ؐ کو وسیلہ و مقصود یقین کرتے ہو یا نہیں ؟ ۔ مصنّف کتاب ہذا)

" دونوں سوالوں کے جوابات کی صحت اُن ؐ کے پہچاننے پر موقوف ہے ۔ گویا انؐ کا پہچاننا ہی اس دستاویز کی آخری مہر ہے " (دستاویز سے مراد انسان کی پوری زندگی ہے ۔ دنیا کی زندگی بھی اور آخرت کی زندگی بھی ۔ مصنف کتاب ہذا)

مندرجۂ بالا اقتباس کتاب " عقائد اہلسنت " مصنّفہ علامہ مشتاق احمد نظامی ۔ مدیر " پاسبان " شائع کردہ مکتبہ فریدیہ ۔ ساہیوال (صفحہ ۱۱) سے ماخوذ ہے ۔ اس میں واوینِ معکوس سے محصور عبارت مصنّف کتاب " عقائد اہلسنت " یعنی علامہ صاحب موصوف کی ہے ۔ اور قوسین کے اندر وضاحت اس ناچیز مصنّف کتاب " حقیقتِ محمدی ؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے ۔ اس کا ذمّہ دار بھی وہی ہے ۔

اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ ہم بھی نظامی ہیں اور جو عقائد حضور سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے متعلق علامہ صاحب موصوف کے ہیں وہی ہمارے ہیں ۔ ممکن ہے کہ تفصیل و توضیح میں کہیں اختلاف نظر آئے لیکن ایسے اختلاف کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمت قرار دیا ہے شاید اس لئے کہ اس سے " اجتہاد " اور معلومات میں وسعت پیدا ہوتی ہے ۔ بالخصوص بنیادی عقیدے کی ایسی وضاحت جس سے حضور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اجاگر ہو یا حضور رحمۃ اللعٰلمین ؐ کی محبت میں اضافہ ہو ۔ یقیناً مستحسن ہے ۔

اس تمہید کے بعد اقتباس کو پھر پڑھ لیا جائے تو بہتر ہے۔ ناظرین پر واضح ہو جائے گا کہ قبر ہماری ناسوتی زندگی کے اختتام کی حد ہے اور سوالات قبر سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ ہماری ناسوتی زندگی کا خاص الخاص مقصد۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت پاک کی پہچان ہے پہلے دو سوالات بھی یقیناً اہم ہیں لیکن تیسرے سوال کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ ہماری فہم ناقص میں اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی فطرت کے تقاضے کے بموجب۔ جب تک صورت نظر میں نہ ہو۔ جمال نظر نہیں آتا۔ اور جب تک جمال نظر نہ آئے، صاحبِ جمال سے محبت یا عشق پیدا نہیں ہوتا۔

یہاں صاحبِ جمال = ذاتِ محمدیؐ ہے

اور ذاتِ محمدیؐ کا آئینہ = صورتِ محمدیؐ ہے

اسی لئے قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیکر جسم و صورت و جمال اقدس کی حیثیت میں دکھایا جاتا اور دریافت کیا جاتا ہے کہ "انھیں پہچانتے ہو؟"

ظاہر ہے کہ جو اشخاص نہ پہچان سکیں گے وہ گویا عملاً امتحانِ خداوندی میں ناکامیاب ہوں گے اور سزا کے مستحق ہوں گے۔ یاد رکھیئے کہ قبر کا سوال یہ نہیں ہے کہ "خدا کو پہچانتے ہو؟ یا نہیں"۔ لہٰذا وہ اشخاص تابعین جو محمد رسول اللہ کو "فراموش" کرکے یا حضورؐ کی "تنقیص شان" کرکے۔ صرف اللہ۔ اللہ کی رٹ لگاتے اور حضورؐ یا ان کے عشاق کی تنقیص شان کرتے ہیں وہ تیسرے سوال کا جواب کس طرح صحیح دیں گے۔ وہ اس کی بہت سی تاویلیں پہلے بھی کر چکے ہیں۔ اب بھی کریں گے لیکن بات سیدھی سادی ہے جس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ فرشتے جواب چاہتے

ہیں ۔ کہو ہاں ۔ یا نہیں ۔

وہ فرمائیں گے " اللہ ہماری مدد کرے گا " ہم عرض کرتے ہیں " اللہ بے ایمانوں کی مدد نہیں کرتا "۔ کیونکہ جس کے دل میں محبوبؐ خدا کی محبت نہیں وہ بے ایمان ہے کیونکہ محبوبؐ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا نام ایمان ہے ۔

جس کی جتنی محبت محمدیؐ ہوگی اتنا ایمان ہوگا ۔

محبت محمدیؐ شدید ہے تو ایمان بھی شدید ہوگا ۔

محبت محمدیؐ خفیف ہے تو ایمان بھی خفیف ہوگا ۔

محبوبؐ خدا کا ادب و احترام نہ کرنے والے ایمان سے محروم اور انسانیت کے سب سے بڑے محسن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسان فراموش ہیں ۔

انھوں نے اپنی ناسوتی زندگی میں کبھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو " وسیلہ و مقصد " نہیں سمجھا ۔ نہ حضور سے محبت کی ۔

نہ انھوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائبین صادقین یعنی مشائخ کرام اور صحیح پیران عظام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے محبت کی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح وارثین اور حق رسی کا وسیلہ از روئے نصّ قرآنی قرار دیئے گئے ہیں ۔ اور اس طرح ان بے ادبوں اور منافقوں نے دُہرا جرم کیا ہے (اس کی بحث آگے آرہی ہے) اور پھر بھی قبر میں اللہ کی مدد کے اُمیدوار ہیں ۔ واللہ اعلم بالصواب

معترضین یہ اعتراضات بھی کر سکتے ہیں کہ :۔

(ا) جن اشخاص نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی وہ حضورؐ کو قبر میں کیونکر پہچان سکتے ہیں ؟

(ii) چنانچہ یہ سوال اللہ تعالیٰ کے عدل کے خلاف ہے (عیاذاً باللہ)
جواب اعتراض (i) — اوّل تو عشاق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضورؐ کی زیارت ضرور ہوتی ہے۔ اگر خدا نخواستہ نہ ہوئی ہو یا وہ سمجھ نہ سکے ہوں تو اللہ پاک اپنے محبوب اقدس واکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کی مدد ہر مرحلے میں کرتا ہے (کیونکہ عشق محمدؐ ہی عشق خدا ہے) اور وہ اللہ کی مدد سے قبر میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فوراً پہچان لیں گے۔ البتہ جن بدبختوں کے دل حضورؐ کے عشق اور ادب وتعظیم سے خالی ہیں (اگرچہ انھوں نے تمام عمر اللہ کو پکارا ہو اور تمام زندگی اللہ کی عبادت کی ہو) وہ اللہ کی مدد سے محروم رہیں گے۔ (واللہ اعلم بالصواب) کیونکہ ایسی عبادت غیر مسلمین بھی کرتے ہیں اور ابلیس مردود نے بھی کی تھی۔

جواب اعتراض نمبر (ii)

اس جواب کے دو حصے ہیں۔ (الف) اور (ب)

حصہ (الف) پروردگار عالم کا کوئی کام، نعوذ باللہ خلاف عدل نہیں ہوتا۔ اگر ان اشخاص کے دل محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عشق اور ادب وتعظیم سے خالی ہیں تو وہ یقیناً مستحق عذاب ہیں اور یہی ان کے حق میں اللہ کا عدل ہے۔

حصہ (ب) اگر ان کے دل میں ذرہ برابر بھی حضور سرکار دو عالم۔ نور مجسم خاتم الانبیاء محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پُرخلوص جذبۂ محبّت ہے۔ اگر ان کے دل میں ذرّہ برابر بھی حضورؐ کی تنقیص شان کا جذبہ نہیں ہے۔ اگر وہ نیک کرداروں کی صحبت اور ان کی مجلسوں میں نشست و برخواست رکھتے ہیں اور بدکرداروں سے دُور رہتے ہیں، اگر اُنھیں اللہ کی جستجو ہے اگر وہ اللہ سے ملنے کے واقعی خواہش مند ہیں وغیرہ وغیرہ تو ان کے لئے

بیعت کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ وہ کسی مخلص اللہ والے کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے عشقِ محمدیؐ اور عرفانِ حقیقت کا درس لیں اور عملی تربیت حاصل کریں۔ کیونکہ جب تک "ماہرِ فن" کی صحبت نہ اختیار کی جائے فنّی نشیب و فراز سے واقفیت محال ہے۔

بیعت و ارادت۔ شریعت و طریقت، معرفت و حقیقت مشیخیت و ولایت، جھوٹ اور سچ وغیرہ پر بحث و مباحث سے بے شمار کتابیں پڑ ہیں۔ نہ ان موضوعات پر بحث کا یہاں موقع ہے نہ گنجائش۔ ایسے اشخاص (اگر مخلص ہیں) تو یہ مان لیں کہ

(۱) بیعت نہ صرف مسنون ہے بلکہ نص قرآنی سے ثابت اور احادیث کی رو سے ناگزیر ہے۔

(۲) جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر (رہنما) شیطان ہے۔ یعنی اسے قدم قدم پر ٹھوکر کھانے کا اندیشہ ہے۔ دورِ حاضر میں خاص طور سے ایک کھونٹے سے بندھ کر رہنے کی سخت ضرورت ہے۔

(۳) بعض اشخاص پیر کی تلاش میں عمر ضائع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ "پیر" میں نبیؐ کے معجزات یا محیر العقول کرامات (شعبدہ بازی) دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ اُن کی بہت بڑی غلطی ہے۔ آج کل جانچ پڑتال یا تحقیق و تلاش کی کسوٹی صرف یہ ہے کہ جس شخص میں یہ تین صفات ہوں اُس کے ہاتھ پر کسی لیس و پیش کے بغیر بے دھڑک بیعت کر لی جائے۔

(اوّل) وہ عشقِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں خود بھی عملاً ڈوبا ہوا ہو اور دوسروں کو دامے، درمے، سخنے، قدمے عشقِ خدا و رسولؐ ہی کی دعوت دیتا ہو۔ اس کی مجلس میں بیٹھنے والا خدا و رسولؐ کی یاد میں ہر گھڑی محو رہتا ہو اور گرد و پیش کے حالات کا اُسے ہوش نہ رہتا ہو۔

(دوم) وہ قادریہ، چشتیہ سلسلوں سے ضرور وابستہ ہو۔ اور اس کا شجرۂ طریقت اور خلافت نامہ مستند ہوں۔ اور اس کی زندگی شروع سے آخر تک بے داغ اور نیک نام ہو۔

(سوم) وہ خود بھی ذی علم، اہلِ قلم۔ صاحبِ تصنیف، نیک صورت، نیک سیرت، خوش اخلاق، خوش وضع، خوش گفتار، خوش کردار، جذبۂ حق کے ساتھ ایمان و اسلام کا پابند، ملائیت سے متنفر، اپنے پیرانِ عظام کے طور طریقوں کا پابند ہو۔ سیاسیات و فرقہ پرستی سے دور رہتا ہو۔ فضول بحث و مباحثہ کو ناپسند کرتا ہو۔ اس کا چہرہ نورانی ہو اور اس کی طرف دل خود بخود کھنچتا ہو۔ ایسا شخص "اللہ والا" اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا "محبوب" ہوتا ہے اور اس کا دیدار۔ محبوبِ خدا کے محبوب و نائب کا دیدار ہوتا ہے بقول مولانائے روم "ایک چراغ سے لاکھ چراغ جلیں تو بھی آخری چراغ کی روشنی اوّل چراغ ہی کی روشنی ہو گی۔ النائب کالمناب۔

قیامت میں ہر شخص کو اس کے "امام" کے ساتھ پکارا جائے گا اور خدا کا دیدار بھی اسی کے "امام" کی صورت میں ہوگا۔ یہاں "امام" سے مراد "پیر" ہے۔

ہوسکتا ہے (جیسا کہ صوفیہ میں مشہور ہے) کہ قبر میں تیسرا سوال پیر ہی سے متعلق ہو کیونکہ ایسا ہونا فطرتِ انسانی کے مطابق ہے — ہر انسان کے لئے قابلِ حصول ہے اور اس پر "اللہ کے عدل کے خلاف" ہونے کا اعتراض بھی وارد نہیں ہوسکتا۔

نظامِ بیعت و اطاعت منصوص و مسنون ہے۔ اس پر صالحین امت کا ہمیشہ عمل رہا ہے۔ اس کے بیشمار فوائد ہیں جن کی تفصیل کتب

صوفیہ ومشائخ میں موجود ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں :۔

مرشدؒ وسیلہ الی الرسول ؐ اور حضورؐ کے توسل سے وسیلہ الی اللہ ہوتا ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ...... الخ (۵ ۱ ـ ۳۵) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو، اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو...... الخ

(خطاب نفس امارہ سے نہیں بلکہ اہل ایمان سے ہے کیونکہ مومن وہی ہوتے ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہوتے ہیں، وہی اللہ سے ڈرتے ہیں اور وہی اللہ و رسولؐ کی محبت میں مرشد کی اطاعت کر سکتے ہیں .... نفس امارہ کے غلام آزاد رہنا چاہتے ہیں۔ اور اللہ و رسولؐ کی خوشنودی کے لئے بھی مرشد کی اطاعت کی پابندی گوارا نہیں کرتے اس لئے ان سے خطاب نہیں ہے۔)

قیامت تک یہ "وسیلہ" شخص اقرب الی اللہ" ہی ہوگا۔ کما قال اللہ تعالیٰ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّھِمُ الْوَسِیْلَۃَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ ۵ (بنی اسرائیل۔ رکوع ۶۔ آیۃ ۲) اس آیۃ میں صاف طور پر واضح کر دیا گیا ہے کہ شخص اقرب الی اللہ ہی" وسیلہ" الی الحق ہو سکتا ہے۔ نہ کہ القرآن[۱]۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ دوسری بات یہ واضح ہو رہی ہے کہ" وسیلہ" تلاش کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے جس کا بجا لانا ضروری ہے۔ تیسری بات

---

[۱] قرآن ہدایت ہے جو مرشد کے بغیر نامقبول ہے۔ اگر غیر مسلم قرآن پر عمل کریں لیکن نبیؐ برحق پر ایمان نہ لائیں تو اُن کا ایمان بالقرآن اللہ کی نظر میں مقبول نہیں ہو سکتا۔

یہ ہے کہ یہ حکم مطلق ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ اسی لئے نائبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی عاشقین صادقین محمدیؐ قیامت تک ہوتے رہیں گے تاکہ "مرشدین" کا حصول "ناممکن" نہ بن سکے اور "تلاش" سے وہ ملتے رہیں۔

"مرشد" کا ہونا۔ نمونۂ عمل اور عملی تربیت ہی کے لئے ضروری نہیں ہے بلکہ مریدین و سالکین کے لئے وہی "منزل مقصود" بھی بنتا ہے تاکہ سالک کو اس میں "گم شدگی" و "فنائیت" کا درجہ نصیب ہو سکے جب تک یہ "فنائیت" نصیب نہ ہو۔ سالک نہ "فانی فی الرسولؐ" بن سکتا ہے نہ "فانی فی اللہ"۔

شدید محبت اور محبوب میں فنائیت کی راہ میں "مرشد" مرحلۂ اوّل بھی ہے اور مرحلۂ آخر بھی۔ جب تک مرشد کے عشق میں سالک "فانی" نہ ہو جائے اس کا دعوئ عشقِ رسولؐ (اور پھر دعوئ عشقِ خدا) صحیح نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت، مرشد کا عشق اور اس میں سالک کا پورا اترنا ہی، عشقِ رسولؐ اور عشقِ خدا ہوگا۔ جو شخص اپنی ناسوتی آنکھوں کے سامنے موجود تجلی نور محمدیؐ (پیر و مرشد) کو نہ سمجھ سکے اور اس کی محبت کو عشق کے درجے تک نہ پہنچا سکے۔ وہ دور کی غیر مرئی تجلی نور محمدیؐ۔ کو کیا سمجھ سکتا۔ اور اس سے کس طرح محبت کر سکتا ہے؟ محبت کو عشق کے درجے تک پہنچانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ محبت ہوائی، وہمی یا خیالی صورت سے نہیں ہوتی۔ محبت حقیقی صورت سے ہوتی ہے کیونکہ صورت ہی ذات کی مظہر ہوتی ہے۔ دیکھو کعبہ اینٹ پتھر کی محدود عمارت ہے لیکن اُسے غیر محدود اللہ کا گھر کہتے۔ اسی کی طرف سجدہ کرتے اور اس کا انتہائی ادب کرتے ہیں۔ اسی پر "زندہ کعبہ"

یعنی پیر و مرشد کی ذات اور جسم وصورت وغیرہ کو سمجھو تاکہ محبت خدا اور تعظیم رسول صلعم کے لئے ٹھوس مرکز اور زندہ مرکزیت حاصل رہے۔ اس سے دور رہنے والا کعبہ کا مخالف بلکہ خدا و رسول صلعم کا دشمن ہے۔ یہی "پیری مریدی" کا ٹھوس فلسفہ ہے جو جہلا کی فہم سے باہر ہے۔ قصہ مختصر ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ (۱) ہمارا عشق، وید آر اور وصال۔ نیز ہمارے تمام معاملات۔ ذاتِ گرامی محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس جہت تک ہی رہ سکتے ہیں جو ہمارے تعین کی جانب ہے۔

(۲) اسی کو ہم "واصل بحق ہونا" سمجھتے ہیں۔

(۳) براہ راست اللہ کا وصل۔ صرف نورِ محمدی صلعم۔ جسم محمدی صلعم۔ اور صورتِ خاص محمدی صلعم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ کیونکہ وہ صلعم اور صرف وہ صلعم نورِ ذات، بلا واسطہ ہیں۔

(۴) نورِ ذات ہی ذات سے ہر وقت واصل رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اپنا روئے رحمت۔ مخلوق کی جانب بھی رکھتا ہے۔ یہ مقام' برزخ کبریٰ کا ہے۔ جو صرف حضور صلعم کو حاصل ہے۔

اسی معنیٰ میں شاید حضرت شمس تبریزؒ نے فرمایا ہے:

محمد صلعم بیں نہ گوید نام اللہ
حکایت ختم شد واللہ باللہ

(اس میں اللہ کا انکار نہیں ہے بلکہ اللہ کو ھو الباطن و الظاہر مانتے ہوئے دونوں جہات کا بواسطۂ محمدی صلعم اقرار ہے۔ کیونکہ وسیلہ وواسطۂ محمدی صلعم ہی اللہ کو محبوب ہے)

(۵) مرید اور مرشد کی باہمی نسبت واضح ہے۔ مرشد کے بغیر، مرید کے لئے منزل رسی یعنی خدارسی محال ہے۔ وہی "سلسلۂ سلوک" کی (مرید کے لئے)

درمیانی اور اہم ترین کڑی ہے۔ بلکہ درحقیقت بعد بیعت پیر ہی وسیلہ بھی ہے اور منزلِ مقصود بھی۔ کیونکہ رسولُ اللہ یا آپؐ کے مزار مبارک تک ہر شخص کی رسائی ممکن نہیں۔ اسی لئے بیعت و اطاعت پیر، فرض منصوص ہے۔ نصِ قرآنی کے ہوتے ہوئے کسی دلیل یا بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ تمام بزرگانِ دین نے اس پر عمل کیا ہے۔

بیعت سے متعلق دو حدیثیں بھی پڑھ لیجئے:۔

(۱) لا دین لمن لا شیخ لہٗ و من لا شیخ لہٗ فھو شیطانٌ یعنی جس کا کوئی پیر نہیں اُس کا دین نہیں اور جس کا پیر نہیں وہ شیطان ہے۔ (مفتاح اللطائف بحوالہ خزینۃ المشائخ۔ صـ۴۲)

(۲) من لا شیخ لہٗ فشیخہٗ شیطان = یعنی جس کا کوئی مرشد نہیں اس کا مرشد شیطان ہے۔ (یعنی مرشد اسے صراطِ مستقیم پر چلائے گا۔ اگر مرشد نہ ہوا تو وہ شخص بھٹک کر شیطان رجیم کی راہ پر پڑ سکتا ہے۔ کیونکہ صحیح راہ نما کے بغیر کوئی کام بہ حسن و خوبی انجام نہیں پاتا تو قربِ خدا کس طرح نصیب ہو سکتا ہے)

خلاصۂ تحریر یہ ہے کہ

بیعت حق۔ منصوص و مسنون ہے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر آج تک تمام اکابرِ دین کا اس پر عمل رہا ہے۔ پیر نائبِ رسولؐ اور محبوبِ خدا ہونے کی حیثیت سے ہر متلاشی صادق کے لئے۔ اس کی زندگی کے ہر مرحلے میں حتیٰ کہ بعد مرگ مرحلۂ قبر میں بھی حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب و جانشین کے فرائض انجام دے سکتا ہے یہی اللہ کا عدل ہے کہ ہر شخص قیامت تک، بوسیلۂ نائبِ رسولؐ ذاتِ رسولؐ کو دیکھ سکتا اور پا سکتا ہے اور یہی صورت۔ اللہ

کے دیکھنے اور پانے کی ہے۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

چوں تو کردی ذاتِ مرشد را قبول
ہم خدا را یافتی وہم رسولؐ

یا

ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول (رومیؒ)

*

چنانچہ کلمۂ توحید پر ایمان۔ کامل نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ اس کے اُن تمام مضمرات پر ایمان کامل نہ ہو جو اوپر بیان ہوئے۔ درحقیقت پیر و مرشد کی صحیح "حیثیت" کو تسلیم نہ کرنے سے ایک زبردست فتنہ ملّت کے انتشار کا پیدا ہوا جس نے قرنِ اولیٰ میں خارجیوں کو جنم دیا۔ اور قرنِ آخر یعنی دورِ حاضر میں قادیانیت یا مرزائیت کو جنم دیا۔ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہوئے سلسلۂ بیعت کا صحیح تسلیم کرنا اور اپنی زندگی میں کسی نیک شخص کو منتخب کرکے اپنا پیر و مرشد بنانا اور اُس کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہی صراطِ مستقیم ہے۔ جھوٹے مسلمانوں سے جس طرح صحیح اسلام ختم نہیں ہوتا اسی طرح "جھوٹے پیروں" سے صحیح نظامِ بیعت ختم نہیں ہوسکتا۔ سچے پیرانِ عظام اور اُن کی رہنمائی قیامت تک جاری رہے گی۔ آنکھیں چاہئیں۔ دیکھو اور ڈھونڈو۔ السعی منی والاتمام من اللہ۔ جو خلوص سے تلاش نہیں کرتے۔ یا جو سب کو بدگمانی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ انھیں کوئی شخص اللہ سے محبت کرنے والا نہیں ملتا۔ خود ان کے دل خلوص اور یقین سے خالی ہوتے ہیں ورنہ ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی نے چور یا ڈاکو کو پیر بنا لیا اور پھر اس کا دامن نہ چھوڑا حالانکہ اس چور یا ڈاکو نے ہر چند اسے یہ یقین دلانے کی کوشش کی

کہ وہ "اللہ والا" نہیں ہے، لیکن اس شخص نے اُسے نہ چھوڑا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اس ڈاکو پر فضل کیا اور وہ واقعی توبہ کرکے "اللہ والا" بن گیا۔ اس طرح مرید کے یقینِ مستحکم نے ڈاکو کے اندر انقلاب پیدا کر دیا اور دونوں کا کام بن گیا۔

درحقیقت پیر کی ہدایت سے زیادہ مرید کا مستحکم یقین کام کرتا ہے بقول شخصے۔ مانو تو دیو ورنہ پتھر۔ لہٰذا یہ عذر ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا کہ "ہم ابھی پیر کی تلاش میں ہیں"۔ یا "تلاش کے باوجود ہمیں کوئی نہیں ملا" یا "دنیا میں کوئی نیک بندہ رہا ہی نہیں۔ کس کا ہاتھ پکڑیں؟" یہ سب نفس کے شیطانی مغالطے ہیں۔ اور جاہلیت کی موت مرنے کے بہانے ہیں موت یقینی ہے اور قبر کے سوالات بھی یقینی ہیں۔ وہاں کوئی منطق یا دلیل کام نہیں آسکتی۔ طوعاً یا کرہاً ہر شخص کو اپنا فرض ادا کرنا ہے۔

چلتے چلتے مثنوی مولوی معنوی[رح] کے چار شعر پھر پڑھ لیجئے:۔

چوں تو ذاتِ پیر را کردی قبول	ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول[ص]
دو مبیں و دو مخواں و دو مداں	خواجہ[ص] را در خواجۂ خود محو داں
چوں جدا بینی زحق ایں خواجہ را	گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را
پیر و حق را ز احولی ہر کہ دو دید	او مرید ست درحقیقت نے مُرید

ترجمہ: جب تو نے پیر کی ذات کو قبول کر لیا تو اُس میں خدا بھی مل گیا اور رسول[ص] بھی۔ دو نہ دیکھ۔ دو نہ کہہ اور دو نہ جان۔ خواجۂ کونین کو اپنے پیر کی ذات میں موجود جان (یعنی دونوں کو ایک دیکھ)

اگر تو سرکارِ دو عالم[ص] کو خدا سے جدا ــــ اور اپنے پیر کو سرکار دو عالم[ص] سے جدا دیکھے گا تو کتاب ایمان کا متن اور دیباچہ دونوں گم کر دے گا۔

جس نے اپنے بھینگے پن سے پیر اور خدا کو دو دیکھا وہ مردود ہے۔ مرید نہیں ہے۔

(۳۶)

حُسنِ یوسفؑ۔ دمِ عیسٰیؑ۔ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہ شعر بہت مشہور ہے اور اکثر پڑھا بھی جاتا ہے اور لکھا بھی جاتا ہے۔ یہ سمجھ کر کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی انتہائی توصیف ہو گئی۔ لیکن یہ خیال حقیقت حال کو واضح نہیں کرتا کیونکہ اولاً تو حضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انتہائی توصیف نہ کوئی جانتا ہے۔ نہ کر سکتا ہے۔ اس کا علم صرف خدا اور اُس کے محبوبؐ ہی کو ہے اور وہی کر بھی سکتے ہیں۔ ثانیاً یہ کہ جہاں تک عالم بشریت کا تعلق ہے تو ہمیں بتا دیا گیا ہے کہ جس قدر اوصاف حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان ہو چکے ہیں اُن سے کہیں زیادہ حضورؐ کے وہ اوصاف ہیں جو بیان نہیں ہوئے۔

ہاں۔ مذکورۂ بالا شعر اس حقیقت کو ضرور ظاہر کرتا ہے کہ تمام انبیا و مرسلین مل کر بھی جو اوصاف رکھتے ہیں وہ تنہا حضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں اور اُس لحاظ سے کسی نبی کی قوم یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ اُن کا نبی یا رسول ہمارے آقا و مولاؐ سے اوصاف میں بڑھا ہوا ہے۔

تاہم مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ صرف شعر پر اکتفا نہ کریں (کیونکہ شعر میں تفصیل کی گنجائش نہیں ہوتی) بلکہ ہر دعوے کے مفصل و مسکت دلائل بھی معلوم کریں اور ذوق و شوق علمی کو فروغ دینے کی عادت ڈالیں۔

چنانچہ ہماری رائے اور تجربے میں شعر مذکور کی شرح میں بہترین کتاب

جامع الصفات از علامہ سید محمود احمد رضوی مد فیوضہ کی ہے۔
جو مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم اے جناح روڈ کراچی سے مل سکتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی درجنوں کتابیں ہیں جن میں سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات جلیلہ کا مفصل ذکر موجود ہے۔ مثلاً مفتی احمد یار خاں صاحب کی کتابیں۔ مولانا احمد سعید شاہ کاظمی صاحب کی کتابیں۔ حضرت قبلہ شاہ غلام محمد صاحب جلو آنوی۔ حضرت قبلہ مفتی محمد فائق صاحب مرحوم۔ علامہ مشتاق احمد صاحب (مدیر پاسبان)۔ علامہ سید علی محتشم صاحب۔ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب وغیرہ کی کتابیں پڑھ لیں۔ اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رض کی فصوص الحکم و فتوحات مکیہ اور فصوص کی شرحیں۔ وغیرہ۔ متلاشیان حق خود تلاش کرلیں گے۔ جوینده یابنده[1]

لیکن یہاں ہم صرف ان چند اوصاف و فضائل محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر محض اشارتاً کرنا چاہتے ہیں جو صرف سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں۔ اور کسی دوسرے نبی یا رسول کو نہیں ملے۔

واضح رہے کہ یہ امتیازی فضائل محمدی ص دیگر مستند کتب میں بھی مذکور ہیں مگر جستہ جستہ ہیں اور اسی حد تک مشرح ہیں جس حد تک مصنفین متعلقہ پر سربستہ اسرار منکشف ہوئے۔ قرآن پاک اور احادیث نبوی ص د

---

[1] حالانکہ ہم ان کتب میں مندرج بعض عقائد یا اُن کی وضاحت سے کہیں کہیں متفق نہیں ہیں کیونکہ ہم صرف اپنے پیران عظام کے پیرو ہیں اور انہی کی تاویلات و تشریحات کو صحیح مانتے ہیں (دوسروں کو بھی یہی اختیار ہے) تاہم ان کتب میں حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیحد اچھا مواد بکثرت اور یکجا مستند حوالوں کے ساتھ موجود ہے۔ لہٰذا ہم نے ان کے مطالعے کی سفارش کی ہے۔ (مصنف کتاب "حقیقت محمدی ص")۔

سیرت مبارکہ اسرار و رموز کے مآخذ ہیں۔ جتنا جسے ملا ہے انہی ماخذ سے ملا ہے۔ اسی طرح اس ناچیز کی زیرِ نظر کتاب "حقیقتِ محمدیؐ اور حضورؐ کی امتیازی عظمتیں ـــ انہی اسرار سربستہ کے بحر ذخار سے بطور یک قطرہ ماخوذ، حقیر سی شرح یا محض ذکر ہے لیکن اسی حد تک جس حد تک ہم پر واضح یا منکشف ہو سکا ہے۔ یا ہماری فہم ناقص میں آیا ہے۔ تاہم ہم یہ عرض کرنے کی جرأت ضرور کریں گے کہ یہ کوشش اپنی نوعیت کی مخصوص کوشش ہے اور جتنا مواد یک جا اس میں فراہم ہو گیا ہے آنا ناظرین کو فی الحال کسی دوسری کتاب میں نہیں ملے گا۔ نہ اتنا آسان اور سہل الفہم انداز بیان ملے گا۔ جتنا اس میں اختیار کیا گیا ہے۔

یہ موقع محض اشاروں کا ہے لہٰذا ہم چند الفاظ پر اکتفا کریں گے۔ دلائل و تفصیل سے پوری کتاب پُر ہے۔ اس سے بھی تسکین نہ ہو تو فصوص و فتوحات اور جلوۂ آنہ شریف و علامہ علی محتشم صاحب کی کتابیں پڑھیں۔ ان سے بھی تسلی نہ ہو تو اللہ پاک کے آخری فیصلے کا انتظار کریں۔

اشارات

* حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ذات و اسمار و صفاتِ حق تعالیٰ کے مظہر اتم ہیں کیونکہ آپؐ اللہ تعالےٰ کی ذات سے ظاہر ہوئے ہیں۔
* آپؐ تمام حقیقتوں کی حقیقت ہیں۔
* آپؐ "کنزاً مخفیاً" کے نور ظہور اوّلیں ہیں
* آپؐ نور ظہورِ ھوالباطن والظاھرُ والاولُ والاٰخرُ ہیں۔
* آپؐ نور حق ہیں۔ آپؐ کی بدولت ہم نے خدا کو پہچانا بھی اور پایا بھی ہے۔

کیا جانئے خدا کو کیسا ہے وہ کہاں ہے
جاناں تری بدولت۔ پایا تری گلی میں ۔ (مُصنّف)

* آپؐ باعث تخلیق کائنات ہیں۔
* آپؐ رحمتہ اللعلمین ہیں۔
* آپؐ جامع الکلم ہیں۔ (آپؐ کے سوا کمالات حقی و خلقی کا کوئی جامع نہیں ہے)
* آپ اسم اللہ کے مظہر ہیں۔ (انا عبداللہ کے یہی معنے ہیں۔ یہ عبدیت یا عبودیت خاصتہ آپؐ کے اسم اللہ کے ساتھ موسوم ہونے سے مراد ہے) اسی طرح آپؐ تمام اسمائے حسنیٰ اور اوصافِ باری تعالیٰ کے ساتھ موصوف اور متحقق ہیں۔)
* آپؐ محبوب خدا ہیں۔
* آپؐ سیّد المرسلین ہیں۔ تمام انبیاء آپؐ کے نائب ہیں۔
* آپؐ خاتم الانبیاء ہیں۔ لا نبی بعدی آپؐ کا قول صادق ہے۔
* آپؐ نور الانوار، سرّ الاسرار ہیں۔
* آپؐ ربوبیت حق بلکہ کل صفات و اسماء و احکام و آثار الٰہیہ کے ظہور کا باعث ہیں۔
* آپؐ عالمین کے ظہور کا باعث ہیں۔ اور ان سب کا مجموعہ بھی ہیں۔ حضورؐ کی قابلیت کلّی ہے۔ باقی تمام انبیاء و مرسلین و اولیاء و صدیقین و مومنین و صالحین اور تمام اکوان (مخلوقات) کی قابلیت جزوی ہے۔
* آپ جامعیت کبریٰ کے مالک ہیں۔ (مقام قاب قوسین۔ ذات و صفات میں دونوں جہتوں کی حقیقت ہیں)

★ آپؐ سرکار دو عالم یعنی امر و خلق کے سرکار اور دین و دنیا کے مختار ہیں۔
★ آپؐ کی حقیقت کا ہر عالم (اجسام۔ ارواح۔ عالم معنیٰ۔ عرش بالائے عرش وغیرہ) میں اس کے حال کے لائق ایک ظہور ہے۔
★ آپ اللہ کے خزانوں کے ایسے تقسیم کنندہ ہیں کہ جسے جو چاہیں عطا فرما دیں۔
★ دو عالم رضائے خدا چاہتے ہیں لیکن خدا آپؐ کی رضا چاہتا ہے
★ آپؐ اللہ سے ہر آن واصل ہیں۔
★ آپؐ اور اللہ کے درمیان اتنا بھی فصل (فاصلہ) نہیں ہے کہ وہاں کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل سما سکے۔
★ ہر عالمہ۔ ہر ذرہ اور عرش سے فرش تک تمام فضا آپؐ کے نور وجود سے پُر ہے۔
★ آپؐ وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کے مصداق ہیں۔
★ آپؐ کے اسمائے گرامی احمدؐ۔ محمدؐ۔ محمودؐ خود اللہ نے تجویز فرمائے ہیں۔
★ آپؐ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔ سب کچھ آپؐ کے لئے اور آپؐ کے باعث پیدا کیا گیا ہے۔
★ آپؐ کی نبوت و رسالت اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً یعنی قیامت تک جو مخلوق پیدا ہوتی رہے گی۔ سب کے لئے ہے۔
★ آپؐ صاحب معراج ہیں۔ مقام او ادنیٰ پر آپ کی عبدیت سے مراد ایسی عبودیت ہے جو ماورائے عقل انسانی ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہاں وہؐ واصل بحق ہیں جہاں من و تو کا فرق باقی نہیں رہتا۔
★ آپؐ "مقام محمود" اور

* کوثر و تسنیم کے مالک ہیں۔
* آپؐ شافع روزِ جزا ہیں۔
* آپؐ نورِ کُل۔ وجود کُل۔ عقل کل۔ رُوح کل ہیں۔
* آپؐ کا نور ایک الطف جوہر حیات ہے۔ جو برق و براق اور رفرف و جبرئیلؑ وغیرہ سب سے زیادہ طاقت ور اور سب پر غالب ہے۔ معراج النبیؐ اس کا ثبوت ہے۔
* آپؐ خدا کی ذات یا صفات و اسماء کسی میں کہیں باہر سے آکر "شریک" نہیں ہوئے بلکہ آپؐ نورِ ذات ہیں۔ جو ذات سے نہ کبھی جدا تھا نہ جُدا رہ سکتا ہے۔ (اسی لئے نور محمدیؐ کو "مخلوق" کہنا محل نظر ہے اور صرف انؐ کے لئے "خلق کے معنیٰ ظاہر ہونا" لئے جاتے ہیں۔)
* مذکورہ بالا معنیٰ اہی — کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کا مفہوم و مقصود ہے۔ اور یہی توحید حقیقی و اسلامی ہے۔
* اہی معنیٰ میں اہل اللہ نے فرمایا ہے جو کچھ حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا ہے یعنی محمد کہنا ہی اللّٰہ کہنا ہے۔ انھیں دو سمجھنا شرک حقیقی ہے۔ وغیرہ وغیرہ
* اصطلاح تصوف وحدت کا یہی مفہوم ہے۔
* "تمثّل بشریت" میں آپؐ کا ظہور، آپؐ کے نور کی ایک تجلّی تھی اسی لئے آپؐ کا جسم پاک، صورتِ اقدس بلکہ بال بال۔ صد ہا معجزات کا سرچشمہ بنے بلکہ جس شخص یا شے کو حضورِ اقدسؐ سے ذرہ برابر بھی نسبت، ہوئی یا ہے وہ سر تا پا مقدّس و محترم بن گیا۔
* کائنات کی ہر شے آپؐ کے نور کی تجلّی ہے (اس شے کی مقررہ استعداد کے بموجب ان میں نور بحیثیت اصل ہے۔ باقی جو کچھ ہے فرع ہے)

* آپ برزخِ کبریٰ بھی ہیں۔ بلکہ پورا دائرہِ وجود آپؐ سے پُر ہے۔ اسی لئے حضرت شمس تبریز رح نے صاف صاف فرمادیا ؎

محُمّدؐ بیں نہ گوید نام اللہ
حکایت ختم شد واللہ باللہ

* آپؐ متخلق بہ اخلاق الٰہیہ ہیں۔ آپؐ کا خُلق قرآن ہے۔
* قرآن پاک جیسا جامع نسخہ احکام الٰہیہ۔ جو سابق تمام کتب و صحائف آسمانی کا ناسخ ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔
* نزولِ وحی کا سلسلہ آپؐ کے بعد بند ہو گیا۔
* آپؐ ہی سے دینِ اسلام کامل ہوا۔
* آپؐ کا دینؐ اور آپؐ کا قرآن تمام انسانیت کی ہدایت کے لئے تا قیامت ہر لحاظ سے کافی ہیں۔
* آپ کی شریعت اور آپؐ کی سیرتِ حسنہ۔ تا قیامت، ہر دور میں کرہ ارض پر بسنے والے ہر انسان کے لئے۔ ہر لحاظ سے کامل و اکمل ہدایت اور بہترین نمونہ عمل ہیں۔
* آپؐ کی اطاعت ہر نبی اور رسول پر فرض تھی۔ ہر نبی و رسول آپؐ کا نائب تھا۔ ہر نبی و رسول نے اپنے دور اور اپنے مخصوص علاقے میں۔ آپؐ ہی کے اسلام کے صرف اتنے حصّہ کی تبلیغ کی جس کی اسے اجازت تھی۔ (میثاق النبیین)
* اب کسی نبی یا رسول کی دنیا کو ضرورت نہیں رہی کیونکہ دین کامل ہو چکا ہے (اکملت لکم دینکم — اور لا نبی بعدی)
.جو ان احکام کو نہیں مانتا وہ عملاً خدا اور اس کے پیارے محبوبؐ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ جھوٹا قرار دیتا ہے۔ لہٰذا دیگر کفار و مشرکین کی طرح مردود ہے۔

* دینِ اسلام، شریعت۔ طریقت۔ حقیقت۔ معرفت (یا ایمان۔ اسلام۔ اور احسان) کا مجموعہ ہے۔ رہتی دنیا تک حیات انسانی کی ضروریات کے باعث ان امور کی شرح و وضاحت کی ضرورت پیش آتی رہے گی۔ لہٰذا امت محمدیؐ میں اب علمائے محققین یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ یہ "شعبۂ تعلیم کتاب" ہے۔

معرفت حق تعالیٰ و احسان کا تعلق خاص امر ولایت سے ہے۔ اس کی وضاحت کا شعبہ علم کتاب و حکمت دونوں سے ہے۔ اس کے لئے صوفیہ محققین۔ و مشائخ صادقین ہیں۔ دونوں شعبے ایک ہی اسلام کی دو جہات ہیں۔

* عشقِ محمدیؐ۔ ایمان کی بنیاد بھی ہے۔ عمارت بھی ہے اور اس کی زیب و زینت بھی۔

یہی شریعت۔ طریقت۔ معرفت۔ توحید اور ولایت سب کی جان ہے۔ عشق محمدیؐ کی وضاحت کے نمونے خود حبیبؐ و محبوبؐ خدا۔ اُن کے عشاق اور اولیائے امت محمدیؐ سے سیکھے جا سکتے ہیں۔

* اندازِ عشق کے نت نئے نمونے تاریخ اسلام میں نظر آتے رہے ہیں اور قیامت تک نظر آتے رہیں گے۔ نہ عشق و ولایت محدود ہیں، نہ اُن کے نمونے۔

* عشق کی بھی ایک "فقہ" ہے اور اس کے بھی "ماہرین" و "مجتہدین" ہیں۔

* یہ سب "نظام بیعت و اطاعت" کے تحت رہا ہے اور اسے اسی کے تحت رکھنا مناسب ہے۔ کیونکہ عشق انتہائی مرحلے میں جنون بن

جاتا ہے اور اس حال میں شریعت اسلامیہ اسے قابل معافی سمجھتی ہے۔

* آپؐ میں تمام وجہوں سے خلق ہونا معدوم ہے (یعنی آپ کی بشریت قطعاً معدوم ہے) اس لئے کہ آپ تمام وجہوں سے کمالات حق کے ساتھ متحقق ہیں۔
* "اگلے پچھلے گناہ معاف ہونے کا" یہی مطلب ہے جو اوپر بیان ہوا — ایک توجیہہ یا توضیع یہ ہے کہ اللہ نے آپؐ کے وجود کو چھپا لیا ہے۔ (یعنی وجود ذاتیہ الٰہیہ کہیں یا وجود محمدیؐ۔ ایک ہی چیز ہے۔ حق یہ ہے کہ وجود ہے ہی واحد لا موجود الا اللہ۔
* آپؐ وجود میں سب سے اول ہیں کیونکہ آپؐ ذات محض ہیں۔ اور تمام عالم اس ذات کی صفتیں ہیں اور حدیث جابر رضؓ میں اس قول کے یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے عالم کو حضورؐ کے نور سے پیدا کیا ہے۔
* آپؐ کے سوا کسی کا نام حق اور نور نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ نے صرف آپؐ کو اپنے اسمائے ذاتی سے علی الاطلاق مسمّٰی کیا ہے۔ کسی دوسرے نبی کو نہیں کیا۔ محققین کے نزدیک متفقہ طور پر حضورؐ تمام اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا کے ساتھ موصوف اور متحقق ہیں۔
* آپؐ کو آپؐ کے سوا کوئی "کما حقہ" دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیا ہیں مگر وہی۔
* آپؐ اوّل ہیں۔ یعنی وجود کے اول اور اس کی اصل ہیں۔
* آپؐ آخر ہیں۔ یعنی ظہور میں وجود کا آخر ہیں۔
* آپؐ ظاہر ہیں۔ اس لئے کہ آپؐ ہر موجود کا عین ہیں کیونکہ وہ

آپؐ کے نورؐ سے پیدا ہوا ہے۔

* آپؐ باطن ہیں اس لئے کہ آپؐ حقیقت الحقائق ہیں اور وہ مشہود نہیں ہے۔

* رب تعالےٰ۔ وجہ محمدیؐ میں ظاہر ہے۔ " وجہ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم تمام وجوہات عینیۂ الٰہیہ فرقانیہ کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے علاوہ سب کو محیط ہے ..... عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا میں تمھیں ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے۔ اُن کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا (احمدؐ۔ محمدؐ۔ محمودؐ سب آپ کے نام ہیں (مصنّف) پس اللہ تعالےٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمھارا رب ہے یعنی جو اپنے وجہ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر ہے۔" (طبقات الکبریٰ۔ بحوالہ تحقیق العارفین فی حقیقتِ سیّد المرسلینؐ۔ حصّہ اول)

* انبیائے کرام صفات الٰہیہ سے متصف ہیں۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن تمام صفات کی حقیقت ہیں۔ کیونکہ آپؐ نور ذات ہیں۔ جو تمام اسمار وصفات کی اصل ہے۔ اسماء صفات، ذات کے تحت ہیں۔ صفات سے موصوف ہونے اور صفات سے متحقق ہونے میں وہی فرق ہے جو اصل اور فرع میں ہے۔

* حضورؐ کے حال کو دوسروں کے حال پر قیاس کرنا ہرگز صحیح نہیں۔

* آپؐ کے کمالات کی انتہا نہیں ہے۔ اس لئے آپؐ کی شان میں جو کچھ کہا جائے جائز ہے۔

* آپؐ وجوب وامکان اور حدوث وقدم کے جامع ہیں۔ کس طرح ہیں کس حد تک ہیں وغیرہ وغیرہ کی تفصیل کے لئے محققین اولیاء اللہ کی

کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔

* معافی کے لئے اور دعائیں قبلہ کے بجائے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کرنا یا متوجہ ہونا چاہیئے۔ حکم قرآنی ربانی یہی ہے۔

* اللہ تعالےٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ پس نہیں زمین اور آسمانوں میں مگر نورِ الٰہی جو تمام موجودات میں ساری ہے اور وہی وجود و حیات اور جمال و کمال ہے — اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس نور کے مظہر اتم اور واسطۂ ظہور ہیں۔

* درود شریف پڑھنا ذکر الٰہی سے افضل ہے۔ اس لئے کہ اللہ فرماتا ہے کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا کروں گا — لیکن درود شریف کے متعلق فرمایا کہ ایک درود کے بدلے دس بار درود بھیجتا ہوں۔ یعنے تو اگر میرا ذکر ایک بار کرے تو میں بھی ایک بار تیرا ذکر کروں گا لیکن اگر تو میرے محبوبؐ کی ثنا ایک بار کرے تو میں تیری ثنا دس بار کروں گا۔ (یا تجھ پر دس رحمتیں نازل کروں گا)

* اسم محمدؐ کے ذاکرین کا درجہ ملائکہ سے افضل ہے۔ تو عاشقانِ محمدؐ کا درجہ کیا ہوگا۔ خود ہی سمجھ لو

* مارمیت اذ رمیت ولٰکن اللہ رمیٰ - جو خاک آپ نے پھینکی (اے محمدؐ) وہ آپؐ نے نہیں۔ بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (القرآن)

* من رأنی فقد رأی الحق۔ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔
من رأنی فقد رأی اللہ۔ جس نے مجھے دیکھا اُس نے اللہ کو دیکھا
(احادیث نبویؐ)

* من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (القرآن)

* یٰسٓ و طٰہٰ ۔ (القرآن) ان کے علاوہ قرآن پاک میں اور بھی کئی حروف مقطعات ہیں۔ نمونے کے طور پر صرف یٰسٓ و طٰہٰ کی کچھ شرح آئندہ نمبر کے تحت دیکھئے۔ یہ اللہ پاک کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے پیارے نام ہیں جو معارف الٰہیہ کا بحرِ ذخار ہیں۔

* * * * *

گزشتہ نمبر کے تحت ہم نے چند حقائق بطور اشارات صرف یہ ثابت کرنے کے لئے لکھے ہیں کہ ان میں سے کوئی صفت بھی ایک لاکھ ۲۴ ہزار پیغمبروں میں سے کسی ایک پیغمبر کو بھی نہیں ملی۔ ان کے علاوہ ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف لامتناہی ہیں۔ جو شمہ برابر انبیائے اکرام پر یا اولیاء اللہ پر واضح ہوئے ہیں وہ بحرِ ناپیدا کنار کا محض قطرہ ہیں۔ چنانچہ اس حقیقت کے مقابل یہ کہنا کہ ؎ "آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری" کوئی عظیم الشان تعریف نہیں ہوسکتی۔

اور

نہ اللہ کے مظہر اکمل صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و توصیف پر کسی قسم کی حد یا پابندی لگانا عشق حقیقی کی نگاہ میں صحیح ہوسکتا ہے۔

حادث کو حادث کہنا صحیح ہے مگر باقی کو باقی نہ کہنا اللہ و رسولؐ کی مخالفت بلکہ بے دینی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصہ دوم — شرح کلمۂ توحید

(۲۷) سیدنا طٰہٰ ۔ سیدنا یٰسٓ
صلی اللہ علیہ وسلم

حروف مقطعات کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ از قسم متشابہات ہیں جن میں غور و فکر منع ہے لیکن بعض مفسرینؒ اور اولیائے کاملینؒ و عرفائے محققینؒ نے ان پر روشنی ڈالی ہے اور نہایت عمیق و دقیق توحیدی و توصیفی نکات بغرض استفادۂ دیگراں بیان فرمائے ہیں۔

عقل سلیم کا تقاضا بھی یہی ہے کہ حروف مقطعات بہرحال قرآن پاک کا جزو ہیں اور قرآن پاک مومنین و مسلمین کے سمجھنے اور عمل کرنے کے لئے ہے اس لئے ہر طالب حق کا فرض ہے کہ وہ ان کے معنے سمجھے اور ان پر ایمان رکھے۔

ان حروف میں اسرار محبت پنہاں ہیں جو حبیب سے محبوبؐ تک پہنچے اور اغیار سے پنہاں ہیں۔ تاہم اہلِ عشق و محبت پر یہ اسرار منکشف ہیں کیونکہ یہ ان پاک ہستیوں کے ذوقِ لطیف کی تسکین کا باعث ہیں۔

بعض نے فرمایا کہ یہ سورتوں کے نام ہیں۔ بعض انھیں اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں شامل کرتے اور بعض انھیں دعائیہ کلمات فرماتے ہیں۔ اسی طرح بعض حضرات نے کوئی دوسرا نکتہ بیان کیا ہے بعض نے کوئی دوسرا۔ اور یہ تمام نکات، قرآن مجید سے متعلق ہیں۔ یا صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہیں یا خود اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ مجدہٗ کی ذات و صفات کے

بیان میں ہیں۔
یہاں ہم صرف طٰہٰ اور یٰسٓ پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ کیوں کہ یہ دونوں حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عام طور پر مستعمل ہیں لیکن ان میں کیا کیا اسرار پوشیدہ ہیں انھیں عوام تو کیا اکثر خواص بھی نہیں جانتے۔ چنانچہ شرح کلمۂ توحید کے سلسلے میں ناظرین بھی اس "باغ معرفت" کی کچھ سیر کرلیں جس کی خوشہ چینی سے ہم نے استفادہ کیا ہے
طٰہٰ میں دو حروف ہیں ایک ط۔ دوسرا ہ
ط بھی دو حروف سے مرکب ہے۔ ایک ا ہے۔ دوسرا چشمِ ص یعنی ص جسے بالعموم آنکھ سے تشبیہ دیتے یا بطور استعارہ اسی کو آنکھ کہتے ہیں۔ پہلے ط کے مرادی معانی (بعض مفسرین کی رائے کے بموجب) سنئے:۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسے آیۃ تطہیر کا اشارا قرار دیا ہے یعنی فرمایا کہ طٰہٰ اہل بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طہارت کی قسم ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوا اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ط
ط سے مراد ماسوی اللہ سے دل کی طہارت ہے اور ہ سے جناب الٰہی سے ہدایت مقصود ہے۔ کیونکہ جب تک ماسوی اللہ کے وہم سے دل خالی نہ ہو کوئی ہدایت نہیں ملتی۔ یہ دل کی طہارت ہے جو اہل بیتِ رسولؐ کو حاصل تھی اور دوسروں کو اللہ سے طلب کرنا چاہیئے۔ جب اس "طہارت" کی شہادت خود اللہ تعالےٰ اہلبیتؑ کرام کے لئے دے رہا ہے تو ذاتِ پاک رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو بدرجۂ اولیٰ

سمجھنا چاہیئے۔

بعض حضرات نے فرمایا ط اور ہ سے ہو الطالب والمطلوب مراد ہے یعنی سوائے **ذات حق** کے اور کوئی موجود نہیں ہے لہٰذا وہی طالب ہے اور وہی مطلوب ہے۔ اس پر کلمۂ طیب لا الٰہ الا اللہ شاہد ہے تفصیل کے لئے دیکھو **فصوص الحکم** اور **فتوحاتِ مکیہ** از **شیخ محی الدین ابن عربی** رضی اللہ عنہ

بعض نے فرمایا۔ **ط** سے **طور دل** مراد ہے اور اس کے سر پر مَدّ کا الف جلوۂ نور کے مانند ہے اور جب **روح کے موسیٰ** نے نور الٰہی کا جلوہ دیکھا تو عشق کے نشہ میں سرشار ہو **ھَلْ مِنْ مَّزِیْد** (کچھ مزید بھی) کہہ اٹھا۔ **ہ** سے مراد ھل من مزید ہے۔

اسی سے ملتا جلتا لیکن اس سے زیادہ عمیق و دقیق مفہوم یہ ہے اور یہی ہماری مراد بھی ہے — یعنی :۔

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ص کا سر یعنی **ص**۔ محبانِ حق کی نظر میں چشمِ حق بیں کا استعارہ ہے۔ چنانچہ **طٰہٰ کی طوء** کا نچلا حصہ ص کا سر یعنی چشمِ حق نگر ہے۔ یعنی اسے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمِ حق نگر جانو۔ اور اُس آنکھ پر الف۔ سلائی کے مانند ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمِ حقیقت نگر میں وحدت کی سلائی سے بِیْ یُبْصِرُ، (مجھ سے دیکھتا ہے) اور مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (نہ آنکھ پھیری اور نہ زیادتی کی) کا **سرمہ** لگا یا ہوا ہے بس حضورِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہیں دیکھتے مگر خدا کو۔ جیسا کہ ایک حدیث میں خود فرمایا : مَارَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ یعنی نہیں دیکھی میں نے کوئی شے مگر اس میں خدا کو دیکھا۔ اور آپ کا یہ دیکھنا بھی خدا کی

آنکھ سے ہے جیسا کہ حدیث قرب نوافل سے ثابت ہے۔

حدیث مذکور حدیث قدسی ہے اور اس کا حکم مطلق۔ اولیائے امت محمدی کے لئے ہے (ترجمہ یہ ہے: یعنی ہمیشہ میرا بندہ بذریعہ نوافل مجھ سے نزدیکی چاہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے دوست رکھتا ہوں۔ اور جب اسے دوست رکھتا ہوں تو اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ اور اُس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں جن سے وہ چلتا ہے پس وہ مجھ سے ہی سنتا۔ مجھ سے ہی دیکھتا۔ مجھ سے ہی پکڑتا مجھ سے ہی بولتا اور مجھ سے ہی چلتا ہے۔) جب اولیائے امت کے لئے یہ صورت حال ہے تو خود حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام عظمت کیا ہو گا۔

یافتہ از میل الف چشم طا
سرمۂ بی یبصر وما زاغ را

ط اور ہ پر۔ چھوٹے الف علامتِ مد کے طور پر ہیں۔ تاکہ یہ حروف قدرے کھینچ کر پڑھے جائیں۔

ہ کے مزید معانی

حضرتِ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ فص آدمی میں فرماتے ہیں (ترجمہ = انسان خدا کے لئے آنکھ کی تپلی کی طرح ہے جس سے سب کچھ دکھائی دیتا ہے اور وہ بصر کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے پس اس لئے انسان نام رکھا گیا کہ اسی کے ساتھ خدا نے اپنی خلق کی طرف نظر کی ہے) چنانچہ ہ کے دائرے سے انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ جو خدا کے عین ہیں

(عین کا ایک معنیٰ آنکھ بھی ہے) اللہ تعالےٰ اسی کے ساتھ یا اسی سے تمام مخلوق کو دیکھتا ہے (مخلوق، نور محمدیؐ کی صورتیں یا فروعی اضافی تفصیل ہے جس طرح نباتات۔ رنگ برنگے پھول پھل سب مٹی کی تفصیل ہیں اور مٹی کی اصل نور ہے۔

ہ کی حرفی صورت کس طرح بنی۔ درحقیقت وہ فقط ایک نقطہ ہے۔ اس نے حرکت کی اور دائرے کی شکل میں حرکت کرتا ہوا جہاں سے چلا تھا وہیں آگیا۔ اس طرح وہی اوّل وہی آخر رہا اور وہی محیط (محیط کل اشیاء۔ وھو علیٰ شییٍٔ محیط) ہوا۔

ہ کے دائرے میں جو سفیدی ہے وہ عالمِ مخلوق ہے جو اندھیرے میں گھری ہوئی تھی۔ اس پر اللہ نے اپنا نور ڈالا یعنی اپنی ذات سے نورِ وجود برسایا۔ اور اس طرح وہ خود ہی عین میں ظاہر ہوگیا (کیونکہ وہ نور ذاتی تھا صلی اللہ علیہ وسلم) چنانچہ خود حضور نے فرمایا ہے: اِنَّ اللہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِی ظُلْمَتِہٖ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْھِمْ مِنْ نُوْرِہٖ (یعنی البتہ خدا نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا پھر اس پر اپنا نور چھڑکا)۔

دائرہ۔ نقطے کی حرکت سے دائرہ بنا۔ نقطہ اور اس کی حرکت (ذاتِ حق اور اس کی فعّالیت) نہ ہوتے تو دائرہ (مکان و لامکاں) نہ بنتا۔ دائرہ نہ بنتا تو سفید جگہ (محدود صوَر اشیا بموجب اعیانِ ثابتہ۔ جو تاریکی یعنی علم الٰہی و عالم غیب میں تھیں) علم الٰہی میں وجود نہ پاتیں۔ پھر ان پر خدا نے اپنا نور برسایا تو وہ یعنی اُن کے خارجی اعیان ظاہر ہوگئے۔ (یہ نورِ ذات اور اس کی بدولت مخلوق کا ظہور) نورِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی رحمت ہے۔ اسی امر واقعی کی تصدیق لولاک لما

خلقت الافلاک اور لولاک لما ظہورت ربوبیتی سے کی گئی ہے۔
غور کرو کہ کائنات اور اشیاء حقیقتاً معدوم ہیں۔ جو کچھ دائرۂ وجود یا بزم ہستی میں نظر آتا ہے وہ ذاتِ خدا اور نورِ خدا کا۔ (جو ذات ہی ہے) ۔ ظہور ہے (صرف ھوالباطن کا نہیں بلکہ ھوالباطن اور ھوالظاہر کا ظہور ہے) ۔ اشیا فی نفسہٖ معدوم ہیں
اسی حقیقت کے پیشِ نظر حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں اَلحَقُّ محسوسٌ وَالخَلقُ معقولٌ۔ اور اسی مقام و منزل ادراک پر سالک ہمہ اوست کا قائل ہو جاتا ہے۔
نقطہ ایک ہی ہے اس کی حرکت سے اس کے اعیان بے شمار بنے۔ بن سکتے ہیں اور بنتے رہیں گے۔
نقطے کا نقاط کی شکل میں ظاہر ہونا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ذاتِ حق۔ ذواتِ موجودات کی صورت میں جلوہ گر ہے۔ دائرے میں یہ نقطہ پہلے نقطے سے واصل ہو جاتا ہے۔ دیگر حروف۔ الفاظ اور اعداد و اشکالِ ریاضی (مثلث، مربع۔ مستطیل وغیرہ) اور نقش و نگار میں (جو کہ سب نقطۂ اصل اور اس کی حرکت ہی کی نمود ہیں۔ یہ نقطۂ اصل کہیں اپنی آخری صورتِ نمود سے واصل نظر آتا ہے، کہیں نظر نہیں آتا۔ اس کے باوجود وہ معناً واصل ہوتا ہے۔ مثلاً دیکھو یہ خط ــــ نقطوں کا مجموعہ۔ یا ایک ہی نقطے کی حرکت کا تسلسل ہے۔ اس طرح ...."
اس پر غور کرو۔ نقطۂ اصل ہی مسلسل حرکت کرتا ہوا آگے بڑھا ہے۔ پیچھے اپنے اعیان ثبت کرتا گیا تاکہ وہ جب تک نمودار رہیں اپنی اصل کو خود اپنی ذات میں دیکھیں۔ (وَ ھو فی انفسکم۔) اپنی ذات سے پہچانیں۔ (چاہا میں نے کہ پہچانا جاؤں) اس کی تسبیح کریں (زمین و آسمان کے درمیان ہر ذرہ

اس کی تسبیح کرتا ہے۔ القرآن) انسان اشرف المخلوقات کو اس نے اپنی صورت پر پیدا کیا (خلق اللہ آدم علیٰ صورتہٖ) یہ "صورت" بھی عجیب چیز ہے۔ دیکھنے میں آجائے تو ہے ورنہ نہیں ہے لیکن پھر بھی ہے۔ جیسے نقطہ جس کی نہ لمبائی ہوتی ہے۔ نہ چوڑائی۔ اس صورت میں وہ نظر نہیں آتا مگر پھر بھی موجود ہے۔ سمجھنے سمجھانے کے لئے کاغذ پر نمودار ہوا تو ہر آنکھ نے دیکھا۔ دل کی خاص نظر بے صورت بھی اسے دیکھتی ہے اور ہر صورت میں بھی اسے دیکھتی ہے۔

بہر حال نقطوں کے تسلسل پر جو اوپر بصورتِ خط مستقیم درج ہے پھر غور کرو۔ پہلا نقطہ اپنے پاس والے سے واصل یا مربوط ہے۔ دوسرا تیسرے سے۔ تیسرا چوتھے سے اور آخری نقطہ اپنے ما قبل سے ہے۔ تمام نقطے وجود اعتباری یا اضافی رکھتے ہیں اور سب کی اصل وہی نقطۂ اول ہے۔ جو سب میں موجود و ساری ہے۔ لیکن نظر نہیں آتا یعنی تمام اضافی نقطوں کی صورتیں اسی سے نکلی ہیں۔ اسی سے قائم ہیں۔ خود اضافی اور اعتباری ہیں لیکن اصل کی نشان دہی اپنے عطائی وجود سے کر رہی ہیں۔ اصل سے بقدر استعداد واصل و مربوط ہیں۔ وحدت میں کثرت۔ کثرت میں وحدت کی یہی صورت ہے۔

لیکن کیا واقعی انھیں نقطے کہیں یا نقطۂ اوّل کی حرکت کا تسلسل کہیں؟ یا نقطہ کا پھیلاؤ مع شیون و صفات کہیں۔ درحقیقت نقطہ تو ایک ہی ہے باقی اُس کی حرکت کا تسلسل بھی نہیں، صرف شیون و صفات کی بے حدی ہے۔ اس کی حرکت کے تسلسل کو ہمارے "خیال" نے "نقطے" تصور کر لیا ہے۔ ورنہ ہے وہ نقطۂ حقیقی کی شیون و صفات کا پھیلاؤ۔ اس صورت میں نقطۂ حقیقی اور اس کی شیون و صفات کو الگ الگ وجود بیں

تقسیم کرنا محال ہے۔ جہاں نقطہ ہے وہاں اس کی شیون وصفات ہیں (بالعمل نہیں تو بالقوۃ ہیں کیونکہ حرکت یا شیون وصفات ذاتی ہیں) اور جہاں یہ ہیں وہاں نقطہ کا ہونا لازمی ہے۔ (کیونکہ بغیر نقطہ کسی شان یا صفت کا ظہور محال ہے)

اب نقطۂ حقیقی کو ذاتِ حق سبحانہٗ.... حرکت کو ذات کی جملہ صفات وشیون اسمار۔ افعال وغیرہ کا مجموعہ — اور وجہ ظہور شیون کو عشقِ عرفان ذات۔ صورتِ اظہار کو نور محمدؐ اور اُس کی رحمت کے ظہور کی صورتیں سمجھو۔ تمام اسرار آئینہ ہو جائیں گے اور وحدت وکثرت کی گتھیاں سُلجھ جائیں گی۔ وحدت الوجود نور محمدیؐ سے دل منور ہو جائے گا۔ غیریت مٹ جائے گی۔ فنا فی الحق کی منزل پر پہنچ کر باقی باللہ کا درجہ حاصل کر لو گے لیکن مرشد کی دستگیری کے بغیر عملی سلوک مشکل ہے۔ یہ معلومات علمی ہوں گی۔ حالی نہیں۔

ابھی مزید نکتے بیان کئے جا سکتے تھے لیکن طٰہٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور میں اِن کے آدھے بھی ذہن میں رہ جائیں تو بہت ہیں۔ مزید لیسنّ کے تحت سینئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۷۸۶
۴۹۲

سیّدنا یٰسٓ
صلّی اللہ علیہ وسلّم

بسم اللّٰہِ الرّحمٰنِ الرّحیم

یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۝ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝

یہاں مندرجۂ بالا آیۃ کی تفسیر مقصود نہیں ہے۔ بلکہ صرف یٰسٓ سے متعلق چند عارفانہ نکات کا خلاصہ بیان کرنا مقصود ہے جو محققین عارفین کرامؒ واہل علم لدنی اولیائے عظامؒ کے ذریعہ طالبانِ حق تک پہنچے ہیں۔

واضح باد کہ لفظ طٰہٰؐ کی طرح یٰسٓؐ بھی سرکار دوعالم نور مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور اسم گرامی ہے جس میں عارفانہ نکات کا بحرِ بے کراں ٹھاٹھیں مار رہا ہے لیکن قبل اس کے کہ ہم یٰسٓؐ کی شرح لکھیں کم ازکم ایک نکتہ والقرآن الحکیم سے متعلق لکھنا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ عرفائے کاملینؒ فرماتے ہیں کہ یہاں و عاطفہ ہے جو حضورؐ کی دو حیثیتوں کو جمع کر رہا ہے۔ (۱) ان صفات وشیون کا پیکر جو س کے تحت بیان ہوں گی اور (۲) دوسری وہ حیثیت جو آپؐ کے قرآنِ حکیم ہونے کی ہے۔ کیونکہ اس کی

تائید خود قرآن پاک میں وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ سے ہو رہی ہے کہ آپؐ ہی قرآن ناطق ہیں اور آپؐ ہی بذات خود قرآنِ حکیم ہیں اور اسی لئے معلم حکمت ہیں۔ جو خود پیکر حکمت اور خود قرآن حکیم نہ ہو جو کنہ حکمت سے واقف نہ ہو۔ مضمراتِ حکمت کا عارف نہ ہو۔ وہ معلم حکمت ہو ہی نہیں سکتا یا۔ کو سب نے حرفِ ندا مانا ہے

س ۔ سے مراد = سِرّ ذات ۔ اور سِرّ قرآن حکیم ہے۔

بعض نے فرمایا سؔ سے مراد انسان ہے۔ یعنی انسان کاملؑ جو سِرّ ذات ہے۔

س ۔ انسان کا دل ہے۔ لفظ انسان پر غور کیجئے۔ نس کے دونوں طرف ان (الف اور ن) ہیں۔ درمیان میں س ہے۔ یہ اشارہ ہے اس حقیقت کی طرف کہ سؔ انسان کاملؑ کا دل ہے۔ وہ قرآن حکیم کا بھی دل ہے۔ وہ سِرّ ذات کا محل بھی ہے۔

اسی لئے سورۂ یٰسین کو قرآن پاک کا دل کہا جاتا ہے۔

شیخ عبدالکریم جیلیؒ سے منقول ہے (انک لمن المرسلین) من تلک الحضرۃ العالیۃ القدسیۃ الاحدیۃ الی ھذا المشھد الخلقی والتشبیھی الانسانی العبدی۔ یعنی تحقیق آپؐ البتہ بھیجے ہوؤں سے ہیں اُس حضرتِ بلند مرتبہ اور پاک احدیت سے طرف اس مشہد خلقی تشبیہی انسانی عبدی کے (ماخوذ)

لہٰذا محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جو سِرّ ذات ہیں ظاہر ہو کر سِرّ ظاہر ہوئے جیسے انگریزی زبان میں OPEN SECRET کہتے ہیں۔ چنانچہ اسی رعایت سے ہم نے زیرِ نظر کتاب کا تاریخی نام "سِرّ الظاہر" ۱۳۹۷ھ

رکھا اور عام فہم نام وہ رکھا جو سرورق پر درج ہے۔

حضور قطب عالم مدار اعظم شاہ نیاز بے نیاز قدس سرہ العزیز نے کیا خوب فرمایا ہے۔ اسے کہتے ہیں کہ "دریا کوزے میں بند ہے : فرماتے ہیں :۔

حق اندر شان تشبیہی محمدؐ نام خود خواند
محمدؐ غیر حق نبود بجسم ذوق عرفانی

ہماری اس کتاب کے سرورق کی پیشانی کا جھومر یہی شعر ہے۔ بلکہ پوری کتاب ہی اس شعر کی شرح ہے۔

طٰہٰؐ ۔ و ۔ یٰسٓؑ کی صرف اس قلیل بحث ہی سے سلیم الفطرت انسان سمجھ سکتا ہے کہ بھیجنے والا ۔ بھیجا ہوا (رسول) اور جن کی طرف بھیجا ہوا آیا سب ھوالباطنُ والظاھر ہی کی مختلف حیثیتیں۔ حالتیں۔ صورتیں یا شانیں ہیں چاہو تو انھیں خدا کی شانیں کہو۔ چاہو تو نور محمدیؐ کی صورتیں اور شانیں کہو کچھ فرق نہیں پڑتا۔ لیکن یہ نکتے صرف حق نگر ہستیوں۔ مخلص طالبوں اور نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص عاشقوں کے لئے ہیں۔ عام آدمیوں (دو پاؤں والے انسان نما جانوروں) اور خدا فراموش مغرب کے پرستاروں کے لئے نہیں ہیں نہ ہی وہ ہمارے مخاطب ہیں۔

اب یٰسٓؑ سے متعلق چند مزید نکتے بیان کئے جاتے ہیں۔

قرآن پاک ۔ درحقیقت س سے شروع ہوا۔ س ہی پر ختم ہوا اور س ہی اس کا دل بھی ہے۔ شروع اس طرح کہ دراصل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں حرف ب استمداد کے لئے ہے۔ اس کے بعد اصل حرف س ہی ہے (اسم کا الف برائے احدیت۔ ذات، محذوف ہے کیونکہ وہ باطن

یا غیب ہے۔ اور بسم اللہ کا حرف اوّل بس ہی ظاہر ہے اور وہ ذات محمدؐ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس طرح ذاتِ محمدیؐ ہی ظاہر میں اوّل اوسط اور آخر ہے اور اسی لئے حضرت امام حسین علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یوں تحفۂ صلوٰۃ بھیجا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَوَّلِ کُلِّ شَیْءٍ وَّاَوْسَطِ کُلِّ شَیْءٍ وَّآخِرِ کُلِّ شَیْءٍ۔

اس طرح صورتِ ملفوظی سے بھی آپؐ ہی اوّل واوسط وآخر ثابت ہوئے اور امام حسین علیہ السلام کے الفاظ درود پاک سے بھی اس کی تصدیق ہو گئی۔

اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ جب آپؐ خود ہی القرآن الحکیم ہیں تو آپ یقیناً اس کے اوّل واوسط وآخر سب کچھ ہوئے۔

لیکن اب بھی ایک نکتہ غور طلب یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے درود شریف میں لفظ "شے" تینوں جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی آپؐ ہر شے کا اوّل۔ ہر شے کا اوسط اور ہر شے کا آخر ہیں۔ تو پھر شے میں شیئیت کیا رہی؟ ... اس سے یہی تو ثابت ہوا کہ ہر شے کی صورت میں خود آپؐ جلوہ نما ہیں اور آپؐ ہیں نورِ ذات۔ تو یہ کتنا بھی صحیح ہوا کہ ہر شے تجلّی ذات ہے۔ اگر یہ نتیجہ اخذ نہیں ہوتا تو پھر ناظرین بتائیں کہ اس کا کوئی دوسرا منطقی نتیجہ کیا نکالا جا سکتا ہے؟

اس حقیقت کی تائید میں متعدد بزرگانِ دین کے اقوال پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن عدم گنجائش کے باعث صرف خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ارشادات گرامی سنیئے:۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں: (مفہوم) نہیں دیکھی میں نے

کوئی چیز مگر اس طرح کہ میری نظر پہلے اللہ پر پڑی۔
حضرت عمر فاروق رضؓ۔ نہیں دیکھی میں نے کوئی چیز مگر اس طرح کہ میں نے اسی کے ساتھ اللہ کو دیکھا۔
حضرت عثمان غنی رضؓ۔ نہیں دیکھی میں نے کوئی چیز کہ اس کے بعد ہی اللہ پر نظر نہ پڑی ہو۔
حضرت مولا علی رضؓ۔ آپ کے بیشمار اقوال وخطبات ہیں۔ آپ نے فرمایا: مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا رَاَیْتُ اللّٰهَ فِیْہِ اَوْ قَبْلَہٗ، اَوْ بَعْدَہٗ اَوْ مَعَہٗ، اَوْ فَقَطْ (بمعنی فقط) یعنی نہیں دیکھا میں نے کسی شے کو مگر یوں کہ دیکھا میں نے اللہ کو اس شے میں۔ یا اس سے پہلے یا اس کے بعد۔ یا اس کے ساتھ یا قط یعنی فقط ــــ

بقول بعض عرفا۔ معرفت حق کے پانچ مدارج ہیں اور وہ سب مذکورۂ بالا قول مولا علیہ السلام میں بیان کئے گئے ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھو تعلیم غوثیہ صفحہ ۱۳۶ تا ۱۴۰)

حضرت مولاؑ کا ارشاد یہ بھی ہے کہ "میں ایسے خدا کی عبادت نہیں کرتا جسے میں دیکھ نہ سکوں"۔ چنانچہ ارشادات مذکورۂ بالا سے عبادت بامشاہدہ ثابت ہے جو ازروئے حدیث احسان درجۂ اوّل کی عبادت ہے

اللہ کو حقیقت الحقائق اور کنز مخفی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وہ جیسا پہلے موجود تھا اب بھی ہے۔ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ؛ اور جو حقائق، اور عوالم واشیائے عوالم وغیرہ اس حقیقت الحقائق یا کنز مخفی سے ظاہر یا خلق ہوئے۔ ان میں وہی موجود ہے بلا حلول و امتزاج و اتحاد کے۔ اور ذراتِ عالم کے اجزا میں بلا التعدد

اور بلا اتصال و انفصال کے اسی طرح متجلّی ہے۔ جیسا کہ پہلے وہ عماء میں تھا[1]۔

س کے ۶۰ (ساٹھ) عدد ہیں جو دہائیوں کے چھ درجوں کو بتا رہا ہے۔ اس سے بعض عارفین **ظہور ذات کے چھ مراتب** مراد لیتے ہیں جنھیں ہم اپنی کتاب **مخزن الوار توحید** میں ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں اور زیر نظر کتاب کے حصّہ سوم میں بھی اور زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے ضرورتاً یہاں صرف خلاصہ دیا جاتا ہے

پہلا مرتبہ ۔ اطلاق ۔ لاتعین ۔ ذات بحت کا ہے۔ اور بھی اس کے کئی نام ہیں جو آئندہ دوائرِ سٓ کے نقشے میں مندرج ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان الفاظ سے اطلاق کی قید یا تعین کی نفی ثابت ہے۔ بلکہ مرتبۂ اطلاق و لاتعین کا یہ مطلب ہے کہ وجود کو اس مرتبہ میں صفات کی نسبت سے مبرّا اور ہر قید سے پاک تصوّر کرنا چاہیے بقول مصنف ۔ مطلق بھی کہہ سکیں نہ اُسے ڈر ہے قید کا۔ اس کے اوپر کوئی دوسرا مرتبہ نہیں ہے ۔ یہی کنہ حق تعالےٰ اور لامحدود ہے۔

دوسرا مرتبہ ۔ تعین اوّل ۔ اس سے مراد اللہ تعالےٰ کا اپنی ذات و صفات اور تمام موجودات کو بعض سے بعض امتیاز کیے بغیر ۔ اجمالی طور پر جان لینا ہے ۔ اور اس مرتبہ کو **وحدت** اور **حقیقت محمدی** صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہتے ہیں ۔

تیسرا مرتبہ ۔ تعین ثانی ہے ۔ اس سے یہ مراد ہے کہ اس مرتبے میں اللہ تعالےٰ کو اپنی ذات و صفات اور کل موجودات کا مفصل علم۔ بعض کو بعض سے امتیاز کے ساتھ ہے ۔ اس مرتبے کو **واحدیت**

---

[1] ۔ دیکھو حصّہ اوّل کتاب ھذا ۔ باب ۲ فصل ۳ ۔ برزخ کبریٰ

اور حقیقت انسانیہ بھی کہتے ہیں

یہ تینوں مرتبے قدیمی ہیں۔ بیک وقت موجود تھے اور رہیں۔ ان کا آگے پیچھے ہونا عقلی ہے حقیقی یا بہ اعتبار زمانہ نہیں ہے۔

چوتھا مرتبہ - ارواح کا ہے۔ اس سے مراد اشیائے کونیہ مجردہ بسیط ہیں جو اپنی ذاتوں اور مثلوں پر ظاہر ہوئی ہیں۔

پانچواں مرتبہ - عالم مثال کا ہے۔ اس سے مراد اشیائے کونیہ مرکبہ لطیفہ ہیں جو ٹکڑے ٹکڑے ہونے، تقسیم ہونے، پھٹنے یا جڑنے وغیرہ کو قبول نہیں کرتیں اس میں صورتیں تو ہوتی ہیں لیکن مادّہ نہیں ہوتا

چھٹا مرتبہ - عالم اجسام کا ہے۔ اس سے مراد اشیائے کونیہ مرکبہ کثیفہ ہیں۔ جو ٹکڑے ٹکڑے ہونے اور خرق والتیام (پھٹنے اور جڑنے) کو قبول کرتی ہیں۔

ساتواں مرتبہ - جامع جمیع مراتب مذکورہ کا ہے۔ اس میں جمیع مراتب جسمانیہ نورانیہ۔ روحانیہ وحدت و واحدیت وغیرہ سب شامل ہیں۔ یہ تجلی آخر اور لباس آخر ہے۔ اسی کو انسان کہتے جس کا اعلیٰ ترین درجہ اور نمونہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی لئے آپ کو انسان کامل کہتے ہیں یہ لفظ کسی دوسرے کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا۔

وہ قِدم میں قدیم اور حدوث میں حادث[1] ہے۔ وہ اپنے بطون

---

[1] لفظ "حادث" کا اطلاق نہ نور محمدی پر ہو سکتا ہے نہ روح محمدی پر نہ آپ کی انائے ذاتی پر۔ حدوث کا تعلق صرف عالم ناسوت کی چند حالتوں سے ہے جو تغیر پذیر ہیں۔ جب عام آدمی کی انا اور روح حادث نہیں تو اولیاءؒ۔ انبیاءؑ اور انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی انا۔ نور۔ روح وغیرہ کیونکر حادث ہو سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ حدوث کا تعلق صرف

(باقی اگلے صفحہ پر)

و ظہور سے تمام مراتب کو حاوی ہے۔

جب انسان عروج کرے اور تمام مراتب مذکور اس میں ظاہر ہوں تو اُسے انسانِ کامل کہتے ہیں۔

اور جو نفوس قدسیہ۔ کمال اتباع محمدی (نہ صرف جسمانی بلکہ عرفانی و حالی بھی) سے مشرف ہوتے ہیں وہ بھی کمالات عروجی سے بقدر استعداد ذاتی حصّہ پاتے ہیں۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ۔ اس کی سند ہے۔

ذیل میں س کے ہفت مراتب کا ایک نقشہ دیا جاتا ہے جو اولیا اللہ رض کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ اس میں دوائر کے اندر جو عبارت ہے وہ قریب قریب بلکہ بعینہ وہی ہے جو پچھلے دو تین صفحات پر مراتب ظہور ذات کے تحت درج ہے۔

(دیکھئے صفحہ آئندہ)

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ

شکل و صورت مادّی یا مادیت سے ہو سکتا ہے۔

دائرۂ س یعنی انسانِ کاملؐ (جو تمام مراتب کا جامع ہے)

مرتبۂ ہفتم = مرتبۂ جامع انسانیہ - انسانِ کامل

مزید شرح بھی کی جاسکتی ہے لیکن اسی قدر کافی بلکہ ضرورت سے زیادہ ہے۔

تنبیہات

* علمِ مراتب ظہور پیچیدگیوں اور نزاکتوں سے خالی نہیں اور بغیر اس کے توحید اور کلمۂ توحید کے فہم کی صحت محال ہے۔ یہ علم حق تعالیٰ کے اسرار میں شامل ہے اور اس کی امانت ہے جو اغیار کے سپرد نہیں کی جا سکتی اسی لئے ہماری اس کتاب میں مندرج "اسرارِ الٰہیہ" کا مطالعہ "اغیار" کے لئے نہیں ہے۔ کیونکہ انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا (جب تک کہ انھوں نے کسی محقق شیخ معرفت۔ موحّد وجودی عینی حقیقی کے دستِ حق پرست پر۔ بیعت نہ کی ہو) جس طرح کہ قرآن پاک سے ہدایت نہیں مل سکتی جب تک کہ وہ متقی نہ ہوں اور غیب پر ایمان نہ رکھتے ہوں:۔ اللہ کا قانون یہی ہے۔ الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ...... الخ (القرآن)

* ۔ ہم اُن اشخاص کو "اغیار" نہیں سمجھتے جو کسی سلسلے میں بیعت ہو لئے بشرطیکہ وہ صحیح توحید کے قائل ہوں۔ لہٰذا اس کتاب کے مطالعہ کی اجازت ہر ایسے مرید کے لئے بھی نہیں ہے جو "ظاہر پرستوں" کے مرید ہوں اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے بے ادب "متبع" یا آنحضرت ﷺ کو (نعوذ باللہ) خاک کا پتلا سمجھتے ہوں۔

* ۔ "اغیار" کے لئے ایک خطرہ اور بھی ہے کہ اگر کوئی نام نہاد "مسلمان" اُن حقائق کا منکر ہو جو اس کتاب میں درج ہیں تو اس کا انکار قرآن و احادیث اور اولیاء اللہ کے عقائد کا انکار ہوگا جو خود روح

قرآن و احادیث ہوتے ہیں۔ لہذا اُس شخص کا "نام نہاد" ایمان و اسلام بھی غارت ہو سکتا ہے۔

* ۔آج کل یہ وبا عام ہے کہ ہر آدمی جس نے چند درسی کتابیں پڑھ لی ہیں خود کو عالم۔ فاضل مجتہد اور رہنمائے دینِ حق وغیرہ سب کچھ سمجھتا ہے۔ اور اس کی نظر میں بیعت منصوص و مسنون بھی محض مذاق ہے۔ چنانچہ ہر اہل نظر کی نظر میں ایسے اشخاص نہ صرف جاہل۔ بلکہ دشمنانِ دین ہیں۔ لہذا وہ اغیار ہیں اور ان سے پرہیز لازم ہے۔

* ' ایک حدیث قدسی کا مفہوم یہ ہے کہ "جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے۔ وہ مجھ سے جنگ کے لئے تیار ہو جائے"...... لہذا اُن اشخاص کو، جو اولیاء اللہ کے مخالف ہیں اور ان کے ملفوظات کو غلط سمجھتے ہیں اللہ سے جنگ کرنے دو۔ اور تم اپنے پختہ ایمان کے ساتھ حزب اللہ میں شریک رہو۔ اللہ کے فوجیوں کو نہ خوف ہے نہ رنج۔ اور ان ہی کو انتم الاعلون (تم ہی غالب رہوگے) کا مژدہ ہے بشرطیکہ وہ صاحب ایمان ہوں۔ اور یہ امر مسلمہ ہے کہ

ایمان، عشقِ محبوبِ خدا کا نام ہے۔

* ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ "ہم قرآن و احادیث کے سوا کسی کی بات نہیں مانتے"۔ چلئے قصہ ختم ہوا۔ احادیث کو تو آپ (مراد اغیار) پہلے ہی سے مشکوک نظر سے دیکھتے ہیں۔ رہا قرآن اس کے اسرار و غوامض اور مطلب کی روح تک پہنچنا، صرف اولیاء اللہ کا حصہ ہے۔ اولیاء اللہ کے دوست ہوتے ہیں اور

دوست کے اسرار سے دوست ہی واقف ہو سکتے ہیں اغیار نہیں۔ آپ تو اپنے شعراء کے مشکل اشعار کی بھی تہہ تک نہیں پہنچ پاتے نہ اُن کے محاسن کو سمجھتے ہیں تو پھر اللہ کے کلام ۔ اور ۔ اس کے محاسن کی تہہ تک کیا پہنچ سکتے ہیں؟

قرآن پاک کے حروف مقطعات ہوں یا اُن کے اسرار و غوامض اُن کا سمجھنا صرف ان کا حصّہ ہے جو مومن اور صاحب علم لدنی ہوں۔ ایمان اور علم لدنی۔ ترجمہ یا درسی کتب سے حاصل نہیں ہوتے۔ یہ نعمتیں اللہ پاک کا عطیہ ہیں جنھیں وہ چاہتا ہے محض اپنے کرم سے مرحمت فرماتا ہے۔ لہٰذا عوام اغیار کا یہ فرمانا کہ "ہم قرآن و حدیث کے سوا کسی کی بات نہیں مانتے"۔ لغو اور مہمل ہے بلکہ چھوٹا منہ، بڑی بات ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے پہلی جماعت کا کوئی بچہ طالب علم اپنے ہیڈ مدرس یا پرنسپل سے یہ کہے کہ "جناب عالی آپ نے جو سبق دیا ہے اُسے اُس وقت تک صحیح نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ اُس کی تحقیق میں خود نہ کرلوں۔"

★ ایک تنبیہہ اور بھی ذہن میں رکھئے کہ جب تک بھوک نہ لگے کھانا کھانا مفید نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب تک کوئی مخلص طالب حق نہ ہو اسے اسرار و غوامض کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ اسی لئے قرآن و سنت نے بیعت کو ضروری قرار دیا ہے اور اسی لئے ہم نے اُوپر یہ لکھا ہے کہ ہماری یہ کتاب بالخصوص اس کے اسرار و غوامض۔ "اغیار" کے لئے نہیں ہیں۔ البتہ اس کے وہ تمام نکات سب کے لئے ہیں جن سے

سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقامات عظمت اجاگر ہوتے ہوں۔ حضور صلعم کی محبت میں اضافہ ہوتا ہو اور آپؐ کے ادب و احترام اور تعظیم و تکریم کی اہمیت واضح ہوتی ہو

★

خدا کا شکر ہے کہ یہ باب ختم ہوا۔ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حسنہ کی کوئی حد نہیں ہے۔ لہذا کلمۂ توحید کی شرح بھی لانہایتہ ہے اس ہیچمداں نے اللہ تبارک و تعالٰی کے فضل و کرم اور حضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہدایت کے طفیل حتی الامکان قرآن و احادیث اور اقوال و عقائد اولیاء اللہ قدس اسرارہم کی روشنی میں۔ اس بحر بے کراں کا ایک قطرہ۔ اور کائنات بے حدی کا ایک ذرّہ بطور ہدیۂ پر خلوص۔ ارباب عشق و بصیرت کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کی ہے۔ نہ صرف قبول فرما کر مغفرت کی دعا فرمائیں بلکہ اغلاط اور کوتاہیوں سے درگزر فرماتے ہوئے، اسرار و غوامض کے بیش قیمت جواہر پاروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں۔ ناچیز مصنف ممنون ہوگا۔ چاند میں نور کے علاوہ داغ دھبے بھی نظر آتے ہیں لیکن اس کے باوجود سب چاندنی کا لطف اٹھاتے ہیں۔ بقول خود ؎ داغ قمر نہ دیکھو۔ نور قمر کو دیکھو

ابھی بہت کچھ لکھنا باقی ہے بالخصوص الٓمٓ۔ ذالک الکتٰبُ لاریب فیہ کی وضاحت لیکن طوالت کے خوف سے جو کچھ لکھ چکا اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔

؎ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ وما علینا الا البلاغ

نوٹ: اس ضمن میں ناچیز مصنف کے تازہ کلام کے زیر طبع مجموعے۔ آیات عشق میں شامل مثنوی بحر عشق کی آٹھ مجلسوں کا مطالعہ۔ عاشقان نور خدا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید لذت روحانی کا اور مصنف کے تشکر و امتنان کا موجب ہوگا۔ والسلام۔

۳۵۱
۲۸۶
۹۲

هدیۂ نعت

بحضور سرکارِ ختمی مرتبت صلّی اللہ علیہ وسلّم

صاحبِ لولاک، سلطانِ شبِ اسریٰ توئی
تاجدارِ کشورِ قوسین و او ادنیٰ توئی

نورِ ذاتِ حق، ظہورِ اوّل و اعلیٰ توئی
رشتۂ غیب و شہادت، برزخِ کبریٰ توئی

جامعِ حضراتِ ذاتِ پاک و بے ہمتا توئی
ابتدا و انتہا با پردہ بے پردا توئی

صورتِ اظہار گشتی تو برائے نورِ غیب
از پئے شانِ شہود اطلاق را پردا توئی

نورِ اوّل، عقلِ اوّل، کنزتِ کنزا را کلید
منصبِ محبوبیت را، نورِ حق، زیبا توئی

در حریم کنہہ تو درماندہ عقلم کے رسد
اے مجسّم نورِ حق، بندہ توئی، مولا توئی

رایتِ تو نور افشاں برفراز نہ فلک
آفتابِ نورِ رحمت، نورِ ہر ذرہ توئی

صاحبِ معراج، ہر آں در مکانِ لامکاں
افتخارِ عرش، زیبِ گنبدِ خضرا توئی

جانِ رحمت، رحم کن. برّ بیکرِ عصیاں غنی
اے پناہِ عالمیں، ملجا توئی ما وا توئی

حمد در نعت و نعت در حمد

صورتِ معنیٰ کہ در حرفِ مشدّد آمدہ
ذات ۔ در آئینۂ حُسنِ محمدؐ آمدہ

عشق در تحصیل عرفاں، مثل ابجد آمدہ
حُسنِ احمدؐ، در الف، سروِ سہی قد آمدہ

حمدِ باری، عینِ مدحِ میمِ احمدؐ آمدہ
یعنی مرکز۔ مرکزِ ادوارِ بے حد آمدہ

شاہِؐ بطحا، نیّرِ نورِ مجرّد آمدہ
ماہ کنعانِ عدم ۔ آں سایۂ قد آمدہ

"اسمِ اعظم"۔ اسمِ اللہ، محمدؐ۔ آمدہ
مصطفےٰ، عینِ مسمّائے ممجّد آمدہ

در قدمِ با خویش بودہ محو۔ آں حُسنِ وجوب
خود بہ امکاں۔ با حجابِ نورِ احمدؐ آمدہ

نورِ حق ۔ نورِ محمدؐ گشت ۔ بے تقسیمِ نور
نورِ مطلق ۔ بہرِ دیدِ خود۔ مقیّد آمدہ

ہستِ وحدت ایں "دوئی خود"، در محمدؐ غور کُن
در ثبوتِ احدیت ۔ میم مشدّد آمدہ

تابیابد جوہرِ آئینۂ عالم جِلا
نورِ احمدؐ۔ نیّرِ نورِ مجرّد آمدہ

"احمدِ بے میم" خود را۔ خود رسول اللہ گفت[1]
بر سرِ شرکِ دوئی۔ تیغِ محمدؐ آمدہ

"قفلِ ابجد" بود گویا۔ بے محمدؐ ذاتِ حق
ذاتِ محبوبش۔ کلیدِ "قفلِ ابجد" آمدہ

مقصدِ تخلیقِ عالم ہست، عرفانِ خدا
نورِ محبوبیؐ۔ ظہورِ حسن مقصد آمدہ

ماخذِ حمدِ الٰہی۔ مخزنِ توحیدِ حق
حامدؐ و محمودؐ و احمدؐ۔ ہم محمدؐ آمدہ

اسمِ "احمدؐ" = حمدِ باری، با الف بہرِ الٰہ
جانِ تسبیح و عبادت، اسمِ "احمدؐ" آمدہ

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ ہست فرمانِ خدا ق
مَنْ رَاٰنِیْ از لبِ گفتارِ احمدؐ آمدہ

ذاتِ احمدؐ را۔ ز ذاتِ حق مداں اصلاً "جدا" ق
ایں حقیقت صاف منصوص و مؤکد آمدہ

نورِ احمدؐ واصلِ ذاتِ احد در غیب بود
در شہادت، ذاتِ او مشہودِ "اشہد" آمدہ

اے عنیؔ از فیضِ آں شمس الضحیٰؐ۔ بدر الدجیٰؐ
ذرۂ ما۔ روکشِ انوارِ بے حد آمدہ

فریاد

سینہ چاکم۔ دل فگارم۔ یا رسولؐ
بے قرارم۔ بے نوایم۔ یا رسولؐ

شربتِ دیدارِ اقدس کن عطا
تشنہ کامم۔ نیم جانم۔ یا رسولؐ

---

[1] اس کے مصداق خواجۂ خواجگان خواجۂ بزرگ اجمیری قدس سرہ العزیز ہیں۔ لہٰذا ہم اسے صحیح سمجھتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

حصّہ دوم - باب - ۱۰

خلاصۂ بیانِ عشق (حقیقی و مجازی)

فصل (۱)

اللہ کا عشق بندوں سے اور بندوں کا اللہ و رسولؐ سے

عشق پر بہت مضامین و مقالات اور رسائل و کتب موجود ہیں۔ جنھیں شوق مطالعہ ہو وہ کتب خانوں کی سیر کریں اور اپنے ذوق و شوق کی تسکین فرمائیں۔ ہمارا مقصد یہاں صرف چند اہم نکات کا خلاصہ لکھنا ہے۔ حالانکہ ان کا ذکر جستہ جستہ زیرِ نظر کتاب میں جا بجا موجود ہے۔ تاہم ان کا اعادہ منفعت سے خالی نہ ہوگا۔

اسلام۔ خدا و رسولؐ کے ساتھ شدید محبت (عشق) کو فرض قرار دیتا ہے۔ اور عشاق خدا و رسولؐ کو اللہ اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔

یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ — اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں

پ ۱۶ - ع ۱۲

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ۔ پ ۲ - ع ۴ — جو صاحب ایمان ہیں انھیں اللہ کے ساتھ شدید محبت یعنی عشق ہے۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ ط یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ؕ (پ ۳ - ع ۱۲) — فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ تعالے سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ اللہ تعالےٰ تم سے محبت کرے گا۔

اس کے علاوہ حق تعالے نیکی کرنے والوں، پرہیزگاروں، صبر کرنے والوں، توبہ کرنے والوں، جہاد کرنے والوں، خدا پر توکل کرنے والوں

انصاف کرنے والوں۔ پاک صاف رہنے والوں، وغیرہ وغیرہ سے محبّت کرتا ہے اور اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سب سے محبت کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ درجنوں اوصاف ایسے ہیں جو انسان کو اللہ و رسول ؐ کی نظر میں محبوب بنا دیتے ہیں۔ قرآن پاک اور احادیث نبویہ ؐ میں تفصیل موجود ہے۔ یہاں صرف ایک حدیث لکھی جاتی ہے۔

احبوا اللہ لما یغذوکم به من نعمة واحبونی لحبّ اللہ۔
(ترمذی بروایت ابن عباسؓ)

یعنی تم اللہ سے محبّت اس وجہ سے کرو کہ وہ تم کو ہر صبح اپنی نعمت عطا فرماتا ہے۔ اور مجھ سے اس لئے محبّت کرو کہ اللہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔

وصولی الی اللہ کا قریب ترین راستہ۔ مجرب ترین نسخہ اور اہم ترین طریقہ — عشق خدا و رسول ؐ ہے۔

عبادت اور نیکیاں عشق حقیقی کا بدل نہیں، ثمرہ ہیں

عبادت، اطاعت اور عمل صالح وغیرہ عشق کا بدل نہیں۔ بلکہ عشق کا ثمرہ اور محبت کا نتیجہ ہیں۔

اگر عبادات اور نیکیاں نہ بھی ہوں مگر صرف اللہ و رسول ؐ کا عشق ہو تب بھی وہ آخرت میں اسی کے ساتھ ہو گا۔ جس سے اُسے شدید محبّت ہو گی۔ "روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ؐ، قیامت کب ہو گی۔ آپ ؐ نے فرمایا تو نے اس کے لئے کیا سامان کر رکھا ہے؟ نادم ہو کر شکستہ دلی سے عرض کیا یا رسول اللہ ؐ، میرے پاس نہ تو نمازوں کا، نہ روزوں کا اور نہ

صدقہ وخیرات کا ذخیرہ ہے۔ جو کچھ سرمایہ ہے وہ خدا و رسول ؐ کی محبت کا ہے۔ اور بس۔ آپؐ نے فرمایا۔ " المرءُ مع من اَحَبَّ" جو جس کو چاہے گا۔ وہ اسی کے ساتھ رہے گا۔ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا کہ وہ اس بات سے خوش ہوئے (کیونکہ وہ سمجھ گئے کہ صرف خدا اور رسول ؐ کی محبت تمام نیکیوں کا بدل اور معاوضہ ہے) (بخاری ومسلم بروایت انس رضؓ) "[1]

(۱) اس میں، حاشا و کلا۔ اعمال صالحہ کے ترک کر دینے کا اشارہ نہیں ہے۔ بلکہ عشق خدا اور رسول ؐ کی بنیادی اہمیت کو ذہن نشین رکھنے کی ترغیب ہے۔

(۲) یہی نہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ عشق خدا و رسول ؐ اور اعمال صالحہ (روزہ۔ نماز، صدقہ وخیرات وغیرہ) دو چیزیں الگ الگ ہیں۔

(۳) یہ بھی ثابت ہوا کہ تنہا عشق خدا و رسول ؐ۔ قرب خدا و رسول ؐ کے لئے کافی ہے۔

(۴) یہ بھی ثابت ہوا کہ مومن ومسلم کے لئے اللہ و رسول ؐ کا عشق ہی اصل ہے۔ اور وہی خاص مقصد و مقصود ہے۔ باقی تمام اعمال حسنہ اس اصل مقصود کے لئے بطور معاون ومددگار کے ہیں۔ اس لئے وہ بھی ہمیں عزیز ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُعا فرماتے ہیں:

---

[1] دیکھو رموز عشق۔ صفحہ ۱۰۶۔ از ڈاکٹر میر ولی الدین۔ ایم اے پی۔ ایچ۔ ڈی (لندن)

(صرف ترجمہ) "الہٰی مجھے اپنی محبّت عطا کر۔ اور اس کی محبت جو تجھے چاہتا ہے۔ اور اس شے کی محبّت جو تیری محبّت سے مجھے قریب کر دے اور اپنی محبّت کو میرے لئے آب سرد سے زیادہ محبوب کر"۔

(احمد۔ ترمذی۔ حاکم)

عرب میں ٹھنڈے پانی کی جو اہمیت ہے، وہ ساری دنیا جانتی ہے۔ اس سے بھی زیادہ محبوب چیز حضورؐ کی نظر میں خدا کی محبت ہے۔ اور بھی ایک دوسری دعا میں فرمایا :۔

(صرف ترجمہ) خداوندا۔ تو مجھے اپنی محبت اور اس کی محبّت جو تیری محبّت کی راہ میں نافع ہو۔ روزی فرما۔

اس سے بھی اللہ کی محبت کا اصل ہونا اور دیگر اشخاص و اعمال و اشیا کی محبت کا معاون و مددگار کی حیثیت سے مطلوب ہونا۔ ثابت ہوا۔

فصل۔۲

عشق (افرادِ اُمّت اور محبوبِ خدا کے مابین)

اوپر جو کچھ مذکور ہوا وہ خدا اور اس کے حبیبؐ کے درمیان محبّت کی نوعیت کا ذکر ہے۔ اور یہی اللہ اور اس کے مومن و مسلم بلکہ تمام بندوں کے درمیان محبت کی نوعیت ہونا چاہیئے۔ اب صرف ایک حدیث پیش کی جاتی ہے۔ جس سے بندگانِ خدا اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین محبّت کی نوعیت و اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

حدیث شریف	ترجمہ
عَنْ اَنَسٍ رضؓ قَالَ، قَالَ	حضرتِ انس رضؓ سے روایت ہے کہ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(بخاری و مسلم)

اُمت محمدیؐ کے افراد اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کریں کہ ان کے لئے سب کچھ ذاتِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ سے عشق ہی ہے۔ اس حقیقت کی شرح و توضیح زیر نظر کتاب میں الف سے ے تک موجود ہے۔ صرف حضورؐ سے عشق و محبت ہی حیات انسانیہ کا واحد مقصد و مقصود ہے۔ افرادِ اُمت محمدیؐ جب عشق حق کا ذکر کرتے ہیں اور اس سے ان کی مراد عشق محمدیؐ نہ ہو تو ان کا دعویٰ عشق حق باطل ہو جاتا ہے کیونکہ ان کا تعلق صرف ھو الظاہر سے اور اُن کی رسائی صرف ھو الظاہر تک ہے ھو الباطن تک رسائی صرف ھو الظاہر کی ہے۔

چنانچہ وہؐ حق یعنی اللہ سے واصل ہیں (ہر عالم میں۔ ہر آن ، ہر صورت "میں) اور ہم آپؐ سے واصل۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ ہم اللہ سے واصل ہیں۔ ورنہ حقیقتاً ہم ھو الظاہر ہی تک پہنچ سکتے ہیں۔ وہ بھی بمشکل:-

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کا غیر یا حق سے جدا سمجھنے والا ہی مشرک ہوتا ہے۔

شرک سرکشی سے ایک کو دو کر دینے کا نام ہے۔ نارِ جہنم اسی سرکشی کی سزا ہے۔ ورنہ اللہ کو اپنے بندوں سے ایسی ہی محبت ہے جیسی ماں کو اپنے بچوں سے ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

* ایک مرتبہ ایک غزوہ سے آپؐ واپس تشریف لائے۔
ایک عورت اپنے بچے کو گود میں لے کر سامنے آئی اور عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ! ایک ماں کو اپنی اولاد سے جتنی محبت ہوتی ہے، کیا خدا کو اپنے بندوں سے اس سے زیادہ نہیں ہے؟
فرمایا — ہاں۔ بے شک۔ اس سے زیادہ ہے
وہ بولی — تو کیا ماں۔ اپنی اولاد کو خود آگ میں ڈالنا گوارا کرے گی؟

یہ سُن کر آپؐ پر اتنا اثر ہوا کہ آپؐ پر گریہ طاری ہوگیا۔ پھر سر اُٹھا کر فرمایا:
خدا صرف اُس بندہ کو عذاب دیتا ہے جو سرکشی سے ایک کو دو کہتا ہے۔
(سنن نسائی۔ باب مایرجی من الرحمتہ)[1]

*

نورِ وجودِ مُطلق ہے پاک تجزئے سے
سرکش نظر نے لیکن ٹکڑے ہی کرکے دیکھا

*

---

[1] ماخوذ از رموزِ عشق مصنفہ ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب۔ صفحہ ۱۰۸

باب - ۱۰ فصل - ۳

حضور رحمتہ اللعٰلمینؐ کی محبت بندگانِ خُدا بالخصوص افرادِ امّت کے ساتھ

قرآن پاک میں ہے :-

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۱۲۸

سورہ ۹ - التوبہ

(ترجمہ) بے شک تمھارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمھارا مشقّت میں پڑنا گراں ہے۔ تمھاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان (کنزالایمان)

چند تشریحات : "تمھارے پاس" سے مراد دنیا کے تمام انسان ہیں جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ کیونکہ آپؐ تمام انسانوں کے لیے رسول بن کر تشریف لائے ہیں۔

رسولٌ - پر تنوین (یعنی دو پیش) تعظیم کے لئے ہے لہٰذا ترجمہ میں "برگزیدہ رسولؐ" ہونا چاہیے تھا۔

رؤف و رحیم : اللہ تعالےٰ کے دو صفاتی نام ہیں۔ جو ایک ساتھ اُس نے صرف اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال فرمائے ہیں۔

رؤف : مبالغہ کا صیغہ ہے۔ معنیٰ ہیں بے حد مہربان اور شفقت فرمانے والا

رحیم : نہایت رحم کرنے والا۔ یہ عام معنیٰ ہیں۔ اکابرین فقر و تصوف رضہ

و اولیائے کرامؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کی رحمت کی دو شانیں ہیں۔
(۱) شانِ رحمانی۔ جو سب کے لئے عام ہے۔
(۱۱) شانِ رحیمی۔ جو خاص بندوں (عشاق) کے لئے ہے جس کی بدولت وہ درجۂ کمال کو پہنچ کر واصل بحق ہوتے ہیں۔ اسی لئے بالمؤمنین رؤف رحیم۔ آیا ہے۔

سرکار دوعالم نور مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید محبت اور آپؐ کی رحمت و رافت کی عام و خاص صورتیں جو حضورؐ کو عام نوع انسانی۔ اور اپنی امت کے عام و خاص افراد کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کا بیان جو قرآن پاک کی مندرجہ بالا آیات میں مذکور ہے۔ نہ اس سے زیادہ فصیح و بلیغ انداز میں بیان کی جاسکتی ہیں نہ خدائی شہادت سے زیادہ مستند کوئی دوسری شہادت ہوسکتی ہے۔

آپؐ کی رحمت و رافت اور شفقت کا کچھ ذکر

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین۔ یعنی: نہیں بھیجا آپؐ کو مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت۔

چنانچہ حق تعالیٰ نے آپؐ کی ذات اور آپؐ کے شمائل وصفات کو نہ صرف اس عالم ناسوت اور اس کی مخلوق کے لیے بلکہ تمام عالمین کے لئے رحمت بنایا ہے جسے جتنا حصۂ رحمت اللہ نے چاہا اتنا اسے ملا۔ افراد امت اسلامیہ کو بقدر استعداد زیادہ ملا۔ صالحین امت۔ کو سب سے زیادہ ملا۔ رحمت محمدیؐ کی بدولت انھیں دنیا و آخرت میں نجات ملی۔ وہ برائیوں سے محفوظ رہے۔ اور محبوب حقیقی سے واصل ہوئے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظہر و مصدر رحمت ہیں۔

صراح (لغت) میں ہے۔ رحمت کے معنی بخشش کرنا اور مہربانی کرنا ہے اور رأفت کے معنی، بہت زیادہ بخشنا اور مہربان ہونا ہے۔
چنانچہ نصوح ورافت اشارِ رحمت ہے۔ اور
شفقت ۔ محبت اور پیار کے ساتھ مہربانی کرنے کو کہتے ہیں جیساکہ شفقتِ مادری و پدری اور شفقتِ بزرگان ہوتی ہے ۔ اس میں اس خوف کا عنصر بھی شامل رہتا ہے کہ کہیں متعلقہ شخص کو کوئی گزند یا نقصان نہ پہنچ جائے۔
مختصر یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جملہ مخلوقات کے لئے بالعموم اور افرادِ امت کے لئے بالخصوص، علیٰ قدر مراتب۔ رحمت و رأفت اور شفقت کے موجب تھے۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ و سیرتِ حسنہ الف سے ے تک رحمت و رافت اور شفقت کی مثالوں کا مجموعہ ہے۔ صرف چند مثالیں عرض کی جاتی ہیں:۔

جب قریش نے آپ کو جھٹلایا اور حد سے زیادہ ایذائیں پہنچائیں تو حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو حکم فرمایا ہے جو پہاڑوں پر مقرر ہے اور تمام پہاڑ اس کے قبضہ و تصرف میں ہیں کہ جو کچھ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمائیں ان کا حکم بجالاؤ۔ چنانچہ فرشتۂ مذکور نے عرض کیا کہ حضور اگر آپ حکم فرمائیں تو اخبشین[1] نامی دونوں پہاڑوں کو ان پر الٹ دوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں میں نہیں چاہتا کہ وہ ہلاک ہوں۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں میں سے ایسے افراد پیدا کرے گا جو خدا کی عبادت کریں گے اور اس کا شریک نہ گردانیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احکام شریعت میں آسانی و تخفیف کا لحاظ

---

[1] ۔ مکہ مکرمہ میں دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان آبادی ہے۔

فرماتے (یعنی جہاں اس کی گنجائش ہوتی) اور بعض افعال اس خوف سے
کہ امت پر فرض نہ قرار دے دیئے جائیں ترک فرمادیتے۔ جیسے ہر نماز
کے لئے مسواک کا ترک فرمانا۔ یا عشا میں تاخیر کو ترک فرمانا یا صوم وصال
کو ترک فرمانا۔ یا بچوں کے رونے کی آواز سن کر (جبکہ ان کی مائیں نماز
میں شریک ہوں) نماز کو ہلکا فرمادینا۔

معراج شریف میں پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں۔ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کی بار بار درخواست پر صرف پانچ فرض رہ گئیں۔

اگر آپ فرمادیتے تو حج ہر سال فرض ہو جاتا۔

یہ تو بہت جزوی امور ہیں اور محض عالم ناسوت تک محدود ہیں۔
عالم ناسوت میں بھی محض مسلمانوں تک۔ ان میں بھی محض چند احکام شرعیہ
تک یہ مثالیں محدود ہو کر رہ جاتی ہیں لیکن رسول اکرم، نور مجسم
صلی اللہ علیہ وسلم رحمتہ اللعالمین ہیں۔ اور آپؐ کو بہ لحاظ
ذات وصفات وافعال۔ تمام عالمین کے لئے رحمت
ثابت کرنا۔ انسانی طاقت سے باہر ہے۔ خواہ تمام انسان متحد
ہو کر قیامت تک آپؐ کی رحمتیں بیان کرتے رہیں۔

جس طرح اللہ تبارک وتعالےٰ کے جملہ اوصاف کمالیہ کے ذکر میں
تمام ملائکہ اور تمام جن وانس بلکہ تمام اجرام فلکیہ اور زمین پر جمادات
نباتات۔ حیوانات اور ذرہ ذرہ۔ نیز تمام دیگر عناصر (آگ، پانی،
ہوا وغیرہ) سب کے سب حمد باری تعالےٰ میں ازل سے مصروف ہیں
اور ابد تک رہیں گے۔ پھر بھی جناب باری جل جلالہٗ کے احسانات اور
اس کی حمد وثنا کا حق نہیں ادا کر سکتے —— اسی طرح تمام عالمین اور

ان کی تمام مخلوقات (جو اوپر مذکور ہیں) اصل کائنات، باعث وجود موجودات، سید المرسلین، رحمت اللعالمین، محبوب خاص خدا، مظہر اکمل کبریا، صلی اللہ علیہ وسلم، کے احسانات اور آپ کی رحمت و رأفت کے بیان کا حق نہیں ادا کر سکتے۔ تاہم بطور تحدیث نعمت۔ اور مثل "مشتے نمونہ از خروارے" بلکہ بطور قطرہ از بحر ذخارے، قلم حقیقت رقم بہ امداد وسیع النظری و شدتِ جذبۂ احسان مندی چند مثالیں عرض کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔

غور فرمایئے اور اس رحمت اللعالمین پر ہر سانس میں درود و سلام بھیج کر اپنے خالق و مالک کے احسانات کا حقیقی شکر ادا کیجیے:۔

* حضور رحمت اللعالمینؐ ہی کی بدولت۔ تمام عالمین کو وجود عطا ہوا۔ انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری۔
* آپؐ ہی کی بہ دولت۔ رب العالمین کی ربوبیت ظاہر ہوئی۔ (لولاک لما ظہرت الربوبیتی)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دونوں امور (یعنی امر تخلیق کائنات اور امر ربوبیت حق جل جلالہٗ) جو بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ وجود محمدیؐ کے ظہور پر منحصر تھے اور ہیں لیکن اس پر نعوذ باللہ۔ مخالفین کی جانب سے حق تعالیٰ پر مجبوری کے الزام کا امکان یا گمان پیدا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اسے قطعاً ختم کرنے کی یہی صورت ہے کہ ہم اس سے یہ مراد لیں کہ "تخلیق کائنات۔ اور ربوبیت حق تعؒ ہی کا دوسرا نام ظہور نور محمدیؐ یا ظہور وجودِ محمدیؐ ہے۔ یعنی حق تعؒ اور نور محمدیؐ دو الگ الگ وجود یا ذوات نہیں ہیں۔ بلکہ موجود حقیقی۔ صرف حق تعؒ ہے اور نور محمدیؐ۔ اس کی شانِ لاینفک ہے۔ بالفاظ دیگر نور حق ہی

رحمت حق ہے۔ رحمت ہی کی بدولت تخلیق عالمین و پرورش عالمین ہوئی رحمت ہی کی بدولت اللہ رحمٰن و رحیم ہے۔ اسی لئے ہم رحمۃ اللعٰلمینؐ کو وسیع المعنیٰ، جامع جمیع اسمار وصفات حق کی محبوب اور لاینفک شان کہتے ہیں اسی کو اللہ نے محمدؐ فرمایا ہے۔ اب ہم عالم ناسوت کی نسبت سے نور محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو محدود کر کے شخص محمدیؐ کہتے اور حضور سرکار دوعالم۔ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزید چند اوصاف کا ذکر دہراتے ہیں:

* سرکارؐ دوعالم رحمۃ اللعٰلمینؐ کی تعریف جو کی جائے اور جس قدر کی جائے معناً رب العٰلمین کی طرف راجع ہوگی۔ کیونکہ نور محمدیؐ، نور حق، رحمت حق، ربوبیت حق وغیرہ ایک ہی ذات حق کی صفات ذاتی ہیں اور ذات سے علیحدہ نہیں ہیں۔
* سرکارؐ کی ملاقات۔ خدا کی ملاقات۔ سرکارؐ کی بات خدا کی بات ہے۔
* سرکارؐ کا حکم خدا کا حکم۔ سرکارؐ کی محبّت خدا کی محبّت اور سرکارؐ کی خفگی خدا کی خفگی ہے۔
* سرکار دوعالمؐ کا دیکھنا خدا کا دیکھنا اور آپؐ کا پانا خُدا کا پانا ہے۔
* سرکار دوعالمؐ کے بے شمار معجزات ہیں۔ سب سے عظیم اور تاقیامت باقی رہنے والا معجزہ قرآن مجید ہے۔
* اصل نبوت و رسالت صرف آپؐ کی ہے جملہ انبیار و مرسلین آپؐ کے نائب اور فرع ہیں۔
* آپؐ نے انسانیت کو خدا کا پسندیدہ نظام حیات بتایا۔ اخلاق الٰہیہ اور اسی کے پسندیدہ اصول وضوابط معاملات بتائے۔ اللہ ہی کے پسندیدہ آداب معاشرت، اور اللہ ہی کے پسندیدہ حقوق و

فرائض بالتفصیل عطا فرمائے۔

* مقام محبوبیت صرف آپؐ کو حاصل ہے۔ باقی تمام محبوبین آپؐ کی فرع ہیں۔
* قرآن مجید اور کلمۂ توحید میں خدا و رسولؐ کا ذکر ایک ساتھ کیا جانا۔ ایک موجود حقیقی کو ثابت کرتا ہے۔ دو سمجھنا شرک ہے۔
* سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہی عالم انسانیت کو بہترین نظام حیات، بہترین اخلاق اور حسن معاملت کے عملی نمونے (سرکار رحمتؐ کی ذات گرامی میں) ملے
* ہر شعبۂ حیات اور ہر حیثیت انسانی کے لئے سرکار رحمتؐ کی حیات ناسوتی اور سیرت مبارکہ میں۔ زمین کے ہر گوشے میں بسنے والوں کے لئے قیامت تک کے واسطے بہترین عملی نمونے موجود ہیں۔
* جمادات، نباتات، حیوانات، زمین و آسمان اور ان کے درمیان کل مخلوق آپؐ کے تابع فرمان ہیں۔ اور آپؐ کی تعظیم مقررہ ہیئت سے بجالاتے ہیں۔ صرف سرکش انسان سرکشی کرتا ہے۔
* آپؐ اور صرف آپؐ اقرب حق اور نور ذات ہیں۔ آپؐ اور صرف آپؐ (ایک حیثیت سے) خالق و مخلوق کے درمیان واسطۂ عظمیٰ اور برزخ کبریٰ بھی ہیں۔
* تمام اسرار الٰہیہ۔ فیوض و برکات الٰہیہ اور حقائق الٰہیہ۔ آپؐ ہی کے واسطہ اور وسیلہ سے مخلوق تک پہنچتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ کی محبت روح ایمان اور جان دین ہے۔ اور
* کائنات کا وجود۔ اس کی حیات و نمود۔ اس کی زیب و زینت۔ آپؐ کے احسان و کرم کی ممنون اور زمین کا ذرہ ذرہ آپؐ ہی

کی رحمت و رافت اور کرم و شفقت کی زندہ نشانی ہے اور

حشر میں بھی ہماری بخشش و مغفرت اور جلالِ منتقم حقیقی سے پناہ کی ضامن صرف اور صرف آپؐ کی شان رحمت و شفاعت ہوگی۔

چنانچہ دُعا ہے کہ ہم

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچّے اور پکّے عاشق بن کر جیئں اور مریں اور اپنا سب کچھ اُن پر قربان کردیں تاکہ اللہ کے محبوبؐ کے وفادار غلاموں میں، ہمارا شمار ہوسکے کیونکہ یہی سب سے بڑا انعام ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا رحمت اللعالمین ؐ

اے حاصل دُنیا و دیں — یا شافع کل مذنبیں
زیر قدم عرش بریں — اے مہبطِ روح الامیں
شاہِ ہدیٰ۔ نورِ یقیں
یا رحمت اللعالمیں ؐ

از موئے سر تا کفشِ پا — تھا بال بال اک معجزہ
ہر بات تھی وحی خدا — ہر کام کارِ کبریا
آئینۂ اسرارِ دیں
یا رحمت اللعالمیں ؐ

اے جانِ من۔ جانانِ حق — محبوبِ کل مردانِ حق
انساں پہ ہو احسانِ حق — محبوبِ حق شایانِ حق
سرچشمۂ حق الیقیں
یا رحمت اللعالمیں ؐ

مخلوق کے حاجت روا — اُمت کے ہو مشکل کُشا
معذور کے حق میں شفا — مجبور کے دل کی دُعا
بے خوف ہیں ہم مذنبیں
یا رحمت اللعالمیں ؐ

اے مرکز عشق خدا — بدر الدجیٰ! شمس الضحےٰ
شاہِ رُسل خیر الوریٰ — دونوں جہاں کی ہو ضیا

شمع یقیں نورِ مبیں
یا رحمت اللعالمیںؐ

یا مصطفےٰؐ یا مرتضیٰؐ — کونین کی تم ہو ضیا
نورِ مبیں۔ نورِ خدا — صلّ علےٰ صل علےٰ
مشکل کشائے مرسلین
یا رحمت اللعالمینؐ

شانِ خدا جانِ حرم — شمعِ جہاں نورِ قدم
ماہِ عطا۔ دہرِ کرم — زیرِ نگیں لوح و قلم
تم سے زماں تم سے زمیں
یا رحمت اللعالمیںؐ

داتا ہو تم آقا تمھیں — مالک ہو تم مولا تمھیں
اعلیٰ ہو تم اولیٰ تمھیں — ملجا ہو تم ماوا تمھیں
بطحا مکیں۔ بالا نشیں
یا رحمت اللعالمیںؐ

یٰسیںؐ صفت۔ طٰہٰ لقب — لولاک ہے شانِ عجب
تخلیق کے واحد سبب — مطلوبِ کُل۔ محبوبِؐ رب
بہرِ غنی سب کچھ تمھیں
یا رحمت اللعالمیںؐ

باب۔ ۱۰ فصل ۴۔

عشق مجازی

عشق مجازی کی تین قسمیں ہیں۔

(الف) عشق صورت انسانی (نفسانی)

(ب) عشق صورتِ انسانی (غیر نفسانی)

(ج) عشقِ فن یا کمال

(الف) عشق صورت انسانی (نفسانی) اسے حیوانی یا بہیمی بھی کہتے ہیں۔ اس کی محرک شہوت بدنیہ اور خواہش لذت بہیمیہ ہوتی ہے۔ اس کے نتائج دنیا و آخرت میں خطرناک ہوتے ہیں۔ اگر دنیا کی سزاؤں سے آدمی بچ گیا تو بھی آخرت کی سزا یقینی ہے اسی لیے بہیمی عشق ناجائز۔ بلکہ قطعاً حرام ہے۔

(ب) غیر نفسانی عشق صورت انسانی:۔

مشاہدۂ ظاہر اور مشاہدہ مظاہر میں بہت فرق ہے۔ عشاقِ حسن حقیقی مظاہر میں ان ظاہر کے جمال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ نہ کہ انسانی چہرے یا اُس کے رنگ روپ کا لیکن یہ صورت حال سالک کو عمر بھر کی ریاضت و محنت کے بعد ضعیفی میں نصیب ہوتی ہے۔ ایسا مشاہدہ دل اور نیت کی صحت پر منحصر ہوتا ہے[1]۔ سالکین کی افتادِ طبع بھی مختلف ہوتی ہے بعض کو

---

[1] قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (الآیۃ) تحقیق کہ فلاح پائی اُس نے جس نے اس کا (یعنی دل کا) تزکیہ کیا اور برباد ہوا وہ جس نے اسے (دل اور نیت کو) خراب رکھا۔

بہت جلد جمال حقیقی کے مشاہدے کی قوت حاصل ہو جاتی ہے (یا اس کی عادت پڑ جاتی ہے) ورنہ عام طور پر مدت العمر سالکین کو۔ اپنے مرشد کی ہدایات کے بموجب سخت محنت و مجاہدے سے کام لینا ضروری ہوتا ہے تب کہیں بمشکل اللہ فضل کرتا اور دل و نیت کی صحت نصیب ہوتی ہے ہے اس کی ایک مثال یہ ہے کہ آئینہ ہر آدمی دیکھتا ہے۔ اگر وہ آئینہ پر نظر جمائے تو ناظر کو خود اپنی صورت نظر نہیں آئے گی۔ (حالانکہ وہ آنکھوں کے سامنے موجود رہتی ہے) ۔ اور اگر ناظر اپنی صورت پر نظر جمائے تو آئینہ اس کی نظر سے پوشیدہ ہو جائے گا۔ حالانکہ وہ اس کے سامنے رہتا ہے۔

جمال حقیقی۔ ذرّہ ذرّہ سے ظاہر ہے۔ مگر انسانی چہرے سے سب سے زیادہ نمایاں ہوتا ہے کیوں کہ انسان ۔ خدائی کمال کا شاہکار ہے۔

خلق اللہ آدم علی صورتہ

غالباً ان ہی نکات کے پیش نظر حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چند احادیث[1] مذکور ہیں جن کے مفہوم کا خلاصہ یہ ہے کہ گوری رنگت والوں اور خوبصورت چہرے والوں سے خیر طلب کرو۔

مغربی رح فرماتے ہیں:۔

ے من کہ در صورتِ خوباں ہمہ او می بینم
تو مپندار کہ من آں روئے نکو می بینم
نیست در دیدۂ من ہیچ مقابل ہمہ دوست
تو قفا می نگری ۔ من ہمہ رو می بینم

---

[1] ۔ دیکھو ۔ حاشیہ از مولانا احمد رضا خاں رح مندرجہ کتاب تکمیل الایمان (اردو ترجمہ) از شاہ عبد الحق رح محدث دہلوی۔ ص۱۲۴ و ص۱۲۵۔ شائع کردہ مکتبۂ نبویہ ۔ لاہور

اور جناب اصغرؔ فرماتے ہیں ؎

در رُخ زشت و نیک اہل جہاں　　نور حق آشکار می بینم
دل بحق۔ چشم ہر بسوئے بتاں　　طرفہ تر ایں بہار می بینم
کعبہ و دَیر را بداں اصغرؔ　　خانۂ آں نگار می بینم

عارفوں کا ان نکات پر اتفاق ہے کہ حُسن۔ اللہ کی بڑی نعمت ہے خواہ وہ حُسن اشیا ہو یا حُسن انسانی ہو۔ یا حسن اخلاق ہو یا حسن آواز ہو۔ یا حسن زبان و شعر ہو، یا حسن ترکیب و ادا ہو یا کسی بھی لحاظ سے ہو، کہیں ہو۔ وہ قابل قدر و محبت ہے۔

مگر شرط اکبر یہی ہے کہ

وہ اللہ کی محبت کو زیادہ کرنے کا ذریعہ ہو۔ بلکہ انسان خود اُس حسن کو جمال حقیقی تصور کرے۔ اور تمام محلات حسن کو ذہن سے محو کر دے۔

(ج) عشق فن یا عشق کمالات :۔

مصنف کا خیال ہے کہ سطور بالا میں معناً فنون و کمالات کے حسن کا ذکر بھی موجود ہے لہذا لامحالہ انسان اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس سے محبت کریں گے۔ چنانچہ انھیں آزادی ہے۔ وہ شوق سے فن و صاحب فن اور کمال و ذی کمال سے محبت کریں لیکن اسی شرط کے ساتھ جو اوپر مذکور ہے۔ اسے فراموش کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ انھوں نے محسن حقیقی کو فراموش کر دیا۔ لہذا ہر ایسی محبت قابل سزا ہوگی جس میں محسن حقیقی کو فراموش کر دیا گیا ہو۔

انسان کے اندر اس کا نفس امارہ ایک ظالم اور خطرناک

پاگل کتا ہے جب تک اس کے گلے میں زنجیر آہنی نہ ہو اور زنجیر کے ذریعہ اسے قابو میں رکھنے والا کوئی نہ ہو۔ تو وہ ہر شخص کو کاٹتا ہے بلکہ وہ اپنے مالک کو بھی نہیں چھوڑتا۔

اگر مناسب تربیت ملے تو پرندے، چرندے۔ چوپائے جنگلی جانور اور درندے بھی انسان کے قابو میں رہتے اور اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ نفس امارہ بھی رام ہوجاتا اور قابو میں رہتا ہے بشرطیکہ صاحب نفس امارہ پختہ ارادہ کرے اور اس کی تربیت کے مقررہ طریقوں پر عمل کرے:

پختہ ارادہ کرلینا ہر شخص کے اختیار میں ہے۔ اور تربیت نفس امارہ کے **اصول** عہد نبویؐ سے واضح ہیں۔ حتیٰ کہ قریب قریب تمام الفاظ اصطلاحات بھی معیّن اور واضح ہیں۔ مثلاً بیعت۔ صحبت وصحابی وصحابیات۔ تزکیۂ نفس۔ تصفیۂ قلب۔ تجلیۂ روح۔ تبتل الیہ تبتیلا ذکر فکر۔ یکسوئی۔ خلوت نشینی، اعتکاف، حضور قلب وغیرہ وغیرہ یہ وہ اصول ہیں جن پر خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمل فرمایا، خلفائے راشدین رضؓ، صحابہ کرام رضؓ و صحابیات رضؓ نے عمل فرمایا تابعین رحؒ اور ائمۂ کرام رحؒ نے عمل فرمایا ہے۔ تمام اولیاء اللہ رحؒ اور صالحین امت۔ ان ہی اصولوں پر ہمیشہ عمل فرماتے اور اپنے زیر اثر اشخاص کو ان پر عمل پیرا رہنے کی پرزور تاکید فرماتے رہے ہیں۔

فروعی تفصیل اور جزوی طور طریقے البتہ زمانے کے حالات کے تحت بدلتے رہے ہیں۔ (جیسے مساجد کی صورتیں اور اسباب نقل و حمل وغیرہ بدلتے رہے) لیکن اصل مقصد و مقصود میں ان تغیرات سے کوئی فرق نہیں آیا۔

نفس پرست شیطانوں۔ ابو جہل و ابلیس کے بیٹوں بیٹیوں نے۔ اور منکرین و منافقین نیز ان کی ذریت نے طرح طرح سے ان حقائق کو مٹانے اور ان کے حسین پہلوؤں کو مسخ کر کے مخلوق کو گمراہ کرنے کی ہمیشہ کوشش کی اور آج بھی کر رہے ہیں لیکن حقیقت اپنی جگہ مثل آفتاب روشن ہے اور تا قیامت انشاء اللہ روشن رہے گی۔

مذکورہ بالا اصول اور طریقے۔ اللہ و رسول اللہ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ اور آزمودہ ہیں۔ ان پر عمل کرنے والے انسان خود نوری بن جاتے۔ نور نبی ؐ کو پھیلانے کا ذریعہ بنتے۔ اور دنیا و عقبٰی میں نور محمدی ؐ سے واصل رہتے ہیں۔ نور محمدی ؐ ہی نور حق ہے:

ارشاد باری تعالٰی ہے: يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝

یہ لوگ (منکرین کفار و مشرکین وغیرہ) ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ تعالٰی اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے (یعنی اسے پھیلاتا اور فروغ دیتا رہے گا) خواہ کفار کتنا ہی برا مانیں۔

قرآن پاک بھی نور ہے اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن ناطق اور نور خدا ہیں۔ دونوں کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا ہے۔

(۱) إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۔ (قرآن مجید سے متعلق ہے) بے شک ہم نے ذکر کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔ (بعض مفسرین کے نزدیک ذکر سے مراد حضور ؐ ہیں)

(۱۱) وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ   لوگوں سے آپؐ کو اللہ بچائے گا۔

چنانچہ نظام بیعت و اطاعت منصوص و مسنون ہے۔ اللہ و رسولؐ کا محبوب نظام تربیت نفس اور موکد و عملی تعمیر گاہِ اخلاق ہے۔ مجرب نسخۂ حیات ہے خدا کے مقرب بندوں نے ہمیشہ اس پر عمل کیا ہے۔ بلکہ اسی پر عمل کر کے وہ مقربین خدا بنتے ہیں۔ یہ اولیا اللہ کا پسندیدہ نظام تربیت ہے۔ اس نظام تربیتِ نفس کا مذاق اڑانے والے (خواہ وہ کوئی ہوں) اہل ایمان و اسلام نہیں ہو سکتے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

خلاصۂ بابِ ھذا

نظام بیعت و اطاعت کا ذکر ضمناً آگیا۔ اصل ذکر حسن حقیقی اور عشق حقیقی کا تھا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ـ

حسن و عشق ـ دونوں کا سرچشمہ ذاتِ حق ہے۔ اس کی شانِ ھوالظاہر یعنی نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں (حسن و عشق) کا ظہور ہوا اور یہ دونوں دریا حشر تک رواں دواں رہیں گے۔ دونوں کی منزل بحر ذات سے واصل ہونا اور اپنے شناوروں کو اسی ذات حقیقی سے واصل کرانا ہے۔ دونوں کی راہ میں پہاڑ بھی حائل ہوتے ہیں جن سے جنگ و جدل اور ٹکراؤ ہوتا ہے۔ میدان جنگل۔ ریگ زار اور صحرا بھی آتے ہیں جو ان سے اپنا اپنا حصہ پاتے ہیں۔ کھیتیاں بھی لہلہاتی ہیں۔ باغ بھی

وجود میں آتے اور پُربہار بنتے رہتے ہیں۔ نیز اُن کی طغیانی سے زبردست نقصانات بھی ہوتے ہیں اور برسوں کی محنت و یافت منٹوں میں برباد ہوجاتی ہے۔

چنانچہ نقصانات سے محفوظ رہنے کے لئے ذی علم اور ہوشمند اشخاص بند تعمیر کرتے۔ پُشتے بناتے اور سیلابوں کا رُخ موڑ دینے اور ان کا زور توڑ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

اُمید ہے کہ ان استعاروں اور اشاروں سے دنیائے حسن و عشق کے اسرار و رموز۔ فطری اور غیر فطری حقائق۔ اولیا اللہ و مشائخ کرام کی تدابیر منزل رسی (یافت حق) وغیرہ کی اہمیت و ضرورت روز روشن کی طرح واضح ہوجائے گی۔

اللہ پاک اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے میں ہم سب کو نیک توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

*

ہم میں ہی چھپ کے ہم کو دیا ذوق جستجو
مشکل کو سہل، سہل کو مشکل بنا دیا

*

باب - ۱۰ فصل ۵

خلاصہ (الف)

نور محمدیؐ کی برکتیں

زیر نظر کتاب کے پچھلے حصّوں، بابوں اور فصلوں میں حقیقت محمدیؐ و نور محمدیؐ کی برکتیں ہی بالتفصیل بیان کی گئی ہیں۔ اسے ہم دل کی تسلّی کے لئے **تفصیل** کہتے ہیں ورنہ حقیقتاً وہ ہماری لاعلمی اور عاجزی کا آئینہ ہے۔ کیونکہ جس عظیم المرتبت شانِ ربّی کو رب حقیقی اپنا محبوب بنائے اور جس کی ثنا و صفات وہ خود بیان فرمائے۔ ہم ان امور میں جتنا بھی عرض کریں وہ سمندر میں ایک قطرہ بھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ نہ ہم نعوذ باللہ اللہ کے برابر علم رکھتے ہیں، نہ قدرت بیان۔ پھر بھی دوسرے بھائیوں کو ترغیب و تحریص کی خاطر اور تحدیث نعمت کی غرض سے کچھ نہ کچھ بیان کرکے اپنے جذبات محبّت اُن تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۱) واضح رہے کہ تمام اشیائے کائنات کا ظہور (عالم لاہوت سے ناسوت تک) عرش و کرسی۔ لوح و قلم۔ ارواح و ملائکہ۔ جن و انس۔ عناصر اربعہ۔ حتّٰی کہ ربوبیت حق اور عرفان خدا بھی محض نور محمدیؐ کی بدولت ہوا۔ اور اُن ہی کی بدولت یہ تمام امور و اشیا۔ تا قیامت برقرار رہیں گی۔

(۲) حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے

پیغمبر دنیا میں تشریف لائے سب پر بلائیں نازل ہوئیں۔ ہر ایک طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہوا۔ بلکہ جو پیغمبر جتنا عظیم المرتبت تھا اتنی ہی عظیم مصیبتوں میں مبتلا ہوا۔ (کیونکہ اس کے عشق کی آزمائش اللہ اسی طرح کرتا تھا۔ اس پر کسی کو چون وچرا کی مجال نہیں ہے) اور ہر پیغمبر کو اسی وقت بلا و مصیبت سے نجات حاصل ہوئی جبکہ اس نے اسم محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر اللہ سے دُعا کی۔

تفصیل کتب معتبرہ میں موجود ہے۔

فصل۔ ۶ (ب) خلاصہ

نور محمدیؐ بصورت تمثل بشری کی برکتیں

(الف) حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم تمثل بشری میں بھی۔ نور مجسم اور پیکر رحم و رحمت تھے وما ارسلناک الا رحمت اللعٰلمین کے تحت جو کچھ بیان ہوا ہے یا ہوتا رہا ہے یا ہوتا رہے گا وہی سب آپؐ کے وجود گرامی کی برکتیں ہیں۔

(ب) آپ سید المرسلین وخاتم النبیین تھے۔ بلکہ از روئے حقیقت صرف نور محمدیؐ نبوت و رسالت کی اصل تھا۔ باقی تمام انبیاء و رسل علیہم السلام آپؐ کی فرع تھے۔ جیسے کسی درس گاہ میں ایک صدر مدرس و ناظم الامور ہوتا ہے باقی مدرسین سب اس کے نائب ہوتے ہیں جو "درجات" کے اعتبار سے مختلف نوعیت کی تعلیم حسب ضرورت و استعداد۔ طالبوں تک پہنچاتے ہیں۔

(ج) حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات۔ ہدایات، اخلاق حسنہ وسیرت مبارکہ کے عملی نمونے۔ تمام دیگر انبیاء و مرسلین کی ہدایات و تعلیمات و اخلاق و سیرت کے عملی نمونوں۔ کے جامع اور اکمل نمونے ہیں۔ ان میں قیامت تک کسی "ازم" اور کسی نظریۂ جدید کا پیوند نہیں لگ سکتا۔ نہ وہ دین محمدیؐ یا شریعت و اخلاق محمدیؐ کا بدل ہو سکتا ہے۔ دونوں میں وہی فرق ہے جو اللہ و رسولؐ کی صنعتوں اور بندوں کی صنعتوں میں ہے۔

(د) آپؐ نے انسانیت کو بام عروج تک پہنچایا۔

(ھ) بندوں کو خدا سے ملایا۔

(و) غلاموں کو آزادی بخشی اور انھیں خود مولا بنادیا۔ بلکہ غلامی کو بالکل ختم کر دیا۔

(ز) عورتوں کے حقوق و مراتب بلند کر دئے۔

(ح) نہ صرف یتیموں، بیواؤں۔ بے کسوں اور مظلوموں کے حقوق معین فرمائے۔ بلکہ ہر فرد کے حقوق و فرائض معین فرما دیئے۔

(ط) اسلامی معاشرے کی تعمیر کر کے مکمل نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔

(ی) اسلامی خلافت و سلطنت کا بہترین نمونہ دُنیا کے سامنے رکھ دیا۔

(ک) انسانی برادری، اخوت و مساوات کے بہترین اور قابل عمل نمونے پیش فرمائے۔

(ل) عدل و عدالت اور شہادت کے جو اصول و ضوابط آپؐ نے منضبط فرما دیئے ہیں۔ دنیا کی عدالتیں اور قانون ساز ہستیاں آج تک نہ کر سکیں۔

(م) وراثت اور تقسیم ملکیت کے مفصل اور عادلانہ قوانین منضبط

فرمائے جن کا کہیں جواب نہیں۔

(ن) آپؐ کے اصولوں اور عملی نمونوں نے جنگ کو بھی رحمت بنا دیا۔

(س) آپؐ کے جانشینوں، نائبوں اور غلاموں نے تدوین احادیث کے سلسلے میں۔ فن استناد روایات اور فن روایت و درایت کے ایسے لاجواب اُصول منضبط فرمائے جن کی مثال آج تک دنیا نہیں پیش کر سکی۔

(ع) ان اصولوں پر آج تک دنیا کی کوئی تاریخ نہیں لکھی گئی۔ ان اصولوں پر صرف آپؐ کی اور آپؐ سے متعلق حالات کی تاریخ ہے

(ف) اگر صحیح معنٰی میں دنیا کی کوئی تاریخی شخصیت ہے تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ کیونکہ آپ کی ایک ایک بات۔ ایک ایک صفت۔ آپؐ کا ایک ایک فعل (انفرادی، جماعتی۔ حتیٰ کہ خانگی راز و نیاز بھی) اور آپ کے شمائل و خصائل جس طرح پختہ اسناد کے ساتھ ضبط تحریر میں لائے گئے ہیں کسی نبی ولی یا مصلح کے نہیں لکھے گئے۔

(ص) آپؐ کی زندگی۔ آپؐ کی سیرت۔ آپؐ کی شریعت۔ آپؐ کی تمام تعلیمات (دینی۔ معاشی۔ معاشرتی۔ علمی۔ سیاسی۔ ملی۔ وبین الاقوامی وغیرہ) **جامع** ہیں یعنی ہر طبقے اور ہر جماعت کے مردوں، عورتوں، جوانوں، ضعیفوں اور بچوں کے لئے کافی ہیں۔ نہ صرف کافی بلکہ بہترین ہیں۔ کیونکہ اللہ کی پسندیدہ ہیں۔ **جامع** اس لحاظ سے بھی ہیں کہ ان پر ہر پیشہ کے افراد آسانی کے ساتھ عمل کر سکتے ہیں۔ وہ اس لحاظ سے بھی **جامع** ہیں کہ ان میں بیماروں، مسافروں، معذوروں، مجبوروں اور مغلوب الحال افراد سب کے لیے مناسب رعایتیں

اور گنجائشیں ہیں۔ کسی پر جبر نہیں ہے۔

(ق) آپؐ کی مذکورۂ بالا تعلیمات۔ عالمگیر ہیں۔ یعنی دنیا کے ہر گوشے اور ہر موسم میں قابل عمل ہیں۔ جہاں ضرورت ہو۔ علماء حق کے اجتہاد سے مناسب ترمیم کی جاسکتی ہے۔

(ر) حضور کی تعلیمات۔ خدا کی پسندیدہ ہیں۔ کیونکہ آپؐ کا ہر لفظ وحی الٰہی تھا اور رسول بندوں کے پاس بھیجا ہی اس لئے جاتا ہے کہ وہ اللہ کی پسندیدہ باتیں۔ اللہ کے بندوں کو بتائے۔

اس امر میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

(ش) حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ لَا نَبِیَّ بعدی۔ حضور کی تعلیمات اور عشق حقیقی کے وارث وجانشین۔ قیامت تک حضورؐ کی امّت کے علماء حق اور اولیائے کرام ہوتے رہیں گے۔ یہ دونوں گروہ علم وعشق کے جامع ہوں گے، لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ اولیاء اللہ میں زیادہ کشش ہوتی ہے اور انھیں کی کوششوں سے ہر جگہ دین اسلام زیادہ پھیلا ہے۔ شاید اس لئے کہ علماء کے عشق پر علم کا غلبہ رہتا ہے اور اولیا اللہ کے علم پر عشق حق غالب رہتا ہے۔

اسی لیے علماء میں خشک لکڑی کی سختی ۔ اور ــــ اولیاء میں محبت کی لچک پائی جاتی ہے۔

بے شک سختی کی جگہ سختی اور نرمی کی جگہ نرمی ہونا چاہیے لیکن تبلیغ دین کے لئے نہ جبر ہے نہ جنگ لَآ اِکْرَاہَ فی الدین۔

اور ولایت وخلا رسی بھی۔ علم سے نہیں عشق مصطفےٰ سے حاصل ہوتی ہے۔

قیامت میں بھی حضور شفیع المذنبین۔ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

گنہگاروں کی شفاعت۔ از روئے رحمت و محبت فرمائیں گے۔
(ت) آتشِ غضبِ خداوندی کو ٹھنڈا کرنے والی رحمت و رافت محمدی ہوگی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فصل-۷

فیصلہ

اب ناظرین و سامعین خود ہی فیصلہ کرلیں کہ
ایسے عظیم المرتبت محسن انسانیت کے ادب و احترام اور اس سے عشق و محبت کرنے کی انتہا کیا ہوسکتی ہے؟
اس کا فیصلہ بھی
خود حضورؐ ہی کی زبانِ پاک سے فرمایا ہوا سُن لیجئے:۔
آپ نے فرمایا:۔

(عَنْ اَنَسٍؓ۔ قَالَ)
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی
اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ
وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ
اَجْمَعِیْنَ ٥

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ۔ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

یہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ چند صفحات پہلے بھی پیش کی جاچکی ہے اور اس کی زبردست اہمیت کے پیش نظر اب پھر پیش کی گئی ہے۔
افسوس کہ مخالفین احترام محمدیؐ و عشق محمدیؐ —— نہ تو حضور ختمی مرتبت

صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت سے واقف ہیں۔ نہ آپؐ کے اوصاف
کمالیہ سے۔ نہ آپ کی حیات طیبہ کی بے مثال خوبیوں سے۔ نہ رموز
" وفات " سے۔ نہ آپؐ کے عظیم احسانات سے واقف ہیں جن کے
باعث آپؐ کو محسنِ انسانیت کہا جاتا ہے۔

اگر ان میں ذرّہ برابر بھی عقل ہے تو انھیں یقین رکھنا چاہیئے
کہ سرکارِ دو عالم، نور مجسم، خدا کے محبوب ہی نہیں بلکہ خدا کے مظہر اکمل
ہیں۔ اور ان پر خدا کا ظہور بالذات ہے۔ ان کا وجود ازلی۔ ابدی ہے۔
وہ خدا کے نور ذاتی ہیں جو خدا کی ذات سے نہ کبھی الگ ہوا ہے نہ
کبھی الگ ہو سکتا ہے۔ وہ زندۂ جاوید ہیں اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں
وہ ہمیں اور ہمارے اعمال کو دیکھتے ہیں اور قیامت میں شہادت دیں گے۔
نور محمدیؐ اصل کائنات ہے۔ اور کائنات کی ہر شئے
نور محمدیؐ کی فرع ہے اور اسی اصل کی نشانی ہے

خود اللہ اور اُس کے فرشتے محمدؐ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم
پر درود وسلام بھیجتے ہیں اور ہمیں بھی اللہ نے حکم دیا ہے کہ
ادب واحترام کے ساتھ آپؐ پر درود وسلام بھیجیں۔ لہٰذا
ہم کھڑے ہو کر آپؐ پر سلام وصلوٰۃ بھیجتے ہیں (روضۂ رسولؐ اللہ پر
بھی سب کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ اور روبرو کھڑے
ہوتے ہیں۔ اُس طرف پُشت نہیں کرتے۔ سوائے بے ادب سپاہیوں
کے جو حضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت کیے بیٹھے
رہتے ہیں۔ اللہ نیک توفیق دے۔

ہم زور زور سے یعنی بہ آواز بلند پڑھتے ہیں تاکہ دور دور دن کو

ترغیب ہو اور بے ادبوں پر ہمارے جوش و خروش کا اثر ہو ۔
انما الاعمال بالنیات ۔

مزارِ مبارک رسول اللہ پر بھی رہنما نئے زائرین کو بہ آواز بلند صلوٰۃ وسلام پڑھاتے ہیں اور وہ اسی طرح دُہراتے ہیں ۔

آئیے ہم سب کھڑے ہو کر ۔ سرکار دوجہاں کو یہیں موجود یقین کرتے ہوئے ۔ نہایت ادب و احترام کے ساتھ ۔ ہاتھ باندھ کر ۔ سر جھکا کر ۔ پُرخلوص انداز میں ۔ صلوٰۃ وسلام پیش کریں ۔

دو عالم کے آقا سلام علیک　　غلاموں کے مولا سلام علیک

(اس ناچیز کی کتابوں میں درجنوں سلام ہیں جو پسند آئے پڑھیے حضور سنتے اور قبول فرماتے ہیں)

خلاصۂ بیان

۱۔ حضور رحمت اللعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کئے بغیر ۔ ایمان نصیب نہیں ہوتا ۔

۲۔ ایمان کے بغیر کوئی بھی عمل قبول بارگاہِ خداوندی ۔ نہیں ہو سکتا ۔

۳۔ انتہائی بدنصیب ہیں ۔ محسن انسانیت اور حضور کے احسانات کو بھول جانے والے ۔

۴۔ حشر میں ہماری نجات حضور کی رحمت و شفاعت پر منحصر ہے ۔

۵۔ یہاں حضور کے عشق میں فنا ہو جانے والے ۔ حشر میں نور کے منبروں پر ہوں گے ۔ اور انبیاء و صالحین ان کے مرتبے پر رشک کریں گے ۔

۴۸۶
۴۹۲

حصہ دوم - باب - ۱۱

اللہِ محمدؐ = بے حد تعریف کیا گیا - یا کرنے والا
ھوالباطنُ (اسما وصفات بالقوۃ کے ساتھ)

اللہ بشان محمد یا اللہ و محمدؐ = ھوالظاھرُ (اسما وصفات بالفعل کے ساتھ)

ھوالاوّلُ والاٰخرُ والبَاطنُ والظاھرُ

یہ موضوع نیا نہیں ہے نہ تشریح طلب ہے۔ کیونکہ زیر نظر پوری کتاب اسی موضوع کی شرح ہے۔

ہستی حقیقی - ایک ہی ہے
موجود حقیقی - بھی ایک ہی ہے

اجمال - میں دیکھو تو اللہ بالصفات ہے
لیکن صفات بالقوۃ ہیں)
ذات کے ساتھ

تفصیل - میں دیکھو تو اللہ بالصفات ہے
یہاں صفات بالعمل ہیں - ظاہر ہیں -
ذات کے ساتھ

تخم میں پورا شجر پوشیدہ ہے

شجر میں تفصیل ظاہر - تخم پوشیدہ
(آخر میں نمودار ہوتا ہے)

لا الٰہ الا اللہ میں محمد رسول اللہ
پوشیدہ ہے

محمد رسول اللہ - میں لا الٰہ الا اللہ -
موجود ہے -

اللہِ محمد - ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہے - قرآن پاک میں جابجا اللہ و محمد یا اللہ و رسول صلعم آیا ہے - اس سے تقریباً ہر جگہ ذاتِ واحد یعنی باطن و ظاھر مراد ہے نہ کہ دو ذوات

اللہ با محمد۲ - یا محمد با اللہ
اللہ با نور - یا نور با اللہ
} جبکہ محمد۲ = نور ذات رحمت ذات ہیں - ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہیں -

ناسوتی شخصیت محمدی = نور اللہ۔ لاینفک رحمت حق کا نشان۔
اللہ کی محبوب تجلی۔ بصورتِ تمثّلِ بشری ہے۔
غیر اللہ = ہر وقت اور ہر جگہ معدوم حقیقی ہے۔

غیر عارف کی نظر میں = تعینات جسم وصورت۔ بلکہ ہر "شے" غیر اللہ ہے
عارف کی نظر میں = کائنات۔ اسما وصفات الٰہیہ۔ اور افعال
خداوندی کا ظہور ہے۔ بالفاظ دیگر اشیا نور محمدی = کی شانیں
ہیں۔ جمال ذات کی تجلیاں ہیں۔ موجوں میں بحر۔ اور گرہوں میں
دھاگا۔ اوراق میں قرآن۔ اور انوار رحمت میں رحمٰن ہی موجود ہے۔
دیکھنے والا۔ آئینہ میں اپنی صورت (عین) دیکھتا ہے۔ اگر اس کی توجہ
صورت پر مرکوز ہوگی تو آئینہ چھپ جائے گا (حالانکہ موجود ہے
کیونکہ ھوالموجود کی شان ہے) اور اگر ناظر کی توجہ آئینہ پر
مرکوز ہوگی تو صورت چھپ جائے گی۔ حالانکہ موجود رہتی ہے۔
اب ناظر۔ کائنات کے آئینے میں جس پر چاہے اپنی توجہ مرکوز رکھے۔

تم کہتے ہو اللہ سے مانگو۔ اللہ کہتا ہے وسیلہ کے ذریعہ
مانگو۔ محبوبِ خدا کہتے ہیں اللہ نے مجھے دیا ہے میں تقسیم
کرتا ہوں۔
سنت الٰہیہ یہی ہے کہ یہاں ہر "شے" جوہر ہو یا عرض۔ بقدر
استعداد ذاتی۔ جو اللہ کی مقرر کردہ ہے۔ وسیلہ بھی ہے۔ منزل
بھی ہے۔ یہاں کوئی "شے" وسیلے کے بغیر نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ خدا
بھی بغیر وسیلہ نہیں ملتا۔ آسمان کے نیچے منہ کھول کر قیامت تک

کھڑے رہو۔ پانی نہیں ملے گا۔ جب تک وسیلوں کی مدد نہ لوگے۔ ہاتھ پاؤں نہ ہلاؤ۔ کھیتی نہ کرو۔ کھانا نہ پکاؤ۔ یعنی قدم قدم پر وسیلوں کی مدد نہ لوگے، تو بھوکے مر جاؤگے۔

درزی کا وسیلہ نہ پکڑوگے تو ننگے رہوگے۔ انجینئر اور معماروں کو وسیلہ نہ بناؤگے تو خانہ بدوش رہوگے۔ بڑھئی، لوہار، جلاہے چمار۔ بھنگی وغیرہ سب کو خوشی سے وسیلہ بناتے ہو اور کبھی نہیں کہتے کہ ہرگز کسی کو وسیلہ نہ بناؤ صرف اللہ سے مانگو۔

لیکن جہاں۔ دین و ایمان اور خدا و رسول کا معاملہ درپیش ہوتا ہے تو فوراً وسیلہ کا انکار کر دیا جاتا ہے ذریعہ کا نام سنتے ہی موت آجاتی ہے۔ حالانکہ خود قرآن پاک میں اللہ تبارک و تعالےٰ حکم دے رہا ہے وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ (اللہ کو ڈھونڈو۔ وسیلہ کے ذریعہ) یہاں دنیا بھر کی منطق کیوں پیش کرتے ہو۔ اللہ نے فرمایا فرشتوں سے۔ کہ میرے محبوب کے نور کو (جو آدمؑ کی پیشانی میں تھا) سجدہ کرو۔ تمام فرشتے فوراً سجدے میں گر پڑے لیکن منطقی دلیل صرف شیطان نے پیش کی۔ لہٰذا مردود ہو گیا۔

وسیلہ انسان کو خدا سے دور نہیں کرتا۔ بلکہ جہاں وسیلہ ضروری ہو وہاں وسیلہ اختیار نہ کرنا۔ خدا کے غضب کو دعوت دینا ہے۔

خدا کے لیے خدا کے محبوبؐ سے عشق ضروری ہے خدا کی کوئی نعمت۔ براہ راست خدا سے نہیں ملتی۔ نہ کسی کو براہ راست مل سکتی ہے۔ اللہ نے تمام نعمتیں اپنے

محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دے رکھی ہیں۔ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگو۔ اُن ہی سے ملے گی۔ یا یہ کہو کہ یا اللہ۔ اپنے محبوبؐ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہمیں فلاں نعمت عطا فرما۔ اس وقت ملے گی بشرطیکہ اللہ مناسب سمجھے۔

اگر سرکار دوعالم نورمجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کو عمداً فراموش کرکے اللہ سے مانگو گے تو اللہ کا غصّہ و غضب نصیب ہوگا۔

غنی بے محمدؐ نہ کچھ ہاتھ آئے
کئے جائے کوئی ہزار اللہ اللہ

وَمَا علینا الا البلاغ

حصہ سوم
توحید وجودی حقیقی
اسلامی
قاطعِ شرکِ ذاتی، صفاتی، فعلی،
خیالی وغیرہ
مع تفصیل مراتب ذات از مرتبۂ لاتعین
تا مرتبۂ جامعیتِ انسانیہ

حصّہ - ۳

اِسلامی توحید جس کا خاص مقصد شرک سے بچانا ہے

باب - ۱

ہر مذہب نے "توحید" کا دعویٰ کسی نہ کسی شکل میں کیا ہے اور اُس مذہب کو ماننے والے اسی کو صحیح سمجھتے ہیں لیکن اسلام نے سب کو باطل قرار دے کر اپنی توحید کو پسندیدۂ حق بنایا ہے۔ اسلام کے تمام بنیادی ارکان (توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) میں توحید ہی سب پر مقدّم ہے اور قرآنِ پاک میں بھی جتنا زور توحید پر دیا گیا ہے اتنا کسی دوسرے مسئلہ پر نہیں دیا گیا۔

لیکن کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ کتب مسائل و فقہ میں اسی پر سب سے کم توجّہ دی گئی ہے۔ ان کتابوں میں اسلامی توحید کے "وجوہ امتیاز" اس کا خاص الخاص مقصد۔ اور اس مقصد کے حصول کے طریقوں کے متعلق جو کچھ مذکور ہے وہ بہت تشنہ اور منتشر ہے۔ چنانچہ کُتبِ تصوف میں ان اُمور کی تفصیلات مُدوّن و مرتّب ہوتی رہیں لہٰذا تفصیلات کے لئے ہم قدیم مشائخ و محققین کی نگارشات کی مدد لینے پر مجبور رہیں۔

تاہم ہم اس مختصر سی تالیف میں ان تمام اُمور کو مفصل طور پر بیان نہیں کر سکتے۔ جنھیں شوق ہو وہ مذکورۂ بالا بزرگوں کی ضخیم کتب کا مطالعہ کریں۔ ہم یہاں صرف سب سے بڑی وجہِ امتیاز اور خاص الخاص غرض پر روشنی ڈالیں گے۔

اسلامی توحید کی اہم ترین امتیازی خصوصیت

غور کیجئے کہ اسلام دیگر مذاہب کی توحید کو باطل کیوں قرار دیتا ہے جب کہ وہ بھی عموماً سب سے بڑی ہستی کو ایک ہی مانتے اور اسی کو دنیا کا اصل خالق و مالک جانتے ہیں۔

اس امتیازی خصوصیت کو اسلام کا بنیادی کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ۔ محمد رسول اللہ واضح کر رہا ہے جس میں فقرۂ ثانی محمدؐ رسول اللہ کو جزو لاینفک قرار دیا گیا ہے۔

دیگر مذاہب کی توحید سے لا الٰہ الا اللہ کے بعض نکتے اور محمدؐ رسول اللہ کُل کا کُل خارج ہے۔ اسی لئے ان کی "توحید" اللہ و رسولؐ کی نظر میں قطعاً باطل ہے۔

اور جہاں تک اس کلمہ کو سمجھنے اور اُس پر ایمان لانے کا تعلق ہے مسلمان بھی تین طبقوں میں تقسیم کیئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ محض رسمی طور پر اس کلمہ کو زباں سے کہہ دینے والا طبقہ
۲۔ اس کے سرسری معنے جاننے والا طبقہ
۳۔ اس کے صحیح و عمیق مطالب جاننے اور اسے اپنی ہستی کے رگ و ریشہ میں پیوست کر لینے والا طبقہ۔

صفحات گزشتہ میں اس کلمۂ توحید کے تمام ضروری پہلوؤں پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ بالخصوص اس کے جزو لاینفک محمدؐ رسول اللہ کی زیادہ سے زیادہ وضاحت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ توحید کے وہ اسرار و غوامض جنھیں اولیاء کرامؒ اور محققینِ عظام اپنے سینوں اور سفینوں تک محدود رکھتے تھے یا بہت ادق اصطلاحات و مشکل زبان کے حجابات میں چھپا کر صرف لپٹے "رازداروں" کے سپرد فرمایا کرتے تھے۔ وہ موجودہ ضروریات اور علمی

ترقیات کی روشنی میں طالبانِ حق وحقیقت تک پہنچ سکیں اور "یارانِ طریقت" کے لئے ایک اہم ذخیرۂ معلومات کا کام دیں ۔

حقیقت محمدی ؐ کے مذکورہ اسرار اور آپ ؐ کے مقامات عظمت و کمالات باطنی کو واضح کرنے کی خاص الخاص ضرورت اس لئے بھی ہے کہ ان پر پردہ ڈالے رکھنے ہی سے منافقین و مخالفین کی بے دینی اور حضور ؐ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں دریدہ دہنوں کی گستاخیاں اور بے ادبیاں بہت عام ہوگئیں ۔ اب جس قدر لوگ سرکار رحمتہ اللعالمین ؐ کی عظمتوں کو پہچانیں گے اسی نسبت سے حضور ؐ کا ادب و احترام بڑھے گا۔ اور منافقین و مخالفین کی بکواس (تحریر و تقریر میں) بے اثر ہوتی جائے گی ۔ پرانا زمانہ گزر چکا اب نئے دور کی برائیوں کا سدِباب ہمیں اور آنے والی نسلوں کو کرنا ہے ۔ لہٰذا ہم اپنے قدیم بزرگانِ دین کے خزانوں کے ایک حصّہ کو اُن کی ارواحِ مقدسہ سے معذرت کے ساتھ سب کے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہوئے ہیں ۔ مقصد صرف حق کی طرف بلانا اور حضور اکرم ، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیازی مقامِ عظمت پیش کر کے اُن ؐ کا ادب و احترام زیادہ سے زیادہ کرانا ہے ۔

زیرِ نظر کتاب دراصل ہماری سابقہ تصنیف (مخزنِ انوارِ توحید) کی مزید وضاحت ہے ، جس میں حقیقت محمدی ؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کی حتی المقدور زیادہ سے زیادہ وضاحت کی گئی ہے ۔ اس میں توحید حقیقی سے متعلق بعض نکات کی تکرار ملے گی ۔ کیونکہ حقیقت محمدی ؐ اور وحدت ذات ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں ۔ لہٰذا ایک کے ذکر میں دوسرے کا ذکر ضروری بھی ہے اور ناگزیر بھی ۔

حصہ ۳ — باب ۲

ہمارے کلمۂ توحید کا خاص مقصد

اس کلمۂ توحید یعنی لا الٰہ الا اللہ ۔ محمدؐ رسول اللہ کو اسلام کا بنیادی کلمۂ توحید قرار دینے میں خدا اور رسولؐ کا خاص الخاص منشاء یہ ہے کہ مسلمان ہر قسم کے شرک سے محفوظ رہیں۔

خواہ وہ شرک فی الذات ہو ٭ یا وہ شرکِ شریعت ہو یا
خواہ شرک فی الصفات ہو ٭ یا شرکِ طریقت ہو (شرک جلی)
خواہ شرک فی الافعال ہو ٭ یا شرکِ حقیقت ہو (شرک خفی)
خواہ شرک فی الآثار ہو ٭ یا شرکِ معرفت ہو (شرک اخفیٰ)

خواہ وہ کسی دیگر قسم کا شرک ہو جس کا تعلق علم ۔ عقیدہ یا وہم سے سے ہو ۔ شرک کے برابر کوئی گناہ نہیں ہے اسی لئے بار بار تاکید کی گئی ہے کہ شرک سے بچو ۔ کیونکہ وہ معاف نہ کیا جائے گا۔

دراصل شرک ، توحید کی ضد ہے ۔ جس حد تک شرک باقی رہے گا اُس حد تک توحید متاثر ہوگی۔

بعض محققین فرماتے ہیں کہ

شرک شریعت ۔ یہ ہے کہ خدا کی ذات وصفات و افعال میں کسی کو شریک سمجھا جائے۔

شرک طریقت ۔ خدا اور رسولؐ ، عبد ومعبود ، خالق ومخلوق کا ثابت کرنا شرک جلی ہے۔

شرکِ حقیقت ۔ صفات کو غیر ذات سمجھنا۔ شرکِ خفی ہے۔
شرکِ معرفت ۔ اسم و مسمیٰ میں تمیز کرنا ۔ شرک اخفیٰ ہے
مسئلہ کی اہمیت و نزاکت کے پیشِ نظر اللہ تبارک و تعالےٰ ہی
نے اس کا تدارک بھی بتا دیا ہے۔ جو کلمۂ توحید لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
کی صورت میں ہمیں دیا گیا ہے۔ اور اس کی وضاحت سے قرآن و احادیث
پُر ہیں ہم ہی نہ سمجھیں اور ہمارا ہی ایمان کمزور رہ جائے تو قصور بھی ہمارا
ہی کہلائے گا۔

البتہ ذاتِ رحمٰن و رحیم نے ایک اصول مقرر کر دیا ہے اور وہ ہے:
لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ ترجمہ (یعنی اللہ کسی نفس یا شخص
کو وہ تکلیف نہیں دیتا جو اُس کی وسعت سے باہر ہو) کیونکہ وہ خوب
جانتا ہے کہ "وسعت"۔ "استعداد"۔ یا توفیق دینے والا وہی ہے۔
لہٰذا اس سے ہم یہی نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ جو شخص توحید و کلمۂ توحید کا جتنا
علم رکھتا ہوگا اور صدق دل سے اس پر ایمان بھی رکھتا ہوگا اسی لحاظ
سے اُس سے باز پرس بھی ہوگی۔ ضروری نہیں کہ ہر شخص کی استعداد ایک سی ہو۔
لیکن استعداد علمی بڑھانے کی اہلیت یا جذبہ بھی داخلی طور پر فطرتِ
انسانی میں اللہ ہی پیدا کرتا ہے اور خارجی طور پر اُس کے اسباب و مواقع
بھی اللہ ہی کے پیدا کردہ ہیں اس سے منشائے الٰہی صاف ظاہر ہے کہ
انسان کو برابر اپنی استعداد علمی میں اضافہ کی کوشش کرتے رہنا چاہیے
اور ایک سطح پر رُکے رہنے کو گناہ سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ یہ بھی اللہ کی مرضی
کے خلاف ہوگا اور اُس کی سزا بھی یقیناً ملے گی وہ معاف کر دے تو اُس
کی رحمت ہے ورنہ اُس کے عدل کا تقاضا یہی ہے کہ انسان کم از کم توحید
و شرک کے متعلق اپنی استعداد علمی و ایمانی میں حتی الامکان اضافہ کرتا رہے۔

اس لئے محققین علم توحید یعنی اُن اولیائے کرام رح نے جو محقق بھی تھے علم توحید اسلامی کو مرتب و مدون کرنے اور اس کی تبلیغ واشاعت میں زندگیاں گزاری ہیں وہ اہلِ کشف بھی تھے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے سینے اسلام کی صحیح فہم کے لئے کھول دئے تھے :

فَمَن یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ ج

ترجمہ : (یعنی پس جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے (پ ۸ ع ۲)

اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ کَھَیْئَۃِ الْمَکْنُوْنِ لَا یَعْلَمُہٗ اِلَّا اَھْلُ الْمَعْرِفَۃِ بِاللّٰہِ تَعَالیٰ فَلَا تُحَقِّرُوْا عَالِماً اٰتَاہُ اللّٰہُ عِلْماً مِنْہُ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ یُحَقِّرْہُ اِذْ اٰتَاہُ اِیَّاہُ۔ [1]

یعنی البتہ بعض علم درِ مکنون کے مانند ہیں۔ کوئی نہیں جانتا ان کو عارفانِ خدا کے سوا۔ جب وہ عارف اس علم کو بیان کرتے ہیں تو سوائے ان لوگوں کے جو اللہ کی نسبت دھوکہ کھانے والے ہیں اور کوئی اس سے جاہل نہیں رہتا۔ پس جس عالم (مراد عارفِ حق) کو خدا تعالیٰ نے اس علم (مراد علم معرفتِ حق یعنی علم توحید حقیقی جو کلمۂ توحید اور قرآن وسنّت سے ثابت ہے) میں سے حصّہ دیا ہو اس کو حقیر مت جانو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے حقیر نہیں کیا جبکہ اُسے وہ علم عطا فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین قسم کے اسرار عطا ہوئے (۱) لائق تعلیم عام۔ (۲) لائق تعلیم خاص (۳) قابلِ تلقین اخص الخاص

بموجب عقلِ خداداد، ہر شخص عقل و قیاس اور فہم و ادراک میں

---

[1] اس حدیث کو عبدالرحمٰن سلمیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

مختلف ہے۔ اس لئے ہر ایک کی استعداد اور قابلیت کے مطابق آپؐ نے تعلیم دی۔ عوام الناس کو احکام ظاہری کی تعلیم دی جس کا نام شریعت ظاہری اور تبلیغ رسالت ہے۔ خواص کو دعوتِ شریعت کے بعد تعلیم خاص سے بھی سرفراز فرمایا۔ اس کا نام طریقت ہے اور اخص الخواص کو (شریعت و طریقت کے بعد) دریائے فقر و فنا میں غوطہ دیا۔ اس کا نام حقیقت اور معرفت ہے۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علیٰ قدر مراتبِ عقل و ادراک ہر ایک کو تعلیم فرمائی اور تکلموا الناس علیٰ قدرِ عقولھم (ترجمہ یعنی لوگوں سے ان کی عقلوں کے موافق کلام کرو) کا حکم امت کے لئے قائم رہا۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ؎ الشریعت اقوالی والطریقت افعالی والحقیقت احوالی ، والمعرفت اسراری — یعنی شریعت میرے اقوال ہیں۔ طریقت میرے افعال ہیں، حقیقت میرے احوال ہیں اور معرفت میرے بھید ہیں۔ ایک حدیث ہے۔ الشریعت کالبحر والطریقت کالسفینۃ والمعرفت کالصدف والحقیقت کالدُّرِ۔

قول اور فعل میں بڑا فرق ہے۔ اسی طرح فعل اور حال میں بھی بڑا فرق ہے۔ "علمائے ظواہر" آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کے وارث ہیں (لیکن بالعموم وہ آپؐ کے احوال و اسرار کے حامل نہیں ہوتے) اور علمائے ربّانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و اسرار کے بھی وارث ہوتے ہیں۔ وہ ظاہر میں پابندِ شریعت ہوتے ہیں اور باطن میں حقیقت آشنا۔ ایک دوسرے میں مُخل نہیں ہوتا۔ کسی عارف نے خوب فرمایا ہے ؎

بر کفے جامِ شریعت بر کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

احتیاط اتنی کہ ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتے

؎ باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

مطلب یہ ہے کہ انتہائی احتیاط کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، احوال اور اسرار کے حصول اور ان میں ترقی کی کوشش کرتے رہو۔ اسی کا نام دین میں عملی کوشش ہے۔

مختصر یہ ہے کہ "توحید اسلامی" کی شرح و تبلیغ کا حق درحقیقت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا اور پھر حضورؐ کے بعد آپؐ کے اصل وارثین و نائبین، محققین اولیائے کرامؓ آپؐ کی اتباع میں حق ادا کرتے رہے۔ اور آج بھی ان کے غلام مشائخ کرام کا اصل فریضہ یہی ہے۔

ابتدا میں یہ علم بھی "درمکنون" کے مانند سینوں میں محفوظ، اور قرآن و احادیث کی طرح "غیر مرتب" و "غیر مدون" رہا اور اس کی تعلیم زبانی ہوتی رہی۔ رفتہ رفتہ یہ بھی مرتب و مدوّن ہوگیا۔

علم توحید اسلامی کی مثال تشبیہاً اخروٹ کی سی ہے۔ ایک محض اس کا چھلکا ہے ایک مغز اخروٹ جو چھلکے کے اندر محفوظ ہے اور ایک روغن ہے جو مغز اخروٹ کے اندر محفوظ ہے۔ اولیائے کرامؓ اور ان کے جانشین "مشائخ طریقت و حقیقت" تُكَلِّمُ النَّاسَ عَلَىٰ قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ کے اصول پر عمل کر کے طالب کی استعداد کے پیش نظر آہستہ آہستہ اُسے "چھلکے" سے "روغن" یعنی "روح توحید" تک پہنچا دیتے ہیں اس کے بعد کسی قسم کے "شرک" کا خطرہ باقی نہیں رہتا۔

توحید کے "چھلکے" تک تو زبانی جمع خرچ ہے (عامتہ المسلمین بلکہ معاف فرمایئے اکثر "علماء ظاہر" و "صوفیہ" بھی اسی "چھلکے" پر قانع ہیں)

اس کے آگے اگر اللہ تبارک وتعالےٰ کے کرم نے رہنمائی فرمائی اور "طالب" کو صحیح رہنما مل گیا تو اُسے "مغز توحید" اور "روحِ توحید" مل جاتی ہے اس کے لئے طالب کو اپنی ذات میں انقلاب پیدا کرنا پڑتا ہے۔ صرف زبانی اقرار سے کام نہیں چلتا اور یہ انقلاب آسانی سے نہیں آتا بلکہ مرشدِ طریقت کی رہنمائی میں مدتوں مجاہدہ کرنا پڑتا ہے جس کے لئے فرض و واجب اور دیگر نمازوں کے علاوہ ذکر کلمۂ توحید اور دیگر اذکار و مراقبات "محققین" اور "ماہرینِ معرفت" نے مقرر فرمائے ہیں

مٹا دیا مرے ساقی نے عالمِ من و تو
پلا کے مجھ کو مئے لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُو

(اقبالؒ)

قال را بگذار و مردِ حال شو
پیشِ مردِ کاملے پامال شو

(جامیؒ)

زمین و آسمان و چارسو نیست
دریں عالم بجز اللہ ھو نیست

(اقبالؒ)

*

حصہ ۳ - باب ۳

عشق حقیقی اصل ذریعۂ کامیابی ہے

اس تمام "سفر" کو ذوق و شوق سے تمام کرنے اور "صعوبات" کو برداشت کرنے کے لئے عشق کی ضرورت ہے۔

بقول حضرت اقبالؒ

عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اوّلیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو کائنات بتکدۂ تو ہمات

علامہ اقبال کی نظر میں "عشق" کے اجزائے ترکیبی جو بھی ہوں ان سے بحث کرنا یہاں مقصود نہیں ہے۔ البتہ ہمارے عشق حقیقی کے اجزائے ترکیبی حسبِ ذیل ہیں :-

(۱) اس امر پر سب سے پہلے ایمان رکھنا کہ ہماری زندگی کی آخری منزل "لقائے رب" یا وصل الی اللہ ہے۔ اور اسی کے لئے تمام مجاہدہ ہے۔ وَاِلیٰ رَبِّکَ کَدۡحًا فَمُلٰقِیۡہِ -(قرآن پاک)

(۲) اپنے اس نصب العین سے دلی محبت رکھنا۔

(۳) ایک خاص لگن اور ذوق و شوق کے ساتھ بیعت امرِ حق کرنا اور مرشد کی اطاعت کرنا۔

(۴) اسی لگن اور پُر خلوص جذبہ کے تحت مجاہدات میں حسب ہدایاتِ مرشد مصروف رہنا۔

(۵) شریعتِ اسلامی کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہنا لیکن طریقت و معرفت کی روح کے ساتھ۔

(۶) محمدی حقیقت و تمثل بشریت محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح سمجھنا۔ اور

آپؐ کی تعظیم و تکریم میں ذرّہ برابر کمی نہ کرنا۔

(۷) توحید۔ کلمۂ توحید اور مقامِ محمدیؐ کے متعلق زیرِ نظر کتاب میں مذکورہ وضاحت پر ایمان کامل رکھنا کیونکہ اولیاء اللہ اور محققین انھیں عقائد پر ایمان رکھتے تھے اور آج بھی رکھتے ہیں۔ سوائے عوام الناس کے۔ جو یا تو بالکل جاہل ہیں یا ذی علم ہونے کے باوجود عظمت مقام محمدؐ سے بے بہرہ ہیں یا مخالف ہیں۔

(۸) مذکورہ عقائد کے علاوہ اپنے بزرگوں کی تقلید میں ملک و ملّت اور مخلوقِ خدا کی خدمت زیادہ سے زیادہ کرنا (یعنی "احترامِ آدمیت" پر خود عمل کرنا اور معاشرے کو اسی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرنا ہے۔ اس کا تعلق کردار سازی سے ہے۔ جو توحید ہی کا عملی پہلو ہے۔ اخلاق و معاملات اور حقوق و فرائض انسانی پر بے شمار کتابیں موجود ہیں وہاں مطالعہ کریں۔ یہاں صرف توحید اور اس کی نسبت سے عشقِ حقیقی اور عشق کی نسبت سے احترام آدمیت و خدمت آدمیت و خدمت انسانیت کو سمجھنے کی کوشش کریں کیونکہ اس کے بغیر سب بے کار ہے[1]۔

---

[1]۔ "آدمیت" یا "انسانیت" = آدمی ہونا یا انسان ہونا نہیں ہے بلکہ اس کے اسلامی لوازمات کی تکمیل کا نام ہے۔ بقول شاعر ؎ آدمی کو بھی میسّر نہیں انساں ہونا۔ ناچیز مصنّف کو ۱۶-۱۷ سال کی عمر سے تقریباً ساٹھ سال کی عمر تک اسکولوں، کالجوں، اور یونیورسٹیوں میں باقاعدہ درس و تدریس اور بحیثیت ہیڈ ماسٹر و پرنسپل یا ذمہ دار رکن تعلیمی ادارہ جات مختلفہ، نظم و ضبط اور امور انتظامیہ کا بھی عملی تجربہ ہے ساتھ ساتھ تعلیم بالغان، بہ سلسلۂ امور دینی و روحانی کا سلسلہ و تجربہ بھی تا ایں دم جاری ہے تعلیم و تربیت اطفال و طبقۂ نسواں و مرداں کے سلسلہ میں بہت کچھ لکھا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے لیکن ناچیز کی رائے زیادہ تر عملی تجربات پر مبنی ہے جواب[2]

[2] مرقومہ ۱۹ رجب ۱۳۹۷ھ

(۹) کسب حلال اور اہل و عیال کی تعلیم و تربیت میں کوتاہی نہ کرنا۔
(۱۰) ظاہر و باطن کو نمونہ بنا کر رکھنا تاکہ دوسرے آپ کی تقلید کریں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ

۸۳ - ۸۴ سال کی زندگی کا ماحصل ہے جس کی کچھ تفصیل اپنی کتاب قرآنی تصوّف اور اقبال کے باب ۱۶ میں بیان کر چکا ہوں اور اب پھر عرض کرتا ہوں کہ موجودہ درس گاہیں نہ تربیت اخلاق اسلامی کا حق ادا کر سکتی ہیں۔ نہ روحانیت کی تربیت دے سکتی ہیں نہ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً کے قابل بنا سکتی ہیں جب کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ آدمی تسخیر کائنات کے قابل ہونے کے ساتھ ساتھ "انسان" بھی بنیں۔ خدا و رسولؐ کا خوف اور ان کا عشق بھی دلوں میں جاگزین کریں۔ احترام آدمیت کے عملی نمونے بنیں۔ دلوں کو ہر قسم کی طمع سے خالی رکھیں اور نہ صرف مسلم غریب و محتاج بھائیوں کی بلکہ الخلق عیال اللہ کے پیش نظر تمام انسانی برادری کی امکانی امداد بھی کرتے رہیں تاکہ یہاں معاشرہ درست ہو اور وہاں بروز قیامت اللہ و رسولؐ کے روبرو سرخروئی حاصل ہو سکے۔

ان مقاصد کے حصول کے لئے دو قسم کی درس گاہیں اور تربیت گاہیں ضروری ہیں (۱) ایک موجودہ طرز کی جہاں علوم متداولہ۔ سائنس اور ٹیکنالوجی وغیرہ کی تکمیل ہو۔ (۲) دوسری صحیح مشائخین کی تعلیم و تربیت گاہیں، جہاں مذکورہ بالا مقاصد کے لئے "انسان" تیار کئے جائیں۔ جو اخلاق و روحانیت کے مجسمے ہوں۔ اوّل الذکر درس گاہوں میں نصاب تعلیم ۲۵ - ۲۶ سال میں ختم ہو جاتا ہے لیکن آخر الذکر تربیت گاہوں میں دنیاوی مشاغل کے ساتھ تمام عمر تربیت جاری رہتی ہے۔

آخر الذکر کے لئے سرکاری امداد قطعاً نہ لی جائے بلکہ "قوم"[۱] ہی پوری مالی امداد فراہم کرے اور مشائخ کرام اپنے طور طریقوں میں وسعت پیدا کریں۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

[۱] "قوم" = ہم عقیدہ افراد

(۱۱) ایسے "مُلّاؤں" اور "ظاہر پرستوں" سے دور رہنا جن کے عقائد درست نہ ہوں، لیکن نہ اُن سے بحث کرنا نہ اُن سے عداوت رکھنا بلکہ خالصاً لوجہ اللہ سب کو محبّت کی نظر سے دیکھنا۔

چنانچہ "عشقِ حقیقی" کے بغیر "سفرِ توحید" کے لئے ایک قدم بھی نہیں اُٹھ سکتا۔ اسی لئے بزرگانِ دین نے "عشق" کے موضوع پر بہت لکھا ہے یہاں اس

بقیہ صفحۂ گزشتہ

نام نہاد "دینی" درس گاہیں بھی توجّہ طلب ہیں۔ کیونکہ ضرورت صرف کفر ساز قال" کی نہیں بلکہ "عشق ساز انقلاب حال" کی ہے

زیرِ نظر کتاب اسی نصاب کے درسیات پر مشتمل ہے، جو مُسلم کو مومن بلکہ "خلیفۃ اللہ" بناتی ہے۔ ان درسیات کا ضروری جز و اللہ والوں کی عملی تربیت اور ان کی صحبت و اطاعت ہے جس کے بغیر آدمی حیوان ہی رہتا بلکہ اکثر ان سے بھی زیادہ گمراہ رہتا ہے۔ اس کی تصدیق قرآن پاک نے یوں کی ہے: لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ط أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۵ (پ۹ - ع۱۲) ترجمہ: ان کے دل ہیں مگر وہ سمجھتے نہیں۔ ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے وہ دیکھتے نہیں۔ اُن کے کان ہیں لیکن وہ سنتے نہیں۔ یہ لوگ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ——— اِن نقائص کی تصدیق معاشرے کی بداعمالیاں آج کر رہی ہیں۔ اور یہ صورت حال مشائخ کرام کی کم یابی یا اُن کی تربیت سے منھ موڑ لینے کا نتیجہ ہے۔ صحیح عشق حقیقی اور صحیح تربیت مشائخین سے انسان کے دل میں زر۔ زن۔ زمین کی حرص یا طمع ہرگز ہرگز باقی نہیں رہ سکتی۔ اسی طمع سے معاشرہ بگڑا ہوا ہے۔ اور یہ طمع صرف مشائخ کرام کی صحیح تربیت سے زائل ہو سکتی ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ مختصر سا بیان اپنی دوسری تالیف "قرآنی تصوف اور اقبال" میں نیز دوسری تالیف "مخزنِ انوارِ توحید" کے عشق لفظ میں لکھ چکا ہوں وہاں ملاحظہ کیجیئے۔ مثنوی مولانائے روم کا مرکزی خیال یہی عشق ہے۔ اس سے مراد موتوا قبل انتموتو یا "فانی زخود باقی بحق" بن کر رہنا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں ؎

عشق نے بالا و پستی رفتن است
عشق حق از جنس ہستی رستن است

اللہ اپنے عشق کی ایک چنگاری بھی اگر دل میں روشن کردے تو کام بن جاتا ہے ورنہ زندگی بھر ناولوں کی طرح کتابیں پڑھے جائیے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا اللہ ہی سے عشق کی نعمت بھی طلب کی جائے وہی دینے والا ہے۔

صوفیۂ صافیہ کے عشق کے اجزائے ترکیبی یہی ہیں۔ ان ہی پر ان کا عمل رہا ہے جس سے وہ منزل مقصود تک پہنچے ہیں۔

خواجہ بندہ نواز رح فرماتے ہیں! "ہر کہ را عشق نیست ایمان نیست"

امام غزالی رح "مقامات سلوک الی اللہ میں بلند ترین درجہ مقامِ محبت ہی کا ہے۔"

تمام صوفیہ اس امر پر متفق ہیں کہ "ہر کرا عشق شور انگیز (حقیقی) نیست۔ طریقہ (سلوک) بر و حرام است"۔ کیونکہ عشق کے بغیر ایمان کامل ہی نہیں ہوتا۔ قرآن پاک بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (پ۲-ع۴) یعنی جو مومن ہیں ان کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ نہایت شدید محبت (عشق) ہے۔

عشق حق یک نالہ از روئے نیاز ۔۔۔ بہ کہ عمرے بے نیاز اندر نماز

حصّہ ۳ - باب ۴

غیب وشہادت کا جامع

برزخِ کبریٰ [۱، ۲]

ہم حصہ (۱) میں "حقیقت محمدیؐ" اور اُس کے اوّلین ظہور (نور محمدیؐ یعنی نور خدا) سے متعلق اہم وضاحت کر چکے ہیں اور اُس کی تائید میں آیات و احادیث اور چند محققین کے اقوال بھی پیش کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ کلمۂ توحید اسلامی کا اصل مقصد بموجب منشاء الٰہی یہ ہے کہ مسلمان ہر قسم کے شرک سے محفوظ ہو جائیں یعنی توحید اسلامی "عدم شرک" کا دوسرا نام ہے۔

اور "عدم شرک" بنیادی طور پر عدمِ غیریت" کے عقیدے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ یعنی جب تک توحید وجودی پر ایمان کامل نہ ہو شرک کا سدباب ناممکن ہے۔

لہٰذا لازماً ہمیں کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ" کو "غیریت وجود" یا "غیریتِ ذات" کے عقیدے کا قاطع ومانع تسلیم کرنا ہوگا۔ ورنہ شرک فی الوجود یا شرک فی الذات یہیں شروع ہو جائے گا۔

چنانچہ سلف صالحینؒ نے "توحید" کے حقیقی مفہوم کو قرآن واحادیث

---

[۱] - حصہ - ۱ بھی دیکھو۔

[۲] - دیگر آیاتِ قرآنی بھی اس ضمن میں آتی ہیں۔ ان کا بیان آئندہ صفحات میں ملے گا۔ فی الحال یہاں کلمۂ توحید کا ذکر کیا گیا ہے۔

کی روشنی میں اچھی طرح واضح کیا ہے۔ ان مساعی میں بیشتر حصہ اولیاء اللہ کا ہے۔ رفتہ رفتہ اصطلاح" وحدت الوجود" کے تحت نئے نئے مباحث مرتب و مدوّن ہوئے ان بزرگوں کے بیانات میں ظہور وجود کو "تنزلات" کے تحت بیان کرتے وقت "مرتبہ حقیقت محمدیؐ" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ہمیشہ شرح و بسط کے ساتھ واضح کیا گیا ہے انھوں نے اچھی طرح بتا دیا ہے کہ ہستی حقیقی یعنی واجب الوجود۔ عالم غیب میں ذات بحت، احدیت وحدت اور واحدیت ہے اور عالم خلق یا عالم شہادت میں روح۔ مثال۔ انسان کامل ہے جس کی تفصیل "کثرت" ہے جو لباس حسّ و شہادت میں جلوہ گر ہے۔ اور ان تمام "عالمین" کی بنیاد "وحدت" ہے جسے حقیقت محمدیؐ کہتے ہیں یہی حقیقت محمدیؐ۔ انسان کامل ہے اور اُسی کے نور سے جملہ مخلوقات کا ظہور ہوا۔ اُسی کا بہترین مظہر وہ جھلک تھی جو ناسوت میں "محمدؐ رسول اللہ" کی شکل میں عرب میں جلوہ گر ہوئی اور تمام عالم انسانیت کو محوِ حیرت کر کے عام انسانوں کی ظاہری آنکھوں سے پوشیدہ ہوگئی۔ لیکن اس طرح "پردۂ ظاہری" کر لینے کے بعد بھی وہ نور حقیقت محمدیؐ اپنی "صفاتِ خصوصی" کے ساتھ موجود ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝	ترجمہ: ارادہ کرتے ہیں مخالفین کہ بجھا دیں نور اللہ کا اپنی پھونکوں سے اور اللہ اپنے نور کو ضرور پورا کرتا ہے۔ اگرچہ انکار کریں کافر (یا اگرچہ کافر پسند نہ کریں۔)

(اس کا ذکر ذرا تفصیل کے ساتھ ہم حصہ خصوصی حصہ اوّل اور حصہ دوم میں کر چکے ہیں۔ وہ نکات ذہن میں رکھیے اور مزید تفصیل و نکات کے لئے آئندہ صفحات کا مطالعہ کیجئے) خلفائے راشدینؓ اور قرونِ اولیٰ کے دیگر صحابہ کرامؓ

کے زمانہ میں بھی، جبکہ دین حنیف کے احکام اتنے مشرح، مرتب اور مدون نہ تھے جیسے وہ آج ہیں اور نہ لوگ مذکورہ اصطلاحات سے واقف تھے ان سب کا اسی حقیقت پر ایمان تھا کہ کلمہ توحید کا فقرہ دوم محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لا الٰہ الا اللہ کا "بدل" اور توحید حقیقی کا جزو لاینفک ہے۔ کیونکہ وہ سب "اہل زبان" تھے۔ اور کلمہ توحید کے حقیقی معنی کو اصطلاحات اور وضاحتی بیانات کے بغیر ہی خوب اچھی طرح سمجھتے تھے۔

لہٰذا انھوں نے ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں "نور ذات حق" کو مجسم دیکھا اسی لیے آپ سے ان کی محبت اور آپ کے احکام کی اطاعت بشری سطح سے بہت بلند تھی۔ وہ آپ کی ذات میں حق کو جلوہ گر دیکھتے تھے اور حدیث من رآنی فقد رای الحق (یعنی جس نے مجھے دیکھا، یقیناً اس نے خدا کو دیکھا) پر ان کا کامل ایمان تھا۔ انھوں نے احادیث لی مع اللہ وقت ..... الخ انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری اور اسی قسم کی دیگر احادیث کو نہ کبھی غلط قرار دیا نہ مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ (القرآن) من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (الآیت) جاء الحق وزہق الباطل (القرآن) اور ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ (القرآن) وغیرہ آیات قرآنی کے مفہوم میں اللہ اور محمد رسول اللہ میں حقیقی "غیریت" دیکھی۔ نہ آپ کے برزخ کبریٰ ہونے پر کسی نے اعتراض کیا۔ درحقیقت یہی عقیدہ تھا جس سے ان بزرگوں کے قلوب عشق حقیقی میں غرق تھے۔ اسے "عشق محمدی" کہہ لیجیے یا "عشق خدا" کوئی فرق نہیں پڑتا۔ انھوں نے سب کچھ ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کیا اور اسی کو وہ عشق حق سمجھتے تھے۔ وہ فانی فی الرسول تھے اور اسی کو فانی فی اللہ ہونا یقین کرتے تھے۔ توحید وجودی (جس کا عطر کلمہ توحید ہے)

پر ایمان رکھنے کی اس سے بہتر دلیل اور کیا چاہیئے [1] ۔ توحید" وجودی" کی اصطلاح اُن کے عہد میں نہ تھی جس طرح علوم حدیث و فقہ کی اصطلاحات نہ تھیں۔

ہم سطور بالا میں جس حقیقتِ توحید کو آشکارا کر رہے ہیں۔ وہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس کی تائید میں بڑے بڑے جیّد علما، محدثین، مفسرین اور محققین کی کتابوں سے چند اقتباسات صفحات آئندہ میں پیش کئے گئے ہیں۔ انھیں بھی پڑھ لیجیے تا کہ آپ کو یقین ہو جائے کہ سلفِ صالحین رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں وہی عقائد رکھتے تھے جو ہم بیان کر رہے ہیں۔

خلاصہ :-

ہم نے ابھی تک یہ بتایا ہے کہ (۱) شرک فی الوجود یا شرک فی الذات کو بنیاد سے ختم کرنے کے لئے وحدت الوجود پر پوری قوت سے ایمان رکھنا اشد ضروری ہے (کیونکہ غیریت وجود ختم ہو جانے کے بعد شرک فی الصفات اور شرک فی الافعال وغیرہ خود بخود ختم ہو جاتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس مسلک اور اس کے جملہ مضمرات کو پہلے خوب اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ اور غلط فہمیاں دور کی جائیں۔ اس سلسلے میں ہماری کتاب مخزنِ انوار توحید بھی کار آمد ثابت ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ وہ مطبوعہ ہے۔

(۲) دوسری حقیقت یہ واضح کی گئی ہے کہ شرک فی الذات کی ابتداء لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ میں غیریت ماننے سے ہوتی ہے اس کی مزید وضاحت زیر نظر حصہ ۳ کے آئندہ ابواب بالخصوص باب ۸ (الف) اور (ب) ۔ میں دیکھو

(۳) تیسری حقیقت یہ واضح کی گئی ہے کہ خلفائے راشدین رض اور قرن اولیٰ کے تمام اکابر صحابۂ کرام رض ذاتِ گرامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] مزید دلائل عقلی و نقلی زیر نظر اوراق میں از الف تا ے مذکور ہیں۔

شدید عشق رکھتے تھے۔

آپؐ ہی پر انھوں نے اپنا تن من۔ دھن سب کچھ قربان کر دیا تھا۔

وہ آپ ہی کے عشق کو عشقِ خدا سمجھتے تھے اور آپؐ ہی کے عشق میں معنوی طور پر "فانی" یعنی مستغرق تھے۔

وہ عشقِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوب کر اور اپنی ہستی کو "فنا" کر کے "باقی باللہ" بن گئے تھے۔

ان کا ہر فعل حبیبؐ حق تعالےٰ کی خوشی کے لئے تھا۔

اور اسی کو وہ خدا کی رضا و خوشنودی سمجھتے تھے

مختصر یہ کہ انھوں نے ذاتِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی میں خدا کو دیکھا اور پایا تھا۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ خدا کے منکر تھے بلکہ وہ خدا کو صرف باطن تک محدود نہیں سمجھتے تھے۔

اور انھیں اس حقیقت کے متعلق، کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حق کا ظہور بالذات ہے[1] عین الیقین اور حق الیقین حاصل تھا۔

اسی لئے تو وہ مذکورہ بالا آیات و احادیث پر صمیم قلب سے ایمان رکھتے تھے

اور کبھی کمزور ایمان والوں کی طرح اُن کی مرکزی صداقت اور حقیقی

---

[1]۔ دیکھو حصّہ ۲۔ باب ۸ اور اس کے آگے۔

روح کے بارے میں شک وشبہ نہیں کیا۔

بخاری ومسلم میں حضرت حذیفہ رضؓ بن الیمان کی روایت ہے (ترجمہ۔ میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ بے شک ہم لوگ جاہلیت اور فساد میں مبتلا تھے کہ اللہ خیر کے ساتھ ہمارے پاس آگیا تو کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہے۔ غور کا مقام ہے کہ حضرت حذیفہ رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کو خدا کی آمد سے تعبیر کر رہے ہیں اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بلکہ خود آپؐ کو مخاطب کر کے اس کا اظہار کرتے ہیں لیکن حضورؐ نے نہ اس کی تردید فرمائی نہ اُسے شرک قرار دیا۔

(۴) چوتھی حقیقت یہ واضح کی گئی ہے کہ ۔

کلمۂ توحید کے صحیح مفہوم کی شرح "وحدت الوجود" کی شرح ہے۔ دونوں ایک حقیقت کے دو مختلف جلوے ہیں۔ ایک شعر کے دو مصرعے۔ ایک حسین چہرے پر دو ابرو، اور ایک مرکز نگاہ کی دیکھنے والی دو آنکھیں ہیں۔ دونوں کا مرکزی خیال اور بنیادی تصوّر لاموجود غیراللہ ہے اور یہی عقیدہ "شرک" کا مانع اور قاطع ہے۔ کیونکہ اس میں "وجود حقیقی" ایک اور صرف ایک تسلیم کیا جاتا ہے اور موجوداتِ عالم کے وجود کو جو نسبت اس حقیقی وجود سے ہے اس کی وضاحت ایسی کی گئی ہے جس سے شرک کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے۔

لہٰذا جس کا یہ عقیدہ نہ ہو جو اوپر مذکور ہوا وہ کلمۂ توحید

پڑھنے کے باوجود مشرک ہی رہے گا[۱]۔

واضح رہے کہ صفحات گزشتہ و آئندہ میں ان ہی عقائد کی وضاحت کی گئی ہے جو کلمۂ توحید اور اللہ و محمد ؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بابت سلف صالحین رضؓ کے تھے۔

چونکہ احولیت (بھینگاپن جس میں ایک چیز دو نظر آتی ہے) کی ایک قسم "علمی" یا "ذہنی" یا (عقیدۂ توحید اسلامی سے متعلق) "توحیدی احولیت" بھی ہے۔ چنانچہ وہ اشخاص جو اس مرض کا شکار ہیں کسی کی وضاحت کو مانتے ہی نہیں۔ اور "مرغے کی ایک ٹانگ" والے نظریے ہی کے قائل رہتے ہیں۔ یہ حضرات نہ ہمارے مخاطب ہیں نہ ہمیں ان سے بحث مقصود ہے۔ جن کا جی چاہے علمائے تحقیق رح، سلف صالحین رح، اولیائے کرام رح مشائخ عظام رح کے مذکورۂ بالا عقائد اختیار کریں اور جن کا دل نہ چاہے وہ اپنی راہ چلیں۔

*

وما علینا الا البلاغ

*

---

[۱] ۔ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے "برزخِ کبریٰ" ہونے کا بیان باب ۸ (الف) میں بھی دیکھو۔

حصہ ۳ — باب ۵

اقسام شرک

پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ شرک فی الوجود یا شرک فی الذات اصل شرک ہے اسی سے شرک فی الصفات اور شرک فی الافعال پیدا ہوتے ہیں اور اسی سے شرک فی العبادت بھی لیکن لوگوں نے کسی وجہ یا وجوہ سے صرف شرک فی العبادت ہی کو شرک سمجھ رکھا ہے اور اسی سے بچنے کی زیادہ سے زیادہ تاکید کی جاتی ہے باقی اقسامِ شرک کو جائز تو نہیں کہا جاتا لیکن انھیں اس حد تک فراموش کر دیا گیا ہے کہ وہ عملی زندگی میں جائز سے بھی زیادہ عام و پسندیدہ ہو گئے ہیں۔

اس کی خاص وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ وہ "موجودات" کو ہستی حقیقی" کے احاطۂ موجودیت سے باہر یا اُس کا مدِمقابل سمجھتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ وجود واحد ہے وہی اول و آخر وہی ظاہر و باطن اور وہی سب پر محیط ہے۔ اَلَا اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ (قرآن پاک) یہاں احاطۂ وجوی کو علمائے ظواہر نے علمی کہہ دیا۔ غور کیجئے اِنَّہٗ کا ترجمہ اس کا علم کس طرح ہو گیا؟ اول و آخر اور ظاہر و باطن کے ساتھ ھُو آیا ہے جو حق تعالیٰ کی ذات کے لئے ہے اور حق تعالیٰ و سبحانہٗ کی ذات اور وجود دونوں ہم معنیٰ ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ کل اُمہات صفات کا تصور لازمی ہے نہ کہ صرف علم کا۔ چنانچہ وجودِ حقیقی کے ساتھ "غیر حق" معدوم ہے یعنی جہاں ہستی حقیقی ہے (اور وہ ہر جگہ ہے) وہاں "غیرِ حق" اور "عدم حقیقی" کسی کی گنجائش ہو ہی

نہیں جس شے پر "ہے" کا اطلاق کیا جاتا ہے اس کی دو نسبتیں ہوتی ہیں۔ ایک نسبت "وجودِ حقیقی" کے ساتھ ہوتی ہے اور دوسری خود شے کے وجود اضافی یا اعتباری کے ساتھ۔ وجود حقیقی اپنی "شانِ رحمت اللعالمینی" سے ہر "شے" کو "وجود اضافی" بخشتا ہے جو محض ایک آن یا لمحہ کے لئے ہوتا ہے۔ وجود حقیقی (حق جل شانہٗ) کی شانِ جلال ہر لمحہ ہر شے کے "وجود اضافی" کو مٹا دیتی ہے لیکن اس کی شانِ جمال جسے "رحمت" کہا گیا ہے، ہر لمحہ اسے وجود نو عطا کرتی رہتی ہے اور یہ تسلسل اس قدر تیزی و سرعت سے جاری ہے کہ انسان اسے محسوس نہیں کر سکتا اور شاید اسی لئے محسوس نہیں کرتا کہ وہ خود بھی ہر آن بدل جاتا ہے۔ "یہ تسلسل وجود" جسے تصوف کی اصطلاح میں "تجدد امثال" کہتے ہیں حق تعالےٰ کی جلالی و جمالی تجلیات کا تسلسل ہے اس کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ایک شان یا تجلی دوبارہ نمودار نہیں ہوتی۔ اور ہر شان اسی کی شان ہے کُلَّ یَوۡمٍ هُوَ فِیۡ شَاۡنٍ۔ یہ تغیر، تعینات اور صورتوں میں ہوتا ہے۔ اس سے "حقیقت" نہیں بدلتی یعنی وہ "نسبت" نہیں بدلتی جو "تعین" و "صورت" سے ماوراء اس کی حقیقت کو کسی نہ کسی حد تک ہستی حقیقی کے فیضان کے ساتھ باقی ہو۔

مذکورۂ بالا حقائق کے پیشِ نظر اگر "عابد" اپنی "عبادت" میں یا اپنی کسی "صفت" یا فعل" میں وجود حقیقی (حق تعالیٰ) اور اس

لہ ہیچ انگورے دگر غورہ نہ شد (کوئی دانۂ انگور پک جانے کے بعد پھر کچا نہیں ہوتا) کیونکہ یہ زندگی کی راہ پر پیچھے لوٹنے کے مترادف ہے۔ اور یہ غیر اسلامی صورت حال ہے جسے "تناسخ" کہتے ہیں۔ اسلامی زندگی کسی دریا میں بہتے ہوئے پانی کی طرح آگے ہی بڑھتے رہنے کا نام ہے تاوقتیکہ وہ سمندر سے واصل نہ ہو جائے۔

کی شانِ "رحمت اللعالمینیؐ" کو فراموش کرتا اور اپنے "وجود اضافی" ہی کو "حقیقی" سمجھ کر یاد رکھتا ہے بلکہ اسے بالارادہ وجود حقیقی سے الگ اور "فی نفسہٖ" قائم و برقرار سمجھتے ہوئے "عبادت" کرتا ہے تو یہی عبادت یا صفت یا فعل اس کے حق میں "شرک" فی الوجود، شرک فی الذات، شرک فی العبادت، شرک فی الافعال سب کچھ بن جاتی یا بن جاتا ہے کیونکہ اس نے "وحدتِ وجودِ حق" اور اس کی شیون و صفاتِ غیر منفک کو فراموش کر کے خود اپنے "فانی وجود" کو "وجود حقیقی" سے الگ اور قائم بنفسہٖ سمجھا اور اس طرح ایک طرف تو اس نے حق تعالےٰ کو محدود کیا اور دوسری طرف خود قائم بالذات کی حیثیت سے اس کے سامنے آیا لیکن واضح رہے کہ اللہ واحد و بے نیاز کو ایسی عبادت کی ضرورت نہیں ہے نہ وہ "مومن" کی عبادت سمجھی جاسکتی ہے۔ ہاں اگر وہ اپنے "وہمی" وجود کو "نورِ رحمتِ وحدت" کے سمندر میں غرق کر کے سجدے اور قیام و قعود کرتا تو اس کی یہ عبادت صحیح معنیٰ میں عبادت ہو جاتی اور وہ ہر قسم کے شرک سے بھی محفوظ رہتا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص معبود حقیقی کے مقابل معبودانِ باطلہ یعنی "بتوں" کو قائم کرتا اور پھر ان کی عبادت بھی معبود حقیقی کی طرح کرتا ہے تو شخص مذکور سب سے بڑے شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ شرک فی العبادت بھی ہے اور شرک کی دیگر اقسام بھی۔ **تنبیہ** یہ خیال غلط ہے کہ صرف پتھر کے بتوں کی پوجا ہی "شرک فی العبادت" ہے بلکہ از روئے قرآن بے جا خواہشات انسانی، حرص و ہوا، اولاد اور مال و متاع کی بے جا محبت بھی ایک قسم کی "بُت پرستی" ہے آیت کریمہ ہے:-

اَفَرَاَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰٮهُ ترجمہ: (کیا تم نہیں دیکھتے ہو اُسے جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود ٹھہرایا ہے)

اور حدیث شریف ہے :۔

تَعَسَ عَبۡدُ الدِّرۡہَمِ ترجمہ: (ہلاکت میں پڑا "بندہ" سونے چاندی کا
وَتَعَسَ عَبۡدُ الزَّوۡجَۃِ اور ہلاکت میں پڑا "بندہ" زن و فرزند کا)

نیز فرمایا حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے :

اَبۡغَضُ اِلٰہٍ عُبِدَ فِی الۡاَرۡضِ ترجمہ: اللہ کے نزدیک سب سے بُرا معبود جس
عِنۡدَ اللّٰہِ ھُوَا الۡھَوٰی۔ کی زمین میں پرستش کی جاتی ہے وہ خواہش نفس ہے۔ طبرانی بروایت ابو امامہ)

یعنی جن چیزوں کا ذکر مذکورہ بالا آیت و حدیث میں ہے اُن کی "بے جا محبت" بھی "بت پرستی" اور "شرک فی العبادت" ہے جس سے بندہ" ہلاکت میں پڑتا ہے" اور وہ "بندۂ خدا" رہنے کے بجائے "بندۂ خواہشات" یا "بندۂ مال و عیال" بن کر رہ جاتا ہے لہذا ہر قسم کے شرک کا واحد اور یقینی علاج یہی ہے کہ قرآن و احادیث کی روشنی میں کلمۂ توحید کے اصل مفہوم کو سمجھ کر پہلے اپنے عقائد صحیح کیئے جائیں اور پھر ان کی روشنی میں "عبادت" درست کی جائے۔ صرف رسمی طور پر کلمہ پڑھ لینا اور رکوع و سجود کرنا کافی نہیں ہے۔ سطور بالا سے یہ بات واضح ہو چکی ہوگی کہ عبادت کے علاوہ بھی شرک کی کوئی نہ کوئی رمق باقی رہتی ہے جو محض رسمی عبادت سے رفع نہیں ہوتی جب تک عقیدۂ توحید درست نہ ہو ارشاد باری تعالےٰ ہے :۔

واعبدو اللّٰہ ولا تشرکوا (ترجمہ) (یعنی عبادت کرو اللہ کی اور شرک نہ کرو۔ سورۂ النساء ع ۷)

واقیموا الصلوٰۃ ولاتکونوا ترجمہ (یعنی نماز پڑھو اور شرک کرنے والوں
من المشرکین۔ میں سے نہ بنو۔ (سورۂ روم۔ ع۔۷)

صاف ظاہر ہے کہ اگر نماز پڑھ لینے سے شرک زائل ہو جاتا تو اس کے

ذکر کے ساتھ ولا تشرکوا ۔ اور ولا تکونوا من المشرکین کی تاکید کی ضرورت نہ تھی ۔ لہٰذا اشد ضروری ہے کہ توحید اسلامی کو ان تمام آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی کی روشنی میں سمجھا جائے جو توحید سے متعلق ہیں مثلاً قل ھو اللہ احد ...... (پوری سورہ) ھو الاوّل و الاخر... الخ ۔ لیس کمثلہٖ شیٔ ۔ لا شریک لہٗ ۔ سبحان اللہ عما یصفون ۔ فاینما تولّوا فثمّ وجہ اللہ ۔
سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۔ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۔ رفیع الدرجات ذوالعرش ۔ اَلَآ اِنَّہٗ بکل شیٔ محیط ۔ کلّ یوم ھو فی شان وغیرہ وغیرہ ۔ اور احادیث میں ۔ حدیث احسان ۔ حدیث دلو ۔ حدیث قرب نوافل ۔ حدیث قرب فرائض وغیرہ تنبیہا ۔ ان کی تفسیر وتشریح وہی مستند ہے جو مستند مشاہیر تصوف سے حاصل ہو ۔ اہلِ ظواہر کی شروح و تفاسیر گمراہ کن ہیں ۔ چنانچہ ہماری نظر میں ان کا صحیح مفہوم وہی ہے جو اولیائے کرام رضؓ اور صاحبان باطن محققین رضؓ نے بیان کیا ہے ۔ اہلِ ظاہر اور نام نہاد اہلِ علم کی توضیحات مستند نہیں ہیں ۔

توحید اسلامی سے متعلق مذکورہ آیات قرآنی و احادیث نبوی میں سے بعض کی وضاحت ہم اپنی ایک سابقہ تالیف "مخزن انوارِ توحید" میں کر چکے ہیں اور بعض کی زیر نظر کتاب میں کی گئی ہے ۔ ان سب کا عطر یا نچوڑ ہمارا کلمۂ توحید ہے ۔
جب تک ان سب کے صحیح مفہوم کو پیشِ نظر نہ رکھا جائے منشائے الٰہی کے مطابق ہمارا عقیدہ توحید درست نہیں ہو سکتا ۔

من و تو نیست میانِ من و تو
شرک محض است گمانِ من و تو

لیکن بعض "علماء سوء" نے ابلیس کی تقلید میں اپنی "من گھڑت توحید" کی تبلیغ شد و مد کے ساتھ کی جس میں حقیقت محمدی و عظمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی وسعتوں کو نظر انداز کر کے اُس "نور ذاتِ ربی" کے "جسد عنصری" (جو خود پیکر نوری اور بے سایہ تھا) اور "صورتِ بشری" میں تشریف آوری کو عام انسانوں کی طرح محض "ایک بشر" کی آمد قرار دیا۔ اور یہ غلط عقیدہ پھیلا دیا اور اب تک پھیلا رہے ہیں کہ کلمۂ توحید میں دو وجودوں اور دو ذاتوں کا ذکر ہے۔

اِن علمائے سوء کے مقابل علمائے حق، حق کو ثابت کرنے والی زندہ نشانیاں اولیائے کرامؒ۔ کلمۂ توحید میں مقام محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح وضاحت کرنے والے مشائخ عظام، نے بھی اپنی تحریر و تقریر اور تحقیق سے علمائے سوء کی غلطیاں واضح کر دی ہیں[1] اور انشاء اللہ قیامت تک کرتے رہیں گے لیکن جن کی فطرت میں "حقائق رسی" حق پسندی" اور عشق حقیقی" کی صلاحیت نہ ہو یا جن کی کم علمی راہ میں حائل ہو۔ وہ ہمارے "علمائے حق" اور "محققین توحید" کے علمی ذخیروں اور ان کے عقیدوں سے کس طرح مستفیض ہو سکتے ہیں ورنہ متقدمین اور متوسطین صوفیہؒ و مشائخؒ نے سب کچھ واضح کر دیا ہے۔

بہر حال زیرِ نظر کتاب کے ذریعہ بھی ہماری کوشش یہی ہے کہ مذکورہ

---

[1] دیکھو ہماری کتابیں (۱) مخزنِ انوارِ توحید (۲) نور آفتاب رحمت اور دیگر کتب جن کے نام ان کتابوں میں مذکور ہیں۔ ہماری یہ کتابیں (۱) مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی (۲) پروفیسر شاہ عبدالغنی نیازی نظامی، ۱۳۲/۲ ڈی۔ پی۔ ای بی ایچ سوسائٹی کراچی سے مل سکتی ہیں۔

محققین توحید و بزرگانِ دین کی تحقیقات وعقائد کا خلاصہ، آسان سے آسان عبارت میں پیش کر دیا جائے بالخصوص سرکار دو جہاں، محبوب احدیت، اجمال و تفصیل وحدت کے مظہر جامع، حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتبِ عظمت کو حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آپؐ کے متمثل بصورت بشری ہو کر تشریف لانے تک، اور پھر پردۂ ظاہری کے بعد بھی، آپؐ کی حقیقت کاملۂ نوریہ کا اپنی جمیع صفات کمالیہ کے ساتھ تا قیامت موجود وہست رہنے کے متعلق، ان بزرگوں کے عقائد و تحریرات کو حتی المقدور واضح کیا جائے۔ تاکہ توحید اسلامی اور اس کی روح، کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا مفہوم دل میں اتر جائے اور ہر قسم کے شرک سے محفوظ رہنے کا سامان، یعنی ایمان حقیقی ہاتھ آجائے اور عظمت و احترام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے امتی ہونے کا دعویٰ کرنے والے اشخاص، خاص الخاص بلکہ واحد بنیاد ایمان سمجھنے لگیں۔

حصّہ ۳ - باب ۶

وجود و موجودات

بعض احباب نے اصرار کیا کہ کلمۂ توحید کی شرح کے بعد "وجود و موجودات" کی باہمی نسبت سے متعلق کچھ عرض کر دیا جائے تاکہ تنزیہہ و تشبیہہ۔ مراتب ظہور (تنزلاتِ ستہ) اقسام وجود وغیرہ کی وضاحت ہو جائے۔ نیز چند آیاتِ قرآنی اور بعض احادیث کی وضاحت بھی ضروری ہے۔ لہٰذا عرض ہے کہ وجود کی کئی قسمیں ہیں مثلاً وجود حقیقی، وجود اضافی یا اعتباری، وجود خیالی، وجود عقلی، وجود خارجی وغیرہ وغیرہ۔ اسی کے بموجب "موجودات" کی

قسمیں ہیں مثلاً موجود حقیقی، موجود خیالی، موجود اضافی وغیرہ۔ وجود حقیقی کا کچھ ذکر آگے مرتبۂ لا تعین میں آئے گا۔ یہاں صرف یہ سمجھ لیا جائے کہ اس کی دو شانیں ہیں۔ ایک شانِ تنزیہہ۔ دوسری شانِ تشبیہہ۔

تنزیہہ = لطافت اسمِ باطن جو مجرد ہے ظہور سے، ساتھ اعتبار کونیۂ ذاتیہ کے۔

تشبیہہ = ظہور اسمِ ظاہر کا ہے۔ ساتھ اعتبار تمثّل کے اور تجلّی کی صورت میں ہے جو موافق اعیان و تقاضائے صفات کے ہے۔

وجود حقیقی اور ذاتِ حق سبحانہٗ دونوں ایک ہیں (شیخ اکبرؒ) "وجودِ حق" اول بھی وجود ہے اور آخر بھی وجود ہے۔ ظاہر بھی وجود ہے اور باطن بھی وجود ہے۔ وہ اپنے آپ ظاہر ہے جیسے کہ آفتاب اپنی ذات سے روشن ہے بمقابلہ ماہتاب کے جو کہ آفتاب کی بدولت روشن ہے۔ اس وجودِ حقیقی کی شان تشبیہہ اس کی شانِ تنزیہی کے لیے "زائد بر ذات" ہونے کی حیثیت نہیں رکھتی جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ بلکہ ہر دو شانیں اسی ذاتِ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی شانیں ہیں۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَان۔

جو شخص صرف تنزیہہ کا قائل ہے اور وہیں ٹھہر گیا اُس نے بے ادبی کی اور خدا کو محدود ٹھہرایا۔ اُس نے ذاتِ حق کے آثار کو مظاہر میں ظہور کی حیثیت سے نہ پہچانا۔ ایسے شخص کو صرف آدھی معرفت حاصل ہوئی۔

جس نے تنزیہہ و تشبیہہ دونوں کو جمع کیا اس نے حق تعالےٰ کو مجملاً پہچانا۔ مجملاً اس لئے کہ موجودات عالم کی تمام تفصیلات کا احاطہ بندہ کی استعداد کے باہر ہے۔ البتہ اللہ قادر مطلق ہے جس بندے کو جتنی استعداد چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

انبیائے کرامؑ اور اولیاء رضی اللہ کی استعداد عوام الناس سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔

لیکن پوری جامعیت تشبیہ و تنزیہہ صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رونما ہوئی کیونکہ آپؐ ہر صورت میں حق تعالیٰ کے مظہر اکمل ہیں۔ بالفاظ دیگر آپؐ تنزیہہ و تشبیہ کے جامع ہیں۔

نکتہ۔ "حقیقت محمدیؐ = مرتبۂ وحدت میں صورت معلومیت ذات کی ہے اور عالم شہادت میں صورت موجودیت ذات کی ہے"۔ (ہمارے پیران عظامؒ)

اس "جامعیت" تنزیہہ و تشبیہ کو بزرگانِ دین نے "مراتب ستہ"[1] کے تحت سمجھایا ہے۔ لہٰذا ان مراتب یا "حضرات" کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے۔ وجود و موجودات کی بحث بھی انہی امور کی وضاحت کے لئے ہے۔ شاید بعض نکتے اس کی مدد سے واضح ہو سکیں۔ پہلے کہا جا چکا ہے کہ موجود کی کئی قسمیں ہیں۔ (۱) ایک موجود وجودی حقیقی ہے۔ یہ بذاتِ خود قائم ہے اور اپنی ہستی میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اسی کو واجب الوجود کہتے ہیں۔

(۲) دوسرا موجود ذہنی یا عقلی = اس کی مثال یہ ہے کہ پانی کی سردی، گرمی، موم کی نرمی۔ لوہے کی سختی وغیرہ ذہن میں محسوس ہوتی ہے جب کہ ہم ان چیزوں کو ہاتھ میں لیں۔ ان چیزوں کی مذکورہ صفات موجود

[1] مراتب ستہ، ظہور ذات کے مراتب ہیں۔ ان کا اجمالی تذکرہ مع نقشہ باب ہذا کے آخری صفحات پر کیا گیا ہے اور اس کی تفصیل پوری کتاب میں پھیلی ہوئی ہے

ذہنی یا موجود عقلی ہیں لیکن اُن کا ادراک ذات کے بغیر مشکل ہے یعنی تنہا صفات ہاتھ نہیں آتیں بلکہ **ذات** کے ساتھ **صفات** کا حصول ممکن ہے۔ اسی طرح سُننا اور دیکھنا۔ موجوداتِ ذہنی ہیں۔ لازمۂ ہستی ہیں اور ذات سے اُن کا انفکاک ممکن نہیں۔ یعنی یہ اوصاف ذات سے الگ ہوکر نہیں پائے جاتے۔

(۳) موجود خیالی۔ وجودِ خیالی، موجود خیالی ـــــ حِسّ مشترک کے خزانہ سے ہمارے سابقہ تجربات جو بہ صورت خیال نظر آئیں۔ کبھی یہ خیالات بصورتِ خواب کبھی مجسّم ہوکر نظر آتے ہیں۔ اس کی ایک قسم "صورتِ مثالی" ہے۔ اس کا تعلق عالمِ مثال سے ہے۔ یہ ہماری قدرت سے باہر ہوتی ہے یہ خواب میں بھی نظر آتی ہے (رویائے صادقہ) اور اس سے باہر بھی بعض دفعہ خود ہمارا خیال قوی ہوکر خود ہمیں اور بعض اوقات دوسروں کو بھی نظر آجاتا ہے۔ ہمارے خیال کو عالمِ مثال سے ایک قسم کا ربط ہوتا ہے بعض اوقات جب ہمارا کوئی خیال ایک نقطہ پر جم جاتا ہے تو عالمِ مثال جلد منکشف ہوجاتا ہے۔ مراقبہ سے اس میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اسی لئے تصوّف میں مراقبات سے مدد لی جاتی ہے۔ لیکن مشائخ کرام کے مراقبات اور انگریز فلسفیوں یا غیر مُسلم ماہرین نفسیات کے مسمریزم یا اس کے مانند دیگر اخباری مراقبات میں وہی فرق ہے جو صحیح توحید اور غیر اسلامی "توحید" میں یا اصل اور نقل میں ہوتا ہے۔

(۴) موجود اضافی۔ اگر موجود اضافی کو تنزیہہ کی طرف اضافت کریں تو اسم الٰہی کہلائے گا اور اگر تشبیہ کی طرف اضافت کریں تو عالم یعنی موجود خارجی کہلائے گا۔ موجود اضافی عین وجود ہوتا ہے۔ اور صفات موجود عقلی ہیں جن کی علیحدگی وجود یا ذات سے محال ہے اور جو اس سے الگ پائی نہیں جاتیں اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ ہستی میں سوائے وجود کے کوئی

موجود نہیں۔ اسی کو موجود وجودی حقیقی کہا گیا ہے۔ اس سے صفات کی علیحدگی محال ہے۔

مثال ۔موم کا گھوڑا بنایا گیا۔ یہاں موم کو "موجود وجودی" فرض کر لو۔ وہ اپنی نرمی کے واسطہ سے موجود اضافی بن کر نظر آئی "یعنی اُس نے گھوڑے کی صورت میں تنزل کیا" یا اس صورت میں "تجلی کی"۔ موم (موجود وجودی) کی اضافت سے گھوڑے کی ہستی ہوگئی (یعنی موم نہ ہوتی تو "گھوڑے" کا وجود بھی نہ ہوتا۔ نہ اس کی صفت نرمی کے وسیلہ کے بغیر یہ صورت بنتی) درآں حالیکہ "گھوڑے کے وجود کی ہستی" میں جو "موجود حقیقی" ہے وہ موم ہے لیکن شہود میں گھوڑا ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہتا کہ یہ انار یا کبوتر یا موم ہے بلکہ سب اسے گھوڑا سمجھتے اور اسی نام سے اس کی تعریف یا تنقیص کرتے ہیں

درحقیقت موجود موم کا وجود ہے، جو گھوڑا دکھلائی دے رہا ہے۔ موم کی نرمی (صفت) موجود ذہنی ہے ۔موجود اضافی (اس مثال میں) وہی شکل وصورت ہے جس کی گھوڑے کی طرف اضافت کی گئی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ موجود وجودی، حقیقت میں (موم) کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

مذکورہ بالا مثال میں جب موم' (موجود وجود حقیقی) کی تنزیہہ کی طرف اضافت ہو تو اسے گھوڑے کا "خالق" کہیں گے اور جب تشبیہہ میں دیکھیں گے تو وہی گھوڑے کے تعین میں "مخلوق" ہے۔مخلوق "کا یہ تعین" فانی" واعتباری" ہے (تنبیہہ): لیکن واضح رہے کہ حقیقت محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی جملہ حالتوں پر خواہ وہ نور ہو یا جسم وصورت ہو۔کسی عالم میں ہو۔ ان تمام دلائل وعبارت کا اطلاق صحیح نہیں کیونکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقت اور موجودیت میں ہر شے سے منفرد وممتاز ہیں لیس کمثلہ شیئ۔ اور وہ جس کی نظیر پیدا نہیں کی گئی ۔ کے صرف

آپ مصداق ہیں —— اوپر جو بیان ہوا وہ فہم انسانی کو حقیقت کے قریب لے جانے کے لیئے ہے نہ کہ حقیقت کو پوری طرح سمجھانے کے لیے۔ جس طرح قرآن پاک میں مثالوں کے ذریعہ حقائق غیب کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے) ایک شخص آئینہ میں اپنے آپ کو دیکھ رہا ہے۔ وہ عکس کے اعتبار سے "موجود وجودی" ہے، وہی آئینہ دیکھنے والا ہے۔ بصارت سے دیکھتا ہے اور علم سے پہچانتا ہے اور اپنے ارادہ وقدرت سے اپنے آپ کو اپنے عین کی شکل میں دیکھ رہا ہے۔ دیکھنے والے کی حیثیت سے وہ "ناظر" ہے اور آئینے میں وہی "منظور" ہے یعنی "ناظر" ہی کا "وجود اضافی" (جو اس کا "عین" ہے۔ صفت نہیں) آئینہ میں "منظور" ہے۔ "ناظر" نے اس طرح اپنے آپ ہی کو دیکھا ہے۔

وجود مطلق ذات مطلق ہے اور ایک حال میں ہے "اس کی کوئی مخصوص جہت نہیں ہے لیکن موجودات اضافی کے باعث (جو اس کے عین ہیں اور جن کا وہ مضاف ہے) وہ جہات میں آیا۔ اس لیئے ہر جہت اس کی جہت ہوگئی۔ اینما تولو فثم وجہ اللہ۔ جیسے زید بیٹھا ہوا ہے۔ خالد اس کے داہنی طرف بیٹھ گیا تو زید اس کی بائیں طرف ہوا۔ اب خالد اُٹھ کر زید اُٹھ کر زید کے بائیں جانب بیٹھ گیا تو ہم نے کہا کہ زید اس کے داہنی جانب ہے۔ حالانکہ زید شروع سے آخر تک ایک ہی جگہ بیٹھا رہا۔ یعنی وہ "اپنے حال پر ہے" محض خالد کے "وجود اضافی" کی وجہ سے "جہات میں آیا"۔ ہر چند کہ ہستی حق کا معاملہ ہر مثال سے الگ ہے تاہم سمجھنے سمجھانے کے لیے سمجھو کہ موجود وجودی حقیقی نے جب خود کو دیکھنا چاہا تو مرتبۂ غیب ھویت میں رہتے ہوئے اپنی انیت (میں ہوں) کی جانب توجہ کی۔ اور اس طرح اُس نے اپنے آپ کو اجمالاً دیکھا یا پایا۔ گو اپنے ہونے کے متعلق ذات کی یہ ایک شعوری حالت ہے جو اس کی پسندیدہ اور محبوب ہے۔

لہٰذا خوش ہو کر اس نے اس کی تعریف کی اور اس تعریف کی گئی حالت کو جو خود اُسی کی تھی محمدؐ کہا۔

عارفین نے اصطلاحاً اس مرتبۂ ذات کو حقیقت محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم، تعینِ اول، لباسِ اول، ظہورِ اول اور وحدت وغیرہ کہا ہے۔ اور اس حال یا مرتبۂ ذات کے دیگر اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے لئے چند دیگر نام یا اصطلاحات بھی مقرر کی ہیں۔

اس کے بعد ہی اس نے اپنی انیت (میں ہوں) کے اجمالِ علمی کی "تفصیل" کا مشاہدہ فرمایا۔ اس مرتبۂ ذات کو اصطلاح میں واحدیت کہا گیا ہے۔ یہ تینوں مراتب (۱) مرتبۂ غیب و اطلاق (احدیت (۲)، مرتبۂ علم اجمال (حقیقت محمدیؐ - وحدت) اور (۳) مرتبۂ علم تفصیل (واحدیت) مراتب الٰہیہ علیمہ کہلاتے ہیں۔ اور خارج[1] میں یہی مراتب کونیہ خارجیہ کہلاتے ہیں اور اُن کی وضاحت عموماً روح۔ مثال۔ عالم حس و شہادت اور "انسان" کے عنوانات کے تحت بیان کی جاتی ہے۔

پہلے ان مراتبِ ظہور کا خلاصہ بذریعہ نقشہ اگلے صفحہ پر دیا جا رہا ہے اس کے بعد ہر مرتبۂ ظہور اور متعلقہ اصطلاحات کی وضاحت آگے بیان کی جائے گی۔

نقشہ آئندہ صفحہ پر دیکھئے

---

[1] ہمارے سمجھنے کے لئے "خارج" ہے ورنہ "وجود حقیقی" کا کوئی "خارج" نہیں ہے۔ وہ سب پر "محیط" ہے۔

نقشہ مراتب ظہور ذات

	غیب ۔ لاتعین ۔ احدیت (ہاہوت)
(۱)	(اجمال علمی) وحدت لاہوت (حقیقتِ محمدی) (تفصیل علمی) واحدیت ↓
(۲) عالم امر	عالم ارواح
(۳) عالم خلق	عالم مثال عالم حس و شہادت عالم انسان کامل

مراتب علمیہ الہیہ یا مراتب بطون = الباطن

مراتب خارجیہ = الظاہر

ملکوت

جبروت

ناسوت

ھو الاول والآخر والظاہر والباطن — قرآن

ان مراتب بطون کا مرکزی نقطہ "وحدت" یعنی "حقیقت محمدی" ہے

ان مراتب خارجیہ کا بھی مرکزی نقطہ یا حقیقت مشترک وہی حقیقتِ محمدی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

نوٹ: ہر مرتبہ کی کچھ تفصیل آگے دی گئی ہے

حصہ۔۳۔ باب۔۷

مرتبۂ لاتعین۔غیب ہوئیت۔احدیت

قال علیہ السلام کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ غَیْرُہٗ۔
یعنی اللہ ہی اللہ تھا اور نہ تھی اس کے ساتھ کوئی شے اُسکی غیر۔
(امام بخاریؒ)

پھر حق سبحانہ تعالےٰ نے اپنے آپ کو یعنی اپنی ذات وصفات کو اپنے آپ پر، اپنے آپ کی شناخت کے لئے ظاہر کیا۔ حدیث قدسی ہے:۔

کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ وَ تَعَرَّفْتُ اِلَیْھِمْ فَبِیْ عَرَفُوْنِیْ وَعَرَفْتُہٗ بِھِمْ۔

ترجمہ: یعنی میں پوشیدہ خزانہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے "خلقت" کو ظاہر کیا اور میں نے ان کو اپنا شناسا کیا پس شناخت کیا مجھ کو مجھ سے، اور میں بہ سبب ان کے پہچانا گیا۔[۱]

ایک دوسری حدیث میں فَخَلَقْتُکَ یَا مُحَمَّدُ ہے۔ اور اولیائے کرامؒ نے دونوں میں یوں مُطابقت بیان کی ہے کہ "محمد" سے مراد "اجمال" ہے اور "خلق" سے تفصیل۔ دونوں میں کوئی مغائرت نہیں ہے جیسا کہ آگے وحدت اور واحدیت کی تفصیل سے واضح ہوگا اور پچھلے صفحہ پر نقشہ سے بھی ظاہر ہے۔

"علمائے محققین" کے نزدیک حق تعالےٰ واجب الوجود، وجود حقیقی

---

[۱]۔ اس حدیث قدسی کو تمام صوفیائے کرام نے لکھا ہے اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے تکملۂ معراج النبوت میں اس کا ذکر کیا ہے۔

یعنی ما بہ الموجودیت ہے اور وہی عین ذات ہے۔ یہ مرتبہ "ملاحظۂ صفات" کے بغیر ہے۔ اس کے لئے نہ کوئی شکل ہے، نہ حد، نہ حصر، لیکن وہی "اعتباری" شکلوں، حدوں، اور حصروں" میں اپنے عرفان کے لئے ظاہر بھی ہے۔ یعنی وجود حق واحد ہے مگر لباس متعدد و مختلف ہیں۔ ان ہی کو "حضرات" یا تنزلات" کہا گیا ہے۔ یہ وجود تمام موجودات کی حقیقت ہے۔ کوئی شے اس وجود سے خالی نہیں۔ یعنی مرتبہ لاتعین میں وہ ذات "ہر قید" و "اعتبار" سے منزّہ ہے۔ اور جملہ اضافات وصفات و دلالت الفاظ ولغات سے مقدس ہے۔ حتیٰ کہ اس مرتبہ میں اُسے "مطلق" کہنا بھی ایک لحاظ سے "قید" ہے۔

؎ اطلاق ہر صفت سے غنی بے نیاز ہے
مطلق بھی کہہ سکیں نہ اُسے ڈر ہے قید کا (ناچیز مصنّف)

محققین کرام نے اس کے لئے چند نام اور بھی رکھے ہیں۔ مثلاً
غیب الغیوب :۔ اس لئے کہ یہ مرتبہ فوق جمیع مراتبِ معقولہ سے ہے جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔
وجود البحت :۔ اس لئے کہ اس مرتبہ میں ذات اسم[1] و رسم[2] و نعت[3] و وصف[3] سے خالص ہے۔ ذات بحت، غیب ہویت، لابشرط شے :۔ اس لئے کہ وجود جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے یہاں تمام قیود حتیٰ کہ "قید اطلاق" سے بھی منزّہ ہے۔ اسی لئے بعض حضرات غیب ہویت یعنی ذاتِ بحت کو مرتبہ اطلاق سے بھی اوپر رکھتے ہیں اور اطلاق سے مراتب ذات کا شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ

[1] ۔ اسمِ عبارت ہے ذات یا صفات وجودی سے جیسے علیم و قدیر وغیرہ۔
[2] رسم مراد ہے خلق وصفات سے
[3] نعت عبارت ہے صفات وجودی سے اسے وصفِ ثبوتی اور وصف بالمعنی بھی کہتے ہیں۔

اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ شاہد خلوت غیب الھویت نے پہلا تنزل الطلاق میں فرمایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ترتیبِ موجودات میں عقل نے ذات کے متعلق سب سے پہلا اعتبار اطلاق میں کیا۔ اور اطلاق سے عدم اعتبار قیود مراد ہے۔ یہ نہیں کہ ذات میں فی الواقع قیود وصفات مندمج نہ تھے

احدیت

اب احدیت کی وضاحت کی جاتی ہے تاکہ اس کے چند مخصوص گوشے سامنے آجائیں اور مشائخ وجودیہ حقیقیہ کے عقائد توحید وجودی سے متعلق قرآنِ پاک کی بعض آیات قرآنیہ کی روشنی میں واضح ہوسکیں۔

عربی زبان میں دو لفظ احد اور واحد ہیں جن کا ترجمہ اردو میں "ایک" ہی کیا جاتا ہے۔ حالانکہ دونوں لفظوں کے مفہوم اور محل استعمال میں فرق ہے۔ فرق نہ ہوتا تو دو الفاظ وجود ہی میں نہ آتے۔ چنانچہ —
احد وہ "ایک" نہیں" ہے جو کثرت کی ضد ہو۔ بلکہ ایسا "ایک" ہے جس کی ماہیت میں کوئی دوسری چیز یا اُس کا تصوّر بھی شامل نہیں۔
واحد کثرت کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے، یا وہ "ایک" جس کی ماہیت میں دوسرے واحدے ضم ہوگئے ہوں۔ جیسے روپے کے ایک ڈھیر کے مقابلہ میں ایک روپیہ کو واحد کہیں گے احد نہیں۔ دوسری مثال ریشوں کا مجموعہ دھاگا یا دھاگوں کا مجموعہ رسّا۔ (یہ لغوی معنے ہیں۔ اصطلاحی معنی آگے بیان ہوں گے) اسی لئے قل ھو اللہ احد کہا گیا ہے قل ھو اللہ واحد نہیں فرمایا گیا کیونکہ سورۂ اخلاص میں حق سبحانہٗ کی شانِ احدیت (تنزیہی) جتانا مقصود ہے۔ اعداد و شمار (یعنی ایک دو تین) یا کثرت کے مقابلہ میں ایک کہنا مقصود نہیں۔

اسی "شانِ احدیت تنزیہی" کی مزید وضاحت اسی سورۃ میں، اسی جملہ کے آگے دوسرے جملے اَللّٰہُ الصَّمَدُ سے کی گئی ہے۔ لغتِ عربی

میں " صَمَدٌ " ۔ پتھریلی زمین کو کہتے ہیں ۔ اس کے معنی پتھر بھی ہیں یا ایسی ٹھوس چیز جس میں کوئی دوسری ٹھوس چیز نہیں سما سکتی ۔ جیسے پتھر میں دوسری ٹھوس چیز جیسے لوہا ، لکڑی یا دوسرے پتھر کے سمانے کی استعداد نہیں ہے جب تک کہ پتھر کو کاٹ کر دوسری چیز کے لئے جگہ نہ بنائی جائے ۔ مختصر یہ کہ احدیت اور صمدیت سے " غیریت وجود " کا ابطال ' اور خالص تنزیہ کا بیان مقصود ہے یعنی جناب احدیت وصمدیت وجوداً و ذاتاً اپنے غیر کے تصوّر سے بھی منزہ ہے ۔ اگلی آیت لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ سے بھی یہی ابطال مقصود ہے یعنی (نہ اُس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا) کیونکہ اُس امر میں دو وجودوں کے اتحاد و حلول کی ضرورت ہے لیکن حق سبحانہ' کی شانِ احدیت اس سے پاک ہے ۔ وہ نر اور مادہ بننے سے بھی پاک ہے ۔ عقلاً بھی ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ حق سبحانہ' کی احدیت وصمدیت ، ہر ایسی ہستی کی مانع ہے جو اُس کی غیر ہو ۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ ۔ اس سے بھی ذاتِ احدیت کی تنزیہہ مقصود ہے ۔ کفو کے معنے ہم جنس ، ہم ذات ، ہمسر ، ہم نسب وغیرہ کے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے کسی خصوصیت کا اطلاق کسی دوسری ذات پر نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خود احد و صمد نہ ہو ۔ لیکن ان تمام خصوصیات کے ساتھ ایک سے زیادہ احد یا صمد کا ہونا محال عقلی ہے ۔ یعنی وَلَمْ يَكُن لَه كُفُواً اَحَد کی مصداق صرف وہی ذات ہو سکتی ہے جسے احد کہا گیا ہے ۔ کوئی دوسری ذات نہیں ہو سکتی ۔

غرضکہ پوری سورۂ اخلاص ، عالمِ تنزیہہ اور عالمِ تشبیہہ میں " غیریتِ حق " کا ابطال وجوداً اور ذاتاً کر رہی ہے ۔ اور یہی " خالص اسلامی توحید " منشائے الٰہی کے مطابق ہے ۔

واحد

یہاں ایک اشتباہ پیدا ہوگا وہ یہ کہ ایک دوسری آیتہ وَالٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ بھی ہے یعنی تمھارا اللہ اللہ واحد ہے۔ اس آیت مبارکہ میں آحد کے بجائے واحد استعمال کیا گیا ہے۔ چونکہ دونوں الفاظ کا مفہوم اور محل استعمال ایک نہیں ہے لہٰذا یہاں مختصراً کچھ اس کی وضاحت ضروری ہے۔

پہلے بتایا جاچکا ہے کہ لفظ واحد کثرت کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے "یا وہ "ایک" جس کی ماہیت میں دوسری وحدتیں گم ہوں" جیسے رسّا۔ دھاگا ان کے علاوہ ایک معنے اور بھی ہیں جو حق سبحانہ، کے لئے مخصوص ہیں یعنی وہ اللہ حقیقی جس کی بدولت کائنات کا ذرہ ذرّہ قائم ہے اور جس نے اپنی رحمتِ خاص سے وجود بخشی کے علاوہ ہر ذرہ کو اس کی استعداد مقررہ کے مطابق اپنی صفات کا بھی کچھ حصّہ عطا فرمایا ہے کسی کو کم کسی کو زیادہ اور اس طرح وہ اپنا مظہر آپ بنتا اور مظاہر میں جس شان سے چاہتا اور جب تک چاہتا ہے ظہور فرماتا ہے۔ کل یومٍ ھو فی شان[1]۔

مذکورۂ بالا وضاحت (بمعہ وضاحت حاشیہ) یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ حق تعالےٰ کس مرتبہ میں آحد اور کس مرتبہ میں واحد ہے۔ اور یہ بھی ذہن نشین کرلیا جائے کہ دونوں مرتبوں میں اس کی "وحدت" مشترک ہے یعنی دونوں مراتب میں وہی وہ ہے اور غیریت قطعاً معدوم ہے۔

---

[1] ۔ بعض محققین نے یہ مفہوم بھی لیا ہے کہ ایسا ایک الٰہ حقیقی جس میں دیگر تمام باطل معبودوں کی (جنکی الٰہ کے نام سے پرستش کی جاتی تھی) ہستیاں فانی یا مستہلک ہوگئی ہوں یعنی جس نے معبودانِ باطل کو ختم کردیا ہو جبھی تو اُن کے پرستاروں نے کہا تھا کہ کیا اِس شخص نے (یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے) ہمارے تمام معبودوں کو ملا کر ایک کردیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

(اسلامی توحید میں "حلول" واتحاد کی گنجائش نہیں ہے۔کیونکہ اس کے لئے دو وجود ضروری ہیں۔) دراصل "وحدت ہی اس کا طرّہ امتیاز ہے جو ہر جگہ، ہر مظہر میں، نئی نئی شانوں کے ساتھ، برقرار ہے اسی کو" نور اللہ" کہا گیا ہے اور یہی " نورِ محمدی" یا " ظہورِ محبوبؐ" ہے۔

یہاں تک جو بیان ہوا اس کا خلاصہ نقشۂ ذیل سے ظاہر ہو گا:۔

غیب، لاتعین، احدیت

پہلا تعین وحدت

یا حقیقت محمدیؐ (مرتبۂ اجمال فی العلم)

دوسرا تعین واحدیت

(یا مرتبۂ تفصیل معلومیت ذات)

یہ تینوں مراتب ذات، فی الباطن ہیں۔ظہور فی الخارج میں اُن کے نام۔ عالم ارواح، عالم مثال۔عالم حس وشہادت اور سب کا مجموعہ انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مثالاً (حالانکہ کسی مثال سے اس کی حقیقت واضح نہیں ہو سکتی) بذریعہ دوائر اسی حقیقت وجودی کو یوں پیش کر سکتے ہیں۔یہ دائرے ایک دوسرے کے برابر ہیں:۔
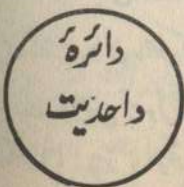
مثالاً انھیں تین روپیے سمجھئے۔ جوایک دوسرے پر اسی ترتیب سے رکھ دیئے گئے ہوں کہ ایک دائرے کی تین پرتیں معلوم ہوتے ہوں۔ اس طرح چند حقائق اچھی طرح واضح ہوجائیں گے۔ مثلاً

(۱) دائرۂ وجودِ حق سے کوئی شے باہر نہیں ہے۔ بلکہ عالمِ کثرت (واحدیت) وحدت یا احدیت ہی کی تفصیل ہے۔

(۲) وہ "الاٰن کما کان" ہے یعنی تفصیل کے بعد بھی اس کی احدیت برقرار ہے اور تخمِ اوّل کی طرح بعد ظہورِ شجر غائب نہیں ہوگیا۔

(۳) درمیانی سکّہ (وحدت، حقیقتِ محمدیؐ) نمبر (۱) اور (۳) کے درمیان "برزخ" ہے یعنی دونوں طرف واصل و شامل ہے۔

ان حقائق کے ساتھ ساتھ یہ تنبیہات بھی ذہن نشین رہیں کہ

(الف) مثالیں محض سمجھنے سمجھانے کے لئے ہوتی ہیں وہ مکمل حقیقت کو ظاہر نہیں کرسکتیں۔

(ب) مندرجہ بالا مثال میں نمبر ۲ اور نمبر ۳ سکّوں کو نمبر (۱) سے الگ، فی نفسہٖ قائم۔ یعنی قائم بالذات اور اس کا مقابل نہ سمجھا جائے۔ بلکہ اسی کی تجلّی اجمالی علمی اور تجلّی تفصیلی علمی۔ باور کیا جائے۔ اصطلاح میں انہی کو تعین اوّل اور تعین ثانی کہہ کر وضاحت کی گئی ہے۔

حصّہ ۳ ۔ باب ۔ ۸

(الف) مرتبۂ دوم تعیّن اوّل حقیقتِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم

وجودِ مطلق جسے اپنے کمال عروج ذاتی میں استغراق کلّی تھا (مرتبۂ لاتعین) اُس نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا خود اپنی شیون وصفات معلومہ و پوشیدہ (مراد بالقوۃ) کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کُن (ظاہر ہو جاؤ) فیکون (پس وہ ظاہر ہوگئیں) یعنی ذات نے اس مرتبے میں اپنے آپ کو اس حال میں پایا کہ اُس کی شیون وصفات وجمیع موجودات اس کے علم میں بمرتبۂ "اجمال" ہیں اور کسی کو کسی سے امتیاز حاصل نہیں ہے ۔ یہ حالت شعورِ ذات، من حیث الاسمار والصفات مجملاً ہوئی ہے ۔ اسی کو "علم" کہا گیا ہے ۔ گویا ہستی مطلق وہ تعینات واعتبارات کے ساتھ علم وادراک اور کلام کی قید میں آتی ہے ۔ اگر اسے "ہست بقید علم" کہیں تو یہ اس کا تعیّن اول ہے جسے وحدت یا حقیقت محمدؐی کہتے ہیں ۔ یہ "علم" صرف "علم حضوری" ہے یعنی وہ جانتا ہے کہ "میں ہوں" (یہ حالت من حیث الاسمار والصفات مجملاً ہے) اسی حالت کو صوفیہ کی اصطلاح میں وحدت وجبروت، حقیقت محمدؐیہ، حقیقت انسانیہ، علم مطلق، وجود مطلق، وحدت حقیقت، فلک ولایت مطلقہ، تجلّیٔ اوّل، رابطۂ بین الظہور والبطون، محب الحقیقت، قابلیت اول، مقام اوّل، برزخ البرازخ، برزخ کبریٰ، عقل اوّل، عالم صفات، قلم اعلیٰ، ظہور اول، اُم الکتاب، مبدءِ اول، حقیقت الحقائق، روح اعظم، ابوالارواح، آدم حقیقی ظل اوّل، عالم وحدت، رابطۂ اوّل، عالم اجمال، وجود اوّل، عالم رموز،

اسم اعظم، مرتبۂ آدنی، واسطۂ آدنی، جمع الجمع اور تعین اول وغیرہ کہتے ہیں۔

ظہورِ ذات کا یہ مرتبہ (وحدت) منشاء ہے تمام قابلیات کا کہ وہ حقائق اشیاء ہیں۔ اس مرتبہ کا ظہور و بطون مساوی ہے اور یہ برزخ جامع ہے۔ درمیان احدیت و واحدیت کے۔ جس طرف توجہ کرتا ہے بے واسطہ اُس کا رنگ پکڑتا ہے۔ کبھی بطون کی طرف توجہ زیادہ رہتی ہے کہ وہ احدیت ہے اور کبھی ظہور کی طرف کہ وہ واحدیت ہے لیکن اس مرتبہ کی اصلی حالت یہی ہے کہ کسی جانب غلبہ نہ ہو، اس حالت میں اسے "وحدت حقیقی" بھی کہتے ہیں۔

اس مرتبۂ وحدت کو حقیقت محمدیؐ بھی کہتے ہیں کہ جب ذاتِ مطلق نے اپنے آپ کی طرف اجمالاً توجہ کی اور جو کچھ اس سے یا اس میں ہے تمام کو اجمالاً مشاہدہ کیا تو محمد صلعم ہی کو مشاہدہ کیا۔ یعنی خود اپنی ذات میں اپنی توجہ کے ماحصل کو جو اُس نے اُس مرتبے میں مشہود ہوا اُسے اسی نے محمدؐ کہا۔ بلکہ محض شہود آنحضرت صلعم کو وحدت کہتے ہیں۔ یعنی آنحضرت صلعم کے شہود میں ذات کو وجدان اپنا ہے۔ ذات کے ماسوا اگر وہاں کوئی دوسری شے یا اس کی حقیقت "بطور غیر اللہ" ہوتی تو اس کا بھی مشاہدہ ہوتا۔

ذات کے مرتبۂ وحدت (حقیقت محمدیؐ) کا کام یہ ہے کہ مرتبۂ احدیت سے فیض لے اور مرتبۂ واحدیت کو پہنچائے تاکہ پرورش 'عالم' کی ہو۔ (آپ کہیں گے کہ یہ "عالم" کیا ہے۔ یہ "عالم" مرتبۂ واحدیت میں "مفصل معلوماتِ ذات" ہیں جس کا بیان آگے آرہا ہے۔)

لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ رُبُوْبِیَّتِیْ ۔ (ترجمہ) (اگر آپؐ نہ ہوتے تو میری رُبوبیت ظاہر نہ ہوتی)

اس پر شاہد ہے۔ اسی لئے مرتبہ حقیقت محمدیؐ کو برزخ کُبریٰ بھی کہتے ہیں۔ دیگر ناموں سے جو اُوپر مذکور ہیں اس مرتبے کی دیگر صفات واضح ہو رہی ہیں لہٰذا تفصیل حذف کی جاتی ہے۔

باب ۸ ۔ (ب)

تیسری حالت یا تیسرا مرتبہ۔ واحدیت
تعین ثانی

اس حالت یا مرتبہ سے حق سبحانہٗ تعالےٰ کے علم کی وہ حالت مراد ہے جب کہ ذات کی توجہ اپنے ساتھ اپنی تمامی شیون وصفات و" جمیع موجودات" یعنی ان کی حقیقتوں کی جانب بطریق تفصیل، با امتیاز بعضہا عن بعضٍ ہے۔ یعنی جو کچھ تعین اوّل میں مجمل تھا وہ تعین ثانی میں مفصل ظاہر ہوا۔ یہ تینوں مرتبے مراتب الٰہیہ کہلاتے ہیں۔ ان میں جو تقدم و تاخر نظر آتا ہے وہ عقلی ہے زمانی نہیں۔ اس مرتبہ کو واحدیت، معدنِ کثرت، لوحِ محفوظ، فلکِ حیات، قابلیتِ ظہور، منشا رکثرت، نفسِ رحمانی، اعیانِ ثابتہ، عالمِ باطن، عالمِ معانی، عالمِ امر، عالمِ اسمار و الصفات وحضرتِ الوہیت، عالمِ جبروت اور حضرتِ جمع والوجود کہتے ہیں۔

معدنِ کثرت و منشائے کثرت۔ اس لئے کہ یہاں کثرت کا اعتبار شروع ہوا۔

قابلیتِ ظہور۔ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مرتبہ حقائق عالم کو متضمن ہے جو

منشائے کثرت اور ظہورِ عالم کی قابلیت رکھتا ہے۔
نفسِ رحمانی۔ اس لئے کہ نفسِ رحمانی عین تجلّی ثانی ہے۔ ظہورِ عالم مانند نفس پراگندہ کے ہوا ہے جیسے متنفس کے سانس منہ سے نکل کر پھیل جاتے ہیں۔ یہ تجلّی ثانی بھی مانند انبساطِ نفس و رحمتِ عام ہے۔
حضرت الاسماء والصفات وحضرت الوہیت۔ اس لئے کہ اس میں ذات کی توجہ اپنے اسماء و صفات کی طرف ہے۔ اور الوہیت، تمامی اسماء و صفات و افعال کے حصول سے عبارت ہے۔
فلکِ حیات۔ اس لئے کہ مدارِ "حیاتِ عالم" اس مرتبہ میں ہے جو متضمن ہے۔ عالم اجسام و ارواح کے حقائق کو۔ اسے قابلیت الکثرت اس لئے کہتے ہیں کہ اس مرتبہ میں حقائق اشیاء، یعنی وجوداتِ خارجیہ کی قابلیت ملحوظ ہے۔
حضرت جمع والوجود۔ اس لئے کہ اس مرتبہ میں اطلاق اسماء و صفات کا ذات پر صادق آیا ہے یعنی اس میں ذات من حیث الاسماء و الصفات پائی جاتی ہے۔ یہ وہی بات ہے جو اوپر حضرت الاسماء و الصفات کے تحت بیان ہو چکی ہے۔
اعیان ثابتہ۔ اس مرتبہ میں حقائق موجودات علم میں مفصل ہوئے ہیں لیکن وجود خارجی نہیں رکھتے۔ نہ وجود خارجی میں آسکتے ہیں۔ ان حقائق موجودات کو اس مرتبہ میں اعیانِ ثابتہ اور ماہیات کہتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے مٹی کے برتن بنانے والا، اپنے خیال میں پہلے برتنوں کی شکل وصورت لائے۔ ان "علمی صورتوں" کو جو "علمی امتیازات" کے ساتھ تصور میں پہلے آئیں۔ اعیانِ ثابتہ کہا گیا ہے۔
خلاصہ۔ ذاتِ احدیت میں کثرت کی گنجائش نہیں۔ وحدت میں

کثرت بالقوۃ ہے یعنی تفصیل کی قابلیت ہے۔ ان قابلیات کو شیون الہیہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد مرتبۂ واحدیت ہے جس میں اسماء و صفات اور اعیان ثابتہ کے تفصیلی علم کی جانب ذات کی توجہ ہے۔ بعد کی دو فصلیں اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

فصل (۱) اُمہات صفات

اصلی صفات تین ہیں (۱) حیات۔ (۲) علم (۳) قدرت
علم کے دو مددگار ہیں سمع اور بصر........ قدرت کے بھی دو مددگار ہیں
ارادہ اور کلام
اس طرح کل سات صفات ہیں یعنی حیات[۱]، علم[۲]، سمع[۳] و بصر[۴]
قدرت[۵]۔ ارادہ[۶] و کلام[۷]۔ انھیں امہات صفات کہتے ہیں۔ کیوں کہ باقی تمام صفات ان ہی کے ذیل میں آتی ہیں۔

اعیان ثابتہ

علم الٰہی میں "معلومات" ہیں۔ انھیں "اعیان ثابتہ" کہتے ہیں۔ یہی "حقائق موجودات" یا "ماہیات" ہیں۔ "اعیان ثابتہ" چونکہ علم الٰہی ہیں اس لئے ذاتِ الٰہی کے ساتھ قدیم ہیں۔ مخلوق نہیں ہیں۔ ورنہ واجب تعالیٰ کے لئے جہل لازم آئے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے پیدا کرنے کے بعد "موجودات" کو جانا۔
خلاصۂ کلام یہ ہے کہ "اعیان ثابتہ" کُن سے پہلے ہیں اور اللہ کے علم میں موجود ہیں۔

فصل (۲) کُن سے پہلے اور اُس کے بعد

فصل سابق میں ہم بتا چکے ہیں کہ "ماہیات" یعنی "حقائق موجودات" اللہ کے علم میں بہ صورت "اعیانِ ثابتہ" موجود تھیں۔ وہ اللہ کے علم میں تھیں اس لئے "تخلیق" سے قبل اُن کا وجود تھا۔ یہ کن سے پہلے کی صورتِ حال ہے۔

"اعیانِ ثابتہ" نے گویا اللہ سے "وجودِ خارجی" طلب کیا۔ رحمتِ حق جوش میں آئی۔ (حضرت شیخ اکبرؓ اسے "کرب" سے تعبیر کرتے ہیں) اور جوش میں آکر انھیں "وجودِ خارجی" عطا فرمایا۔ عطائے وجود کا یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔

حق تعالےٰ "اعیانِ ثابتہ" کی استعدادوں کو جانتا ہے (کیونکہ اسی نے مقرر فرمائی ہیں) یہ گویا سمع ہے۔ پھر وہ اُن کی طرف توجہ فرماتا ہے۔ یہ گویا بصر ہے۔ اعیان کو "موجود" کرنے کے لئے اپنے اسمار و تجلیات کو متوجہ کرتا ہے۔ یہ قدرت ہے۔ پھر ارادہ سے "متعین وجود" کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ پھر کُن (ہوجا) فرماتا ہے۔ یہ کلام ہے

اس امر کُن یعنی "ہوجا کا حکم" "ملتے ہی" "مخلوق" "موجود" ہو جاتی ہے یعنی کُن کے بعد "مخلوق" ظاہر ہو جاتی اور "موجودیت فی الخارج" کا عالم شروع ہوتا ہے اسے یوں بھی کہتے ہیں کہ "اعیان پر فیض وجود رواں ہوا۔" اسی کو "نفس رحمانی" کہا گیا ہے۔ کیونکہ اسم رحمٰن سے حق تعالیٰ رحم عامّہ فرماتا ہے۔

تمامی اسمار وصفات و اعیان وحقائق، ایجاد وصور عالم کا تقاضا کرتے تھے جس کو اُس نے پورا کیا۔ اسی طرح صور عالم، ظاہرِ حق ہیں اور

صورتِ عالم میں ذاتِ حق ہی باطن و پوشیدہ ہے۔ کُن سے پہلے "غیر حق" کا وجود نہ تھا۔ جو تھا وہ علم حق مع معلوماتِ حق تھا (اُسے بھی "غیر حق" نہیں کہہ سکتے)۔ بموجب حدیث

کَانَ اللّٰہُ وَ لَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْیٌٔ غَیْرُہٗ (ترجمہ) (یعنی تھا اللہ اور نہ تھی اس کے ساتھ کوئی شے اُس کی غیر یعنی) کچھ اس کا غیر نہ تھا نہ اب ہے الآن کما کان اس کا ثبوت ہے۔

کُن کے بعد وہی "معلوماتِ حق" "مخلوق" کہلائیں اور ان ہی معلوماتِ حق "کو ظہور عطا ہوا۔ اسی طرح حق ہی ظاہر حق ہی باطن حق ہی اول اور حق ہی آخر ہے۔

ھو الاوّل والآخر والظّاھر والباطن۔ آیت قرآنی شاہد ہے۔ وھو بکل شیئٍ علیم۔ اور وہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔ "علیم" ہونا اس کی صفتِ ذاتی ہے جو ذات سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ یہی حال تمام صفات و اسمار کلہ ہے۔ ان ہی کا ظہور، "کائنات" ہے۔ خواہ اسے "مخلوق" کہو خواہ کوئی دوسرا لفظ اختیار کر لو۔ لیکن حقیقت اپنی جگہ قائم رہے گی اور وہ ہے (لا موجود الا اللّٰہ)

باب ۸ (ج)

حضرتِ روح (روحِ محمدیؐ)

ذات کا مرتبۂ چہارم ۔ تعیّن سوم

اَوَّلَ مَاخَلَقَ اللّٰہُ رُوْحِیْ ۔ سب سے پہلے اللہ نے میری روح پیدا کی (ظاہر کی)
حدیث مذکورہ بالا میں بھی لفظ اوّل استعمال ہوا ہے اور حدیث شریف اَوَّلَ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ میں بھی اوّل فرمایا گیا ہے لیکن ان میں نہ تضاد ہے نہ اختلاف۔ دونوں کا مقصود ایک ہی "ذات" ہے۔ جیسے زید کو اشارے سے بلاؤ یا نام لے کر پکارو۔ یا نام کو کاغذ پر لکھو۔ مقصود سب کا ایک ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ

ترجمہ : یعنی جب آدمؑ کے جسمانی ڈھانچے کو درست کر لیا تو پھونک دی میں نے اُس میں "اپنی روح"

اِس روح کی داستان طویل اور اس کے کرشمے لامتناہی ہیں۔ یہاں مختصراً چند نکتے بیان کیے جاتے ہیں۔

جسم کی حیات جان سے ہے اور خود جان کی حیات۔ جانانِ جان یعنی ذات سے ہے (یہاں "جان" یا "روح" سے مراد وہی روح ہے جس کا ذکر آیتہ مذکورہ بالا میں کیا گیا ہے)

یہ روح، ذات کی "محبوب" یا اس کا "راز" ہے اس لئے اُسے

پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اسے پوری طرح کوئی نہیں بیان کر سکتا۔ محبوب و محبوبیت کے بھید کو محبوب ہی جانتا ہے۔ یا اس کا حبیب۔
اسی لئے فرمایا۔ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ (اے محبوبؐ۔ آپ فرما دیں کہ "روح" میرے رب کے امر سے ہے۔ ("امر" ذاتِ حق ہی کی ایک شان یا صفت ہے، جو ذات سے جدا نہیں۔ یہی حکم "روح" کا ہے) روح میں ذات نے اپنے آپ کو دوبارہ پایا ہے۔
ذات کو اپنی ہی بازیافت، اسمار و صفات وغیرہ کے ساتھ ہوئی ہے جس طرح کہ نورِ ظہور میں ہوئی ہے۔

اپنے آپ کو دوبارہ پانے کی مثالیں :۔

مثال (۱) دائرے کے وجود میں آنے سے قبل نقطہ حرکت میں آتا ہے اور دائرے کی تکمیل پر دوبارہ وہیں پہنچ جاتا ہے جہاں سے چلا تھا۔ وہی نقطۂ اوّل تھا وہی آخر ہوا۔ یہاں دراصل دو نقطے موجود نہیں ہیں بلکہ اسی ایک نقطہ نے جو پہلے تھا دوبارہ اپنے آپ کو پایا ہے۔ فرق یہ ہے کہ دوسری بار دائرے کی تکمیل کے بعد اپنے آپ کو پاتا ہے۔ یہاں دائرے کو عالمِ تشبیہ، یا عالمِ اسمار و صفات و افعال و آثار سمجھ لو یعنی نقطۂ اوّل اپنے آپ کو دوبارہ "عالمِ تشبیہ کے ساتھ" پاتا ہے۔ یا یوں کہہ لو کہ وہ اپنی تنزیہہ پر برقرار رہتے ہوئے عالمِ تشبیہ میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور آخر میں پھر اپنی تنزیہہ کو پا لیتا ہے۔

مثال (۲) یا جیسے "ناظر" آئینے میں منظور کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے اس سے ناظر دو میں تقسیم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ خود ناظر ہے اور خود ہی منظور ہمارے دیکھنے میں دو نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں ایک ہی ہوتا ہے اور اس طرح وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے یا "پاتا" ہے۔

لیکن یہ صرف ہمارے "فعل باز یافتن یا پاتے" کی مثالیں ہیں یا صرف اپنی ظاہری "شبیہ" کو دیکھنے کی مثالیں ہیں۔ لیکن "روح کلی یا حضرتِ روحِ محمدیؐ میں ذاتِ حق نے اپنے آپ کو مع اسمار وصفات، احکام و آثار پایا ہے۔ اپنے "عکس" یا "شبیہ" کو نہیں۔

درحقیقت یہ دائرہ، حسن وعشق کا چکر ہے۔ جس میں نقطۂ اوّل ("حسن وجمالِ حقیقی" کُنتُ کَنزاً مَخفِیّاً ہے)۔ اس نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ یعنی خود اس کے اندر جو چاہ یا محبت یا عشق کی صفت تھی۔ وہ اُبھری اور اس کی خواہش ہوئی کہ اپنے "حسن وجمال" کو بہ نظرِ قدرداں یا بہ نگاہِ عاشق۔ دیکھے (واضح رہے کہ "حسن" کے اندر ہی عشق پوشیدہ رہتا ہے۔ وہی بصورت "عاشق" نمودار ہوتا ہے اور بالآخر "حسن" کا محبوب بن جاتا ہے)۔ یا بالفاظ دیگر۔ اس نے خود اپنی تفصیل حسین اور فعال صورتوں میں دیکھنا چاہا۔ چنانچہ اُس نے خود اپنے لیے۔ اپنے آپ سے۔ اپنے آپ پر ایک امر طاری کیا یعنی "کُن" کہا یعنی جو میں چاہتا ہوں وہ ظاہر ہوجائے۔ یا میرے اندر جو صفتِ عشق پوشیدہ ہے۔ وہ عاشق یا حبیب کی صورت میں میرے سامنے نمودار ہوجائے۔ پس وہ بصورتِ محمدؐ نمودار ہوگیا۔ یہ "حبیب" خود ذات کا حسن وجمال تھا جو خود اس کے سامنے حسن وجمالِ محمدؐ کی صورت میں بمعہ جذبۂ عشق نمودار ہوا بقول مصنف ؎

صورتِ معنی کہ در حرفِ مشدّد آمدہ
ذات، درآئینۂ حسنِ محمدؐ آمدہ (غنیؔ)

ذات کی یہی صورتِ حال ہے جسے حضرتِ روح کہا گیا ہے۔ یہی روح مطلق یا روح کلی یا روحِ محمدیؐ ہے۔ باقی "ذی روح انسان"

اسی کے افراد یا فرع ہیں۔ ان کی روحیں، ارواح کہلاتی ہیں۔ ان ہی سے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا خطاب ہوا اور ان ہی کا جواب بلیٰ تھا۔ نورِ وجودی محمدیؐ ہی پھیلاؤ میں عالم کثرت ہے یا یہ کہئیے کہ "روحِ محمدیؐ" ہی عالم کثرت میں پھیلی اور تمام افرادِ بشریت نے رحمتِ روحِ محمدیؐ سے اپنا اپنا حصّہ پایا۔ اس لحاظ سے رُوحِ کلی۔ روح الارواح بھی کہلاتی ہے اور چونکہ روحِ کلی میں جذبہ عشق و محبّت، خاص عنصر کی حیثیت سے موجود ہے لہٰذا ہر بشر (بالخصوص مومن) کی روح اپنے مبداءِ حقیقی سے ملنے کے لئے ہر آن بے قرار رہتی ہے۔

اور چونکہ محبّت جب "شدید" ہو جاتی ہے تو حبیب خود محبوب بن جاتا ہے۔

یُحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (القرآن)

اور ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تم سے محبت کرے تو میری اطاعت کرو۔ اللہ تمھیں محبوب بنا لے گا۔

یہی وجہ ہے کہ محبوبؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق خود "محبوب محمدؐ مصطفےٰ" یعنی "محبوب خدا" بن جاتے ہیں۔

نکتہ: انسان "عالمِ صغیر مجمل" ہے۔ اور عالمِ کثرت "انسانِ کبیر" یا "عالمِ کبیر مفصل" ہے۔ اور جس طرح انسان کا رب یا مدبر حقیقی "روحِ کلی (یا امرِ ربی یا روحِ محمدیؐ[1])" ہے۔ ٹھیک ان ہی معنیٰ میں "عالمِ کبیر کا رب یا حقیقی پرورش کنندہ۔ یہی روحِ کلی یا روحِ محمدیؐ

[1]۔ اصل روح وہی ہے جس کا ذکر "نفخت فیہ من روحی" میں ہے۔ روحِ حیوانی روحِ نباتی وغیرہ عناصر کے عمل در دعمل کا نتیجہ ہے وہ یہاں مقصود نہیں ہے۔

ہے۔ یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ عالم کبیر (جس میں تمام عالمین موجود ہیں) کا رب حقیقی۔ اللہ بواسطۂ روح کلی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین کا یہی مفہوم ہے۔

یہاں تک بیان۔ روح محمدی کی تنزیہی شان کا ہوا۔ اس کے بعد اس کی تشبیہی شان کا بھی کچھ ذکر ضروری ہے۔

پس واضح ہو کہ ناظر کے نقطۂ نظر سے......

تنزیہہ | یہ ہے کہ ذاتِ حق سبحانہٗ یا نورِ محمدی کو صفاتِ ممکنات سے منزّہ و پاک تصور کیا جائے۔ اور

تشبیہہ | یہ ہے کہ ممکنات یا تعینات (جسم و صورت) کو اوّل تجلّی حق یعنی اصل نورِ محمدی کے ساتھ مشاہدہ کیا جائے۔

جو شخص صرف تنزیہہ میں اٹک کر رہ گیا۔ وہ بے ادب ہے کیونکہ اس نے ذاتِ حق کو تنزیہہ میں محدود کر دیا۔ چنانچہ اس کا عرفان کامل نہیں ہوا اور جس نے صرف تشبیہہ (جسم و صورت یا تعین) کو (حق کی شان تنزیہہ کو مطلق فراموش کر کے۔ اور حق کے آثار تنزیہہ سے بالکل الگ کر کے) دیکھا۔ وہ بت پرست۔ کافر، مشرک، زندیق۔ دہریہ سب کچھ ہوا لیکن جو مقام جامعیت پر قائم رہا یعنی جس نے انوار و تجلّیات حق کا مشاہدہ جمیع موجودات میں کیا۔ وہ مسلکِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے والا ہے۔ یہی حضرات تنزیہہ میں تشبیہہ اور تشبیہہ میں تنزیہہ کا مشاہدہ کرتے یعنی انوارِ تجلیاتِ جلالی و جمالی میں مستغرق رہتے ہیں۔"

واضح رہے کہ اس "جامعیت" کے درجۂ کمال پر صرف

حضور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی فائز ہیں، کیونکہ آپؐ ہی جامعیتِ الٰہیہ کے مظہر اکمل ہیں۔

جسم وصورت اس کی بحث نور محمدیؐ اور کائنات (حصّہ اوّل) میں ہو چکی ہے۔ وہی کافی ہے۔ کیونکہ جو نورِ ذات ہے وہی روحِ محمدیؐ ہے۔ البتہ مادّہ کا کچھ ذکر عالمِ مثال کے بعد حضرتِ انسان کے ضمن میں کیا جائے گا۔ اور آئندہ صفحہ پر بھی مادّے کے متعلق کچھ ذکر ہے لیکن اس سے پہلے چند اشعار کا لُطف لے لیجئے۔

"صورتِ" حق

خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ

صورت پہ اپنی خلق کیا اُس نے رُوحؐ کو
یہ رُوح و نور ایک ہیں سمجھو نہ ان کو دو
آدم بھی خلق صورتِ حق پر کیا گیا
"صورت" کو ہم نے معنیٰ میں محدود کر لیا
آدم سے۔ رُوح و نور سے ظاہر ہیں مصطفٰےؐ
"صورت" جو آپؐ کی ہے وہی صورتِ خدا[1]
عالمِ وجود میں ظاھر ہیں آپؐ ہی
اوّل بھی آنحضورؐ ہیں آخر بھی آپؐ ہی
ناسوت میں، تمثلِ انسانیت ہیں آپؐ
انفس ہیں آپؐ۔ عالمِ آفاقیت ہیں آپؐ

[1] ۔ درحقیقت نورِ وجود یا روحِ وجود کی کوئی صورت نہیں ہے پانی کی طرح۔ کہ جس ظرف میں ہوگا وہی اسکی صورت کہی جائے گی۔ پھر صورت غیرمادی بھی ہوتی ہے۔ جیسے "صورتِ حال" میں ہے۔

نائب ہیں، جانشیں ہیں، اُمّت کے اولیاءؒ
صورت میں ان کی دیکھئے اب "صورتِ خدا"
رکھتے ہیں دل کے آئینے کو صاف اصفیاءؒ
بے صورتی میں دیکھتے ہیں "صورتِ خدا"
"آئینے" پر خیال ہے۔ صورت ہے لاپتہ
صورت پہ جب خیال جما۔ آئینہ چھپ گیا
تشبیہ میں بھی پاتا ہوں تنزیہ کا مزہ
محبوبِ جان و دل ہے محبّت کی ہر ادا
سارے یہ کھیل اپنی توجّہ کے ہیں غنیؔ
ہر آن ہر مکاں میں حقیقت ہے ایک ہی

مادّہ کیا ہے یہاں صرف یہ سمجھ لیں کہ مادّہ کی اصل غیر مادّی یعنی نورِ محمدیؐ یا روحِ محمدیؐ ہے۔ تاکہ وہ "جسم و صورت" میں ظاہر ہو سکے۔

حضرت جامیؒ کی یہ رباعی پھر پڑھ لیجئے:۔

ے در کون و مکان نیست عیاں جز یک نور
ظاہر شدہ آں نور بہ انواعِ ظہور
حق نور و تنوّعِ ظہورش ـ عالم
توحید ہمیں است، دگر وہم و غرور

کسی حق نگر شاعر کا یہ شعر بھی لاجواب ہے:

یک معنی و صد ہزار صورت
یک صورت و صد ہزار مرات
(آئینے)

یہاں بھی "صورت" و مرات" سے دھوکا نہ کھائیں۔

یہ ہماری "صورت" مادی" یا ہماری "تشبیہ" اور ہمارے "آئینے" نہیں. بلکہ صرف ایک مثال ہے۔ جو حقیقت کو ظاہر نہیں کرتی بلکہ صرف "عکس معنیٰ" کو ظاہر کرتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ نور محمدیؐ کی تفصیل میں ذاتِ حق نے۔ اپنے آپ کو مع اسمار وصفات واحکام و آثار ظاہر کیا، دیکھا اور پایا ہے۔

"بشری تجربات" سے ایک مثال اور دی جاتی ہے حالانکہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وہ ہر مثل ومثال سے بے نیاز ہے۔ پھر بھی مثال سے بہت کچھ سمجھ میں آجاتا ہے۔

مثال: تخم ہی درخت میں بالتفصیل نمودار ہوتا ہے۔ تنہ، شاخیں، جڑیں، پتے، پھول، ثمر وغیرہ کو ظہور میں۔ تخم اول یا باطن کے "تعینات" لباس مظاہر،" اعتبارات"، "تقیدات" وغیرہ، جو چاہو کہہ لو (ہر مرتبہ کے نام صفات، آثار واحکام جُدا جُدا ہیں) لیکن تخم کی حقیقت یا اس کا معنوی اطلاق ہر" قید" میں موجود ہے۔ گو بظاہر نظر نہیں آتا۔ پھر بھی ہم "شجر" کو دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے" تخم" ہی کو دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد من رآنی فقد رای الحق۔ کا یہی مطلب ہے۔ پھر اسی شجر میں" تخم" بھی پھل کے اندر ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ وہی تخم اول کے عین ہیں۔ اول بھی تخم۔ آخر بھی تخم۔ باطن بھی وہی۔ ظاہر بھی وہی۔ یہ ہی تخم اوّل کے لئے "اپنی بازیافت" یعنی اپنے آپ کو دوبارہ "پانا" ہے۔ قرآن پاک میں ہے:۔

سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ۔ وَفِیْ اَنْفُسِھِمْ۔ ترجمہ: یعنی ہم دکھلائیں گے اپنی نشانیاں انھیں ان کے نفوس میں اور آفاق میں۔

النفس :- ہم تم - یا ہماری ذات - جو عالمِ صغیر (جسم و روح / فنا و بقا کا مجموعہ ہے)

اور آفاق :- کائنات یا عالم کبیر (ذوات حادث و باقی کا مجموعہ) ہے

مزید تفصیل آئندہ صفحات کے مطالعہ سے سمجھ میں آجائے گی جن میں حضرتِ مثال اور حضرتِ جسم کا بیان ہے۔

باب ۸ - (د)

یا تجلیٔ پنجم - حضرتِ مثال - برزخ

حضرت مثال - وجودِ حقیقی کا ایک مرتبۂ ظہور ہے جو "تنزلات" کے سلسلے کی پانچویں کڑی ہے - اسی "وجود" کی ایک مثالی جھلک ہمارا اپنا غیر مادّی جسم ہے. جو ہمیں خواب میں سیر کرتا ہوا نظر آتا ہے - بعض حضرات نے اسے قوتِ واہمہ کا اثر اور بعض نے "قلب" سے تعبیر کیا ہے - مناسب ہوگا کہ گذشتہ بیانِ "تنزلاتِ ظہور" کا خلاصہ مختصراً دُہرا دیا جائے تاکہ اصل مقصود ذہن میں رہے۔

واضح رہے کہ تجلیات وجوداتِ احدیت ذات، محض سمجھنے سمجھانے کے لیے کسی نے پانچ اور کسی نے چھ اور کسی نے سات مقرر کی ہیں - ان ہی کو "مراتب نزول" بھی کہتے ہیں - خلاصہ یہ ہے :-

تجلّی اول - بہ تعین اطلاق عالم ہاہوت -

تجلّی دوم - بہ تعین وحدت و حقیقت محمدیؐ - عالم لاہوت

تجلّی سوم - بہ تعین واحدیت و اعیان ثابتہ عالم جبروت

تجلّی چہارم - بہ تعیّن ارواح جمیع مخلوقات، عالم ملکوت۔

تجلّی پنجم ۔ برزخ بین الارواح والاجسام ۔ عالمِ مثال
تجلّی ششم ۔ بہ تعین اجساد و اجسام، عالمِ ناسوت
تجلّی ہفتم ۔ مرتبۂ جامع ۔ انسان ۔ انسان کامل (صلی اللہ علیہ وسلم)

(ہم یہاں اجسامِ مثالی ۔ یعنی اجسامِ غیر مادّی کا مختصر ذکر کر رہے ہیں اجسام مادی کا باب آگے قائم کر کے اس کا کچھ ذکر وہاں کریں گے۔

عالمِ مثال چونکہ عالمِ ارواح اور عالمِ اجسام مادّی کے درمیان میں دونوں سے متعلق و مربوط ہے، اس لئے اسے برزخ بھی کہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ ارواحِ انسانی۔ بعد انتقال، عالم برزخ ہی میں تا قیامت قیام کریں گی)

پس ذاتِ حق کو ہر درجۂ وجود میں اپنے ظہورات سے ہر وقت نسبت یعنی رابطہ و تعلق ہے جیسے شخص کو لباس سے۔ یہ نسبتیں ہر درجۂ وجود میں ایک دوسرے سے مختلف نوعیت کی ہوتی ہیں لیکن نگاہِ عارف کو چونکہ "لباس" سے زیادہ خالص تعلق " ذات معشوق" سے ہوتا ہے لہٰذا ہر لباس (یعنی ہر مرتبۂ وجود) میں اس کی نظر "ذات" پر رہتی ہے۔ اس حالت کا اظہار یوں کیا گیا ہے :۔

؎ بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من اندازِ قدت را می شناسم

ہم مندرجۂ بالا "حضرات" کو احدیت وحدت (حقیقت محمدی) واحدیت عالم ارواح، عالمِ مثال، عالم حس و شہادت (یا اجسام) انسانِ کامل (مرتبۂ جامعیت) کے تحت بیان کر رہے ہیں۔ ضروری تفصیل گزشتہ اوراق میں بیان ہو چکی ہے لہٰذا تکرار غیر ضروری ہے۔

باب (۹)

عَالمِ حسّ وشہادت

(جسم وصورت) اور (انسان کامل) وغیرہ

فصل - ۱

صوفیائے کرام کی تعلیم کے بموجب یہ مراتب ذات "تنزلات" میں ظہور ذات کے آخری دو مرتبے ہیں۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ جملہ مراتب ظہور ذات کا جامع صرف ایک انسان کامل ہے جسے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ آپؐ نور ذات حق ہیں اور کل عوالم آپؐ ہی کے نور کلی کی بدولت ظاہر ہوئے ہیں۔ بحیثیت انسان۔ تمام انسان۔ انسان کاملؐ کی کلّیت کے افراد یا فرع ہیں۔ "کلّیت محمدیؐ" انائے کلّی حقیقی۔ نور کلّی محمدیؐ۔ رُوح کلّی محمدیؐ عقل کلّی محمدیؐ۔ جسم کلّی محمدیؐ وغیرہ پر مشتمل ہے۔ تمام افراد انسانیہ کو وجود ذات وصفات کلّیت محمدیؐ سے بقدر استعداد حصّہ عطا ہوا ہے۔ اور تمام افراد (انسان) مل کر بھی وجود و ذات وصفات کلّی محمدیؐ کے برابر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اُن کا مجموعہ بھی کُل کا جز ہی رہے گا۔ یہی حکم تمامی کائنات کے مجموعے کا ہے۔ کُل ہمیشہ کُل رہے گا اور جزو ہرگز کبھی کلّیت کی ہمسری نہیں کر سکتا۔

فصل - ۲

یہ عالم حس وشہادت معقولات ومحسوسات کا مجموعہ ہے۔ جو جمادات، نباتات، حیوانات۔ انسان اور ان سے متعلق چند غیر مادی قوتوں پر مشتمل ہے۔ یہاں اُن کا تجزیہ مقصود نہیں ہے۔ صرف انسان "اشرف مخلوقات"

ہونے کی حیثیت سے "عشقِ خدا و رسولؐ" اور "ملاقاتِ الٰہیہ" کی تمنا، تڑپ اور استعداد رکھتا ہے اور اسی کو مادیت مادی زندگی ماحول اور گردوپیش کے تمام بکھیڑوں میں اُلجھ کر حسنِ عبادات ومعاملات اور حسنِ اخلاق کا نمونہ بھی بننا ہے اور سلوکِ عشق طے کر کے معشوقِ حقیقی سے ملنا بھی ہے (والیٰ ربك كدحاً فملٰقيه' الآیتہ) لہٰذا اسی کے لئے شریعت طریقت، حقیقت، و معرفت اور اُن کے اصول وضوابط وغیرہ ہیں۔ ہر عنوان کے مفصل بیانات پر مستند کتب اور تعلیم دینے والی مستند ومعتبر شخصیتیں ہمیشہ ہر دور میں موجود رہی ہیں ان سے استفادہ کرنا ہر ذی عقل انسان کا کام ہے۔

ہمارا اصل موضوع صرف **توحید** ہے اور اس پر "برادرانِ عشاقِ وحدت" کو قائم کرنا ہے لہٰذا ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ افراد کا جسم اور مادہ بھی حقیقت میں ان کی اپنی اصل نور محمدی (نورِ ذات) ہی کی بحیثیت فرع ظہوری صورتیں ہیں۔ ان کی اپنی نہ کوئی ذاتی ہستی ہے نہ حقیقی وجود۔ جسم کی "جسمیت" اور مادے کی "مادیت"۔ روحِ کلی محمدی اور جسمِ کلی محمدیؐ کے عطیات یا ان کی شانِ رحمتہ اللعالمینی کی نشانیاں ہیں۔

روح کو اپنے اظہار کے لیے جسم کے سہارے کی ضرورت تھی۔ جسم کو اپنے اظہار کے لئے مادے کی مدد درکار تھی۔ دونوں چیزیں۔ خالقِ حقیقی۔ روح الارواح نے محض اپنی رحمت کے اظہار یا خود اپنی ذات وصفات کے عرفان کی خاطر۔ بموجب۔

(وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْن۔ ای لیعرفون)

اپنے محبوبِ خاص کی عظمتِ جلال وجمال کے خزانے سے رحمتہ اللعلمینی کے تھوں (لولاک لما ظہرت الربوبیتی) کی تائید کے ساتھ عطا فرمادیں۔

کیونکہ لطیف و بسیط اشیا یا حقائق کے ظہور کے لئے مادی و محسوس اعراض کا پردہ ضروری ہے۔

فقراء یعنی اولیاء اللہ شروع ہی سے کہہ رہے ہیں کہ ہر ذرہ مظہر ذاتِ رب ذوالجلال والاکرام اور نورِ جمال محبوبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ ہے۔ اہلِ فلسفہ نے کہا۔ مادے کی اصل غیر مادی ہے۔

موجودہ سائنس داں کہتے ہیں کہ مادہ کچھ نہیں ہے صرف مثبت اور اور منفی برقی پاروں کی حرکت و سکون کا ایک ٹھوس نظام ہے۔ اور یہی نظام اس کے ہر ایٹم (جزوِ لایتجزیٰ یا سالمہ) میں پایا جاتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ مادہ بے شمار "صورتوں" میں موجود ہے۔ لیکن درحقیقت وہ روحانی نورانی برقی قوتوں اور ان کی چند صفات کا (جو سب غیر مادی ہیں) ایک مجموعہ ہے یعنی نور یا روح بصورت مادہ جلوہ نما ہے چنانچہ سالمہ کا سائنسی تجزیہ کرنے کے بعد "مادیت" کچھ باقی نہیں رہتی۔

فصل ۔ ۳ جسم و صورت

جسم کو بعض بزرگان دین "آئینہ" کہتے ہیں جس سے مراد "مجموعۂ اعراض" ہے۔ یعنی صورت[۱]، رنگ[۲]، ابعاد ثلاثہ[۳]، لذت[۴]، لمس[۵]، بو[۶]، آواز[۷] ثقل[۸]، عناصر[۹] ہیں جو موالید ثلاثہ (یعنی جمادات ۔ نباتات ۔ حیوانات) وغیرہ میں بصورتِ اجسام یا تعینات ظاہر ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر "جسم" میں مذکورہ بالا نو (۱ تا ۹) اعراض ملتے ہیں کسی میں کوئی عرض معدوم بھی ہوتا ہے اور ان ہی کا مجموعہ موالید ثلاثہ ہوتے ہیں۔ جسم انسانی بھی ان ہی میں شامل ہے۔ یہاں یعنی عالم حس و شہادت میں ہر "جسم" آئینۂ وجود ہے۔

جس میں وہ یعنی ہستی حقیقی آپ۔ اپنے آپ پر ظاہر ہے۔ یعنی ان "حجابات"
میں جو کہ محض اضافی ہیں، خود ذات معہ حقائق صفات، واسما
و افعال جو اس کے علم میں ہیں۔ "بے حجاب" ہے

جسم انسانی = کو مذکورۂ بالا صفات (اعراض) کے علاوہ
اور بھی چند "صفات زائد" عطا ہوئی ہیں جن سے انسان جملہ مخلوق
میں ممتاز اور اشرف کیا گیا ہے۔ اور اس "آئینے" میں۔ بلکہ اس کے
ہر عضو ظاہر میں وجود حقیقی ہی کی "صورتیں" نظر آتی ہیں۔ مثلاً خود جسم
حالت قیام ورکوع میں "اللہ" اور حالت سجود میں "محمدؐ" بن
جاتا ہے۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں کے پنجوں اور انگلیوں سے لفظ اللہ
بن جاتا ہے۔ انسانی چہروں کو دیکھو۔ ان چہروں میں دائرہ قوس
احدیت و قوس واحدیت معہ وتر وحدت و حقیقت محمدیؐ نظر آتا ہے
جیسا کہ شکل ذیل میں دکھایا گیا ہے (اور معناً ناظر۔ آئینے میں اپنے آپ ہی
کو "پاتا ہے") ہمارے سامنے بھی جب کوئی چہرۂ انسانی ہوتا ہے تو اس
کی آنکھوں کی پتلیوں میں ہم اپنے آپ کو پاتے ہیں

صورت انسانی

احدیت ذات
قوس
حقیقت محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم
یعنی وحدت
عالم امر بالاجمال - برزخ کبریٰ
قوس واحدیت عالم خلق بالتفصیل
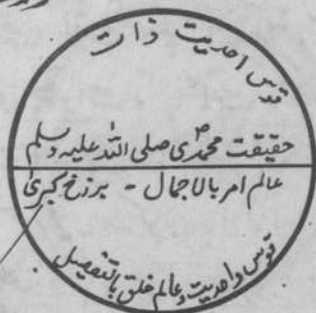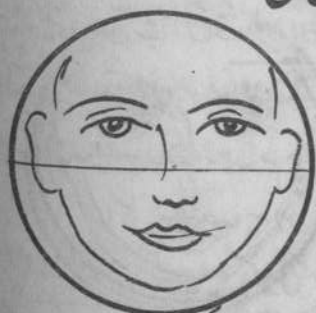
مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ط

۱؎ ملفوظی شکل

دراصل چہرۂ انسانی میں سب سے زیادہ خوبصورت اور دلکش چیز آنکھیں ہوتی ہیں اور اُن کی جان، نظر بالخصوص جو محبت سے بھرپور ہو۔ یہی عالم قہر کا ہے۔ انسانی آنکھ میں جمال و جلال دونوں صفات ہیں۔ لیکن جاذبیت یعنی کشش۔ جمال میں ہے۔ شانِ جلال اللہ سے منسوب ہے اور شانِ جمال خدا کے محبوبؐ سے۔ یہی محبوبیت ہے اور یہی رحمت۔ اسی لیئے اس کی طرف دل کھنچتے ہیں اور حسن میں اضافہ ہوتا ہے خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ کا شاید یہی مطلب ہے۔ اس کی وضاحت میں اور بھی کئی باتیں ہیں فی الحال اسی قدر کافی ہے۔

ہم نے مانا کہ صورت، رنگ۔ بو۔ آواز۔ ملس وغیرہ تمام صفات عارضی۔ اضافی یا اعتباری ہیں لیکن روح (بالخصوص۔ ونفخت فیہ من روحی کی روح) انھیں جان دار بلکہ "حق نما" بنا دیتی ہے۔ لہٰذا ناسوتی زندگی میں اضافی اور عارضی چیزیں بھی ہر وقت درس حقیقت دیتی ہیں۔ مگر انھیں جو طالب حق و حقیقت ہوں اور مراتب ظہور ذات سے واقف۔ بالخصوص مرتبۂ جامعیت انسانیہ سے۔ جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں مذکور ہے۔ نقشوں اور خاکوں سے بھی مدد لے کر یہی حقیقت واضح کی گئی ہے کہ عالم ناسوت کی مدد سے ہی دیگر تمام عالمین کی شناخت و یافت ممکن ہے۔ بلکہ تمام عالمین کا خلاصہ خود حضرتِ انسان ہے اور اس کا بھی خلاصہ اس کی انیت یعنی انا رحقہ ہے۔ اسی "طلسم" میں سب کچھ موجود ہے۔

غالب نے کس قدر صحیح فرمایا ہے:۔

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی ؛ چمن زنگار ہے آئینۂ بادِ بہاری کا

یعنی آئینے میں صورت نمایاں نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کی پُشت پر زنگار نہ ہو۔ چنانچہ بہار کی "صورت" بھی نظر نہیں آسکتی جب تک کہ چمن بطور زنگار کے "آئینۂ بادِ بہاری" کی پشت پر نہ ہو۔ یعنی ہم بہار کا دیدار۔ چمن کے ذریعہ ہی کر سکتے ہیں۔ اسی طرح خدائے الطف کو مع اسمار وصفات وافعال۔ حضرت انسان میں (جزوی طور پر) اور انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ کامل طور پر دیکھ بھی سکتے ہیں اور پا بھی سکتے ہیں۔ اس طرح کہ جو اس کی شان کے شایاں ہے۔

(فصل ۴) طلسم کدۂ عالم اور انسان

(جیسے کہ وہ عام طور پر نظر آتے ہیں)

دیکھئے نا۔ کہ اس طلسم کدۂ دنیا میں جو کچھ نظر آرہا ہے، وہ سب "حضرت انسان" کی بود و نمود ہے۔ جہاں دیکھتے ہیں انسانی کمال و زوال ہی نظر آتا ہے۔ صانع انسان، مصنوع انسان (یعنی انسان بمعنی بشر۔ اللہ کا مصنوع ہے۔) شاہ انسان۔ رعایا انسان، حاکم انسان، محکوم انسان، طالب انسان، مطلوب انسان، عاشق انسان، معشوق انسان۔ محب انسان، محبوب انسان۔ مرشد انسان، مرید انسان۔ رسول انسان، مرسل الیہ انسان۔ (یہ سب اس کے جسم و صورت سے بھی متعلق ہے اور اس کی حقیقت سے بھی۔ جسم و صورت کی مدد سے نفس مطمئنہ۔ اپنی صفات حسنہ کا اظہار کرتا ہے)

اب دوسرا پہلو بھی دیکھئے۔ یہی انسان۔ کاذب بھی ہے مکار بھی۔ فتنہ گر بھی ہے فتنوں کا شکار بھی۔ ظالم بھی ہے مظلوم بھی۔

چور، ڈاکو، فاسق، فاجر، بدبیں و بدکار بھی۔ جاہل اور مجہول بھی، قاتل و مقتول بھی۔ امیر و کبیر بھی، گدا و فقیر بھی۔ شیطان و ابلیس بھی۔ منکر و مردود بھی، حریص زر۔ طمع کا پیکر۔ قوم و ملک کا دشمن۔ باغی و بدظن وغیرہ بھی انسان ہی ہے۔ حالانکہ یہ اس حقیقت کے کرشمے نہیں ہیں بلکہ اس کا نفس امارہ ہے جو جسم و صورت کی مدد سے اپنی گمراہی، کجروی اور ضلالت کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ غرضیکہ یہی انسان "اشرف المخلوقات" بھی ہے اور "ارذل المخلوقات" بھی۔ نفس (یا قلب) کو اگر قابو میں کر لیا جائے تو وہ اشرف الخلق رہتا ہے۔ اللہ کے دوستوں نے اس کی تربیت کے طور طریقے مقرر فرما دیئے ہیں۔ ان کے زمرے میں شامل ہو کر دل یا نفس کی اصلاح ممکن ہے بشرطیکہ اللہ پاک کا فضل بھی شامل حال رہے۔
وما توفیقی الا باللہ۔

(فصل - ۵) انما الاعمال بالنیّات
(حدیث پاک)

بے شک ہر عمل کا بنیادی تعلق نیت سے ہے۔ لیکن نیت کا خیر پر ہونا بھی دل ہی کی صلاح و فلاح پر منحصر ہے۔ ارشادِ باری تعالےٰ ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا۔ (یعنی پس فلاح پائی اس نے جس نے اسے (یعنی دل کو) پاک صاف کیا۔ اور وہ خراب و برباد ہوا جس نے اس کا تزکیہ و تصفیہ نہ کیا۔) چنانچہ جب دل کا تعلق اللہ و رسول ؐ اور ان کی محبت (عشق) سے ہوگا تو اس کی نیت بھی خیر پر ہوگی اور عمل بھی درست ہوگا۔ ورنہ اس کے برعکس ہوگا۔

فصل ۔ ۶ انسانِ کامل

یہ مرتبہ ۔ "مراتب ظہورِ ذات" کا مرتبۂ جامع ہے جسے حضرتِ انسان یا انسانِ کامل کہتے ہیں۔ درحقیقت انسان۔ یعنی انسانِ کامل یا خلیفۃ اللہ۔ مظہرِ تام ہے شان الوہیت کا۔ اور جامع ہے صفات کمالیہ کا۔ جسے واحدیت کہتے ہیں۔ اس میں مرتبۂ احدیت کی بے رنگی (تنزیہہ) بھی ہے اور خلقت عنصری کے لوازم بھی ہیں۔ پس حقیقتِ کلیۂ انسانیہ حادث بھی ہے ازلی ابدی بھی۔ اجمالی بھی ہے تفصیلی بھی۔ "انسان" سے مراد انسانِ کلی ۔ تجلی اعظم شان الوہیت ہے۔ جس کے مظاہر انسان جزئی ہیں۔ ان میں بھی بعض مظہر ناقص ہیں بعض کامل ہر زمانے میں ایک ہی مظہر تام ہوتا ہے جسے غوث یا قطب زماں کہتے ہیں۔ . . . حفاظت عالم میں وہی نائب حق یا خلیفۂ الٰہی ہے۔ وہ انسان کاملؒ کا عین ہوتا ہے۔

ہم مزید چند سطور اپنی ایک سابقہ تصنیف مخزنِ انوار توحید سے یہاں نقل کرتے ہیں۔ ان میں مذکورہ بالا نکتے زیادہ واضح ہیں۔ نیز اس سلسلے میں **اسم اللہ** کی وضاحت بھی بہت اہم ہے جو حضرت شیخ اکبرؒ کے بیان پر مبنی ہے۔ چنانچہ (۱) **اسم اللہ** کہہ کر کبھی ہم ذات حق مراد لیتے ہیں (یعنی ذات۔ جو بسیط محض ہے) اس وقت اسم اللہ اسم ذات ہوتا ہے اور اس کے مقابل کوئی نہیں رہتا۔ اس مرتبہ میں نہ رب ہے نہ عبد۔ وجود مابہ الموجودیت اس کا عین ہے۔

(۲) کبھی اللہ کہہ کر **شان الوہیت** مراد لیتے ہیں جس کے مقابل عبد

یا بندہ ہے۔ یہاں ذات جمیع صفاتِ کمالیہ ہے۔ شان موثرہ یاربوبیہ ہے۔ اعیان ثابتہ اس سے متاثر، اس کے مظاہر و مرات ہیں۔ یہاں اسم اللہ تمام اسمار کا اجمال اور سب کو حاوی و شامل ہے۔ اسمار اس کی تفصیلات ہیں۔ اس لئے اس کا (یعنی اللہ بمعنی شان الوہیت کا) مظہر عین الاعیان یا عین کلی یا عین محمدیؐ ہے۔ تمام اعیان عین محمدیؐ کی تفصیلات ہیں۔ یہ عین الاعیان جب موجود "فی الخارج" ہوگا (یعنی جب اس حقیقت کا مظہر نمایاں ہوگا) تو "خلیفہ" کہلائے گا اور وہی "انسان کامل" ہوگا۔ اس کے دو درجے ہیں (۱) بالذات۔ یہ صرف ایک ہوا ہے جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ (۲) بالعرض۔ ہر زمانے میں زیر پرتو محمدیؐ ہوتا ہے۔ قبل ظہور محمدیؐ وہ پیغمبر کہلاتے تھے۔ بعد ظہور محمدیؐ صلعم غوث یا قطب الاقطاب کہلائے اور ان کے زیر پرتو جملہ اولیائے کرام کی ذوات ہوتی ہیں۔ انسان کامل" چونکہ مظہر ذات ہے لہٰذا حقیقتہً اور وجوداً ہمیشہ رہے گا اور نظر الٰہی بھی اسی پر رہتی ہے۔ جب" انسان کامل" دنیا میں نہ رہے گا تو قیامت برپا ہوجائے گی۔

ناچیز مصنفِ کتابِ ہٰذا کی رائے میں یہ الفاظ کہ" جب انسان کامل " دنیا میں" نہ رہے گا تو قیامت آجائے گی" صرف اُن عوام الناس کو سمجھانے کے لئے ہیں جو انسان کامل کو اپنے مانند ایک جزئی۔ فانی. خاکی" آدمی" سمجھتے ہیں۔ ورنہ تمام عالم محمدؐ ہے بلکہ تمام عالمین، انسان کامل ہی کی بدولت پیدا ہوئے اور برقرار ہیں۔ اور ذرہ ذرہ اسی کا مظہر ہے۔ لہٰذا نسبت کل اور جزو کی ہے۔ درخت اور پتہ کی ہے۔ بحر اور قطرہ کی ہے

بشر اور انگشت کی ہے۔ اگر یہ کہنا صحیح ہے کہ "جب بحر قطرہ میں اور درخت، پتہ میں اور بشر انگشت میں نہ رہے گا تو قیامت آجائے گی"۔ تو یہ کہنا بھی صحیح ہوسکتا ہے کہ "جب انسانِ کامل دنیا میں نہ رہے گا تو قیامت آجائے گی"۔ جب بشر ہی نہ رہا تو انگشت کہاں رہی کہ اس پر قیامت کی تباہی آئے ؟

بہرحال ۔ عارف کا "بشر" اور ہے عامی کا بشر اور
عارف کی نظر اور ہے عامی کی نظر اور

قیامت کا آنا برحق ہے کیونکہ مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔ لیکن اس کے آنے کا وقت پوشیدہ رکھا گیا ہے۔ اس میں کیا مصلحت ہے اللہ و رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

نوٹ : انسان کامل کے بیان کے سلسلے میں۔ حصہ دوم ۔ شرح کلمۂ توحید کا نمبر ۲۷ (آخری چند سطریں) بھی دیکھئے ۔

دو نکتے

نکتہ : آج مدارج النبوۃ (جلد اوّل) صفحات ۱۵۸ - ۱۵۹) کے
مطالعہ سے حسب ذیل دو نکتے ہاتھ آئے۔

(۱) طریق جذب میں۔ (عاشق کی نظر پہلے اللہ پر پڑتی ہے بعد میں
اپنے آپ پر) مثال غار ثور میں آنحضور ؐ کا ابو بکر صدیق رض
سے فرمانا لاتحزن ان اللہ معنا۔ اللہ ہمارے
ساتھ ہے۔

اور (۲) طریق سلوک میں۔ (نظر پہلے خود پر بعد میں اللہ پر پڑتی ہے) مثال
جب فرعونی لشکر نے حضرت موسیٰ کا تعاقب کیا
تو آپ نے فرمایا انَّ معیَ ربّی۔ میرے ساتھ
میرا رب ہے۔

دونوں حضرات نبی تھے (یہاں یہ نکتہ بیان نہیں ہو رہا ہے کہ دونوں
میں فرق مراتب بلحاظ فضیلت کیا تھا) دونوں عاشق حق تھے۔ دونوں
کو یکساں صورت واقعات سے سابقہ تھا۔ دونوں نے اپنی توجہ یا نظر اللہ
کی طرف مرکوز کی لیکن ایک نے پہلے وجود حق سبحانہٗ پر نظر ڈالی پھر اپنی
طرف۔ (ان اللہ معنا) یعنی یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے اور دوسرے
نے پہلے اپنا ذکر کیا پھر اللہ کا۔ ان معی ربی یعنی یقیناً میرے
ساتھ میرا رب ہے۔

اسے حضرت محدث رح جذب یعنی جاذبہ عشق کا غلبہ ــــ اور۔
طریق سلوک کا فرق کہتے ہیں۔ حالانکہ "طریق سلوک" بھی عشق ہی پر قائم
رہتا ہے۔ کیونکہ اسلام ہو یا ایمان۔ ہر ایک کی بنیاد عشق پر قائم ہے۔ تاہم

یہاں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عشق اور اس کے ساتھ "فرق نظر" کو نہایت اچھی طرح واضح کیا گیا ہے۔

اسی طرح عوام الناس۔ صالحین امّت، عارفین امّت اور اولیاء اللہ کے جذبۂ عشق اور زاویہ ہائے نظر میں فرق ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

نکتۂ دوم — آیات قرآنی سے محبوبؐ خدا کی شانِ تنزیہی کا استنباط۔
پہلے تمہید کے طور پر تین حقائق کو ذہن میں تازہ کر لینا ضروری ہے۔
(اوّلاً) یہ کہ حق سبحانہٗ باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے۔ (ثانیاً) وہ ظاہر ہو کر بھی اپنی شان باطن سے وابستہ و مربوط رہتا ہے۔ (ثالثاً) اس کی شانِ باطن و ظاہر کائنات کے ہر عالم میں اُس عالم کی "اشیاء" کی صورتوں" پر ظاہر ہوتی ہے۔
لیکن ہم جن دو آیات قرآنی کو یہاں پیش کر رہے ہیں ان کا تعلق عالم ناسوت سے ہے۔

آیات — ایک آیۃ یہ ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔
ہم انسان کی رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ دوسری جگہ حضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ اور حقیقت مقدسہ کے لئے ارشاد حق تعالےٰ یہ ہے النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم ..... الخ یعنی نبی پاک مومنوں کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں (واضح رہے کہ آیۃ میں لفظ نبی کا استعمال اور پھر مومنین کی "جانوں سے زیادہ قریب" ہونے کا ذکر۔ واضح کر رہا ہے کہ حضورؐ "وہاں" سے "یہاں" تک تعینات صورت وجسم کے باوجود "الطف ہی الطف"

نیز یہ کہ حق بھی " اقرب ذات المومنین" ہے اور" حضور کی حقیقت مقدسہ" بھی " اقرب ذات مومنین" ہے۔

اِن حقائق کے پیشِ نظر یہی ثابت ہوتا ہے کہ" حقیقت نبیؐ" اور حق سبحانہ، دونوں ایک ہیں۔ بلکہ" باطنِ مومنین" کو بھی حق و حقیقتِ محمدیؐ کا غیر نہیں سمجھ سکتے۔ ذرا غور کیجئے تو" مومن" ہونے کی شرط بھی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ آیت نحن اقرب .... الخ ہر فردِ بشر سے متعلق ہے خواہ وہ صاحبِ ایمان ہو یا نہ ہو۔ لیکن اس کا تعلق اللہ سے ہے اور اس نے سب کو زندگی اور لوازمات زندگی سے نوازا ہے۔ تاہم جہاں اس کے محبوبؐ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے وہاں حضورؐ سے شدید محبت کو فرض بلکہ اسی کو ایمان قرار دیا ہے۔ جنت اس کی نعمتیں۔ اللہ کی رضا و خوشنودی۔ بخشش و مغفرت اور دیگر ابدی راحتیں سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہی میں مل سکتی ہیں۔ قرب خدا و رسولؐ بھی ان ہی خوش نصیبوں کے لئے ہے۔ جو سرکار دوعالم۔ رحمت اللعالمین کے عشق میں فنا ہو جائیں۔

*

ہم کو آیا جو آیا انھیںؐ سے

ہم نے پایا جو پایا انھیںؐ سے

سارا اپنا پرایا انھیںؐ سے

حاصلِ دوجہاں ہیں محمدؐ

باب - ۱۰ فصل - ۱

خلاصۂ وحدت الوجود - بزبانِ دیگراں

گزشتہ اوراق میں ہم نے اپنے علم ولیقین کے مطابق اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے اور جابجا قرآن پاک - احادیث مبارکہ اور فرمودات اولیاء اللہ و محققین کرام کے حوالے دئیے ہیں۔ اب ہم چند صفحات دیگر حضرات کے خیالات پر مشتمل پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین کے لئے مزید اطمینان کا باعث ہو۔ چنانچہ مندرجۂ ذیل سطور جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب ایم۔اے (علیگ) پی۔ایچ۔ڈی (لندن) صدر شعبۂ فلسفۂ جامعۂ عثمانیہ۔ حیدر آباد (دکن) کی کتاب رموزِ عشق سے بصد شکریہ پیش کی جا رہی ہیں - موصوف فرماتے ہیں:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (پ ۱۴ - ع ۷)

ترجمہ (آسمانوں کو اور زمین کو حق سے بنایا وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔)

کیونکہ تعالیٰ حق کی صفت واقع ہوئی ہے اور لغتہً واجب الوجود کا نام حق ہے اور آیۂ کریمہ

فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ پ ۱۶ ع ۱۵

(اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حق ہے بڑا عالی شان ہے۔

بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

ایک اور جگہ بطور حصر ارشاد ہے وَمَا خَلَقْنَا هُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ

اسی طرح ایک اور جگہ مومنین کو خاص طور پر علم عطا کیا جا رہا ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ

پ ۲۰ ع ۱۶

اہل علم سے بھی خطاب فرمایا گیا ہے۔ مَا خَلَقَ اللّٰہُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالْحَقِّ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ (پ ۱۱ ع ۶)

لغتہً وشرعاً وجود مطلق ہی کا نام حقؔ ہے۔ "حق" ہی حقیقتِ ہیولانی کا مادہ ہے۔ باعتبار اشتقاق حق وحقیقت کا مادہ بھی ایک ہے۔ ساری صورِ علمیہ یا ذواتِ اشیا "بالحق" ظاہر ہیں۔ لہٰذا تخلیق و تکوینِ عالم میں۔ ذاتِ حقؔ، وجودِ حقؔ، ہی کارفرما ہے۔ یہی سِرِّ ھوالظاہرؔ ہے۔ جس کی تفسیر اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔ سے ہو رہی ہے یعنی اللہ ہی ظاہر ہے یا اللہ ہی حق ہے جو ظاہر ہے۔ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ ۱۸ ع ۱۱) سے اس بیان کی تائید ہو رہی ہے۔ فافہم و تدبر۔"

یہیں یہ حدیث شریف بھی ذہن نشین رہے: انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری ۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ نورِ حق اور نورِ محمدیؐ۔ ایک ہی ہے اور وہی نور ارض وسمٰوات اور اشیائے کائنات میں ظاہر ہے ۔ (مُصنّف کتاب ہذا)۔ آگے ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب کی عبارت ہے)

"....... ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَ ھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔" (پ ۲۷ ۔ ع ۱۷)

خوب سمجھ لو کہ تخلیق اشیا کا۔

(۱) عدم محض سے پیدا ہونا نہیں ہے کیونکہ عدم سے عدم ہی پیدا ہوتا ہے۔

(۲) نہ ہی عدم محض کا اشیا کی صورت میں نمایاں ہونا ہے کیونکہ عدم محض تعریف ہی کی رو سے کوئی شے نہیں ہے کہ وہ ہستی کا مادّہ بن سکے....

(۳) نہ ہی حق تعالےٰ کا خود صورتوں میں تقسیم ہوجانا ہے کیونکہ وہ تبعیض و تجزّی سے منزہ ہے (یہ صحیح ہے کہ حق تعؐ منقسم ہونے سے پاک ہے لہٰذا بموجب وضاحت نمبر ۳۔ اس کے لئے صورتوں میں تقسیم ہوجانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیونکہ ایسا خیال مندرجہ بالا آیات اور اُن کی وضاحت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ نیز اینما تولوا فثم وجہ اللہ ــ (تم جدہر بھی اپنا رُخ کرو۔ دیکھوگے اللہ کی" وجہ "کو یہاں" وجہ اللہ "سے مُراد۔ ذاتِ حق ہے جو مظاہر ہی سے ظاہر ہے حالانکہ مظاہر اضافی ہیں من کان فی ھٰذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرت اعمیٰ۔ (جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا) اور ھوالظاھرُ نیز وہ تشریحات جو اوپر ھوالظاہر کی آپ ہی نے بیان کی ہیں۔ ان سے بھی توضیح نمبر ۳ مطابقت نہیں رکھتی۔ نیز ہم نے کسی جگہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کا یہ درود لکھا ہے: اللّٰھم صلّ علیٰ محمدٍ اول کل شیئٍ و اوسط کل شیئٍ وآخر کل شیئٍ: (یعنی اے اللہ رحمت نازل فرما محمدؐ پر جو ہر شی کے اوّل بھی ہیں۔ اوسط بھی ہیں اور آخر بھی ہیں) پھر بتائیے کہ "شے" میں سوائے ذات محمدیؐ یا نور محمدیؐ کے باقی کیا رہا؟ اور نور محمدیؐ نور حق ہے۔ یہاں بھی تقسیم کی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت شیخ اکبرؒ کا یہ

عقیدہ بھی اس کا موید ہے کہ الحقُّ محسوسٌ والخلقُ معقولٌ، جب" انسان" ہی معقول (غیر حقیقی) ہے تو صورتیں بھی غیر حقیقی ہوئیں۔ لہٰذا حق تعا کا غیر حقیقی صورتوں میں تقسیم ہو جانا بھی محال ہوا۔

چنانچہ اجسام۔ صورتیں۔ رنگ و بو۔ دیگر صفات اشیاء وغیرہ ظہور حق تعالےٰ کے لئے محض معقولی، اضافی، اعتباری (یعنی غیر حقیقی) مظاہر یا نشانیاں ہیں۔ ان میں نور محمدؐی یا نور خدا یعنی حق تعا آپ اپنے لئے ظاہر ہے) (مصنّف کتاب ہذا)

آگے چل کر ڈاکٹر صاحب موصوف خود فرماتے ہیں :۔

"تخلیق۔ حق تعالےٰ کا مع بقائہ علیٰ ماھو علیہ کان بصورت معلومات (یا صور علمیہ) بمصداق هُوالظاهرُ تجلی فرمانا ہے۔ یہ تجلی یا (تمثل) اُن صور علمیہ (ذوات اشیا) [حقائق اشیا یا ماہیات کہنا زیادہ مناسب تھا۔ مصنّف کتاب ہذا] (یا حقائق کیانیہ) [یہ الفاظ بہت مناسب ہیں۔ مصنّف] کے مطابق ہو رہی ہے۔ جو ذات حق میں مخفی اور علم حق میں مندروح ہیں۔ اسی تجلی و تمثل کا نتیجہ ہے کہ اشیا کا نمود باحکام و آثار خود بالتفصیل ان کی قابلیت ذاتی کے مطابق۔ خارج میں۔ جو ظاہر وجود ہے۔ ہو رہا ہے۔" [۱]

آگے چل کر صاف تر الفاظ میں فرماتے ہیں :۔

" جب حق تعالےٰ۔ صفت نور کے ذریعہ بحالہ و بحد ذاتہ جیسے کے ویسے رہ کر۔ بلا تغیر و تبدل۔ بلا حلول و اتحاد۔ صورت معلوم سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو حق تعالےٰ کا نور۔ معلوم سے متعلق ہو کر روح

---

[۱] رموز عشق

اس کا علم معلوم سے متعلق ہو کر قلب۔ اس کا وجود۔ معلوم سے متعلق ہو کر جسم۔ اور اس کا آنا معلوم سے متعلق ہو کر نفس کہلاتا ہے۔ ان سب کا مرکز ہُوَیَّتِ مُطلقہ ہے۔ فافہم وتدبّر''

آگے چل کر ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے ہیں:

"خوب سمجھ لو: ہمارا نفس یعنی ہماری ذات و حقیقت وہی صورت علمیہ (عین ثابتہ) ہے جو علم حق میں ثابت ہے، جس کو فی نفسہٖ وجود نہیں۔ یہ قطعاً معدوم فی الخارج ہے: ما شمّت رائحة الوجود اصلاً۔ اور چونکہ قلب حقائق محال ہے معدوم کبھی موجود نہیں ہو سکتا۔ پس جو موجود ہے فی الحقیقت وہی واجب الوجود ہے۔ لا موجود الا اللہ۔ وحدہٗ لا شریک لہٗ۔ حق تعالےٰ ہی کا آنا۔ صورت معلوم میں نفس انسانی کہلاتا ہے اور زبانِ قوم میں ہُوِیَّتِ مقیدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔"[۲]

- - - - - - - - - - - - - -

صاحب گلشن راز فرماتے ہیں ؎

انا الحق کشف اسرار است مطلق   بجز حق کیست تا گوید انا الحق

مذکورۂ بالا حقائق کے پیش نظر عارفین صادقین کے عشق اور ان کے عاشقانہ کلام کا سمجھنا آسان ہے کیوں کہ ان کے عشق کا پسِ منظر یہی حقیقت وحدت الوجود ہے۔

۱۔ رموز عشق۔ ۲۔ ایضاً

صرف دو اقتباسات از کتاب کلمۃ الحق

مصنفہ

علامہ سید شاہ عبد الرحمٰن لکھنوی قادری، چشتی، نقشبندی

اقتباس (۱)

" تحقیق مذکور[1] سے یہ امر بخوبی مستنبط ہوگیا کہ تمام اشیاء اور خدائے سبحانہ، میں غیریت کا گمان، حقیقتاً خدا کے ساتھ شرک ہے اور اصالتاً کفر ہے۔ یعنی کسی موجود پر خواہ وہ نیک ہو یا بد۔ یہ گمان کرنا کہ غیر خدا ہے، کفر اور شرک ہے[2]"

اقتباس ۲

" واضح ہو کہ از روئے عبارت و دلالت کلمۂ طیبہ کا مفہوم یہ ہے کہ ہر موجود بالعموم یعنی بحیثیت افرادی و مجموعی خدائے سبحانہ، کا عین ہے۔ اور (کل افراد اور مجموعی) میں تصادق با یکدیگر کا مادہ ہے۔ تاکہ گمانِ غیریت جو کہ شرک ہے۔ ان دونوں میں سے ایک کی (بھی) صورت باقی نہ رہے۔۔۔ یعنی کل موجودات (افراداً یا مجموعاً) غیر خدا نہیں ہیں اور جبکہ غیر خدا کا وجود ہی نہیں ہے تب اسم ذات یعنی (اللہ) کا ہر بری بھلی چیز پر اطلاق کرنا صحیح ہے۔ ورنہ وہی امر لازم آئے گا جس سے گریز ہے اور وہ گمان غیریت ہے۔"[3]

---

[1] اس تحقیق کی تفصیل پوری کتاب میں پھیلی ہوئی ہے۔ (۲) صفحہ ۱۲۵ ۔ [3] صفحہ ۱۲۵ ۔

کلمۂ طیّبہ کا مقصود نفیِ غیریت ہے

اس کے ثبوت میں پوری کتاب کلمۃ الحق کا مطالعہ ضروری ہے صرف اقتباسات سے کام نہ چلے گا۔ حضرت مصنف بھی نقشبندی ہیں اور حضرت مترجم بھی نقشبندی ہیں تاہم مترجم نے کہیں کہیں اختلاف کیا ہے۔ بہرحال جنہیں اختلاف ہو وہ کلمۃ الحق کو کلمۂ غیر حق ثابت کریں اور ہر دلیل مصنّف رح کو قرآن و حدیث کی رو سے اسی انداز میں رد کریں جس انداز میں حضرتِ مصنف رح کلمۃ الحق نے لا موجود الا اللّٰہ کو ثابت کیا ہے۔ ان اعتراضات کو بھی دہرانے کی ضرورت نہیں ہے جو حضرت مصنّف رح نے خود ہی قائم کرکے مدلل جوابات بھی خود ہی لکھ دیئے ہیں۔ اصل کتاب عربی میں ہے اور حضرت مترجم اصل عبارت لکھتے گئے اور ترجمہ کرتے گئے ہیں۔ کتاب مع ترجمہ ملک چنن الدین۔ لاہور کی شائع کردہ ہے۔

ہماری زیر نظر کتاب حقیقت محمدیؐ میں اتنی گنجائش نہ تھی کہ ہم عربی کی عبارت بھی دیتے اور ترجمہ بھی۔ نہ ہی ہمارے پاس اس کا وقت تھا۔ اختلاف کرنے والے اختلاف ہی کرتے رہیں گے اور جن کے لیئے "یافتِ حق" مقدر ہے۔ ان کے لیئے اشارات بھی کافی ہوتے ہیں۔ "دیوانہ را ہو بس است۔"

نوٹ: مذکورۂ بالا اقتباسات کو زیرِ نظر تصنیف کے حصۂ دوم میں درج شرح کلمۂ توحید کا تکملہ سمجھا جائے۔ اور اُسے حصّہ دوم باب ۲۸-۱۰ کے پہلے بھی پڑھا جائے۔ (مصنّف کتاب حقیقت محمدیؐ)

آئینہ۔آئینے | عشق حقیقی از روئے معشوق عاشقی کا آئینہ ہوتا ہے تاکہ اس میں وہ اپنے ہی جمال کا مشاہدہ کرے۔ اور عاشقی کی جہت سے معشوقی کا آئینہ ہوتا ہے تاکہ اس میں اپنے اسمار و صفات کے کمال کو دیکھے۔ ہر چند کہ دیدۂ شہود میں ایک ہی مشہود ہے لیکن جب ایک چہرہ کئی آئینوں کے درمیان ہو تو ہر آئینہ میں وہی چہرہ نظر آئے گا۔ اس سے وہ ایک چہرہ تقسیم نہیں ہو جاتا (اسی طرح اگر کوئی آئینہ ٹوٹ جائے تو بھی چہرے کے ٹکڑے نہیں ہوتے۔ چنانچہ اشیا میں ظاہر ہونے سے حق تعالیٰ اشیا کی صورتوں میں تقسیم نہیں ہو جاتا۔ بہر حال اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ **صرف حق تعالیٰ موجودِ حقیقی ہے اور وہی اضافی اشیا کے لاتعداد آئینوں میں جلوہ گر ہے۔**

بقول مصنف کتاب ہذا

جو اک حقیقت بسی ہے دل میں تمام شکلوں میں جلوہ گر ہے
اُسی کے جلووں کا نام "عالم" اسی کو دیکھو اگر نظر ہے

فصل ۲ اب کچھ اشعار کی صورت میں بھی غذائے حقیقی روحانی حاضر کی جاتی ہے:

حضرت جامیؒ:

در کون و مکاں نیست عیاں جز یک نور
ظاہر شدہ آں نور بانواع ظہور
حق نور و تنوعِ ظہورش "عالم"
توحید ہمیں است دگر وہم و غرور

حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ

ہست خود فعل و فاعل و مفعول
ہست خود قبض و بسط در ہر کار

ناظرِ خود، خود ست و خود منظور
خود تماشا و خود تماشا کار
عاشق خود خود ست و خود معشوق
خود طبیب خود ست و خود بیمار

حضرت شمس تبریزی رح

دوئی را چوں بدر کردم یکے دیدم دو عالم را
یکے بینم یکے جویم یکے خوانم یکے دانم

حضرت جامی رح

ہمسایہ و ہم نشیں و ہمرہ ہمہ اوست
در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست
در انجمن فرق و نہاں خانۂ جمع
باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

گر طالب شر بود و گر کار ست خیر
گر صاحب خانقہ و گر راہب دیر
از روئے تعین ہمہ غیر اند نہ عین
وز روئے حقیقت ہمہ عین اند نہ غیر

حضرت محسنؒ کاکوروی

وجوب امکان دونوں میں ہے جلوہ نورِ بے حد کا
وہ اک غنچہ یہ اک گل ہے ترے گلزارِ مقصد کا
کہیں مصداق مطلق کا کہیں مظہر مقید کا
احد کا غیب میں مورد شہادت میں ہے احمدؐ کا
ہے مشہود ایک ہی بے شک دو چشمی ہائے اشہد کا

(تخمیس از امیر مینائی علیہ الرحمتہ)

* ہے بدر کمال اوجِ تشبیہہ — لبریز جمالِ مہرِ تنزیہہ
نازل ہے زمین پہ کبریائی — بندے کے لباس میں خدائی

حضرت اقبال رح

* — خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں لا الٰہ الا اللہ

* — زمین و آسمان و چار سو نیست
دریں عالم بجز اللہ ھو نیست

* — مٹا دیا مرے ساقی نے عالمِ من و تو
پلا کے مجھ کو مے لا الٰہ الا ھو

حضرت قطب عالم مدار اعظم نیاز بے نیاز حضرت شاہ نیاز بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں :-

ے یہ جو ہے کون و مکان یارو یہ ہے سب لاشے
جس کو کہتے ہیں جہاں یلدو یہ ہے سب لاشے
گرچہ بے نام و نشاں کا ہے یہ سب نام و نشاں
پر یہ سب نام اور نشاں یارو یہ ہے سب لاشے
معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا
از ماہ تا بماہی سب ہے ظہور تیرا
اسرارِ احمدی سے آگاہ ہو سو جانے
تو نور ہر شرر ہے ہر سنگ طور تیرا
ہر آنکھ تک رہی ہے تیرے ہی منھ کو پیارے
ہر کان میں ہوں پاتا شورِ ظہور تیرا

وحدت کے ہیں یہ جلوے نقش و نگار کثرت
گر ہبرِ معرفت کو پاوے شعور تیرا

۷ عشق میں آ عجب مزا دیکھا | خویش و بیگانہ آشنا دیکھا
نکتۂ اینما سے واقف ہو | چہرۂ یار جابجا دیکھا
دیکھتا آپ ہے سُنے ہے آپ | نہ کوئی اس کا ماسوا دیکھا
دید اپنی کی تھی اُسے خواہش | آپ کو ہر طرح بنا دیکھا
صورتِ گل میں کھلکھلا کے ہنسا | شکل بلبل میں چہچہا دیکھا
شمع ہو کر کے اور پروانہ | آپ کو آپ میں جلا دیکھا
کر کے دعویٰ کہیں انا الحق کا | بر سر دار وہ کھنچا دیکھا

یار کو ہم نے جا بجا دیکھا | کہیں ظاہر کہیں چھپا دیکھا
کہیں ممکن ہوا کہیں واجب | کہیں فانی کہیں بقا دیکھا
کہیں بولا بلیٰ وہ کہہ کے الست | کہیں بندہ کہیں خدا دیکھا
کہیں عابد بنا کہیں زاہد | کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا
کہیں وہ در لباس معشوقاں | بر سر ناز اور ادا دیکھا
کہیں عاشق نیاز کی صورت | سینہ بریاں و دل جلا دیکھا

از ناچیز مصنف کتاب ہذا

* ایجاد کا موجد تو ہی۔ موجود تو ہی ہے۔
عابد ہے تجلی تری۔ معبود تو ہی ہے
ہیں کون و مکاں تیری تجلی سے منور
جس شے میں نظر کیجئے موجود تو ہی ہے

محدود نہیں کعبہ و مسجد کی حدوں میں
کونین میں اے مالک و معبود تو ہی ہے
پوشیدہ حجاباتِ تعیّن میں ہے وحدت
سجدہ تو ہی ساجد تو ہی مسجود تو ہی ہے
سو بھیس بدل شان تری چھپ نہ سکے گی
زاہد تو ہی عابد تو ہی معبود تو ہی ہے
الظّاہرُ و الباطنُ قرآں سے ہے ثابت
در اصل وجود ایک ہے موجود تو ہی ہے
تنزیہہ کا مظہر ہے یہ تشبیہہ کا عالم
اطلاق ہو یا قید ہو موجود تو ہی ہے
اِک نقشِ مجازی ہے غنیؔ کا یہ تعیّن!
اس نقشِ مجازی میں بھی موجود تو ہی ہے
جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے
مرا قلب تو ہے نظر تو ہی تو ہے
جو ہے آئینہ ہے ترا حُسن جاناں
نہیں آئینہ کچھ، مگر تو ہی تو ہے
صفات اور اسما کے پردے ہیں ورنہ
شجر، شاخ و تخم و ثمر تو ہی تو ہے
فقط ایک رشتہ ہے گر ہیں کروڑوں
نظر غیر آئے، مگر تو ہی تو ہے
مسیحا بھی تو ہی ہے بیمار تو ہی!
دوا تو ہی تو ہے، اثر تو ہی تو ہے

تعین کو فانی بنایا ہے تو نے
وجودِ حقیقی مگر تو ہی تو ہے
غنی کا ہے ایمان حفظِ مراتب
بچشمِ حقیقت نِگر تو ہی تو ہے

* ظہور تھا تجھے منظور کبریائی کا
بنایا خلق کو آئینہ خودنمائی کا

* ذرّہ ذرّہ سے عیاں ہے آفتاب
عین دریا ہیں یہاں موج و حباب
سارے عالم تیرے آیات و حروف
درحقیقت تو ہی ہے اُم الکتاب

* گمُ عبارت میں جیسے نقطہ ہو
اپنی کثرت میں چھپ گیا ہوں مَیں
حسن بھی ہوں میں چشمِ عاشق بھی
اپنی صورت پہ خود فدا ہوں میں
ذرّہ ذرّہ مری نشانی ہے
ہاں غنیؔ میں چھپا ہوا ہوں مَیں

* اپنا ہے نہ بیگانہ، کعبہ ہے نہ بُت خانہ
ہے صرف ترا عالم، اے جلوۂ جانانہ
بے رنگی یہاں تیری، ہر رنگ سے ظاہر ہے
ہے کون سوا تیرے، اے جلوۂ جانانہ

* جو اک حقیقت بسی ہے دل میں تمام شکلوں میں جلوہ گر ہے
اسی کے جلووں کا نام عالم۔ اسی کو دیکھو اگر نظر ہے

حجاب ہائے مظاہری ہیں کمال ربی کی جلوہ گاہیں
نگاہِ عشقِ خدا نگر میں جمالِ جاناں ہی پردہ در ہے
وہی ہے ہر جا وہی ہے ہر دم۔ نہ اُسکی حد ہے، نہ اس کا خارج
اُسی کے اعیان ثابتہ ہم۔ اُسی کی مرضی کا سب اثر ہے

★ اصل حیات بھی ہو تم۔ تم ہی ظہور زندگی
سترِ ظہور تم۔ تمھیں حسنِ غیورِ زندگی
دل کے ہو سوز و ساز تم۔ تم ہی نماز جان کی
دل بھی تمھیں ہو جاں بھی تم نور و سرورِ زندگی
حسنِ بہارِ زندگی۔ عشق دوام کے چمن
دل کی تپش بڑھائے جا نیّرِ نورِ زندگی

ہر ثنا تیری ثنا ہے ربِّ "ارباب" جہاں
ہر نشاں تیرا نشاں، پروردگارِ بے نشاں
خلق ہے معقول تو محسوس، خلاقِ جہاں
تو ہے نقطہ، تو ہے دفتر۔ تو نہاں تو ہی عیاں
تجھ کو دیکھیں تو ہے جیسا۔ وہ نظر پائیں کہاں
اے برونِ عقل و دانش ماورائے ہر گماں
کوئی سمجھے یا نہ سمجھے۔ صرف تو موجود ہے
بحرِ ہستی حقیقی ایک ہے ھر دم رواں
اینما۔ اِنّی انا۔ امواج بحرِ عشق کی
موجزن دریائے وحدت، نورِ واحد بے کراں

اوّل و آخر بھی تو ہے، باطن و ظاہر بھی تو
آئینہ ہر ذرّہ تیرا، تو ہی خود، خود پر عیاں
لاکھ پردوں میں چھپا۔ پردے مگر تھے "نام" کے
شرح اپنی آپ تو ہے۔ آپ اپنا خود بیاں
اے غنی تیرے غنیؔ کی لاج تیرے ہاتھ ہے
ہیچ کی حمد و ثنا کیا۔ بے زباں کا کیا بیاں

ذرّہ ذرّہ تیرا شاہد۔ اللہ اللہ قدرت تیری
قطرہ قطرہ قلزم تیرا۔ دریا دریا صنعت تیری
غنچہ غنچہ نکہت تیری۔ پتہ پتہ رنگت تیری
بوٹا بوٹا حسنِ مجسّم۔ ڈالی ڈالی قدرت تیری
بندہ بندہ تیرا بندہ۔ دوزخ تیری جنّت تیری
صحرا صحرا عصیاں میرے۔ دریا دریا رحمت تیری
تیرے بندے اچھے بُرے سب۔ بخشا سب کچھ اپنی خوشی سے
چاہے بخشے چاہے سزا دے۔ مرضی تیری خلقت تیری
تو ہی باطن تو ہی ظاہر، ہر دم ہر جا۔ حاضر ناظر
اوپر نیچے دائیں بائیں شوکت تیری عظمت تیری
خاک، ہوا اور مٹی پانی تیرا عالم تیری حکومت
گوشہ گوشہ تیرا خزانہ۔ چپّہ چپّہ دولت تیری
تیرے گلشن، تیری بہاریں، پھول ترے ہیں کانٹے تیرے
تو ہی تو ہے تجھ سے غنیؔ بھی۔ نقشِ غنی ہے حکمت تیری

۱۔ ذو معنی۔

غور سے سُنیئے

معشوق نے عاشق سے پوچھا " تو اپنی ذات کو مجھ سے زیادہ دوست رکھتا ہے یا مجھے ؟" ۔ عاشق نے جواب دیا ۔" میں تو اپنی ذات سے مُردہ ہوں اور تجھ سے ہی زندہ ہوں ۔ اپنی خودی اور اپنی صفات سے نیست ہو چکا ہوں اور تجھ سے ہی موجود ہوں ۔ تیرے علم سے عالِم ہوں ۔ تیری قدرت سے قادر ہوں ۔ اس لئے اگر اپنی ذات کو دوست رکھتا ہوں تو درحقیقت تیری ہی ذات کو دوست رکھتا ہوں ۔ اور اگر تجھے دوست رکھتا ہوں تو خود اپنی ذات کو دوست رکھتا ہوں "۔ (یعنی میں تجھ میں فانی ہو کر تجھ سے ہی باقی ہوں ۔ اس منزل میں من و تو کی گنجائش نہیں ۔ مصنف)

چنانچہ حدیث قدسی میں حق تعالیٰ بندۂ عارف سے ۔ جو مقام قرب فرائض میں متمکن ہے فرماتا ہے :۔ اخرج بصفاتی الیٰ خلقی ، من راٰک فقد راٰنی و من قصدک قصدنی و من احبک احبّنی ۔ یعنی میری صفات سے مخلوق پر ظاہر ہو ۔ جو تجھے دیکھے گا وہ مجھے دیکھے گا اور جو تیرا قصد کرے گا وہ میرا قصد کرے گا اور جو تجھ سے محبت کرے گا ۔ وہ مجھ سے محبّت کرے گا "۔ [1]

حضرت رومی ؒ نے بھی مثنوی کے دفتر پنجم میں اس کا ذکر کیا ہے ۔

---

[1] ماخوذ از مدارج السلوک ۔ مرتبہ ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب ۔ صفحہ ۲۷۴ ۔ احادیث قرب نوافل ۔ و قرب فرائض میں زیادہ تفصیلات موجود ہیں ۔

حرفِ آخر

رات ختم ہوئی اور سحر نمودار ہو گئی۔ لیکن "محفل رندان" اب بھی جمی ہوئی ہے۔ نہ پینے والے تھکے ہیں نہ پلانے والا ہارا ہے۔ کوئی مست ہے ۔ کوئی بے خود ۔ کوئی خاموش ۔ کوئی حیرت زدہ کوئی ھل من مزید کی آواز لگا رہا ہے۔ کسی کی زبان پر اناالحق کا نعرہ ہے تو کسی مغلوب الحال پر انی انا اللہ کا غلبہ ۔ ساقی محفل بھی اپنے رنگ میں مست و بیخود ہے۔ مینا بدوش ۔ ساغر بدست ۔ کسی کو آنکھوں سے پلا رہا ہے ۔ تو کسی کو ہاتھوں سے۔ کسی کو غمزوں سے کسی کو اشاروں کنایوں سے۔ کسی کو موت کے بھنور سے نکال دیا۔ تو کسی کو بے موت مار دیا ۔ ایک گوشے سے آواز آ رہی ہے ۔

ہم تیری نگاہیں تکتے رہے آنا بھی نہ ساقی ہوش رہا
کیا کس نے پلائی کس نے پی۔ کب جام دیا کب جام لیا (غنیؔ)

یہ بلا نوشوں کی محفل ہے۔ یہ حشر تک یوں ہی جمی رہے گی۔ یہ عاشقوں کا دربار اور اللہ والوں کی سرکار ہے۔ یہاں کے بلا نوش صحابۂ کرامؓ۔ اصحاب صُفّہؓ سلمانؓ فارسی۔ ابو ذرؓ غفاری۔ بلال حبشیؓ اویسؓ قرنی۔ جنیدؒ و شبلیؒ، شمسؒ تبریزی۔ رومیؒ و جامی۔ قادری چشتی، نظامی، نیازی، صابری، نقشبندی وغیرہ جیسی ہستیاں گزری ہیں اور ان حضرات کے لشکر و لشکریاں۔ قطار اندر قطار، بے حد بے شمار چار دانگ عالم میں۔ آج تک اسی عشق و توحید کے نقارے بجاتے رہے ہیں۔ جن سے ہر گوش حق نیوش میں معناً یہی آواز

گو بختی رہی ہے ؎

خدا خود میر محفل بود اندر لامکاں خسروؒ
محمدؐ شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

ناچیز مصنف ہیچمداں اپنے عشق و عرفان اور جذب وسلوک کی داستان کو اس شعر پر ختم کرتا ہے۔ ؎

دَور میں ساغر رہے گردش میں پیمانہ رہے
حشر تک ساقی ترا آباد مے خانہ رہے

مالک حقیقی اپنے محبوبؐ اقدس و اکرم۔ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مصنف کی اس حقیر کوشش کو اس کی۔ اس کے والدین کی۔ اس کے پیرانِ عظامؒ۔ اولاد امجاد۔ مریدین ومتوسلین معتقدین ومخلصین وغیرہ سب کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔
آمین۔ ثم آمین

خادم فقرائے نبیؐ وعلیؑ
ہیچمداں محمدؐ عبد الغنی غفرلہٗ
قادری، چشتی، نظامی، صابری،
نقشبندی (قدیمہ) نیازی۔نظامی، سراجی، آغائیؒ، مرتضوی، جبلپوری

تاریخ احسن الحال

۱۴۰۰ھ

★

سالِ طباعت ہدیہ جمیل حقیقتِ محمدیؐ

۱۴۰۰ھ

★

چراغِ بزمِ کن فکاں حقیقتِ محمدیؐ — ضیائے شمعِ لامکاں حقیقتِ محمدیؐ

نشاطِ جانِ حق نشاں حقیقتِ محمدیؐ — سرور و کیفِ جاوداں حقیقتِ محمدیؐ

بہارِ باغِ بے خزاں حقیقتِ محمدیؐ — کرم کا بحرِ بے کراں حقیقتِ محمدیؐ

نشانِ ذاتِ بے نشاں حقیقتِ محمدیؐ — ظہورِ دولتِ نہاں حقیقتِ محمدیؐ

زہے کتابِ خوش بیاں حقیقتِ محمدیؐ — کمالِ نطقِ بے زباں حقیقتِ محمدؐ

ورق ورق ہے درسِ عشق نقطہ نقطہ معرفت — بیانِ معنی نہاں حقیقتِ محمدیؐ

زبر زبر خدا نشاں ہے پیش پیش نورِ حق — زمیں ہے زیرِ آسماں حقیقتِ محمدیؐ

قیام ہے قعود ہے سلام با سجود ہے — نمازِ نورِ جانِ جاں حقیقتِ محمدیؐ

گراں بہا ہے اے غنی یہ زادِ راہِ آخرت — سنین طبع قلب جاں حقیقتِ محمدیؐ

حقیقتِ محمدیؐ۔ سراج حمد نورِ حق

۱۴۰۰ھ

فضائل بکو بیاں حقیقتِ محمدیؐ

۱۹۸۰ء

فہرستِ مضامین

تجلّیات

حقیقتِ محمدیؐ

صلی اللہ علیہ وسلم

۷۸۶
۷۹۲

فہرستِ مضامین کتاب مستطاب تجلّیات حقیقتِ محمدیؐ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مع مختصر تشریحات

★

انتساب

★

گزارش

★

صورت ومعنیٰ

عام کتب میں سیرتِ محمدیؐ کے ظاہر پر معقول روشنی ڈالی گئی ہے۔ لیکن آپؐ کی حقیقت ومعنویت یعنی اوصافِ عظمتِ معنوی وکمالات حقّی کو اجاگر نہیں کیا گیا۔ اس اہم ترین پہلو کی تفصیل اس کتاب میں بیان کی گئی ہے۔

★

مختصر گزارشات

چند بے حد اہم نکتے جن کا جاننا ہر مسلم ومومن پر فرض ہے۔ صرف اشارات ہیں۔ تفصیل صفحات آئندہ میں ملے گی۔

ب

حرفِ آغاز

۹-۱۴

ھوالباطن والظاھر بالخصوص والظاھر کی تحقیق، جس سے خدا و محمدؐ۔ خدا و نورِ خدا۔ کلمۂ توحید کے دونوں اجزاء کی باہمی نسبت وغیرہ کی مختصر وضاحت ہوتی ہے۔ اس صحیح نسبت پر تمام اسلاف صالحین و اکابرین امت کا کامل ایمان رہا ہے۔ کھلے مخالفین نیز چھپے منافقین بھی شروع سے آج تک موجود رہے ہیں۔ ان سے بچنے اور اسلام کو بچانے کی تاکید۔

★

دیباچہ (اہم نکات پر مشتمل ہے)

۱۵ تا ۲۰

★

مقدمہ (حصہ الف)

۲۳ تا ۴۱

آیۃ وَتَرٰھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ○ کی شرح محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح "دیکھنا" منشاءِ الٰہی ہے۔ حضورؐ کا ادب و احترام۔ بے ادبی کی سزائیں اولیاء اللہ اور مشائخ کرام کی خدمات۔ وسیلۂ محمدی کی جاودانی ضرورت۔ بے ادبوں کا ایمان و اسلام محض رسمی اور بے روح ہے۔ سرکارِ دو عالم کی محبت کو ختم کرنے کی منظم کوشش۔ تنقیص شانِ محمدیؐ کی منظم عالمانہ کوششیں۔ ابلیس کی زیرکی۔ عشقِ محمدیؐ کے ضروری عناصر۔ عقائد صحیحہ۔ چند ضروری کتابوں کے نام۔ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ کی وضاحت۔ ضرورت اور اس پر عمل کرنے کی صورت۔ بے وسیلہ بے پیر منکرین۔ آیت ولو انھم اذ ظلموا انفسھم۰۰۰الخ کی وضاحت۔

★

مقدمہ ـ (حصہ ب)

★

حصۂ خصوصی

نورٌ علیٰ نور

★

حصۂ اوّل

از سیّد عبدالکریمؒ الجیلی ۔ کتاب طبقات الکبریٰ ۔ از قطب ربانی شیخ عبدالوہاب الشعرانیؒ ۔

باب ۵ (۱۴۵ تا ۱۷۰)

نورِ خدا کی بشریّت، نبوّت، رسالت، عبدیّت سے متعلق قرآن و احادیث کی شہادتیں۔

باب ۶ (۱۷۱ تا ۱۹۲)

نورِ خدا کی "بشریت" و "مثلیّت" سے متعلق مزید بحث اور شہادتیں۔

فصل ۱: قول حضور غوث الاعظمؒ ۔ قول مولانائے رومؒ ۔ حقیقی "بشریت" کی تردید میں آیاتِ قرآنی ۔ آپ کی "بشریت" کا مفہوم ۔ منکرین و مومنین کے عقائد و نظریات اور منشائے الٰہیہ ۔ قول شیخ محدث دہلوی ۔ حقیقی بشریت کی تردید میں احادیث ۔ "بشرٌ" کے ترجمہ میں تنوین کا لحاظ نہ رکھنے سے کیسے غلط نظریات پیدا ہوئے ۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی ۔ اور ان الذین یبایعونک ... الخ ۔ من رانی نقد رای اللہ وغیرہ سے کیا ثابت ہوتا ہے ۔

فصل ۲ ۔ انا بشرٌ مثلکم ... سے متعلق علامہ سید علی مجتشم کی کتاب تعلیمات باب توحید کا خلاصہ ۔ سیّدنا حضرت عباسؓ کا ایک شعر ۔ امام خیرالدین رملیؒ کا فتویٰ ۔ دیگر اقوال ترجمہ میں تنوین کا لحاظ ۔ ترجمہ کے پانچ اصول ۔ ان کا لحاظ نہ رکھنے سے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان ہوتی ہے جس کا شائبہ بھی کفر ہے ۔

فصل ۳ ۔ ایک عجیب دلیل اور اس کا جواب ۔ سرکارِ دوعالم متمثل بصورتِ بشری ہو کر اپنی حقیقت پر بھی قائم رہے ۔ معلّمِ قرآن و عالمین عام بشر کے برابر کس طرح ہوئے؟ عجیب صورت حال ۔ قل انما انا بشر مثلکم قرآن میں تین جگہ ہے ۔ لیکن ترجمہ میں

معنوی نزاکتیں ہر جگہ فراموش کی گئیں۔ احادیث سے ثبوت۔ آپ کی عبدیت بھی عام بشر کی "عبدیت" تھی۔

★

باب ۷ (۱۹۳ تا ۲۰۴)۔

فصل ۱۔ تینوں آیات بشریت۔ ان کا ترجمہ اور ان کے متعلق صاحبِ تفسیر نور العرفان کی رائے۔

فصل ۲۔ مذکورۂ بالا بیانات کا تجزیہ و خلاصہ از مصنف کتاب ہذا۔

فصل ۳۔ ترانۂ عاشقانِ محمدی۔ کس کس حقیقت کو جھٹلاؤ گے؛ نہایت اہم تحریر۔ ہستی حقیقی کے جلوے۔ بے رنگی کے رنگین نظارے۔ نقطہ نہاں دفاتر عیاں۔ موجیں ہی سمندر نشاں۔ اللہ بھی اپنے محبوبؐ کی رضا چاہتا ہے۔ بندے کیوں نہ چاہیں؟

★

باب ۸۔ (۲۰۵ تا ۲۱۲)۔ رسالتِ محمدیؐ۔

رسالت محمدیؐ۔ اصطلاحی معنی۔ اہم خصوصیات۔ ذات حقیقی سے علیحدہ امہات صفات کا تصور غلط اور ناممکن ہے۔ ذات کے ساتھ وہ بھی اصل کا درجہ رکھتی ہیں۔ نور ذات ذاتی ہے۔ صفاتی نہیں۔ نور محمدیؐ "نور ذاتی" ہے "صفاتی" نہیں۔ رسالت، واحد الاصل، صرف ایک ہے۔ وہ حضورؐ کی رسالت ہے۔ باقی تمام انبیاء و رسل، حضور کے نائب اور اصل کی فرع ہیں۔ نبی و رسول کا باریک فرق۔ کنت نبیا و اٰدم بین الماء والطین۔ — دیگر عالمین میں حضورؐ کی صورتیں۔ آپؐ کی شانِ برزخیت اور شانِ جامعیت۔ نہ صرف جمع رکھنا بلکہ متغائر اجزاء کو فعال و مؤثر بنانا۔ حقیقتِ محمدیؐ کی چار شانیں۔ یہ لاتعداد شانوں کا خلاصہ ہیں۔ کل یوم ھو فی شان۔ عبد و عبدہٗ کی وضاحت بزبان علامہ اقبالؒ۔ انیت وحدت ذات کی مختلف حیثیتوں کا خلاصہ — وتراھم ینظرون الیك وھم

لایبصرون کے پیشِ نظر حضورؐ کو کس نظر سے دیکھنا چاہیے؛

وہ چند خصوصیات جو صرف اور صرف حضورؐ کے لیے خاص ہیں۔ انھیں محمد رسول اللہ کہتے وقت ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

ہمارے اور قادیانیوں کے کلمہ پڑھتے وقت تصورات کا فرق۔

★

باب ۹ (۲۱۳ تا ۲۲۰) - عبدٗہ و عبدہٗ

فصل ۱۔ عبدیت عوام۔ عبدیت خواص۔ عبدیت رحمۃ للعٰلمینؐ۔ پہلی تنبیہہ۔ دوسری تنبیہہ۔

آپؐ کی محبت، ہیبت، ادب و احترام کے ملے جلے جذبات کے اثرات، عشاق پر کیا ہوتے ہیں ۔۔ ابوجہل کی اولاد اور منافقین ہی مخالفت کرتے ہیں ۔۔ اسلامی فوج کے غداروں سے بچیے ۔۔ اولاد کو بچائیے ۔۔ صحیح پیروی عشاقِ محمدی کی پیروی ہے۔ اکثر ائمہ مساجد عشقِ محمدیؐ کو فروغ دینے کا ذکر کبھی نہیں کرتے۔ عشقِ محمدیؐ ہی بنیادِ ایمان ہے۔ اس کے بغیر ہر ذکر۔ ہر خطبہ۔ ہر عمل لغو اور بیکار ہے۔

فصل ۲۔ سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے الفاظ عبدٗ و عبدہٗ کے استعمال کی معنوی بلندیاں یعنی عبدہٗ کے بلند ترین امتیازی مقامات۔

فصل ۳۔ ناچیز مصنفِ کتاب ہٰذا کی مثنوی بحرِ عشق کی مجلس اوّل کے اشعار زیرِ عنوان "بندہ اور بندگی" اور مجلسِ دوم کے اشعار زیرِ عنوان "بندۂ کامل و اکمل"۔ اس مثنوی کی آٹھ مجالس ہیں۔ اور ہر مجلس کے اشعار، نئے نئے اور اچھوتے لیکن دلچسپ انداز میں، "عبدہٗ ورسولہٗ" کی شرح۔ عشق کے نقطہ نظر سے پیش کرتے ہیں۔ یہ مثنوی، نئے مجموعۂ کلام کے ساتھ اور الگ بھی طبع کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

★

باب ۱۰ - (۲۲۱ تا ۲۴۲) - موت - انتقال - وصال (حیات جاودانی)

فصل ۱ - موت کی دو قسمیں - عام آدمیوں کی موت - شہداء و صالحین کی موت -

فصل ۲ - اولیاء اللہ کا وصال - ہر مومن ولی نہیں ہوتا - تفاوتِ درجات - فضیلت ابوبکر صدیق رض - "رازِ" فضیلت - اولیاء اللہ سے متعلق ایک آیت اور دو احادیث - "صحیح اعمالِ حسنہ" کی نقالی - کن لوگوں کی کتابوں سے بچنا ضروری ہے - "نقالوں" سے متعلق ایک صحیح حدیث - اکابر صوفیہ و مشائخ سلاسل طریقت کی بیش بہا تصانیف - صحیح اسلام و عرفان و احسان کے خزانے ہیں۔ نہ کہ وہ کتب جو مخالفین - منکرین اور منافقین - بے دینوں یا بد دینوں نے لکھی ہیں۔

اولیاء اللہ کے درجاتِ عالیہ کا مکرر ذکر - شہداء و اولیاء کے مقابلے میں سید المرسلین محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مقامِ عظمت - غداروں کی کافرانہ ذہنیت -

فصل ۳ - انبیائے کرام کا وصال یعنی اُن کی حیاتِ جاودانی - متعدد ثبوت -

فصل ۴ - وصال یعنی حیاتِ جاودانی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم - الفاظ کا انتخاب و استعمال شخصیت کی عظمت کے لحاظ سے کرنا چاہیے - عام آدمیوں اور بزرگوں کے انتقال کا فرق - حضور محبوبِ خدا کے پردۂ ظاہری کے خصوصی امتیازات - صحیح عقیدہ (۲۳۴) -

فصل ۵ - چند اکابر مفسرین و محدثین کی کتابوں کے اقتباسات: (اردو ترجمہ):

علامہ امام قسطلانی رح - امام جلال الدین سیوطی رح - علامہ قرطبی رح - علامہ زرقانی رح - شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی رح -

بعض دیگر صالحین مثلاً شیخ سعدی رح - حضرت جنید بغدادی رح - مولوی انور شاہ کشمیری - مولوی محمد قاسم بانی مدرسۂ دیوبند - مصنف ذکرِ جمیل - مصنف -

★

حصّہ دوم

شرحِ کلمۂ توحید

۲۴۳ تا ۳۵۳

شرح مذکور کے ۲۷ اجزا ہیں۔ اور شروع کے چند اجزاء کو چھوڑ کر باقی کے اجزاء میں سیکڑوں اہم نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بعض بنیادی عقائد کے بارے میں اچھوتی، دلچسپ اور پُرمغز بحث کی گئی ہے۔ اور بعض مسلمہ عقائد کے سلسلے میں قاری کو معنوی گہرائیوں میں اتار کر تہہ تک لے جایا گیا ہے۔ کہیں کہیں اسرارِ حقیقت و معرفت کو بھی ضرورتاً فاش کر دیا گیا ہے۔ تاکہ غافل حضرات چونکیں اور کلمۂ توحید کا صحیح مفہوم سمجھ کر ایمان و عاقبت مرنے سے پہلے درست کر لیں۔ جو نکتے بیان کئے گئے ہیں وہ سب اولیاء اللہ کے بیان کردہ ہیں۔ اور انھیں قرآن و احادیث کی تائید حاصل ہے۔ البتہ "میں نہ مانوں" کا کوئی علاج نہیں ہے۔

کثرتِ نکات کے باعث اس حصّۂ کتاب کی مفصّل فہرست نہیں دی گئی۔ قارئین کرام پر لازم ہے کہ وہ ان نکات کو بغور پڑھیں۔ اور بار بار پڑھیں۔ مذکورہ نکات لاکھوں اولیاء اللہ کے عقائد ہیں۔ دین و ایمان کے معاملے میں خودسری اور خودرائی سخت خطرناک ہیں۔

* * *

خلاصۂ بیانِ عشق

۳۵۴ تا ۳۸۸

ترمذی کی ایک حدیث ـــ وصول الی اللہ کا قریب ترین راستہ ـــ عبادت اور نیکیاں عشقِ حقیقی کا بدل نہیں، ثمرہ ہیں ـــ صرف عشقِ حقیقی کافی ہے ـــ عبادت اور اعمالِ صالحہ اس کے معاون ہیں ـــ احمد، ترمذی و حاکم کی ایک حدیث ـــ ایک دوسری حدیث۔

فصل ۲۔ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُس کے دل میں حبیبِ خدا کی محبت، ماں باپ، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔ (بخاری و مسلم کی ایک حدیث)

مُشرک کون ہے ـــ آپؐ پر گریہ طاری ہو گیا ـــ فرمایا خدا صرف اس بندے کو عذاب دیتا ہے جو۔۔۔ (۳۵۹)۔

فصل ۳۔ حضورؐ کی محبت بندگانِ خدا۔ بالخصوص افرادِ امت کے ساتھ۔ قرآنِ پاک کی گواہی ـــ آپؐ کی رحمت و شفقت ـــ چند مثالیں ـــ رحمۃ للعالمین ہونے کی وضاحت ـــ چند مخصوص اور وسیع المعنیٰ حقائق جو صرف حضور رحمت للعٰلمینؐ کے لیے مخصوص ہیں۔ (صفحات ۳۶۴ تا ۳۶۷) ـــ مصنف کی ایک نعت۔

فصل ۴۔ عشقِ مجازی ـــ ۳ قسمیں ـــ ہر قسم کی وضاحت۔

فصل ۵۔ نورِ محمدیؐ کی برکتیں ـــ سمندر کا ایک قطرہ ـــ اللہ۔ شانِ محمدیؐ کا مداح ہے۔ ہم نہ اس کے برابر علم رکھتے ہیں نہ قدرت ـــ بحرِ ذخار صرف دو کوزوں میں ـــ

فصل ۶۔ نورِ محمدیؐ بصورت تمثل بشری کی برکتیں۔

فصل ۷۔ فیصلہ خود حضورؐ کی زبانی ـــ خلاصہ

فصل ۸۔ اللہ محمدؐ۔ اور۔ اللہ و محمدؐ

ھوالاوّل والاٰخر والباطن والظاھر۔

عارف اور غیر عارف کی نگاہوں کا فرق ـــ سنتِ الٰہیہ ـــ وسیلہ عشقِ محمدیؐ۔

حصّۂ سوم

توحید وجودی حقیقی اسلامی۔ قاطع شرک ذاتی، صفاتی، فعلی۔ خیالی وغیرہ

مع تفصیلِ مراتب ذات

۳۸۷ تا ۴۸۰

ضروری ذیلی حاشیہ (۴۰۰ سے ۴۰۲ تک) — عشق سے ہماری مراد — بزرگان معرفت اور قرآن کی شہادتیں۔

باب ۴۔ (۴۰۴ تا ۴۱۰)

غیب وشہادت کا جامع برزخ کبریٰ۔ توحید اسلامی، عدم شرک اور عقیدۂ غیریت — کلمۂ توحید، غیریت وجود یا غیریت ذات کا قاطع ہے — تنزلات ظہور ذات میں حقیقتِ محمدیؐ کا مقام — اصطلاح وحدت — صحابۂ کرامؓ کا مفہوم کلمۂ توحید — خلاصۂ بیان — حضرت حذیفہؓ بن الیمان کی روایت — توحیدی اولیت۔

★

باب ۵۔ (۴۱۱ تا ۴۱۷)۔ اقسام شرک

اصل شرک — موجودات، احاطۂ موجودیت ذات سے خارج ہیں یا مدِمقابل۔ علمائے ظاہر کی غلطی — ہستی حقیقی کہاں نہیں ہے — "شے" کے وجود کی حقیقت — تجدد امثال — تغیر کا تعلق — عبادت کب شرک بن جاتی ہے — خواہشات کی پرستش — سونے چاندی کا بندہ — سب سے بڑا معبود — محض رسمی طور پر کلمۂ توحید پڑھنا یا عبادت کرنا شرک سے نہیں بچا سکتا — چند آیات و احادیث کا سمجھنا جو شرک سے بچاتی ہیں — مگر شرط کیا ہے پہلے اسے سمجھو — ابلیس کی توحید مردود ہے — زیرِ نظر کتاب کا اصل مقصد (۴۱۷)۔

★

باب ۶۔ (۴۱۷ تا ۴۲۲)۔ وجود و موجودات۔

اقسام وجود — وجود حقیقی کی دو خاص شانیں — معرفت بقدر استعداد — عرفان کامل صرف محبوبِ خداﷺ کو حاصل ہے۔ کیوں؟ — اقسام موجودات — سرکارِ دو عالمﷺ

باب ۹ - (۹۴۴ تا ۱۶۴) عالم حِس و شہادت۔

فصل (۱) انسان کامل یعنی کلیت محمدی کے اجزاء — اس کے افراد (انسان) — کُل ہمیشہ کُل رہتا ہے۔ تمام افراد مل کر بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتے — کیوں؟

فصل (۲) انسان، اشرف المخلوقات ہے۔ کیوں؟ افراد کا جسم اور مادہ بھی، نور محمدی کی فرع ہیں — اور آپؐ کی شانِ رحمت للعالمینی کی نشانیاں ہیں۔ روح کو جسم کی اور جسم کو مادے کی ضرورت تھی — مادہ، فقرا، اہل فلسفہ اور سائنس داں کی نظر میں۔

فصل (۳) جسم و صورت — ہر جسم میں نو اعراض (کسی میں کوئی عرض معدوم بھی ہوتا ہے) ہر جسم آئینۂ وجود ہے۔ حجابات میں ذات خود بے حجاب ہے — فقراءِ کرام کی نظر میں اعضاءِ جسم انسانی — صورت انسانی میں فقراء کیا دیکھتے ہیں — انسانی آنکھ — ونفخت فیہ من روحی کی روح — خدا کو دیکھنا اور پانا —

فصل (۴)۔ (۴۵۴ و ۴۵۵)۔ طلسم کدۂ عالم اور انسان

فصل (۵)۔ ۴۵۵ — انما الاعمال بالنیات۔

فصل (۶)۔ (۴۵۶ تا ۴۵۸۔ انسان کامل

مراتب ظہورِ ذات کا مرتبۂ جامع۔ "خلیفۃ اللہ" مظہر تامۂ الوہیت، اور جامع جمیع صفات کمالیہ ہے — مظہر تام، مظہر کامل اور مظہر ناقص — اسم اللہ سے مراد، بقول شیخ اکبرؒ — عین محمدیؐ اور اس کی تفصیلات — انسان کامل کے دو درجے — انسانِ کامل اور قیامت۔

دو نکتے

طریق جذب۔ اور۔ طریق سلوک۔

تین حقائق — آیات نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ اور النبی اولٰی بالمؤمنین انفسھم۔۔۔ الخ۔ نکاتِ مستنبطہ — ایمان، حضورؐ سے شدید محبت

(عشق) کا نام ہے — اللہ کی خوشی و رضا، بخشش و مغفرت اور دیگر ابدی نعمتیں
و راحتیں۔ سب ان خوش نصیبوں کے لیے ہیں جو حضور محبوبِ خدا کے عشق میں زندہ
رہیں۔ اور اُسی میں فنا ہو جائیں۔

★

باب (۱۰)۔ (۶۶۲ تا ۶۸۰) ۔ خلاصۂ وحدت الوجود بزبانِ دیگراں

فصل ۱۔ ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب۔ ایم۔ اے (علیگ) پی۔ ایچ۔ ڈی، (لندن)،

صدر شعبۂ فلسفہ۔ جامعۂ عثمانیہ۔ حیدر آباد دکن۔ از کتاب رموزِ عشق۔ (۶۶۲ سے
۶۶۶ تک)۔ صاحب گلشن راز۔ (۶۶۶)۔

علامہ سید شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی۔ قادری چشتی، نقشبندی۔
وہ اقتباسات — از کتاب کلمۃ الحق (اردو ترجمہ) (۶۶۷ و ۶۶۸)۔

آئینہ۔ آئینے۔ چند نکتے۔

فصل ۲۔ اشعار کی صورت میں غذائے روحانی:۔

کلام جامیؒ۔ شیخ فریدالدین عطارؒ۔ شمس تبریزؒ۔ محسن کاکورویؒ۔ امیر مینائیؒ۔ علامہ
اقبالؒ۔ قطب عالم حضرت شاہ نیاز بریلویؒ۔ ناچیز مصنف کتاب ہٰذا۔
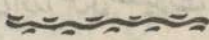
غور سے سنیے۔ معشوق نے عاشق سے کچھ پوچھا — جواب عاشق — ایک
حدیث قدسی — حرفِ آخر — (ختم شد کتاب ہٰذا)

تاریخ طباعت کتاب ہٰذا (۶۸۰) از ناچیز مصنف

اغلاطِ کتابت و صحت نامہ

صفحہ	سطر نمبر	غلط	صحیح	کیفیت
۴	آخری	ناچنر	ناچیز	
۳۲	نیچے سے دوسری	صدرالافضل	صدرالافاضل	
۱۳۲	عنوان کے نیچے	فصل=۱ زیادہ ہے ضرورت نہیں	صرف باب ۴ پڑھیے	
۱۴۳	اوپر سے ۱۳	الیہ	اِلیہ	
۱۴۵	عنوان کے نیچے	فصل ۔ ۱	صرف باب ۵	
۱۷۱	عنوان کے نیچے	فصل ۔	فصل ۱	
۲۱۸	اوپر سے نمبر ۵	امانتِ	امانت	
〃	〃 نمبر ۷	چاہے	چاہیئے	
۲۲۸	〃 نمبر ۶	رسولؐ میں	رسولؐ کی نظر میں	
۲۳۳	نیچے سے ۱۰	روایت	رویت	
۲۵۹	〃 ۱۰	بالحق	باطن	
۳۴۶	بالکل آخر میں	×	(ماخوذ)	لکھنا ہے
۳۵۴	صفحہ نمبر کے نیچے	حصّہ دوم باب ۱	نکال دیا جائے	زیادہ ہے
〃	عنوان	خلاصہ	مختصر	
۳۶۰	عنوان کے اوپر	باب ۱۰	فصل ۳	صرف فصل ۳ ہے (وسط میں)
۳۷۰	〃	باب ۱۰	فصل ۴	صرف فصل ۴ (وسط میں رہے)

صفحہ	سطر نمبر	غلط	صحیح	کیفیت
۳۷۷	صفحہ نمبر کے نیچے	۸۶ء/۹۲ باب ۱ (الف)	فصل ۵	صرف فصل ۵ رہے (وسطیں)
۳۷۸	فصل	فصل ۶ ب	فصل ۶	
۳۸۵	تحت نمبر صفحہ	۸۶ء/۹۲ حصہ دوم، باب ۱۱	فصل ۸	وسطیں
۳۹۸	دوسرا شعر	جامیؔ	رومیؔ	
۴۲۲	نیچے سے سطر ۸	اٹھ کر دو دفعہ ہے	اٹھ کر زید کے	
۴۳۲	صفحہ نمبر کے نیچے	باب ۸ کے بعد ہی الف چاہیے	مرتبۂ دوم کے قبل سے نکالیں۔ اور باب ۸ کے برابر لکھیں	
۴۸۰	شعر نمبر ۵	حقیقتِ محمدؐ	حقیقتِ محمدیؐ	

فہرست تصانیف و تراجم از حضرتِ مصنف

*****

۱۔ دولتِ مغلیہ کی ہیئت مرکزی (ترجمہ اردو)۔ مجلس ترقی ادب۔ لاہور سے مل سکتی ہے....

۲۔ قرآنی تصوف اور اقبالؒ — اپنے انداز میں منفرد۔ دوسرے ایڈیشن کا انتظار فرمائیے۔

۳۔ ریاض الفضائل ۱۹۶۳ء — حضرت مصنف کے مرشد عالی مرتبتؒ کے بصیرت افروز حالات مع تعلیمات....

۴۔ مخزن انوارِ توحید ۱۳۸۳ھ — صداقت وحدت الوجود۔ قرآنِ پاک، احادیثِ نبویؐ اور ارشاداتِ اولیاء اللہ کی روشنی میں،

۵۔ نغماتِ عشق ۱۹۶۱ء — حضرت مصنف کے بلند پایہ کلام (۱۹۷۰ء تک) کا مجموعہ (۶۰۰ صفحات) مع مختصر سوانح حیات۔ جملہ اصناف سخن پر مشتمل۔ ہر صفحہ جاذبِ نظر۔ ہر شعر ایمان افروز۔ نقطہ نقطہ معانی بلیغ و دقیق کا دفتر۔ ہر لفظ، ہر مصرعہ، ہر شعر۔ تیر و نشتر۔ دوسرے ایڈیشن کا انتظار فرمائیے۔

۶۔ نورِ آفتابِ رحمت ۱۳۸۸ھ — ایک مختصر لیکن پُر از معلومات رسالہ جس میں مؤثر پیرائے میں بتایا گیا ہے کہ درجہ اوّل کی نعتیں کس رنگ کی ہوتی ہیں۔ نہایت نظر نواز طباعت۔

۷۔ تجلیاتِ حقیقتِ محمدیؐ مع عارفانہ شرحِ کلمۂ توحید — حضور محبوبِ خداؐ کی امتیازی عظمتیں، جن کے مقابلے میں تمام انبیائے کرام کی فضیلتیں ایسی ہی جیسے سمندر

کا ایک قطرہ ۔ اپنے رنگ میں ایک لاجواب تصنیف ۔ ہر سطر معرفت کا گنجینہ ۔ ہر صفحہ عشق کا خزانہ و سرچشمہ ۔ سرکارِ دو جہاں کے ہر عاشق صادق کے لیے اس انمول کتاب کا مطالعہ ضروری ہے ۔

۸ ۔ رسالہ ظہورِ اسمِ پاک محمدؐ بر آسمان اور امانت پاکستان — مذکورہ آسمانی شہادت کی دلچسپ داستان مع تصویر مراحل ، تحریر نورانی جو آسمان پر نمودار ہوئی ۔

۹ ۔ گلدستہ حصۂ اول — جس میں مشاہیر اہلِ قلم و دانشوران ملک کے وہ مبسوط تبصرے ہیں ، جو ان حضرات نے از راہ عنایت مصنف کے مجموعۂ کلام "نغماتِ عشق" کے متعلق تحریر فرمائے ہیں ۔

۱۰ ۔ چند تبصرے — اُردو ۔ انگریزی ۔ جو ملکی اخبارات میں مصنف کی مشہور کتاب قرآنی تصوف اور اقبال کے متعلق شائع ہوئے ۔

زیرِ کتابت
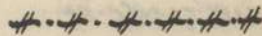
آیاتِ عشق ← مصنف کا دوسرا مجموعۂ کلام ۔ جو حج و زیارت ، مقاماتِ مقدسہ ۔ خانۂ کعبہ ۔ مدینۂ منورہ ، گنبد خضراء وغیرہ پر دلکش نظموں ۔ مختصر و طویل نعتوں اور عارفانہ غزلوں پر مشتمل ہے ۔ ہر شعر کیفِ عشق اور رندی و سرمستی کی شراب کا چھلکتا ہوا جام ہے ۔ علم و عرفان کا رواں دواں دریا ہے ۔ دلوں میں عشق کی آگ بھڑکا دینے والا شعلہ ہے ۔

ر

عشق حقیقی اور دولت سرمدی کا انمول خزانہ ہے۔ زمانۂ حاضر کی بے تکی شاعری نہیں۔ عاقبت کا خزانہ اور آخرت کا توشہ ہے۔

مثنوی بحرِ عشق

مثنوی "زہرِ عشق" تو بہت پڑھ چکے۔ ذرا اس مثنوی بحرِ عشق کی شناوری کا بھی لطف اٹھائیے۔ یہ بحرِ عشق مجازی کا نہیں، عشق حقیقی محمدیؐ کا ہے۔ جس میں "عبدیت" و "رسالتِ" محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ وسعتوں اور اتھاہ گہرائیوں کی شرح میں سینکڑوں ایسے اشعار ملیں گے جو تیر و نشتر کا کام بھی کرتے ہیں۔ عوامی سطحی مفاہیم سے ہٹ کر محبوبیت محمدیؐ کی بلند ترین فضاؤں میں پہنچاتے اور قاری اور سامع کو بے خود بنا دیتے ہیں۔ اِن بلندیوں کا ایسا عارفانہ ذکر۔ اُردو میں بصورت مثنوی۔ کہیں نہیں ملتا۔ اُسے آٹھ مجلسوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جو دِل کشی زورِ بیان۔ معنیٰ آفرینی اور اچھوتے مقامات عظمتِ محمدیؐ کے ذکر میں ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔

✲ ✲ ✲ ✲ ✲

مسوّدات

جو کتابت کے لئے تیار ہیں!

✣✣✣✣✣

فریدِ دہر و شمسِ وقت

مستند تذکرۂ حیات و تعلیمات قطب عالم مدارِ اعظم حضور قبلۂ دوجہاں، کعبۂ اہل ایماں شاہ نیاز احمد علوی بریلوی قدس سرہ العزیز۔ یہ تذکرہ خود حضور قبلہ رح کی ہدایات باطنی و استمدادِ روحانی کے تحت۔ نیز خانقاہی مخطوطات، تصنیفات و روایات کی روشنی میں لکھا گیا اور اسے بزرگانِ خانقاہِ عالیۂ نیازیہ کی پسندیدگی و تائید حاصل ہے۔

✣✣✣

برصغیر ہندو پاکستان میں چشتیہ سلسلہ

(دو حصے)

حصۂ اوّل میں اکابرین سلوک چشتیہ کے انقلابی اصول تربیت و تسخیر قلوب۔ دل نشین طریقۂ تبلیغ و اشاعت دین، مؤثر نمونۂ اخلاق اسلامی و فضائے خانقاہی وغیرہ کا بیان ہے۔

اور حصہ دوم میں خواجۂ خواجگان خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہ العزیز کے حالات سے زیادہ اُن کی تعلیمات کی وضاحت خود اُن کے ملفوظات وغیرہ کی روشنی میں کی گئی ہے۔

فنِ تاریخ گوئی

یہ نہایت پاکیزہ و کارآمد علمی مشغلہ ہے۔ یادگاروں کی تاریخیں، مختصر اور چند ٹھوس الفاظ میں اس طرح محفوظ ہو جاتی ہیں جیسے سنگین کتبے۔ انسانوں اور کتابوں کے تاریخی ناموں، نیز واقعات کے تاریخی مادّوں کی ہمیشہ ضرورت رہے گی۔ لہٰذا اس علمی فن کو محفوظ رکھنے اور وسعت دینے کی ضرورت ہے۔ اس کتاب میں مستند اصولوں کا بیان اور مثالیں بطورِ نمونہ مذکور ہیں۔ زبان فصیح و سلیس ہے۔

* * *

اہمیّتِ علم باطن

اخبار جنگ کراچی کی ایک اشاعت میں علامہ اقبالؒ کا ایک مضمون علم باطن کی مخالفت میں شائع ہوا تھا۔ اس کی تردید مدلّل پیرائے میں کی گئی ہے۔

* * *

عظمتِ ولایت و اولیاء اللہ

یہ مقالہ لاہور کے ماہ نامہ "ندائے حق" میں (جب وہ جاری تھا) بالاقساط مسلسل شائع ہوتا رہا ہے۔ اور کئی ماہ میں ختم ہوا ہے۔

* * *

علامہ اقبال کے دو لیکچروں کا ترجمہ

علامہ کے آٹھ لیکچر (انگریزی میں) بہت مشہور ہیں۔ جن کا ترجمہ اُردو میں جناب نذیر نیازی نے کیا ہے۔ مصنف کتاب (تجلیاتِ حقیقتِ محمدیؐ) نے علامہ کے پہلے دو لیکچروں کا ترجمہ۔ رواں اُردو میں شوقیہ کیا تھا۔

اور وہ رسالہ اقبال۔ لاہور میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔ تمام لیکچروں کا ترجمہ اسی طرح صاف، سلیس اور فصیح اُردو میں کرنا مقصود تھا۔ لیکن عدیم الفرصتی مانع رہی۔

٭ ٭ ٭

دیگر مضامین!

جن میں مختلف عنوانات پر مضامین (مطبوعہ وغیر مطبوعہ) مختلف کتب پر تبصرے، پیش لفظ اور مقدمات وغیرہ شامل ہیں۔ حالات سازگار ہونے پر شائع کئے جائیں گے۔

★★★

قطعہٴ سالہائے تصنیف وطباعت تجلیات حقیقتِ محمدیؐ

عدی ہے یہ پندرھویں ہجری غنیؔ!

ثنائے محمدؐ کا تحفہ ہے نیک!

صدی چودھویں ختم تصنیف بھی

طباعت کا ہے سال چودہ سو ایک

٭ ٭ ٭